

سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شماره ۱۱۳

# تذکرہ اردو مخطوطات

جلد اول

یعنی

کتاب خانہ ادارہ ادبیات اردو کے صرف سو پچھتر اردو مخطوطات  
تفصیلی تذکرہ

در مشجعہ

سید محی الدین قادری زور

معتد اعزازی ادارہ ادبیات اردو

حیدر آباد کھن

۱۳۶۲

۵۱۳۶۲  
۶۱۹۲۳

بار اول -

پانچ روپے

قیمت -

مطبوعہ

اعظم الشیم پریس حیدر آباد کن

ملک کاپی -

سب سے کتاب گھر - خیریت آباد - حیدر آباد کن -

سیدنا ابوالفضل محمد امجد  
خان بکری دہلوی

تذکرہ اردو مخطوطات اور ادبیات اردو جداول

## فہرست مندرجہ

۵	۱۔ فہرست مخطوطات بلحاظ موضوع
۱۲	۲۔ دیباچہ مرتب
۱۵	۳۔ تذکرہ مخطوطات
۲۴۱	۴۔ معین مخطوطات کے اسمائے گرامی
۲۴۵	۵۔ فہرست مخطوطات بلحاظ زمانہ تصنیف
۲۶۱	۶۔ تصریحات
۳۶۵	۷۔ اشاریہ





کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

معراج ناصر سید بلاقی - تصنیف سنہ ۱۰۸۰ھ  
قطب شاہی عہد کا نسخہ - دیکھو صفحہ ۲۷

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

کھنڈا ربه امی سونانان که

بنه دینا انکی خبر کو کی کھیا

ارشاد ناصر شاہ برہان الدین جام - تصنیف سنہ ۱۰۹۰ھ  
قطب شاہی عہد کا نسخہ - دیکھو صفحہ ۱۹

تذکرہ اردو مخطوطات جلد اول

## فہرست مخطوطات اسلامی موضوع

(۱) علوم قرآن و حدیث							
نمبر مخطوطہ	نام کتاب	مصنف	تصنیف	صفحہ	نمبر مخطوطہ	نام کتاب	مصنف
۲۲۶	تفسیر سورہ اذاجار	؟	قبل ۱۱۵۰	۲۶۴	۱۸۲	تبیق الصلوٰۃ	سید محمد عبدالحی
۶۰	حاشیہ من درین	ہنگامہ	۱۲۰۹/۱۲۰۹	۷۶	۱۲۱	دین و یک	محمد علی شاہ آفت
۷۹	ترجمہ چل حدیث	؟	قبل ۱۱۲۲	۲۸۰	۱۵۵	قبل ۱۲۲۲	قبل ۱۲۲۲
۲۳۳	ترجمہ چل حدیث	؟	قبل ۱۱۲۲	۲۸۰	۱۶۸	نفس الدین	نفس الدین
					۱۶۸	ترتیب ماز	؟
					۲۱۴	چہر کرسی	اشرف الدین
					۱۳۹	کشف الخناسہ	شیخ الدین
					۳۲۵	؟	؟
					۲۲۴	کشف الحاجۃ	نور الدین
(۲) فقہ							
نمبر مخطوطہ	نام کتاب	مصنف	تصنیف	صفحہ	نمبر مخطوطہ	نام کتاب	مصنف
۹	فقہ ہندی	عبدی	۱۰۴۳	۲۶	۲	ارشاد نامہ	برہان الدین جام
۱۱	ہدایات ہندی	ضعیفی	۱۱۰۱	۲۸	۱۹	۹۹۰	؟
۱۳	؟	؟	؟	۳۳	۵۳	کلمۃ الحقایق	؟
۱۴۱	ہدایت المؤمنین	؟	قبل ۱۱۰۰	۲۰۲	۶۸	خواجہ بندہ نواز	قبل ۸۲۵
۳۸	توشہ عاقبت	منور بگم	۱۱۱۴	۴۵	۶۲	میراں جی خاندان	۱۰۴۰
۱۹	مرات المصلی	؟	۱۱۴۵	۲۹۲	۵۴	نقص و ابدال	؟
۱۱۴	کفایت الاسلام	؟	قبل ۱۲۰۰	۱۵۲	۲۵۰	رسالہ وجودیہ	میراں جی خاندان
۱۲۳	رسالہ احوال سبت	نفس الدین	۱۲۰۰	۱۵۹	۳۲۹	نہال القبا	میراں یعقوب

۲۵۷	گلزار الیکین	عابد شاہ	قبل ۱۰۹۲	۳۱۳	۱۵۸	چار کرسی طریقت	فقیر شاہ جید	قبل ۱۲۵۰	۱۹۳
۲۱۸	ورالاسرا	مرید سلطان	" ۱۱۰۰	۲۶۱	۱۶۹	قطعه	رمضان شاہ	" ۱۲۹۹	۲۰۱
۱۰۰	"	"	" "	۲۰۱	۱۶۲	مراقبات سلوک	مکین شاہ	۱۲۷۹	۲۰۲
۱۱۲	کنج مغنی	منظم	" "	۱۴۸	۱۵۶	حبیب المریدین	حبیب علی	قبل ۱۲۸۱	۲۲۶
۱۱۳	یکلی نہ	فاروقی	" "	۱۵۰	۱۶۰	نکات الواصلین	سلطان محی الدین	۱۲۷۹	۱۹۲
۲۰۱	شہزی علی	علی	" "	۲۲۳	۱۶۱	وجہان الحق	"	۱۲۸۱	۱۹۶
۲۰۷	مناظرہ عقل و عین	"	" "	۲۲۸	<p>(۴) پند و اصلاح و تبلیغ و مناجات</p>				
۲۱۰	وصل نامہ	مرتضیٰ	" "	۲۵۱					
۴۱	کسب محبوبیت	صدر الدین	" ۸۷۶	۹۶	۲۲	پند دلبند	علی	دینا ۱۰۲۰ ۱۰۹۲	۴۵
۲۵۹	کسب عروج	"	" "	۳۱۵	۱۶	تحفۃ الفصاح	قطب رازی	۱۰۲۵	۳۵
۲۹	من گن	بحری	" ۱۱۱۲	۵۵	۴۷	"	"	"	۷۵
۲۳	اشادت اغانین	عاشق	قبل ۱۱۲۳	۶۸	۱۹	نجات نامہ	ایمانی	۱۰۶۷	۴۱
۳۳	پیکھی باچھا	وجدی	" ۱۱۴۶	۶۰	۱۲۳	پند نامہ	"	۱۰۸۶	۱۵۸
۳۴	"	"	" "	۶۱	۷	مناجات	علی زحمتی	قبل ۱۱۰۰	۲۴
۳۵	"	"	" "	۶۲	۲۰۳	"	غفار	" "	۲۲۳
۹۱	"	"	" "	۱۱۱	۲۰۴	کشف المحرج	مواہب	" "	۲۲۵
۲۳۸	گنج عرفان	امام الدین غار	" ۱۱۵۰	۲۸۶	۲۱۶	وصایاے نبی	"	" "	۲۵۹
۲۴۱	نظم شادی	عظیم الدین	" ۱۱۷۶	۲۹۱	۱۲	پند نامہ لقمان	فتح شریف	۱۱۳۰	۳۱
۱۱۱	فقر نامہ	کامل	" ۱۱۹۵	۱۴۷	۲۴	دعائے داؤد	سید	" ۱۱۴۵	۷۰
۱۸۱	مجنوب السالکین	ابن	" ۱۲۰۰	۲۱۸	۲۹	عقاید نامہ	آگاہ	۱۱۸۵	۷۶
۱۶۳	اربع غماص الوجو	"	" "	۱۹۷	۱۳۲	تنبیہ النساء	رحمت اللہ	۱۱۹۵	۱۷۰
۱۶۴	رمز محل	"	" "	۱۹۸	۱۳۵	"	"	"	۱۷۲
۱۶۵	معرفت حق	"	" "	۱۹۸	۱۳۶	"	"	"	۱۷۲
۱۶۶	رسالہ وجودیہ	"	" "	۱۹۹	۱۳۷	"	"	"	۱۷۳
۱۶۷	رسالہ چل تن	"	" "	۱۹۹					

( ۵ ) تبایخ و سیر و مناقب

( ۱ ) حالات و مناقب نبی عربی

۲۳	۱۰۰۹	عبدالملک	۶	مولود نامہ
۲۴	۱۰۸۰	سید طاہر	۱۰	معراج نامہ
۲۲۲	۱۱۰۰	قبل	۲۰۲	قصہ ہجرت کا
۱۸۱	"	"	۱۲۸	" بازو فاختہ
۲۱	۱۱۰۲	یحیوی	۴	تفسیر معجزہ
۲۲	"	"	۵	" دیگر
۲۳	۱۱۱۱	شاو غایت	۲۰	نور نامہ
۲۴	"	"	۲۱	"
۲۴	"	دریا	۱۵	امانات نامہ
۱۵۴	"	"	۱۱۹	"
۱۵۵	"	"	۱۲۰	"
۲۰	قبل ۱۱۳۰	امامی	۳	"
۳۳	۱۱۵۰	عبدالحمید	۱۲	شامل النبی
۷۸	۱۱۸۵	ابوبکر	۵۱	بشت بہشت
۸۰	۱۱۸۵	"	۵۲	من دیپک
۸۱	"	"	۵۳	من ہرن
۸۲	۱۱۸۶	"	۵۴	من مومن
۸۲	۱۱۸۵	"	۵۵	جگ سونہ
۸۳	"	"	۵۶	آرام دل
۸۳	۱۱۸۶	"	۵۷	راحت جاں
۸۴	۱۲۰۶	"	۵۸	من درپن
۸۵	۱۲۰۷	"	۵۹	من بیون

۱۳۸	۱۱۹۵	رحمت اللہ	۱۷۳	تبیخہ النساء
۱۹۰	۱۲۰۰	قہر	۲۳۰	مناقب
۱۵۰	۱۲۰۰	"	۱۸۳	کتاب ہدی
۱۱۳	۱۲۰۲	مصطفیٰ	۱۲۹	وصیت نامہ
۱۸۲	۱۲۳۵	محمد اسماعیل	۲۲۳	تنبیہ الامان
۱۸۳	۱۲۳۵	"	۲۲۲	رسالہ جہاد
۱۲۲	۱۲۳۲	محمد علی شاہ	۱۵۷	ایمان درپن
۱۲۴	۱۲۳۸	خرم علی	۱۷۷	نصیحت المسلمین
۱۲۵	۱۲۳۹	محمد عبداللہ	۱۷۸	قیامت نامہ
۱۲۹	۱۲۴۲	نور ادوی (۹)	۱۰۳	سوارت گدوین
۱۲۹	۱۲۴۳	حسن قزوینی	۱۷۹	ہدایت المؤمنین
۱۲۷	"	قویب	۱۸۰	رسالہ اعمال
۱۵۱	قبل ۱۲۴۵	"	۱۸۳	اصطلاح مسلمانی
۱۵۲	"	خرم علی	۱۸۳	شرک و بدعت
۱۵۳	۱۲۵۰	"	۱۸۵	قیامت نامہ
۱۶۲	"	"	۱۹۶	رسالہ بے نماز
۱۸۵	"	ظہور علی	۲۲۵	دود نامہ
۱۸۸	"	محمدی و بھر	۲۲۹	محرمات شریعت و عزیز
۲۳۲	"	"	۲۷۹	ترجمہ کریمیا
۲۵۴	"	حیات	۲۰۹	آب حیات
۲۶۲	۱۲۷۵	فقیر و ناقص	۳۱۹	مجموعہ مناجات
۱۶۳	"	سیکین و دیگر	۳۲۰	مولود شریف
۶۶	"	غلام دیگر	۹۳	احوال قیامت

۱۷۶	۱۲۲۴	؟	دخانہ خاتون	۱۴۱	۲۸۴	۱۲۵۰	قبل	؟	قصہ دانی طیمہ	۲۳۶
۱۴۲	۱۲۴۲	فاضل	دہ مجلس	۱۰۷	(ب) حالات و مناقب آل و اصحاب نبی					
۱۹۳	۱۲۵۰	قبس	؟	۱۵۹	۱۰	۹۰۹	اشرف		نور ہار	۱
۱۸۶	۱۲۶۰	محمود مرزا	حکیم حیدری	۱۵۴	۲۵۲	۱۰۸۲	قبل	مرزا	مراثی	۲۱۱
۲۹۱	۱۲۶۵	کثیر	وفات نامہ زہرا	۲۴۲	۵۷	۱۰۹۲	سیوک		جنگ نامہ	۳۰
۳۰۴	۱۲۸۰	فضل الرحمن	پارکھار	۲۵۱	۱۷۶	۱۱۰۰	قریب	؟	سجود خاتون	۱۴۲
(ج) حالات و مناقب محبوب جانی					۲۵۵	"	"	کنز	بیاض مراثی	۲۱۳
۱۴۴	۹۷۲	قبل	فیروز	۱۱۰	شفیع اشرف					
۱۴۳	۱۰۰۹	قریب	عبد الملک	۱۰۸	برہان یتیم احمد					
۱۵۰	۱۱۰۰	قبل	شہ میر	۱۱۵	۴۸	۱۱۱۰		عبد علی	نامہ علی	۲۳
۲۵۳	"	"	افضل	۲۱۲	۵۸	۱۱۳۵		ولی دیوبوری	روضۃ الشہداء	۳۱
۸۷	۱۲۰۷	آگاہ	محبوب القلوب	۶۱	۵۹	"	"	"	"	۳۲
۲۸۹	۱۲۶۰	؟	اسرار غوثیہ	۲۴۰	۱۱۳	"	"	"	"	۹۲
(د) دیگر بزرگان مذاہب کے حالات و مناقب					۱۱۸	"	"	"	"	۱۰۰
۴۹	۱۱۹۱	غوثی	قصص الانبیاء	۴۵	۲۵۷	۱۱۴۰		قادر	مراثی	۲۱۴
۱۴۴	۱۰۵۰	قبل	کریم	۱۰۹	۱۷۷	۱۲۰۰	قبل	؟	گل نامہ خاتون	۱۴۳
۲۰۶	۱۱۵۰	"	ولی	۱۷۲	۶۵	۱۱۷۳		شہید	روضۃ الاطہار	۳۹
۳۲۶	۱۲۴۰	قریب	ناطق	۲۶۸	۶۶	"	"	"	"	۴۰
۳۰۳	۱۳۱۹	"	رونق علی	۲۵۰	۷۸	۱۱۸۵		آگاہ	تحفۃ النساء	۵۰
(ه) سلاطین و امرا کے حالات و واقعات					۹۱	$\frac{۱۱۹۱}{۱۲۲۵}$		غوثی	نبیافت نامہ	۶۴
۲۶۷	۱۰۱۲	عبدل	ابراہیم نامہ	۲۲۱	۸۸	۱۲۰۷		آگاہ	ریاض الجنان	۶۲
۲۷۰	۱۱۹۶	قبل	؟	۲۲۴	۹۰	"	"	"	"	۶۳
۱۲۱	۱۱۹۸	"	ہدایت	۱۰۲	۱۱۲	"	"	"	مراثی	۹۰
۱۳۰	۱۲۰۰	"	منقوبات جویہ	۱۰۳	۹۱	۱۲۰۴		محمود	ظفر نامہ	۶۵
۱۳۵	۱۲۰۱	افس	ججویہ نفیس	۱۰۴	۱۷۵	۱۲۲۴		؟	دخانہ خاتون	۱۴۰

۱۰۵	دیوانچی	افسوس	۱۲۰۳	۱۳۸	۲۴۹	دیوان	یقین	قبل ۱۱۹۱	۳۰۲
۱۰۶	سفرنامہ عظیم جا	نادر	۱۲۳۸	۱۴۱	۲۰۶		عاجز	" ۱۱۶۸	
۲۶۳	مدرس اکبر	شغلہ	۱۲۸۴	۳۲۲	۹۸	قصیدہ	فناں	" ۱۱۸۶	
					۲۹۳	کلام	میرن	" ۱۱۹۰	
					۸۴	دیوان	میر	" ۱۱۹۲	
					۸۳		سودا	" ۱۱۹۳	
					۴۸	کلیات		" "	۱۰۲
					۴۹			" "	۱۰۳
					۸۰	منتخب دیوان		" "	۱۰۴
					۴۴	دیوان	ورد	" ۱۱۹۹	۱۰۱
۲۲۰	بیاض قدیم	شاهی - راجہ	۱۱۰۰	۲۶۲	۲۵۶	کلیات	کاظم	قزلب	۳۱۰
۱۱۶	بیاض دکنی	نوشترود - روجی نمرو	"	۱۵۱	۱۰۴	بیاض اشعار	ولی - سراج	داؤد قبل ۱۲۰۰	۲۱۰
		میرزا جعفر محرمی					نکھن - سودا - قاسم		
۲۱۵	دکنی منظومات	عبداللہ قلی شاہ	" ۱۱۵۰	۲۵۸			صاحب - اخلاص		
		محب - محی الدین			۱۴۸	منتخب دیوان	دینہ	" "	۲۱۶
۲۰۸	کلام	اسمعیل	" "	۲۴۹	۲۴۳	کلام	برہان	" "	۲۹۳
۳۶	دیوان	دلی	قزلب ۱۱۱۵	۶۲	۲۵۵		میرن وید	" "	۳۰۹
۳۴			"	۶۳	۲۴۶	بیاض	میدر - وقار	" "	۲۹۶
							دبیر - کندر - مولانی		
							غلامی - امیر - ناسخ		
۱۳۳	منتخب دیوان	عاشق	" ۱۱۶۵	۱۶۹	۸۸	کلیات	ایمان	۱۲۲۰	۱۱۰
۲۶	دیوان	داؤد	" ۱۱۶۸	۴۳	۸۵	دیوان	انشا	" ۱۲۲۳	۱۰۶
۴۱		یقین	" ۱۱۹۱	۹۴	۸۶	کلیات		" "	۱۰۸
۴۵			"	۱۰۰	۱۹۳	پشتمہ فیض	فینن	۱۲۳۸	۲۳۳
۸۳			"	۱۰۶	۴۶	انتخاب کلام	منور	" ۱۲۵۰	۱۰۰

۱۹۱	دیوان اول	ناسخ	قبل ۱۲۵۰	۲۳۲	۲۲۹	بوستان خیال	سراج	قبل ۱۱۷۷	۳۲۷
۱۹۲	دوم	"	"	۲۳۲	۲۷۰	یسی معنوں	تجلی	تزیب ۱۱۹۰	۳۲۸
۸۱	منتخب دیوان	نصیر	"	۱۰۵	۶۸	سحر البیان	میر حسن	۱۱۹۹	۹۵
۲۳۹	بیاض غزلینا	آبرو میر سوز	"	۲۵۷	۶۹	"	"	"	۹۶
	یعین کترین				۷۰	"	"	"	۹۷
۲۵۳	انتخاب کلام	میر و نایابی	"	۳۰۸	۹۹	"	"	"	۱۱۸
۱۹۶	دیوان اول	مزاج	"	۱۲۶۱	۲۲۷	"	"	"	۲۷۵
۱۹۷	دوم	"	"	۱۲۷۶	۲۳۹	قصہ ریا	"	تزیب ۱۲۰۰	۱۱۷
۱۹۸	سوم	"	"	۱۲۹۱	۲۳۹	قصہ انوشیروان	"	"	۲۴۰
۲۷۲	واسوخت	آباد	"	۱۲۹۸	۳۳۵	نوبہا عشق	نایابی	۱۲۱۱	۹۳
۲۲۳	بیاض اشعار	ادب امیر شکوہ	۱۲۷۵	۲۹۲	۱۵۵	پدماوت	حبرت	۱۲۱۱	۱۸۸
۲۵۲	دیوان	ناظم	"	۱۲۸۱	۲۰۵	شیخ پروانہ	عشرت	۱۲۲۵	
۲۴۷	"	شرف	تزیب ۱۳۰۰	۲۹۹	۲۰۲	عشق نامہ	فکار	۱۲۱۲	۳۳۲
۱۹۵	دیوان رباعیات	عصر	قبل ۱۳۱۳	۲۳۵	۱۰۱	چهار درویش	شوق	۱۲۲۵	۱۱۹
(۷) منظوم قصے					۱۸۹	کہانی وقصہ	مودب	قبل ۱۲۳۶	۲۲۹
					۱۷۶	قصہ سیر پوش	رحمن شاہ	" ۱۲۴۲	۲۰۸
					۱۲۶	نظم انور	فقیر اللہ شاہ حیدر	۱۲۴۷	۱۹۳
					۲۳۸	بہار گلشن	شوق	تزیب ۱۲۵۰	۳۰۱
					۱۵۶	آتا ولی	حسینی بادشاہ (?)	۱۲۶۰	۱۹۱
					۲۶۰	طلسم اعظم	فضل حسین	۱۲۶۳	۳۱۶
					۱۶۸	قصہ بادشاہ دوم	آدم	قبل ۱۲۶۹	۲۰۰
(۸) نثری قصے					۹۲	چهار درویش	میرامن	۱۲۱۵	۱۱۳
۸	سیف الملوک برقع	غوصی	۱۰۳۵	۲۵					
۱۷	چندر بید و ماہیار	مقیبی	قبل ۱۰۴۸	۳۷					
۲۲	پھولین	ابن نشاطی	۱۰۷۶	۴۹					
۲۲۳	نصوات و روح افزا	فاز	"	۲۶۹					
۲۶	چندر بید و ماہیار	بلبل	قبل ۱۱۰۰	۳۹					
۲۵	سرود شمشاد	سامی	" ۱۱۷۵	۷۲					
۷۴	سوز و گداز	سراج	" ۱۱۷۷	۹۹					

۲۶۵	ریختہ ہندی کی فہرست	؟	۱۲۲۵	۳۲۲
۲۳۱	مطبوع صبیان	یعنی	قبل ۱۲۰۰	۲۴۸
۱۹۴	فیض جاری	فیض	۱۲۵۶	۲۳۲
۲۳۲	تاریخ بدر	واجدی شاہ	۱۲۷۶	۲۸۱
(۱۰) طب				
۲۶۵	پہار و ریش	میرمن	۱۲۱۵	۱۱۴
۹۲	طوطی نامہ	حیدری	۱۲۱۵	۱۰۳
۹۶	ذہب عشق	نہال چند	۱۲۱۰	۱۱۵
۹۰	"	"	"	۱۱۶
۲۶۱	"	"	"	۳۱۸
۲۶۳	طوطی کہانی	؟	قریب ۱۲۲۰	۳۳۳
۱۲۵	تتارلی	فیض اللہ شاہ	۱۲۴۴	۱۶۰
۱۲۷	مرغوب الطبع	حسین علی خان	۱۲۴۰	۱۶۲
۱۳۸	"	"	"	۱۶۵
۹۸	کل باصنویہ	نہیم چند	قبل ۱۲۳۸	۱۰۷
۱۷۳	اگر تکی	؟	" ۱۲۵۰	۳۰۵
۱۲۹	چار درویش	حسین علی خان	"	۱۶۵
۱۳۰	ہفتہ بہار	"	"	۱۶۶
۱۵۷	لاڑکپور اور قاضی	حسین بادشاہ	" ۱۲۶۰	۱۹۲
(۱۱) سائنس و دیگر علوم				
۲۰۰	روپ سنگار	آگاہ	۱۲۱۵	۲۴۱
۲۳۹	مسائل طبیعی	؟	قبل ۱۲۲۹	۲۷۷
۲۲۵	ترجمہ شرح چینی	شاہ علی	قریب ۱۲۵۰	۲۷۲
(۹) لغت و عروض و انشا				
۲۳۷	واحداری	اشرف	۹۰۹	۲۸۳
۲۶۶	ترجمہ آمدنامہ	؟	قریب ۱۱۰۰	۳۲۲

تذکرہ اردو خطی جداول



# دیس

ادارہ ادبیات اردو ۱۹۳۱ء (۱۳۵۰ھ) میں قائم ہوا لیکن اس کے کتب خانہ کا آغاز صحیح معنوں میں ۱۹۳۲ء سے عمل میں آیا۔ اور گذشتہ دس گیارہ سال کے عرصہ میں اس نے ہندوستان سے زیادہ قلمی نسخے اور بارہ ہزار کے قریب مطبوعہ کتب و رسائل جمع کئے۔ ادارے میں مخطوطات کے محفوظ کرنے کا خیال اس وقت پیدا ہوا جب راقم الحروف کی جد باپ اور مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی مہمانی حضرت قادیانی زوہبہ نعمت اللہ مرحوم جاگیر دار سکی کے کتب خانہ کے عربی فارسی اور اردو مخطوطات کی فہرست راقم کے ایک شاگرد ذویب ابو افضل صاحب ام۔ اے پکھار عربی سنی کالج نے لکھنی شروع کی۔ اس وقت تک خود راقم الحروف مرحومہ موصوفہ کے ذخیرہ مخطوطات کی اہمیت سے ناواقف تھا۔ جب اس کا علم ہوا تو ان کے مطبوعہ کتب کی طرح اس قلمی ذخیرے کو بھی ادارے میں بطور عطیہ داخل کرنے کا تہیہ کیا گیا۔ چند متقیون لباب مثلاً مولوی محمد حسین جعفری (سابق ناظم محکمہ تعلیمات) اور نواب عثمانیت جنگ بہادر وغیرہ جب اس سے واقف ہوئے تو ان علم دوستوں نے راقم کے اس عزم کو راسخ بنانے کے لئے اپنے یہاں کے مخطوطات بھی ادارے کو عطا فرمائے۔ اور ان کے بعد ہی دیگر اصحاب نے بھی اعانت کی جن میں سے چند کے اسمائے گرامی اس تذکرے کے آخر میں مع تفصیل عطا یا مثال ہیں۔

اس طرح جب مخطوطات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہو گئی تو اسکی تفصیلی فہرست قلمبند کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ مولوی غلام رسول صاحب مرتب ”فہرست کتب خانہ سنی کالج“ اور پروفیسر عبدالغفار سردری مرتب ”فہرست اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ“ سے خواہش کی گئی۔ اول الذکر نے وعدہ فرمایا کہ وظیفہ پر طرازت سے ہنگوش ہوئے گئے بعد اس کام کو انجام دیں اور مؤخر الذکر اس کو ہاتھ میں لینا چاہتے تھے کہ جامعہ میورتیہ حیثیت صدر شعبہ اردو ان کی خدمات حاصل کر لیں جب پروفیسر سردری کا میور جانٹے پایا گیا تو راقم الحروف نے جامعہ کے بعض طلبہ سے اس کام میں مدد لینے چاہی چنانچہ مولوی جیم الدین صاحب جہیر آبادی نے کچھ کام کیا لیکن طالب علمانہ مصروفیتوں کی وجہ سے جاری نہ رکھ سکے۔

اور مخطوطات کا ذخیرہ روز بروز بڑھتا ہی رہا اور بڑھتا جا رہا ہے محسوس ہونے لگا کہ یہ کام آئندہ بہت بڑھ چکا ہو جائے گا اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ راقم الحروف ہی اپنی ذمہ داری کے اوقات میں اس طرف متوجہ ہو۔ لیکن دوسری مصروفیتوں کے باعث دو سال کے عرصے میں اس ذخیرہ نوادریں سے اردو زبان کی صرف ۵۰۰ کتابوں ہی تک پہنچنے پایا تھا کہ ایک اہم کام (اردو انسائیکلو پیڈیا کی پہلی جلد کی اشاعت) کی تکمیل کی خاطر اسکو چھوڑنا پڑا۔ اس اثنا میں اس تذکرہ مخطوطات کے بعض اجزائیں سب سے پہلے (اول ستمبر ۱۹۵۳ء) شائع ہوئے تھے۔ لیکن بعد کو کاغذ کی کمی بانی کی وجہ سے اس سلسلہ کو منقطع کر دینا پڑا اور اب جب کہ یہ کام بھی منقطع ہو رہا ہے غرض تھا کہ مسودے کو تلف ہونے سے بچانے کے لئے فی الحال ۵۰۰ مخطوطات ہی کا تفصیلی تذکرہ کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ اگر موقع ملے تو یہ کام پھر جاری ہو جائے گا اور اس تذکرہ کی مزید جلدیں اس سلسلہ میں شائع ہوں گی۔ کیونکہ ہر تذکرہ کاغذ کی کمی بانی کی وجہ سے یہ سلسلہ بہت سختی قلم اور گنجان عبارت میں خطوط لکھی گئی ہے اور ضخامت بہت بڑھ چکی ہے اور اس میں جو کئی کتب اس وقت تک جمع ہو چکی ہیں ان کے پیش نظر توقع ہے کہ اسی طرح کی ایک اور جلد اردو مخطوطات کی دو جلدیں فارسی مخطوطات کی ایک جلد عربی مخطوطات کی ایک جلد ہندی مخطوطات کی ایک جلد پانچ جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ مخطوطات کے علاوہ مطبوعات کی فہرستیں بھی کئی جلدوں میں شائع ہو سکتی ہیں۔ اور اگرچہ فہرست مطبوعات کی تدوین کا کام نواب مرزا سیف علی خان صاحب نامہ ازبک کتب خانہ دار اردو انجم ہے۔ ہے میں کہیں شاید اختتام ہنسکے سے قبل نواب صاحب موصوف کے سامعی مندر عام پرتہ آسکیں!

نواب مرزا سیف علی خان صاحب جو بیہ راہ و گمراہی کے ایک عزیز اور علم و ادب کا گہوارہ ہیں ۱۳۰۰ء سے ادارہ کے گنجائش کی اعزازی خدمت ذاتی قلموں اور بندہ عمل کے تحت انجام دے رہے ہیں اور اس گنجائش نے ان کی پیچیدہ مشغولیتوں کی وجہ سے گزشتہ چار پانچ سالوں میں نمایاں ترقی کی ہے۔ اسکی تین چوتھائی کتب کے روائے انکیں بھی (مصنفوں اور مکتوبوں دونوں کے اسماء کے لحاظ سے) حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں اور کتب خانہ کے پانچ بیڑوں میں بڑی بہت حاصل ہو گئی ہے اس تذکرہ مخطوطات کی ترتیب کے سلسلہ میں مولف کو جو ہمیشہ امتحانی پڑی ہیں اور جو وقت صرف ہوا ہے اس کا اندازہ وہی اصحاب کر سکتے ہیں جنہیں تعلیمی سنتوں سے کام لینے کا تجربہ ہوا ہو۔ کتب مخطوطوں کے مصنفوں کے نام سنہ یا زمانہ تصنیف اور زمانہ کتبات وغیرہ کی تحقیق میں بیسیوں قلمی و طبعی کتب کی ورتا گردانی کرنی پڑی اور بڑا وقت صرف ہوا۔ اس تمام دیدہ ریزی کے باوجود مولف کی کم بضاعتی کی وجہ سے ممکن ہے کہ کسی قلمی نسخے کی کما حقہ تذکرہ نگاری کا حق ادا نہ ہو سکا ہو یا کوئی سہو رہ گیا ہو۔ اگر کوئی صاحب فوق زحمت گوارا کرے اس قسم کی غلطی سے مطلع فرمائیں تو نہ صرف آئندہ اشاعت میں تصحیح کر دی جائے گی بلکہ ادارہ کے ترجمانی ماہنامہ سب سے بڑے ذریعہ سے بھی اسکا اعلان عمل میں آسکے گا۔

اس تذکرہ میں مخطوطات کی ترتیب نہ توست واز قائم رہی اور نہ لطفاً موضوع۔ کیونکہ ایک ایک جلد میں ایک ہی کاتب اور ایک ہی زمانہ کی لکھی ہوئی دو تین تین کتابیں شامل ہیں اور کثر جلدوں میں فاسی مخطوطات کے ساتھ اردو کتب بھی شامل ہیں۔ کاتب اور شہ قیامت کی تختیں نیز وقت نہ وقت مخطوطوں تک آسان رسائی کے پیش نظر ایک جلد کی جگہ کتاب کا تذکرہ ایک ہی سلسلہ میں لکھ دینا پڑا۔ لیکن موضوع اور نہ تصنیف دونوں کے لحاظ سے جملہ مخطوطات کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں مرتب کر کے اس تذکرے میں شریک کر دی گئی ہیں۔

تاریخی ترتیب کی فہرست آخر میں شریک ہے اور اس کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ اس جلد میں ۱۲۵۰ھ سے ۱۳۱۹ھ کے درمیان وسیع دور۔ ایسے تقریباً پانچ سو سال کی کتابوں کا حال محفوظ ہو گیا ہے۔ ۱۲۵۰ھ کے بعد کی تصنیفات و تالیفات تذکرہ اس جلد میں مذکور نہیں کیا گیا حالانکہ ان میں سے اکثروں کو خود مصنفوں کا مسودہ یا بیہ ہونے کی وجہ سے آئندہ بڑی اہمیت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن ان کے مقابلہ میں فی الحال ساٹھ سو سال قبل ہی کی کتابوں کو ترجیح دی گئی ہے۔

تذکرہ اردو مخطوطات کی اس پہلی جلد سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ جن ۲،۵۰ اردو مخطوطات پر نظر ڈالی گئی ہے ان میں سے کم از کم پچھتر کتابیں ایسی ہیں جو بالکل نادر ہیں یعنی کسی اور کتب خانے میں اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہیں۔ تقریباً پچاس مخطوطے ایسے ہیں جو خود مصنفوں کے مسودے یا ان کی دستخطی نقلیں ہیں۔ اور ان میں نصف کے قریب ایسی کتابیں ہیں جن میں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں۔

یہ مخطوطات صرف جنوبی ہند کی تصنیفات و تالیفات نہیں ہیں بلکہ لاہور، دلی، آگرہ، لکھنؤ، رام پور، بریلی، قنوج اور کلکتہ جیسے دور دراز مقامات کے معروف اور غیر معروف اردو شاعروں اور ادیبوں کی کاوشیں بھی ان میں شامل ہیں۔ ان میں کی بعض کتابوں کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ وہ فرماں رواؤں مثلاً محمد علی شاہ والی کوٹکندہ، علی عادل شاہ ثانی والی بیجا پور، عبداللہ شاہ والی جید آباد، واجد علی شاہ والی لکھنؤ اور نواب یوسف علی خاں والی رام پور کے شہنشاہوں میں اردو مخطوطات کے اس تذکرے کی اشاعت سے یقین ہے کہ تاریخ ادب اردو کے بہت سے پہلو روشن ہو جائیں گے اور ہندوستان کی ایک مقبول اور اہم زبان کی تاریخ نگاری کی تکمیل میں ادارے کے یہ محنت و نہ مخطوطات اور ان کے متعلق اس تذکرے کی مندرجہ معلومات مدد و معاون ثابت ہوں گی۔

وقت منزل۔۔۔ خیریت آباد

۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

م ۱۵۔ نومبر ۱۹۴۳ء

سید محی الدین قادری زور

# مذکرہ اُردو مخطوطات

ادارہ ادبیات اُردو

جلد اول



ادارہ ادبیات اردو کے کتب خانے میں

## اردو مخطوطات

(۱) نوسر ہار [۱۲۳]

اوراق ۲۰ ابتدائی ۸ اوراق میں ۱۵ سطور

فی صفحہ ۱۳ سطور۔ تقطیع ۹×۵ پانچ

خط نستعلیق۔ عنوانات سرفنی میں۔ سن تصنیف

۹۸۹ ہجری۔ مصنف شیخ اشرف۔ کتاب قاضی

محمد جعفر ابن قاضی محمد حسین قاضی پرگنہ چاندور۔

اس شہری میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے صاحب

زاد اب اور کئی عنوانوں کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔

اردو میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جو غالب

احمد نگر میں لکھی گئی ہے۔ سلطنت احمد نگر کی کسی اور اردو

کتاب کا اب تک پتہ نہیں چلا اور نہ غالباً اس کتاب سے مراد

کا کوئی اور نسخہ کسی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس لحاظ سے

یہ ایک نادر مخطوطہ ہے۔

مصنف کا نام شیخ اشرف تھا جیسا کہ ترقی سے پتہ

چلتا ہے۔ (ورق ۲۰)۔ مختص کتاب کا نام اور سن تصنیف

ان ابیات سے واضح ہو گا۔

ہجرت نبی نوسونو کہیا اشرف تومسریو (ورق ۲۰ ب)

نوسر ہار اس دھریا ناؤں جانے دیکھ تو اب ہر ٹھکان (ورق ۱۵)

اسے نواباں نوسر ہار قیمت اس کی لاکھ ہزار (۲۰ ب)

بازاں جیوں کی تیغ بھل بعد از ہجرت نبی سال (۱۰)

نوسو ہوئے اکے نو یہ دکھ کہیا اشرف تو (۲۰ ۶۹)

ناؤ دھریا اس نوسر ہار لیکن یہ سب کھ کا بہار (۲۰ - ۲۰)

کہیا اشرف یہ کھان توحید حق کے موزوں آن (ورق ۲۰)  
اور بھی دو عین مقامات پر شاعر نے اپنے مختص اور کتاب کا نام  
ظاہر کیا ہے۔

مصنف نے اپنے وطن کی طرف کہیں اشارہ نہیں کیا۔

البتہ سبب تالیف کتاب میں دنیائے فانی کے بیان میں

جہاں ہمہ روز کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں ادبیات اور مشائخ کی

طبت اشارہ کر کے صرف ایک بزرگ شیخ ضیا کا اس طرح

نام دیا ہے۔

دیگر چیزیں اولیاً ہیچو مشائخ شیخ ضیا (ورق ۵)

اس شخص سے تعلق ہوتا ہے۔ زمانہ ہوتا ہے کہ دنیا میں کامیاب تھا۔

اولیاء کے تذکروں میں اس نام کے صرف دو

بزرگوں کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی شاہ ضیاء الدین سیابانی

اور شیخ ضیاء الدین غزنوی۔ اول الذکر بزرگ حضرت

سید علی ساگر سے سلطان تنک آسان قندھاری (متوفی ۸۸۸ھ)

کے بھانجے اور خلیفہ اور کتاب مطلوب الطالبین کے مصنف

تھے (دیکھ تاریخ قندھار دکن ۱۱۲۵) چونکہ یہ مصنف نوسر ہار

کے قریب العصر تھے اس لئے ممکن ہے کہ اشرف ان ہی کا

مرید ہو۔ اس زمانہ میں قندھار احمد نگر ہی کی سلطنت میں

شامل تھا اور یہ نغمہ احمد نگر ہی کے ایک پرگنہ چاندور میں

لکھا گیا اور ادارہ کو اس کے قریب ضلع مانڈیر ہی سے ملا

ہے۔ اس لئے یہ امر قرین فہاس ہے کہ مصنف سلطنت

احمد نگر ہی کا باشندہ تھا۔

شیخ ضیاء الدین نامی دوسرے بزرگ شیخ سراج جینی

کے خلیفہ اور شیخ عین الدین گنج العلم کے متفقہ تھے۔ بیجا پور

میں رشتہ میں مدفون ہوئے (ترجمہ روضۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۰۰)

لکھے جو یادگار رہیں اور جن کو لوگ لکھیں اور پڑھیں اور اس طرح تجھے ثواب ملے۔ اس کے بعد دنیائے فانی کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس میں آدم سے اب تک بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ اور بزرگ لوگ پیدا ہوئے مگر کوئی نہ بچا۔ غرض یہ حال دیکھ کر حضرت امام حسین کی شہادت کا قصہ ہندوی میں لکھا اور اس کا نام نوسرہار رکھا۔ آگے اپنی نظم کی خوبیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور آخر میں پڑھنے والوں سے معذرت بھی چاہی ہے کہ اگر کہیں چوٹ یا غلط ہو جائے تو اس کی وجہ سے کتاب کو عیب نہ لگائیں۔

تیسرے باب سے اہل کتاب شروع ہوتی ہے۔ اور وہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح جبرائیل نے انحضرت کو امام حسن و امام حسین کی شہادتوں سے متعلق خبر دی تھی۔ چونکہ مصنف نے مصائب سید الشہداء نہایت اہتمام اور اعتقاد سے بیان کئے ہیں اور یہ اس موضوع پر اردو کی پہلی کتاب ہے اس لئے اس کے مصنف کے مذہب کے متعلق خیال قائم کرتے وقت اس کتاب کے دوسرے باب کی حسب ذیل ابیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

نبی محمد حق رسول      کیا جن یہ فقر قبول  
دو دنوں جنگ کی سرزمین      جس کوں چاہوں یاد دیر  
بوکر صدیق ایک سہل      عمر خطاب ہم دوسرا  
اے دو بزرگ پیر آزاد      عثمان علی دو داماد  
دوے نواسے اُن بل جال      حسن حسین جن کا نام  
علی کے اودوے فرزند      بی بی فاطمہ کے دلہند  
اللہ کیسے ستوارے      پیغمبر کے پیارے

(درق ۳ پ ۲۷)

اور تذکرہ اولیائے دکن حصہ اول عبدالحی خان ص ۷۷ )  
اگر مصنف کی مراد ان بزرگ سے ہے تو وہ غالباً بجا پوری شعراء میں سے تھا۔ اس کی زبان تو قریب قریب وہی ہر جو قدیم بجا پوری کتابوں ارشد نامہ (منطقہ) اور ابراہیم نامہ (منطقہ) کی ہے مثال کی طور پر نوسرہار کی چند بیتیں درج ہیں۔

ناماں نکتیا بول سنوا      جانو دیوتوں کیسار  
سونے کی جیوں کھوٹی گھڑ      مانک سوتی ہرے جڑ  
ایک ایک بول یہ مانک بول      سیم ترازو سیں تھیں تول  
بند پر دے سونے مار      سچیں ہوا نوسرہار

اُردو کے دوسرے قدیم مصنفوں کی طرح نوسرہار کا مصنف بھی اپنی زبان کو ہندوی کہتا ہے۔ مثلاً

بازاں کیتا ہندوی میں      قصہ نقل شاہ حسین (درق ۵)  
نظم لکھی سب زوں آن      یوں میں ہندوی کساں (ب)  
یک یک بول یہ موزون      تقریر ہندوی سیکھاں (۶۹ پ)  
ابتداء میں ۴۵ ابیات حمد میں اور ۲۱ نعت میں

لکھی ہیں اور اس کے بعد دوسرا باب شروع کیا ہے جس کی سرخی یہ ہے :-

”باب دوم در سب سافتن و تالیف و اتھاس  
مصنف، و انفران آن“ (درق ۴ ۱)

اسی طرح ہر سرخی فارسی میں قلمبند کی ہے۔ اور ان عبارتوں کو کاتب نے سرخ روشنائی میں لکھا ہے۔

سبب تالیف میں شاعر لکھتا ہے کہ اب تک ہماری عمر بیکار صرف ہوئی اور ہم دنیا کے دھندلوں میں گرفتار رہے ایسی زندگی یر، کیا نفع کہ آگے چل کر نام و نشان کچھ بھی باقی نہ رہے۔ اس لئے اشرف تجھے چاہئے کہ کچھ ایسے شعر

پوری ثنوی اٹھارہ سو ابیات پر مشتمل ہے۔

آغاز

اللہ واحد حق سبحان جن یہ میرجا جوئیں آسمان  
چندر سورج تارے دکھ بادل بجلی مینہ ایک  
دور رخ بنستہ عرش فلک لوح قلم ہم جو رنگ  
میاں انسان ماوہ نزار آتش سوزاں باد براں

خاتمہ

سکینوں باہیں جرت کر جیتے پیٹھے عین بھیتر  
پھرتیوں سفیروں آمیزیں آمین اللہ یا آمین

ترقیمہ

”تم نے تمام شد این کتاب نو سر اکر  
اذکعار شیخ اشرف مروج منقول است،“  
(اس کے بعد کچھ سفریں مٹی ہوئی ہیں پھر چند فارسی اشعار لکھے گئے ہیں)

”کاتب فقیر الحقیر تراب اقدام علاء و فضلا قاضی  
محمد جعفر ابن غفران پناہ قاضی محمد حسین قاضی  
پرگت چاندور۔ نوشتہ ماہ .....  
دریک ماہ این قتل نامہ امام حسن و حسین  
نوشته شد .....“

اگرچہ سند و مقام کتابت درج نہیں لیکن غالباً  
چاندور ہی میں گیارہویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔

خط ثلث پاکیزہ۔ سند تصنیف ۹۹۰ھ

مصنف شاہ برہان الدین جانم بجا پوری

زمانہ کتابت گیارہویں صدی ہجری۔

اس ثنوی میں تقوٰف کے مسائل سوال و جواب کے

کے پرانے میں سمجھائے گئے ہیں۔ اس کے مصنف شاہ میرزا

شمس العشاق (نسبتہ نامہ ۹۹۰ھ) بجا پوری کے فرزند شاہ برہان

ہیں جو ۹۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور اوائل گیارہویں صدی میں

وفات پائی۔ ان کے تھیلی حالات ”کتاب ارشاد نامہ دوگر

رسائل شاہ برہان“ میں چھپ چکے ہیں۔ یہ کتاب مجلس اشاعت

دکنی محظوظات کی طرف سے شایع ہو رہی ہے۔

ارشاد نامہ اگرچہ نومبر ۱۸ کے ایک سالی بعد لکھا گیا

ہے لیکن دونوں کی بھرا یک ہی ہے۔ البتہ زبان نسبتہ

زیادہ صاف ہے۔ مصنف اپنی زبان کو ہندی کہتا ہے۔

یہ سب بولوں ہندی بول پن توں ابھوستی گبول

عیت راگھیں ہندی بول معنی توچک بکھیں کھل (دو ۱۱۰)

ہندی بولوں کیسا کھان بے کر پر سادھا منجی (دو ۱۱۱)

مصنف نے اپنا اور کتاب کا نام اور سند تصنیف ان ابیات

میں ظاہر کیا ہے۔

۱۔ نام کتاب اس آگیا ہو کر خاطر بیا اس راگھیا ہو کر

ارشاد نامہ اس کا نام لوری فکر اسی نام (دو ۱۱۲)

ب۔ یہ سب بولیا ہے انجان عابد عاجز ہے برہان

ہجرت نہ صد نور مان ارشاد نامہ لکھیا جان (دو ۱۱۳)

حد و لغت کے بعد اپنے والد و مرشد شاہ میراخی

کی مدح کی ہے جس دا چند ابیات یہ ہیں :-

صفت کدوں کچھ اپنا پیر جس تھے روشن ہو کر ضمیر

(۲) ارشاد نامہ [۱۲۴]

ادراق ۶۹ - سطور ۱۷ - تنطیع ۹۰۵



زیر نظر نسخے میں کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ البتہ کاغذ اور خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی میں لکھا گیا ہے۔ تعداد ابیات تقریباً دو ہزار۔  
 آغاز۔

اللہ سوزوں نہیں آج کیتا جن یہ دھوں جگ لاج  
 جگتر کیرا توں کرتار سبھوں کیرا سر جن مار  
 استوت لودوں کرے جگہ فرصت پاؤں ہولائے مکہ  
 قدرت تو تجھ انت نہ پار انگنت کیتا ہو پرکار۔

خاتمہ

من کر سیکہ یوگیان کرد اپنی پرہیز کیا شروع  
 منت اس تھے کیا تمام جی میں لیا یا کیا کلام  
 دل کی میری تھی مقصود فرصت تیری لے سہ سود

### (۳۱) وفات نامہ سرور کائنات [۱۲۵]

ادراق ۲۱ - سلور ۱۵ - تقطیع ۸۴۵

خط نستعلیق - مصنف امی - تحریر ۱۲ ذی قعدہ

سہ جلوس محمد شاہی (۱۱۳۰ھ)

یہ ۵۱۵ ابیات کی ایک فتویٰ ہے جس کو (حمد اور نعت میں ایک ایک بیت لکھنے کے بعد) ساتی نامہ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور اس ساتی نامہ میں مصنف نے اپنے مرشد (شاہ عبداللہ ہمشیر زادہ میر سید جلال) اور اپنے وطن (دکن) اور اپنے تخلص (امی) کو ظاہر کر دیا ہے۔ اس کو اپنے مرشد کے وطن دہلی اور اس کے علاوہ لاہور اور احمد کابل کی سیاحت کا شوق دانگبر تھا۔

جن منجوتا کرا پیرس بایں اس چک یوں گیس  
 دھوں جگ میں منجوتا کرا سمروں نے سن نیت ہی  
 تس کوں سربین تن شاد جس سا ہے منج پر شاد  
 جگ یں اہیں فوں پین پردے میں نے کرو جتن  
 را کھیا کوذن کراں شاوں تل تل سمروں نے اس ناووں  
 پر بیراں جی شمس شاق دھوں جگ رتجے کیا کنف  
 کتاب کے موضوع اور سوال و جواب کے انداز  
 سے منقول حسب ذیل ابیات سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

جے کوئی ڈاکر کر یا سواد راہ حقیقت پر ہو پس شاد  
 بن کی تو نا ہو سے باز پن غفلت کیرے کہو کوں  
 اس میں کیتا کر ملک لال یا یا ہر ریح سوال جواب  
 شریعت طریقت حقیقت سوا جمع یا یا معرفت سوں  
 ارشاد نامے کے علاوہ شاہ براہ کی کئی اور کتابیں

موجود ہیں جن میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں:-

تسک سہیلہ - شفقت الایمان - نکتہ واحد نسیم الکلام -  
 رموز الواصلین - بشارت الذکر - حقت البقا - ضیعت الہادی  
 ارشاد نامے کے علاوہ ان کی نظم تسک سہیلہ بھی شایع ہو چکی ہے۔ موخر الذکر کو ڈاکٹر حفیظ سید ایم۔ اے پی ایچ ڈی ڈی۔ اے نے ترتیب کیا ہے چونکہ شاہ ربان الدین جامن کے حالات کئی کتابوں مثلاً تاریخ ادبیات دکن، روغنہ الادبیا سے پتہ چلا ہے اور ذیل شاہ یار سے دکن میں اُردو اُردو سے قدیم، رسالہ مانتہ اُردو اور خود دیباچہ ارشاد نامہ میں شایع ہو چکے ہیں اس لئے یہاں اعادہ غیر ضروری ہے اس کتاب کے نسخے بھی متعدد کتب خانوں میں موجود

ختم کراچی توخیر الکلام دصال محمد علیہ السلام

ترتیب

تمت تمام شد دفات نامہ سرور کائنات  
تحریری السیاح ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۹۵ ہجری

## (۴) قصیدہ "حجرہ" [۱-۱۲۶]

ادراق ۳۔ سطور ۱۵۔ تقطیع ۸۶۵

خط نستعلیق شکستہ مصنف جنونی (۹)

کاتب محمد عارف

یہ ۲۴ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں شاعر نے  
انحضرت کا ایک بحجۃ بیان کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ  
حضرت علی نے فرمایا کہ ایک روز ایک مسلمان انحضرت  
کے یہاں آیا اور شکایت کی کہ فلاں یہودی کا کتا مجھے  
ہر روز جھونکتا اور حملہ کر کے کپڑے پھاڑتا ہے۔ اس کی  
خواہش پر انحضرت یہودی کو سمجھانے گئے کہ کتے کو گھر  
میں بند رکھا کرے۔ کتے نے کہا کہ میں ایک جن ہوں اور  
سب پر حملہ نہیں کرتا مخلص اس شخص پر اس لئے حملہ کرتا  
ہوں کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے دل میں بغض  
رکھتا ہے۔ وغیرہ

قصیدے میں کہیں شاعر نے اپنا تخلص نہیں لکھا ہے  
ابتداءً اس کے ختم ہوتے ہی اسی کے سلسلہ میں ایک ہی کلمہ  
نے جو دوسرا قصیدہ لکھا ہے اس کا مصنف جنونی گجراتی  
نحاجس نے ۱۳۰۰ھ میں وہ قصیدہ لکھا تھا۔ قیاس غالب  
یہ ہے کہ دونوں قصیدے سے ایک ہی شاعر کے ہیں۔

چنانچہ وہ ساقی سے کہتا ہے:-

بیا ساقیا ملک دلی بجا      انکارا پریم کا دھن میں بجا  
بیا ساقیا شہر ہو رکا      دیکھا ناگر ج کون باہر کا  
بیا ساقیا محل کا بل دیکھا      طنبور پریم شہر بابل بجا  
اس سلسلہ جبرائیل کے چل کر اپنے مرشد اور ان کے ہمراہوں کی  
روح بتاتا ہے جو پرانی دلی میں رہتے تھے۔ چند ابیات ہیں۔  
حقیقت کے میدان سے شہسوار      محلِ حرفت راز کے تاجدار  
کہ ہیں وہ گنہگار      یہ ہیں محمد کے فرعون کے  
ہو مالک رسالت      لاپتہ کے ہیں  
مبارک۔ میر میر سید جمال      کہ دلی پرانی میں ناکاموں  
اوس کے بہن کا جو فرزند ہے      کہ دل ٹوٹیاں کا دو دہندگان  
مرا تن میرے پیر کے تن میں      میرے پیر کا تن محمد سے  
اچھا نام اس کو عبدہ جو راہ اللہ      انا ہی بندہ ہے اسی کا باندہ  
کہ حیدر سری کا ہے اس کا جمال      محمد کی نصرت ہی اس میں کمال  
اس جتن کے علاوہ خود شہسوار کی آخری بیت میں بھی مصنف  
نے اپنا تخلص استعمال کیا ہے مصنف کے مزید حالات کا پتہ نہ چل  
اسی تخلص کا ایک مثنوی گو برائن پور میں بعد کو گزرا ہے اور دوشہ پار  
۱۳۰۰ء اور کن میں اردو ۱۲۹۶ء لیکن زیر نظر آٹھی گیا جو اس کی شاعر  
آغاز

اول حور عاشق کتا ہوں پیکار      کہ عاشق سوں عشق پر ہیکار  
پچھے منت معشوق لبو بیاں      جتنے ایک ہو کر کیا لکھایاں  
کہ اور بعد اوصاف ساقی لکھوں      سداست وہ ہم چیار بول

اختتام

کہ صانع کی قدرت نبی پریم      علیک الصلوٰۃ علیک السلام  
ہزاراں درود و ہزاراں سلام      محمد اور آل یاروں پر سلام

آغاز

سب عاتلوں کے سدھ مٹنے ان کی صفت کہتے نہیں  
پس میں جنوں (جنونی) کیا کہوں کیا آسرا گاہ  
اندر زبان فارسی یہ معجزہ ملائے - دم  
ہے گا جو کیا خوب نکو تم نے سا ہے بیشتر  
دنیاں نہیں ہیں یہ زبان عربی و ترکی فارسی  
باقی نہیں اندر حساب ہے قول اہل معتبر

بولی عرب کی ہے سری سب بولیوں کی بے سخن  
ترکی شجاعت کا رتی ہے فارسی باشد شکر  
میں اس کوں در ہندی زبان اس اے کچھ لگا  
جو فارسی سمجھے نہیں سمجھے اسے خوش دل ہو کر  
اس آخری شعر سے ظاہر ہو گا کہ جنونی بھی اپنی  
زبان کو دوسرے قدیم شعرا سے اوروں کی طرح ہندی کہتا ہے  
اوپر ایک شعر میں شاعر نے اپنا تخلص ظاہر کر دیا ہے لیکن  
قصیدے کے آخری حصہ میں بھی اس نے اپنا تخلص  
استعمال کیا ہے :-

تو نے جنونی یہ سخن در معجزہ کیا ختم  
حق تجھ اوپر آخر کرے اپنے کرم سے نظر  
اسی سلسلہ میں تاریخ تصنیف اور وطن کا بھی حال بیان  
کر دیا ہے :-

ماہ ربیع الاول میں تاریخ تھی چوبیسویں  
منگل کے دن گفتیم من از فضل رب دادگر  
سنہ ایک ہزار اور ایک سو در برس اوپر حساب  
بودست کردا میں ختم در شہر گوات ای پسر  
آغاز -  
اول کہوں حمد خدا یا راں سنو تم کان دھر  
جس نے زمین و آسمان پیدا کیا شمس و قمر

زبان کہتی سکتا ہی جو اس کے سونہی اوپر  
جنے نوری نبی کہتے اپس کے نور میں اظہر  
اونہو کے نور میں کہتے ملائک جن سب جواں  
زیں ، نو آسماں ، کرسی ، عرش شمس و قمر اختر

اختتام

مسماں ہوئے کر اونیں کئے تو بہجت سول  
یہودی کہتے کا صاحب مسماں بھی ہوا اگر  
مٹے نہیں پس تحیت کر کہا تم ہو رسول اللہ  
سبھی یہ بات وہ کر گیا چپ ہو مکان اندر

ترقیمہ

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ  
تمت تمام شد - کار من نظام شد -  
نوشہ محمد عارف -

(۵) قصیدہ معجزہ [۱۲۶-ب]

اوراق ۵ - سطور ۱۵ - تقطیع ۸۴۵  
خط نستعلیق شکستہ - مصنف جنونی - تاریخ تصنیف  
۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ہجری - کاتب محمد عارف  
یہ ۷۲ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں شاعر نے  
مولانا روم کے اس فارسی کلام کا ترجمہ کیا جس میں ابو جہل  
اور انحضرت کے مکالمے کے ذریعہ سے انحضرت کے معجزے  
بیان کئے گئے ہیں -

شاعر نعت کے سلسلہ میں سبب تالیف کتاب  
یوں لکھتا ہے :-

شاعر نے خود اپنا نام، وطن، سند تصنیف اور  
کتاب کا نام آخری تین آیات میں اس طرح واضح کر دیا ہے  
عاجز غریب عبد الملک یا محمد سول پناہ

بھنے الہی توں اُسے تیرے کرم سوں سب گناہ  
مبرا بھروچ ہے گا بن جس جاگہ احمد کاٹ ہیں  
بھولوں کے تنیں جنگل میں اکثر ملیں دہاٹ میں  
نواس ہزار اد پر لکھی تاریخی ہجرت کی جدہاں

اس سال ۱۰۰۰ مولود میں لکھ کرناٹے جگہ ملیں  
مصنف نے اپنے وطن کے تذکرے میں حضرت  
(دورق ۱۶)

شیخ احمد کاٹ (کنوٹ) کی طرف خصوصیت سے اشارہ کیا  
ہے جس سے علوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے مستحقین بنایا ان کے  
سلسلہ کے مریدین میں سے تھا۔ اسی لئے ان کی یہ کرامت  
لکھا ہے کہ وہ بھولے بھٹکوں کو جنگل میں مل کر راستہ دکھا  
دیتے ہیں۔ لیکن ایک بات عجیب یہ ہے کہ مصنف نے

اپنا وطن بھروچ لکھا ہے جو احمد آباد سے جانب جنوب ۵۰ کوا  
پر واقع ہے۔ اور حضرت احمد کھٹوا احمد آباد سے تقریباً چار کوس

مغرب کی جانب قصبہ سرخس یا سرکھچ میں دفن ہیں۔ انہوں  
نے ۱۴ اشواں ۱۰۰۰ میں وفات پائی۔ وہ اسی مقام پر رہتے  
تھے اور مسجد، تالاب اور مدرسہ وغیرہ بنوایا تھا ان کے بعد  
عالی شان گنبد اور خانقاہ وغیرہ کی تعمیر ہوئی (تاریخ اولیا گجرات)

ترجمہ ابو ظفر ندوی ص ۵۵ و ۵۶)۔ لیکن ہے کہ عبد الملک کے  
زمانے میں سرخس کو ضلع بھروچ ہی میں شامل کرتے ہوں  
یا اُس وقت بھروچ لوگ ان ہی کے زیادہ تر متعلقہ ہوں۔

اس لئے ان کو بھروچ سے منقص کر لیا گیا ہو۔

مولود نامہ کی زبان پر گجراتی زبان کا اثر بہت نمایاں ہے

ستار وہ کرتار وہ غفار وہ جب ستار وہ  
قہار وہ و اتار وہ اس میں نہیں کوئی دگر

اختتام

اس سجزے کوں گزینے کوئی کہ کیتے بیت ہے  
ازدے گمن ولسے کئے تیں یہ سب بہر و شمر

میں مانگتا ہوں یہ ہوے اپنیوں دلوں میں جا دام  
یار رب بحق مصطفیٰ بر خصلت عالم کرم کر

ترتیب نہیں ہے۔ لیکن آغاز سے قبل "نوشہ محمد عارف"  
لکھا ہے جو اگرچہ اس سے قبل کے قصیدہ کا ترتیب ہے لیکن

دونوں قصیدے یکے بعد دیگرے مسلسل ایک ہی خط میں  
لکھے گئے ہیں اور دوسرا قصیدہ نئے صفحے سے بھی نہیں

شروع کیا گیا اس لئے اس کا کاتب بھی یقیناً محمد عارف ہی  
شاعر نے تعداد آیات ۲۷ بتائی ہے لیکن اس

نسخہ میں جلد ۶۲ شعر ہیں۔

## (۶) مولود نامہ عبد الملک [۱۲۷]

اوراق ۱۶۔ سطور ۱۷۔ تقطیع ۹x۵

خط نستعلیق شکستہ۔ مصنف عبد الملک بھروچی

سند تصنیف ۱۰۰۰۔ کاتب محمد عارف۔

یہ ڈھائی سوا اشار کی ایک شہنوی ہے جس میں

انحضرت پیغمبر اسلام کی ولادت کے حالات تفصیل سے

بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف کا بیان ہے کہ اس کا مافذ

احادیث نبوی میں چنانچہ وہ کہتا ہے :-

مولود حضرت کے ہیکلے ہیں میں حدیثوں میں آثار

سن کر اسے کچھ خیر کر جو تجھ دیا پروردگار  
(دورق ۱۶)

یاسجان یا سلطان شاہ شمس تبریز  
جیسا تجہ میں تیز قیسا آنکھ میں تیز  
شیخ فرید شکر گنج ذرا نہ رہے رنج

لطف یہ ہے کہ ایک جگہ شاعر نے لفظ "سوراجہ" انہی  
معنوں میں استعمال کیا ہے جن معنوں میں آج ساڑھے  
تین سو سال بعد یہ لفظ اردو میں دوبارہ داخل ہوا ہے۔  
وہ کہتا ہے :-

ہو رہا دیکھا و سب فرشتوں کو نبی کا نور آج  
جس نبی کوں میں دیا جو دین دنیا کا سولج  
(دوق ۱۲)

### (۷) مناجات علی زحمتی [۱۲۶-ج]

ادراق ۲ - سطور ۱۵ - تقطیع ۸x۵

خط نستعلیق شکستہ - مصنف علی زحمتی -

کاتب محمد عارف

آغاز -

یا الہی شکر تیرا کس زباں سوں ہوں کروں  
توں خدا اطہا حب سبوں کا حکم تیرے میں ہوں  
تیر کیا پیدا محمد جس نبی سوں سب ہوا  
عرش، کرسی، لوح تینو اور قلم چو تھا کیا  
توں خدا خالق زمیں اور آسمان کا باریقیں  
تیں فرشتے آدمی پیدا کیا دنیا و دیں  
(دوق ۱ و ۲)

یہ ۲۳ ابیات کی شہنوی ہے جو بطور مناجات  
لکھی گئی ہے۔ شاعر نے آخر میں اپنا تخلص بیان کر دیا ہے۔  
کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ خاتمہ کے ساتھ ہی فارسی نثر میں  
ایک طویل حدیث شریفہ کا ترجمہ ہے جو مُردوں کے کپڑوں  
کو نکھ میں رکھنے کی مفرتوں سے متعلق ہے۔  
خط کی یکسانیت اور قصیدہ جونی سے تسلسل  
ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کاتب بھی محمد عارف ہے۔  
آغاز -

الہی بحق محمد رسول دعا مجھ گنہگار کی کربل  
تیرا نام قاضی جو حاجات ہے  
کلیاں سب کے دل کی ترے ہاتھ ہے

اختتام -

ہماری دعا نہیں اگر مستجاب  
محمد کی برکت سوں کو مستجاب  
ترے فیض رحمت سواے کردگار  
علی زحمتی کو (ہے) تیرا مددگار

اختتام کی تین بیتیں اوپر مندرج ہو چکی ہیں۔  
ترقیہ صرف "تنت تمام شد کار من نظام شد"  
لکھا ہے۔ خط، کاغذ اور سلسلہ کی یکسانیت کی بنا پر  
اس کا کاتب بھی محمد عارف ہی ہے جس نے قصائد مجوزہ  
لکھے ہیں۔ زمانہ کتابت گیارہویں صدی ہجری -

اس کتاب کے سرورق پر ایک دلچسپ اردو خط  
فارسی عبارت کے درمیان لکھی ہے۔ اگر کسی کی آنکھ میں  
پھولا ہو جائے تو اس کے علاج کی ترکیب بتائی ہے  
جس کے سلسلہ میں بیمار کو یہ عمل پڑھنے کی ہدایت  
کی گئی ہے -

## (۸) سیدیٹ الملوک و بدیع الجمال [۸۳۶]

اوراق ۸۷ - سطر ۱۳ - تقطیع ۱۴ ۱/۲  
خط نستعلیق - مصنف ملا غلامی برہنہ تصنیف ۱۰۳۳ھ

کاتب زین العابدین حسینی سنہ کتابت ۱۲۲۶ھ

یہ قدیم اُردو کی وہ مشہور مثنوی ہے جو گوگند سے اور اور بعد کو حیدر آباد کے ایک بڑے شاعر ملا غلامی نے لکھی ہے۔ اس میں سیف الملوک اور بدیع الجمال کی عشق عاشقی کی داستان بیان کی گئی جو انیسویں سے مانوڈ جو اس شاعر کو عبداللہ قطبہ کے نہیں آتا عروج ہوا کہ وہ شہنشاہ میں سیف بیا کر بی پور بھیجا گیا تھا۔ اور وہاں بھی اس کی بڑی قدر و منزلت ہوئی تھی۔ اس کے تفصیلی حالات اُردو شہر پار سے اور دکن میں اُردو جہی کتابوں میں چھپ چکے ہیں اور خود اس کتاب کے مکتوبہ نسخے میں بھی جو مجلس اشاعت دکنی مخطوطات کی طرف سے میر سعادت علی صاحب رضوی ایم۔ اے نے شایع کیا ہے) دیتے ہیں اس لئے یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔

غلامی کے مرثیے اور غزلیں بھی موجود ہیں۔ اس کی ایک دوسری طویل مثنوی طوطی نامہ بھی مجلس اشاعت دکنی مخطوطات کی طرف سے شایع ہو چکی ہے۔

غلامی نے یہ کتاب (سیف الملوک) غالباً سلطان محمد قطبہ کے عہد میں لکھی تھی۔ چنانچہ ایک نسخے میں اسی بادشاہ کی مدح ورج ہے لیکن اکثر نسخوں میں سلطان عبداللہ کی مدح ملتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب سلطان محمد کے عہد میں لکھی جا چکی تھی لیکن جب اس نوجوان بادشاہ نے

سنہ ۱۲۳۵ھ میں یکایک انتقال کیا اور کس شہزادہ عبداللہ مرزا تخت نشین ہوا تو شاعر نے مدحیہ ابیات میں نام بدل ڈالا۔ مدح سلطان عبداللہ قطبہ شاہ کی چند ابیات یہاں درج ہیں جن سے شاعر کی زبان اور قوت کلام کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔

چند رچوہاں خسروی رچ کا امولک رتن جن کے درج کا  
سوسلطان عبداللہ آفاق گیر سوغن ہی شہنشاہ گردوں سریر  
سکل بادشاہوں میں اس کا پرند ادبی قطب کا تلوارا ہی جھاڑوں  
دلیراں سہیت سوں پئے دین گویاں میں۔ تے شیراں لکھنے دین  
ہم اس شاہ کو کارماری سبب عدالت میں نوشیروانی سبب  
خرانے جو ہیں شہ کے بھرو پھو جواہر کے ہیں عین سہدور ہو  
بتا اوس خرچے تو سراپا نہیں جتا لا کو بھرتے تو بھرتا نہیں  
نہ شہ سار سورج کس آسمان میں نہ شہ پارتن ہو کسی کان میں  
اچھو دست شہ کے جو پچھا نور تل دندے ہر دستیاں پاؤں تل  
غلامی جو شاعر ہی شہ کا دام کرے یوں دعا شاہ کو صبح و شام  
کہ شہ گھر سدا عیش کا کاج اچھو بسے لک دنیا شاہ کا راج اچھو  
اس نسخے میں دو ہزار دوسو ابیات ہیں۔ چونکہ کتاب

نے تیرہویں صدی ہجری کے اوایل میں اس کو نقل کیا ہے اس لئے بعض قدیم الفاظ کو راج الوقت تلفظ کے مطابق لکھا ہے ماس کتاب کے نسخے انجمن ترقی اُردو اور نواب لارنگنگ ہاؤس کے اور دوسرے کتب خانوں میں بھی محفوظ ہیں۔

آغاز :-

الہی جگت کا الہی سوتوں کر ہمارم بادشاہی سوتوں  
ترے حکم تل نوکرا سمان کے  
رعیت ملک تیرے فرمان کے

## (۹) فقہ ہندی [ ۷۰ ]

اوراق ۴۷- سطور ۱۰- تقطیع ۶۶ x ۶۶

خط نستعلیق- مصنف عبدی امین

سنہ تصنیف ۱۰۷۴ھ سنہ کتابت ۱۲۳۵ھ

یہ ۴۶۰ آیات کی ایک فتویٰ ہے جس کے مصنف

کا نام غالباً عبد الامین اور تخلص عبدی تھا۔ اس میں شرعی سائل

کو مختلف عنوانوں (مثلاً فرض ایمان، فرائض و نحو، سنتہا و نحو

مستحب و نوافل و نحو، منہیات و نحو، سنتہائے غسل و موجب غسل

تیمم، حیض و نفاس، مسح موزہ، استنجا، صلوات، سجدہ سہو

تراویح، زکوٰۃ، حج، وغیرہ) کے تحت واضح کیا گیا ہے۔

اس رسالہ کے نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں اس کا ایک ناقص نسخہ ہے جس میں

سنہ تصنیف کا شعر موجود نہیں اور شاعر کا نام بھی غلط درج

ہے (دیکھو فہرست اردو مخطوطات صفحات ۴۸ تا ۵۱)

جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں لکھا ہے:-

کتے سٹے دین کے بعد کہے امین فقہ ہندی زبان پر بوجھ کو یقین

ادارے کے نسخے میں یہ شعریں ہیں

کتے سٹے دین کے بعد کہے امین فقہ ہندی زبان پر بوجھ کو یقین

جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں سنہ تصنیف کی بت نہیں ہے

لیکن فہرست مخطوطات میں ایک خانگی نسخے سے تاریخ کی بت

یوں نقل کی گئی ہے:-

سن یک ہزار چہتر میں بیچ رمضان

ادنگ کریب کے وقت میں نسخہ چہ تمام

تاقیہ غلط ہو گیا ہے اور اس طرح بیت غلط ہے۔

ادارے کے زیر نظر نسخے میں یہ بیت یوں درج ہے

اختتام:-

برس ایک ہزار اور پینتیس میں

کیا ختم ہو نظم و نثر میں

جو عارف و جوداں نزاکت شناس

صفا ادس تے حاصل کریں بے قیاس

بریاں کو تو سب آئے یو کام کوں

دیوے ذوق ادک خاص ہر عام کوں

کہن اریو لاپ پر لاپ پائے

سدا سرخ روئی گرا آب پائے

مبارک اچھو شاہ کو یو مدام

بقی مستند علیہ السلام

(دق ۸۷)

ترتیب:-

”حاصل فراغت امن تسوید“

فی الیوم الاحد و سبع عن شہر

ربیع الثانی ۱۲۲۶ھ راتہ زین العابدین

و مالکہ“

دستخط کے نیچے ایک دستخط ہے جس پر سید زین الدین

خاں شہر ثبت ہے۔ دوسری طرف ایک مدد مہر ہے

جس کے حروف پڑھے نہیں جاتے۔ اس مہر کے نیچے نقاب

غایت جنگ تار کے دستخط ہیں جنہوں نے یہ نسخہ ادارہ کے کتب خانہ کو

عطا فرمایا ہے۔

سن ہزار چوتھریچ ماہ رمضان تسام  
اورنگ زیب کے دور میں نسخہ ہوا نظام  
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادارہ کانسٹنٹینوپل  
نہایت صبح اور کمال ہے۔ نیز کتابت کے لحاظ سے بھی۔ تاہم سال  
قبل لکھا گیا ہے۔ یونگ جامعہ عثمانیہ کانسٹنٹینوپل کا مکتوبہ ہے  
اس نے جو تخلص عبدکے اس میں اسج ہے مہی صبح ہے نہ  
مجدد۔

مصنف کے وطن کا کوئی تہ نہ پل رکھا۔ اس نے  
بھی اپنی زبان کو ہندی لکھا ہے۔ خصوصیات زبان سے لحاظ  
سے عبدی احمد نگریا گجرات کا شاعر ہوگا۔ ممکن ہے کہ عبدی  
کا دور برز تخلص امین ہو کیونکہ اس نام کا ایک گجراتی شاعر  
تقریباً اسی زمانے میں گزرا ہے جس نے اورنگ آباد میں عرصہ  
تک قیام کیا تھا اور ۱۱۳۵ھ میں ایک ثنوی یوسف زلیخا منظم  
کی تھی جس کے نسخے پیرس اور لندن کے کتب خانوں میں  
موجود ہیں۔ (دیکھو اردو شہ پارے ص ۱۳۶۔ دکن میں اردو  
ص ۱۲۱) ایک اور شاعر امین ابوالحسن تانا شاہ کا ملازم تھا  
جس نے ۱۱۹۰ھ میں ایک ثنوی قصہ ابوشمہ کھلی تھی (اردو  
شہ پارے ص ۱۱۱ دکن میں اردو ص ۱۱۱) ممکن ہے کہ یہ تینوں  
شاعر ایک ہی ہوں۔ زمانہ تینوں کا ایک ہے۔

آغاز۔ حمد و ثنا سبہ رب کوں خالق کل جہان  
لاح حمد و ثنا کی اور نمکونی جان  
علم شریعت کا رنے بھیجا پاک رسول  
جو کچھ معیبا رب نے سبہم کیا قبول  
یا رب اپنے کرم سوں بے حدیچ درود  
نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوں جو خوشنود۔

اقتتام۔

کچھ آوے نظر میں پڑے درود و دعا  
اور تہلیل تکبیر کہ جو ہے امر خدا  
فقہ ہندی کوں سوشاں آوے زبان پر یاد  
مسد آوے دین کا مول نہ جو فساد  
سن ہزار چوتھریچ ماہ رمضان تمام  
اورنگ زیب کے دور میں نسخہ ہوا نظام

ترقیمہ۔

۱۔ کتاب فقہ ہندی تمام شد بروز  
یکشنبہ تاریخ شہر محرم الحرام ۱۲۳۵ھ ہجری

(۱۰) حمد و راجہ ناصحہ [ ۹۸ ]

ادراک ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲



## (۱۱) ہدایات ہندی [۳۰۱]

ادراق ۱۳۱۔ سطور ۱۵۔ تطبیع ۸۲۵

خداستعلیق ابواب اور ذیلی عنوانات سرخ  
روشنائی میں مصنف شیخ داؤد ضعیفی -

سند تصنیف ۱۱۰۱ -

یہ طویل ثنوی ۳۶۳۸ آیات پر مشتمل ہے۔

اس میں جملہ شرعی سائل کو ۲۵ ابواب میں منقسم کر کے

بیان کیا ہے۔ ہر باب میں کئی کئی مضامین ہیں یہ کسی عربی

یا فارسی کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ اسی موضوع کی عربی و

فارسی کتب کو پیش نظر رکھ کر مصنف نے (جو بڑا عالم اور

فقہ معلوم ہوتا ہے) خود ایک نئی کتاب دکنی میں مرتب کی

ہے کیونکہ اس کا خیال ہے کہ یہ زبان آج کل اس حصہ ملک

میں بہت مقبول ہے اور شوق سے پڑھی جاتی ہے۔

کتاب کے پچیسویں باب کی دوسری فصل درختم کتاب

واسم مصنف گوید، کی چند منتخب آیات یہاں نقل کی جاتی

ہیں جن سے کتاب اور اس کے مصنف کا نام اور موضوع

وغیرہ ظاہر ہوگا۔

سائل یونہی کے اسنادوں

کہ اکثر زبان ہند کی اس نظر

اسی واسطے ہدیہ یو ہند کوں

ہدایات ہندی نگراں کا ناؤں

کہ ہندی کیرے ہی ہایتیٹوں

شفا عات رویت کا جو کاج کر

یہی احتیاج اپنے دل میں کر

پڑیا ہوں میں اس سلسلے کی

کے کتب خانہ میں اس کے تین نسخے موجود ہیں جن میں

سب سے قدیم ۱۱۰۱ء کا مکتوبہ ہے۔ اس طرح ادارہ

کا نسخہ ان سب سے قدیم ہے۔

جامعہ کے نسخے میں ابتدائی آیات یہ ہیں۔

اول نام اللہ سو پلوں احد

ثنا اس پر نت سزاوار ہے

ادارے کے نسخے میں پہلا ورق غائب ہے۔ ان

آیات سے شروع ہوتا ہے۔

بیاباں بھاڑاں سو بیج کرں

کیا آب آتش سوامی گستر

جامعہ کے نسخے کی آخری بیت یہ ہے۔

جو سید بلاتی نبی کا غلام

ادارے کا نسخہ زیادہ صحیح ہے اس میں یوں لکھا ہے۔

جو سید بلاتی نبی کا غلام

ہزاراں دود ہزاراں سلام

ترقیمہ میں کئی فارسی اور یہ اردو بیت بھی شریک

ہے۔

الہی گنہ بخش لکھنار کوں

تحریر فی التاریخ غرہ شہر ذی الحجہ ۱۱۰۱ء

تحریر یافت

ایک اور معراج نامہ ۱۱۰۱ء میں لکھا گیا تھا جس کا

مصنف قحط تھا۔ اس کا ایک نسخہ آغا حیدر حسن صاحب

کے کتب خانہ میں موجود ہے جو ۱۱۰۱ء کا مکتوبہ ہے۔

لفب اس ہوا شیخ داد و داناں  
ضعیفی ہوا اس کے تخلص کا داناں  
عربی میں ہور فارسی میں کجک  
مسائل ضروری لکھیا دیدیک  
عرب ہور عجم کا سخن پایا  
سو دکھنیاں کوں کھنکیں کھلیا  
شاعر نے اپنا تخلص ضعیفی کتاب کے آخری حصہ میں

جگہ جگہ استعمال کیا ہے مثلاً :-  
خدا کی عطا بن نہ یو کس نصیب ضعیفی توں یہاں اپنی گردن آویں  
ای ہادی ضعیفی کوں یہاں ہے نبی کی شفاعت کا گل ہارے  
آخری باب کی تیسری فصل میں شاعر نے بادشاہ وقت  
کی یوں مدح کی ہے :-

بہ دور جہاندار اورنگ زیب  
کہ جس تے ہوا اس زلف کوں  
شہنشاہ عادل اپنی در امور  
کہ بدعت منکالت ہوا جس دؤ  
دیا حق تعالیٰ نے یوں جس کو جس  
جو دشمن ہوا اس انگے خواروں  
دھریا سر پو پو پو شہی کا دواج  
ولی ہور دکھن کا ہوا ایک اج  
عجب فتح و نصرت ہوا اس کے سنگ  
جو کوئی نہیں کیا اس میں دعویٰ کی بات  
کہ شاہاں بھی اول پہنیں کیا  
نہ کوئی زہد و تقویٰ میں ایسا دوا  
اپنی اس بھی ولی کی صفات  
کہ ہوا دؤ جو ہوں سوئی ڈری سوتا  
ڈا دین اسلام کا کار ساز  
الہی توں کر مر اس کی دراز

اس مدح سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نہایت مذہبی  
شخص تھا اور اس مدح کو اس لئے اہمیت حاصل ہے کہ  
ایک دکنی شاعر نے اسی فاتح دکن کی پہلی بار تعریف کی ہے  
جس کی وجہ سے اس سے پہلے کے شعرا خاص کر لغزنی  
نے متعدد شعر لکھے ہیں۔ اسی مدح کے سلسلہ میں شاعر  
نے سنیہ تصنیف وغیرہ اس طرح بیان کیا ہے :-

غرض اس زمانے نے شاہ کے  
سائل کیا دین کی راہ کے  
جو تاریخ ہجرت ہزار ایک سو بیچ  
ہدایات ہندی ہوا یو قویچ

اگیا اسواں میں بھر تھو تمام  
اوی بیچ منت کا دیکھیا مقام  
صدی بار میں لگیا تھا برس  
اسی بیچ باجا یو دکھنی جرس  
لیکن شہنشاہ کے دہر میں  
مبارک او ذوالحمہ کے شہر میں  
انہی سات تاریخ، دن شتری  
یونسو مرتب ہوا خوشتری

مرتب یونسو احمد بریدام  
بق محمد علیہ السلام  
یہ اختتامی شعر ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ  
مصنف نے سنیہ میں لکھنا شروع کیا اور بروز جمعرات  
۴ ذیحجہ ۱۱۱۱ھ کو آخری بیت لکھ کر مکمل کیا۔ اس کتاب  
کے دؤ نسخے ذاب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں بھی  
محفوظ ہیں۔

شیخ داؤد ضعیفی کی ایک اور کتاب انڈیا آفس کے  
کتب خانہ میں موجود ہے جس میں ۳۶۰ آیات میں ایک عورت  
کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو حضور سرور کائنات کی محبت میں  
بے تاب ہو کر مل گئی۔ یہ کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔  
ضعیفی کی دونوں کتابوں کا تفصیلی تذکرہ، اردو شہ پارے  
(صفحات ۱۳۵۰، ۳۲) میں درج ہے۔ لیکن ہدایات ہندی  
کا سنیہ تصنیف ۱۰۹۹ ہجری لکھا ہے جو ادارے کے اس  
نسخے کی معلومات کی بنا پر غلط معلوم ہوتا ہے۔

ہدایات ہندی میں جگہ جگہ آیات قرآنی، احادیث  
اور عربی اور فارسی کی مستند کتابوں کی عبارتیں بھی درج کر کے  
ان کی منظوم شرح لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب اسلامی فرائض  
اور شریعت کے جملہ مسائل پر ایک مستند تصنیف معلوم ہوتی  
ہے۔ اس کے آخر میں ایک اور شاعر فتح شریف لجنی نے  
ایک فصل کا اضافہ کر کے پند نامہ نعمان کا دکنی میں ترجمہ کیا  
چونکہ اس پند نامہ کا ذکر ایضاً ہدایات نامہ کتاب کی حیثیت

جگہ جگہ بعض مسائل کی وضاحت کے لئے فتح شریف نے  
۱۳۲۷ء میں مزید چھ سو بیس بیوں کا اضافہ کیا ہے۔ اس  
طرح یہ نسخہ ہدایات ہندی کے دیگر نسخوں کے مقابلہ میں غرض  
حیثیت رکھتا ہے۔

فتح شریف اور اس کی تصنیفات کا ذکر آگے آئے گا  
اس لئے ہم یہاں اصل کتاب کے آغاز و اختتام کی باتیں  
درج کر دیتے ہیں۔

آغاز :-

اول پاک ہادی کالے ناؤں میں  
ہدایت اُسی پاک تے پاؤں میں  
بھی احمد نبی کی رسالت پہ آ  
گوا ہو کہ گشت پاؤں اسلام کا  
امام حق کی توحید سوں کر کلام  
محمد پہ ہوں مسلولۃ و سلام

اختتام :-

اتنی سات تاریخ دن مشتری  
یہ نسخہ مرتب ہوا مشتری  
مرتب یہ نسخہ اچھو بردام  
بحق محمد علیہ السلام  
ترقیمہ :-

”این کتاب ہدایت ہندی در شہر دیوبند  
تاریخ نوزدہم یوم الاحد در قریہ پہلی  
تحریر یافت“

تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ غالباً اوائل تیرہویں  
صدی ہجری میں لکھی گئی تھی۔ اوراق کے آخر میں کسی نے سہلی

سے اس فہرست میں کیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہاں اس کے  
دو ابتدائی اشعار درج کئے جاتے ہیں جن میں فتح شریف نے  
ہدایات ہندی کی آیات کی تعداد و فیسرہ بتائی ہے۔

ہدایات ہندی کا یوں سب کلام

سیاں وار ہوں انکے بھی تمام

ہزار تین یہ ہزارہ ہندی بیت

کہ علم سلوک جو شریعت سمیت

مرتب کرے جب یہ نسخہ تمام

رعائے شیخ داؤد نام (۹)

چھ سو کے اُپر بیس تیتاں نوزی

جو مقصود کیس کیس نہ تھا سو ہوئی

بھی بیتاں نوزیاں کی یہ تاریخ سن

سو ہجرت سوں ہوں تیرا یونیک

اکیارچہ سو پر بھی تھے تیس سال

سو داخل کیا میں یہ نسخہ میں ۱۱

مطلوع کتاباں کا جب ہوئے گا

زیادہ یہ مفہوم تب ہوئے گا

زیادہ کیا جن سو اس کا جو نام

کہ ف ت د گ ر ح ا ہ و د اسلام

شریف زادہ ہے قوم بلخی وطن

کہ جد ہے براہیم گوڈر سخن

انکے بھی سو یہ پسند لقمان ہے

سمجھ کر کرے تیرے تیرے جو عرفان ہے

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ داؤد ضعیفی کی

اصل کتاب ہدایات ہندی کی تین ہزار اٹھارہ آیات میں

خط میں حضرت محبوب جانی کی تعریف میں کچھ اردو شعر لکھے ہیں  
 جن سے نیچے ۵ رمضان سنہ ۱۳۳۵ ہجری لکھا ہوا ہے۔  
 ترقیہ میں دور فہرست، اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ  
 میں اس کتاب کا نام "ہدایت ہندی" لکھا گیا ہے جو غلط  
 ہے۔ صحیح نام "ہدایت ہندی" ہے جیسا کہ مصنف کی ان  
 ابیات سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر درج کی گئی ہیں۔

### (۱۳) پند نامہ نقمان [۳۰۲]

۱۱ اوراق - ۱۵ سطور - تقطیع ۱۵ × ۸

خط نستعلیق - مصنف فتح شریف بلخی

سند تصنیف - ۱۱۳۰ ہجری

۹۸ ابیات کی شہنوی ہے جس کو فتح شریف بلخی  
 نیرہ ابراہیم گوڈرنے سنہ ۱۳۳۵ میں ایک فارسی نثر کے رسالہ  
 "پند نامہ نقمان" سے دکنی میں منظر عام کیا۔ اس پند نامہ کو  
 مصنف نے اصل میں ہدایات ہندی کے ساتھ شامل کر دیا ہے  
 فتح شریف گوڈر کا رہنے والا ایک دکنی شاعر تھا  
 جس نے تصنیفی کی ہدایت ہندی میں چھ سوئیں نئی آیات  
 کا اضافہ کرنے کے علاوہ اور بھی کلام لکھا تھا۔ چنانچہ اس کا  
 ایک رسالہ "تہذیب نامہ ثانی" جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ  
 میں موجود ہے۔ یہ بھی ایک شہنوی ہے جس کا سبب تالیف  
 مصنف یہ بیان کرتا ہے کہ یہ قصہ پہلے فارسی میں تھا اور  
 میں نے اس کو دکنی میں اس کے منتقل کیا کہ ایک روز  
 میں اپنے وطن شہر گوڈر کے مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک مسافر  
 آیا اور اس نے زمین کا قصہ بیان کر کے لوگوں کو متوجہ کیا۔

یہ سن کو مصنف کے ایک نامور دوست محمد امین نے اس کو  
 قسم دے کر کہا کہ تم بھی زمین کا قصہ ثانی کا ایک ایسا قصہ لکھو  
 جس کی وجہ سے شہر گوڈر کی شہرت ہو جائے کہ اس میں  
 فتح جیسا شاعر رہتا ہے۔ غرض ایک سال کی مدت میں یہ قصہ  
 تیس کو پیا۔ ۳۰ کا خلاصہ پروفیسر سردری نے جامعہ عثمانیہ کی  
 فہرست اردو مخطوطات میں قلمبند کیا ہے (دیکھو صفحات ۱۱۱، ۱۱۲)  
 اور اس کے اس مخطوط میں نقمان کی شہنوی میں  
 منظوم کی گئی ہیں جو اس حکیم نے اپنے فرزند کو کی تھیں۔  
 مصنف کے نام اور تاریخ کی آیات ہدایت ہندی کے  
 تذکرے میں نقل ہو چکی ہیں۔ پند نامہ کی آخری بیت میں  
 بھی مصنف نے اپنا نام لکھ دیا ہے۔ آغاز اور اختتام کی آیات  
 سے سبب تالیف اور دیگر معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

آغاز، اٹلے بھی سو پند نقمان ہے۔

سمجھ کر کرے تجھ جو عرفان ہے

وے نثر میں فارسی تھا اول

کہا نظم دکنی سوں یو بے بدل

اسے جس نے فائدہ تجھ عظیم

کرے پند ار دل سیتے مستقیم

سو بولے ہیں نقمان اس دھات سات

جو فرزند اپنے سو کھولے نکات

اختتام :- یو جتنا سنیا سور کھے یاد توں

کہ تاہوے ہر دو جہاں شاد توں

جمع یو نصیحت سو یک صد ہوا

انٹی دو اچھ بیت کا حد ہوا

کہ فتح شریف نے بولیا ستام

درد بر محمد علیہ السلام

(۱۷) جوتا، موزہ یا نطیس پہنو تو پہلے دایاں پاؤں ڈالو اور نکالتے وقت پہلے بائیں نکالو۔

(۱۸) رات میں آہستہ اور دل میں چاروں طرف نظر رکھ کر بات کرو۔

(۱۹) کم بولنے، کم کھانے اور کم سونے کی عادت ڈالو۔

(۲۰) بچوں اور عورتوں سے راز نہ بیان کرو۔

(۲۱) پراٹی ستاع کی اُمید نہ رکھو۔

(۲۲) بد اصلوں سے نیکی کی اُمید نہ رکھو۔

(۲۳) بغیر سوچے کام نہ کرو۔

(۲۴) جو کام نہیں کیا اس کا شمار کئے ہوئے کاموں میں نہ کرو۔

(۲۵) آج کا کام کل پر نہ ڈالو۔

(۲۶) بخیل آدمی اور ناگن سے خوبی کی اُمید نہ رکھو۔

(۲۷) بزرگوں کے روبرو لائیں بات نہ کرو۔

(۲۸) گزرے ہوؤں کو پراٹی سے یاد نہ کرو۔

(۲۹) اپنی چیزوں میں دوسروں کی چیزیں نہ ملاؤ۔

(۳۰) میاں اور بیوی میں پردہ نہ رکھو۔

(۳۱) جو کچھ مال خدا نے تم کو دیا ہے اس کو دوست دشمن کو نہ دکھاؤ۔

(۳۲) عزیزوں کو عزیزوں سے نہ توڑو۔

(۳۳) غیبت سے کسی کو یاد نہ کرو۔

(۳۴) ہر ایک سے قوت آزمائی نہ کرو۔

(۳۵) خود میں استطاعت پیدا کئے بغیر دوسروں کے دسترخوان پر روٹی نہ کھاؤ۔

(۳۶) ہر کام میں غلبت نہ کرو۔ وغیرہ

مصنف نے ابیات کی تعداد ۸۰۲ لکھی ہے لیکن اس نسخے میں ۸۰ ابیات زیادہ ہیں۔ ترقیہ دہی ہے جو بدیانتہ بہ ذائقے آخر میں نقل کیا گیا ہے

تھان سے اپنے فرزند کو جو نصیحتیں کیا تھیں ان میں سے چند یہ ہیں :-

(۱) کم ایسا کہ جس میں کوئی نقص نہ نکال سکے۔

(۲) ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ رکھ کر اپنے نایق بات کہو

(۳) اپنے راز کو آشکار نہ کرو غصہ اور غضب کے وقت

اس کی آزمائش ہوتی ہے۔

(۴) دوسرے کو نفع و نقصان کے وقت آزماؤ۔

(۵) مادیان اور احمق سے دُور رہو اور دانا دوست

پیدا کرو۔

(۶) نیک کام کرنے کی کوشش کرو۔

(۷) جوانی کو غنیمت سمجھو۔

(۸) دوست اور دشمن سے ابرو کشادہ ملو۔

(۹) باپ کو خدمت سے خوش رکھو۔

(۱۰) خسر اور استاد کا حق ماں باپ سے کم نہ سمجھو۔

(۱۱) خرچ آمد کے موافق کرو۔

(۱۲) سخاوت اور مہمان داری کو پیشہ نہ بناؤ۔

(۱۳) کسی کے گھر جاؤ تو اپنی زبان، ذوق اور آنکھوں سے خبردار رہو۔

(۱۴) کپڑے اور جسم پاک رکھو۔

(۱۵) دوستوں کے فدائی بنو۔

(۱۶) فرزند کو مستعد، عالم، تیر انداز، شہسوار اور ادب

میں کامل بناؤ۔

## ۱۱. ہدایات ہندی [۵۹]

۱۱. ان ۱۵۱۔ سطور ۱۱۔ تقطیع ۵۲ x ۲۵

خط مستقیم۔ مصنف شیخ داؤد ضعیفی۔

سنہ تہذیب ۱۱۰۰۔ کتاب محمد امیر الدین۔

سنہ کتابت ۱۲۶۲۔ مقام اورنگ آباد۔

خطوط نمبر ۱۱ کا دوسرا نسخہ ہے جس میں فتح شریف کا لکھا ہوا اضافہ نہیں۔ ہے مگر یہ صرف ضعیفی کی اصل کتاب کی نقص ہے۔ اس کی بعض آیات مذکورہ نسخے سے مختلف ہیں مثلاً

نسخہ نمبر ۱۱

نسخہ نمبر ۱۲

لفظ میں ہوا شیخ داؤد ناموں	شیخ وال الف وار ہور وال ناموں
ضعیفی ہوا اس کے شخص کا ٹھکانوں	ضعیفی ہوا اس کے شخص کا ٹھکانوں
وہا حق تعالیٰ نے یوں جس کوں جس	وہا یوں اسے حق تعالیٰ نے جس
جو دشمن ہوا اس اٹکے خوار و خفس	جو دشمن ہو کر اس اٹکے خوار و خفس
وہر یا سر پوچن شہی کا دو تاج	دھریا سر پوچاؤں شہی کا دو تاج
ولی ہور دشمن کا ہوا ایک راج	ولی ہور دشمن کا ہوا ایک راج
بسیکن شہنشاہ کے دہریں	دلی کے شہنشاہ کے دہریں
سبارک او ذالحمہ کے شہر میں	سبارک دو ذی الحجہ کے شہر میں

مصنف کا نام نسخہ ۱۲ میں جس طرح لکھا گیا ہے اصل میں اسی طرح مصنف نے لکھا ہوگا تب ہی تو فتح شریف نے بھی پندنامہ میں اسی طرح اپنا نام لکھا۔ یہ نسخہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن ناقص الاول ہے۔ ابتدائی چھ آیات نہیں ہیں۔

آغاز :-

تو ایتہ او دین کی بات کوں سننے کان دھریں گے اخلاص

یہ بلور بیان دین ایمان کا کہ جس سوں شرف ہے سلمان کا  
اختتام :-

اتھی سادہ تاریخ دن شتری یونہی مرتب ہوا خوشترن

مرتب یونہی اچھو بدوام بھجی محمد علیہ السلام

ترتیب

تاریخ ہفتم ماہ بہادی الثانی ۱۲۶۲ ہجری روز جمعہ

بداد نماز مذہب مت تمام شدہ کتاب الحروف

محمد امیر الدین سائل اطراف اورنگ آباد براہ

نعل ڈی صاحب سوارگر زبوی دام اقتباز

تحریر یافت بدست

امیر الدین نثار و توشہ راہ بجز لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

یادگاری راز شہتہ این کتاب کمرین حاجز امیر الدین کتاب

## ۱۲. شمائل الذبی [۱۰۹]

اوراق ۱۲۔ سطور ۸۔ تقطیع ۲۵ x ۴

خط ثلث۔ مصنف عبدالمحمد ترین۔ کتابت

اوائل بارہویں صدی ہجری۔

یہ ۷۰ آیات کی تثنوی ہے جس کو ایک دکنی شاعر عبدالمحمد ترین نے پشتو زبان کے ایک مصنف اخوند روپزانی نے ۷۰ سالہ سے ترجمہ کیا ہے اس میں حضرت رسول مقبول کے شمائل (جس میں سراپا اور اخلاق و عادات شامل ہیں) نہایت خوبی سے تقلید کئے گئے ہیں۔

اسی موضوع پر ایک اور رسالہ جامعہ غنائیہ کے کتابخانہ

میں موجود ہے جس کا نام شمائل محمدی اور میں کا

# (۱۵) وفات نلمہ سرور کائنات [۹۸ب]

مصنف عثمان ہے اور جس کی ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں :-

الطی ٹھٹھن دیدار میں توں بنی کے نورسوں کو وہ جیاں کں  
لکھا عثمان عاشق جو شامل ہیشہ کر رکھو گل میں حائل  
فہرت اردو خطوط

عبدالحمید ترین کی شامل بنوی زبان کے لحاظ سے اس رسالہ سے بہت قدیم ہے۔ اس میں مصنف نے سب تالیفات یوں بیان کیا ہے :-

کیا قصہ عبدالحمید ترین شامل بنی کا کہوں بہترین  
افروز دیزانی جو پشتو سنر کیا ہے سو سنگتا ہو میں نے  
شامل بنی کا سنگوں ٹٹھنے کر یا کرم کر زبان کھونے  
قریب الفہم نظم دکنی اچھر ہر یک کس کا دل سکون سکھائی ہے  
اقتضائی ابیات میں شاعر نے اپنا نام عبدل ترین لکھا ہے۔

آغاز :-

الطی سچا توں ہی پروردگار دونوں جگ میں حدت ترا آشکار  
سچا توں ہی قادر سچا توں حکم سچا توں ہی صانع سچا توں نیم  
اختتام :-

شامل بنی کا سبج بہترین کیا نظم دکنی میں عبدل ترین  
اگر کوئی پڑے یاد کر کوئی سنو دھانیک سوں یاد کر نا اونے  
خدا یا گنہ بخش ہو رخ خطا دے کر توں ایمان کی بنی عطا  
حق محمد ہے تیرا رسول ساجات کر نیج بند کی قبول  
ترقیمہ  
الطی گنہ کو پڑہن رکے بخش تو گنہ کو کھنہا رکے

اوراق ۳۶ - سطور ۷ - تقطیع ۲۲ ۲ ۲  
خط ثلث - مصنف دریائے سندھ تصنیف ۱۱۱۱  
سند کتابت ۱۱۶۵

یہ ۲۲۵ ابیات کی شہنوی ہے جس میں ایک شاعر دریائے سندھ سرور کائنات کی وفات کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ عربی اور فارسی میں تو اس موضوع پر کتا ہیں لکھی گئی ہیں لیکن ضرورت ہے کہ دکنی میں بھی لکھا جائے تاکہ لوگ خود پڑھ کر سمجھ سکیں۔

ہر یک دکنی زبان سوں پڑ کو بوجے نہ رہے محتاج کسں سہلا پ سہجے  
اس کتاب کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں بھی موجود ہے جس میں کتبہ کی بے حد خطیاریاں ہیں  
اور جس کو بھول خاں نے عثمانیہ میں (یعنی ادارے کے نسخے سے ۱۵۹ سال بعد) نقل کیا ہے۔ (فہرت خطوط)  
ادارے کے نسخے میں آخری ورق محفوظ نہیں رہا۔ تصنیف جامعہ کے نسخے میں موجود ہے :-

جو نسخہ یو ہجرت بعد سارا ہوا بر سال گیارہ پر گیا  
آغاز :-

بنا اول کردں حمد خدا میں زبان داد پر اپس کی ابتدا میں  
کیا قدرت سون ہر نی حدت بنا کر جگ دکھایا اپنی حکمت  
اختتام :-

محب چار یا راں ہر دو عالم ہشیہ سرفرازی تاجدارم  
کیا دیا رسالہ نظم لیا سناچہ یو بتیاں ہیں دو صد ہجرت پر

فوت ہو چکے تھے۔ ممکن ہے کہ اس رسالہ کی تاریخ تصنیف جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں غلط مندرج ہو کیونکہ وہ نسخہ بہت غلط لکھا گیا ہے۔ ادارے کے اس نسخہ میں آخری ورق محفوظ نہیں ہے جس میں سنہ تصنیف کی بیت شامل تھی۔ اگر نہ تصنیف واقعی غلط ہو تو یہ رسالہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک کی تصنیف سمجھا جاسکتا ہے۔

### (۱۶) تحفة النصاب (۱۵۷)

اوراق ۴۴ - سطور ۱۳ - تطبیع ۱۰/۱۰/۱۰  
خط نستعلیق - مصنف قطب رازی - سنہ تصنیف

۱۰۲۵ھ

یہ ۸۶۷ اشعار کا قصیدہ ہے جو اصل میں اسی نام کی ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ فارسی تحفہ کے مصنف سید یوسف راجہ حسینی تھے جنہوں نے ۱۰۹۵ھ ہجری میں یہ رسالہ قلمبند کیا تھا۔ انہوں نے حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد شیخ بغیر الدین محمود کی مدح کی ہے اور اس کے بعد سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے۔ ترجمہ میں رازی نے اصل کی پوری پابندی کی ہے اور ابتدائی حصہ میں اپنا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ آخر میں پینتالیسویں باب میں بہ عنوان "مناجات و خاتمہ" اصل کتاب اور ترجمہ دونوں کی تاریخ اور تعداد ابیات و ابواب اور سبب تالیف وغیرہ بیان کر دئے ہیں۔ اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ بالعموم مثنوی لکھنے کا رواج ہے لیکن میں نے تحفہ قصیدے کے طور پر لکھا ہے۔ (ورق ۱۶۳) اور اس قصیدے کو ۵۴ ابواب میں تقسیم کیا ہے جن میں مذہب و اخلاق

بقائیں ہے کسی کو آج دیم بجز اہل خدا نہیں کوئی قائم  
بقائتی کریم یوسف رازی فنا ہوگا جہاں لکھ ہو جانی  
جامعہ کے نسخے میں ابیات کی تعداد کی بیت غلط نقل کی گئی ہے۔ یوں لکھا ہے:-

یہ بیتاں ہیں دو صد بیت پیش پر  
یہ مصرع بحر میں بھی نہیں آتا۔ ادارے کی بیاض میں صحیح مصرع درج ہے۔ جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے

وفات نامہ کا یہ نسخہ معراج نامہ باقی (منبر ۱۰) کے ساتھ سلسل ایک ہی قسم میں اور اسی کاغذ پر نقل کیا گیا ہے۔ اسی موضوع پر ایک اور شاعر امامی کی کتاب (دیکھو فہرست ہذا سلسلہ نشان ۲) کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ اس کا نام بھی وفات نامہ سرور کائنات ہے۔

زیر نظر نسخے کے مصنف کے حالات معلوم نہ ہو سکے اس کا تخلص دریا ہے۔ اور یہ لفظ دکن کے دو بزرگوں کا لقب تھا۔ (۱) شاہ محمد قادری نور دریا (۲) بحر الدین قاضی یا (۱) شاہ محمد قادری خلیفہ تھے شاہ امین الدین اعلیٰ کے اویس شاہ میں فوت ہوئے۔ ایک کرامت کی وجہ سے نور دریا لقب پایا۔ راجپور میں مدفون ہیں (واقعات مملکت بیجا پور حصہ سوم صفحہ ۳۵) تاریخ تصنیف کے لحاظ سے یہ رسالہ ان کی تصنیف نہیں ہو سکتا لیکن ہے کہ ان کے کسی متفقد یا مرید کا ہو۔

۲۔ بحر الدین گوگی کے قاضی اور محمود بحری مصنف من (مثنوی صفحہ ۱۰) کے والد تھے ان کا لقب قاضی دریا تھا۔ دیکھو فہرست اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ صفحہ ۱۰۲۵ھ وفات غالباً ان کی تصنیف بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ۱۰۲۵ھ سے قبل



وہن کے قلعہ مسائل کے بارے میں نصیحتیں لگی گئی ہیں۔

مترجم نے وجہ ترجمہ یوں بیان کیا ہے۔

تخفہ اصل اے فارسی سب ترجمہ دکھنی کیا

صاحب سودینا دین کے شاہ ابوالحسن فرما پر

بنایاں میں سب کتر اے رازی تخلص قطب کا

تخفہ کیا کھنی زبان شہ کی معانی سب پر

بندہ تو سب پر عیب ہے جوں شاہ بخشنے عیب توں

بندہ نوازی شاہ سوں ادیب ہو سب ہر

ہجرت تھے دس سو سال ہو چالیس پر بھی پانچ تھی

تب اے مرتب سب ہوا تخفہ سود کھنی نامور

(درق ۶۳ ب)

جس پتہ چلتا ہے کہ اوی کا نام قطب یا قطب الدین تھا

اور اس نے اپنے مرشد شاہ ابوالحسن کی فرمائش پر شکستہ

میں فارسی سے دکھنی میں یہ رسالہ منتقل کیا بعض کتابوں میں

اس کا تخلص راضی (یعنی ض) سے لکھا گیا جو صحیح نہیں

معلوم ہوتا (کن میں اُردو ص ۷) کیونکہ اس نسخے میں ہر جگہ

رازی لکھا ہے۔ ایک غلط فہمی یہ بھی ہوئی ہے کہ رازی

اور قطبی دونوں کو ایک ہی مصنف مان لیا گیا ہے۔ حالانکہ

دونوں جدا جدا اشخاص تھے اور اس نسخے میں یہ کہیں معلوم نہ

ہو سکا کہ رازی کا تخلص قطبی بھی تھا۔ (اُردو شہ پارہ ص ۷)

رازی کو قطب شاہی شاعر بھی نہیں کہا جاسکتا۔

کیونکہ اس نے جن بزرگ کی فرمائش پر یہ رسالہ لکھا ہے وہ

بیجا پور کے تھے۔ گوکنڈہ یا حیدرآباد میں اس عہد میں اس نام

کے کوئی شہور بزرگ نہیں گزرے۔ البتہ بیجا پور میں اس

نام کے دو بزرگ موجود تھے۔ شاہ ابوالحسن فخر آبادی اور

شاہ ابوالحسن قادری۔

رازی جن کا معتقد تھا وہ شاہ ابوالحسن قادری علیہ

ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت محبوب جانی تک پہنچتا ہے وہ ابراہیم

عادل شاہ ثانی کے عہد میں بیجا پور گئے اور بڑی قدر و منزلت

حاصل ہوئی۔ بادشاہ اور عوام بے حد معتقد ہو گئے۔ کئی کرائستیں

مشہور اور منقول ہیں۔ بادشاہ نے مقبول و فیض مقرر کر دیا تھا

۱۴ ربیع الثانی ۱۰۰۰ھ میں رحلت پائی اور اللہ پور دروازے

کے باہر مدفون ہوئے۔ تاریخ ادبیات کے دکن میں عبد الجبار خاں

نے شاہ ابوالحسن فخر آبادی کے علاوہ شاہ ابوالحسن قادری کا

تذکرہ دو جگہ (ص ۴۷ اور ص ۹۶) اس غلط فہمی میں کیا جو کہ

یہ دو علوہ بزرگ ہیں۔

رازی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ان کے

کتنے معتقد تھے اوگیا صاحب اقتدار سمجھتے تھے۔ یہ کتاب

ان کی وفات سے کچھ دنوں پیشتر ہی لکھی گئی تھی۔

آغاز :-

بولوں صفت میں بے گنت اس خالق جن و بشر

زودھار کر آسمان رکھیا چند ان سوچ نامور

دسے یوں بزرگی عرش کوں نگلی اڑے یک پائے

جیوں پنج برساں چار سو ان پڑے براں یادگر

اختتام :-

ہجرت تھے دس سو سال ہو چالیس پر بھی پانچ تھی

تب اے مرتب سب ہوا تخفہ سود کھنی نامور

ترقیمہ نہیں ہے۔ بارہویں صدی ہجری کی کتابت

معلوم ہوتی ہے۔

اس کے نسخے دفتر دیوانی دمال اور کتب خانہ نواب

میں اُس نے اپنے اس نووارد ہم وطن کا شاعر کی حیثیت سے ذکر کیا ہے اور اس کے بعد ایک اور مورخ میراجیہ بن میر حسن نے بھی احوال بادشاہان بجا پور میں اس کے فارسی دیوان اور اردو کلام کا تذکرہ کیا ہے۔ (دیکھو نسخہ برٹش میوزیم ورق ۳۰ ب)۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھو اردو شدہ پارے ص ۳ تا ص ۴

شاعر نے اپنا تخلص ثنوی میں کئی جگہ استعمال کیا ہے مثلاً :-

دنیا تو فنا ہے مٹی بھی رہی گئی بن کی نشانی ہی (ورق ۱۴۱)  
مہر و مہر بھی زبان پر عینا زلفِ محمد نبی مصطفیٰ (ورق ۱۲)  
نقیبی پرست بیچ انپڑیا ہوں میں

پرست کے کلمہ بیچ سنپڑیا ہوں میں (ورق ۱۲)  
نقیبی بن کا ترنگ ساز توں بسراں چلیا ہوں توں مہیار کوں (ورق ۱۱ ب)

شرح سٹیمپی پت پیار کا قصہ کہہ توں پورا سو ایسا کا (ورق ۱۳ ب)  
شاعر اس ثنوی کا سبب تالیف یہ بیان کرتا ہے کہ میں بندہ محبت ہوں اور چاہتا تھا کہ محبت و وفاداری کا انتہائی ثبوت دوں۔ اس اثناء میں ایک دوست سے اتنا تعلق طاری ہوا کہ میں اس کی محبت میں مہوش ہو گیا اس نے مجھے گہری محبت کا ایک ایسا قصہ بیان کیا جس کو سن کر ہر کوئی مجھوں اور سہیلی کی داستان بھول سکتا ہے۔ اس کا میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اشعار موتی کی طرح ڈھل ڈھل کر نکلنے لگے اور چونکہ میں زبان کا سچا جوہری ہوں اس لئے اپنی زبان سے گوہر گسری کر رہا ہوں اور اس قصہ پند بدن و مہیار میں غنائی کا نتیجہ کر کے اختصار سے بیان کر رہا ہوں

سالار جنگ بجا پور و جامعہ عثمانیہ میں بھی موجود ہیں۔ نو اسٹارڈنگ کے چار نسخوں میں سب سے قدیم نسخہ کا مکتوبہ ہے۔ اس کتاب کا سنہ تصنیف بالعموم ۱۱۲۸ء بیان کیا گیا لیکن ادارے کے نسخے میں صاف طور پر سنہ ۱۱۲۸ء درج ہے۔

## (۱۷) چندر بدن و مہیار (۸۷)

اور بق ۱۳ - سطور ۱۳ - تقطیع ۲۲ x ۱۲

خط نستعلیق - عنوان سرخی میں مصنف مرقی

سنہ تصنیف قبل ۱۰۲۸ء - سنہ کتابت ۱۱۲۸ء

یہ ایک مختصر سی ثنوی ہے جس میں شاعر نے اپنے زمانے کے ایک مشہور واقعہ کو منظوم کیا ہے جسے عہدِ بہاریم عادل شاہ ثانی میں ایک - مہند و مہزارامی چندر بدن اور سلطان تاجر زادہ مہیار (محمی الدین) کے آپس میں محبت ہو گئی اور دونوں نے ایک دوسرے کے لئے جان دے دی۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہوا اور کئی شاعروں نے فسانہ کے پیرایہ میں اس کو بیان کیا اس کی تاریخی صداقت کا ذکر توڑک آصفیہ (ص ۱۵۱) میں بھی کیا گیا ہے۔ اسی موضوع پر ایک اور شاعر کی ثنوی ادارے میں موجود ہے جس کا ذکر آئندہ درج ہوگا۔

مقیس کا نام مرزا محمد مقیم تھا جو استرآباد (ایران) کے ایک سید خاندان کا فرد تھا۔ باپ کے ساتھ مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے وطن سے نکلا۔ واپسی پر شیراز میں تیمور لہو اور سرپرستی کی خاطر بجا پور چلا آیا۔ جہاں اس کا ہم وطن خذوخی استرآبادی موجود تھا اور تاریخ نگاری کا کام انجام دے رہا تھا۔ چنانچہ اس تاریخ (فتوحات عادل شاہی)

اور ایڈنبرا یونیورسٹی (۱۷۸۲) کے مطالعہ (۱۷۸۲) کے کتب خانے میں بھی موجود ہیں۔ مورخانہ کرکاشن ۱۷۸۲ء کا مکتوبہ ہے۔

ادارے کے نسخے میں جلد ۳۲۵ ابیات ہیں آخری صفحہ خائب تھا تو مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب کے نسخے سے تکمیل کرائی گئی ہے ابتدائی ورق کی عبادت اور کاغذ اور خط سے ۱۷۸۲ء کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

آغاز :-

بجے فیض کچھ بخش تجہ دھیان کا  
الہی تو حافظ ہے ایمان کا  
مرادین دایاں سارا سوتوں

مرے جیوں کیتا ہے تھا اسوتوں

اختتام :-

دنیا تو فنا ہے مٹی سی رہے گی بچن کی نشانی ہی  
تو ہر جا کہ مٹی بہ سو و خطا مراد بخوید زہر خدا  
ترقیمہ :-

منقول از مخطوط نصیر الدین ہاشمی۔ ۱۷۸۲ء

اس کے نیچے نواب غایت جنگ بہادر کے دستخط ہیں جنہوں نے ادارے کو یہ کتاب بطور عطیہ عنایت کی ہے مخطوط جس ورق سے شروع ہوتا ہے اس پر کسی شئی کا یہ آخری شعر اور ترقیمہ درج ہے :-

توں مقبول کر جگ میں میرا کلام بحق محمد علیہ السلام

تمت بالخیر۔ تحریر فی التاریخ چار دہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ

اس کے نیچے سرخ روشنائی سے نصرت کی یہ

رباعی لکھی ہے :-

لیکن اس کے باوجود نہ میں اپنی تعریف کرتا اور نہ دوسرے  
کے شعروں کو معزوں بدل کر لکھتا ہوں۔ کیونکہ یہ خام غویں  
کا کام ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مٹی نے اس قصیدے  
بہت اختصار سے کام لیا ہے اور گو کلمہ کے ملک الشعرا غویں  
پر چوٹ بھی کی ہے کہ اس نے شنی سیف الملک بدیع الجلال  
میں بہت خود سرائی کی ہے۔ اس حصہ کی چند ابیات یہ ہیں۔

تہہ منجہ پرت کا کہا ایک اُن جو سرے تو لیل دہجوں کو شیں  
ہو ادل پہ یوں کر فکر قرب کہوں شعروں حاکمیت  
بچن دور ہو دل تہہ اُٹھنے لگی نوزی طرز خوش تب نکلنے لگی  
زبان کا اتا ہوں سچا جہری کروں نت زبان سو گہر گہری  
تہہ یک کہوں میں گہر ہار کا سو چند بدن چور مہیار کا  
سُنے کوئی سچ کو دھایا دکر رہیں گے تعب سوں دل شاہد کر  
تتبع خواہی کا اندیا ہوں میں سخن مختصر یا کے ساندا ہوتا  
دلے میں اس کون سزایا نہیں شعر میں کسی کا پھرایا نہیں  
سرا پھرانا نصف کام ہے کرے اُن عمل یو کہ جو خام ہر  
(ورق ۲ ب ۱۲)

عجیب بات یہ ہے کہ مٹی نے خواہی کی طرح  
نہ بادشاہ کی مدح لکھی اور نہ سہنہ تالیف ہی قلمبند کیا  
جس کے باعث یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے یہ  
کتاب کس سنہ میں لکھی ہے۔ البتہ خواہی کی تصنیف  
سیف الملوک (۱۷۸۵ء) اور امین کی بہرام دبانو جن  
(۱۷۸۵ء) کے درمیانی زمانہ میں یہ کتاب لکھی گئی ہو  
کیونکہ اس مورخانہ کرکاشن میں مٹی کے اُردو کلام کا تذکرہ  
ہے۔

اس شئی کے نسخہ انڈیا آفس (بلوم ہارٹ ۱۰۰)

رباعی نصدستی :-

فہمت کی گھڑی کوئی بلیج ترے ہاتھ نہیں  
پھیلتا نہیں گردن کوں تو کیا رات نہیں  
یک ہوس نہ دے تلخ ہو چہ لڑکھ پری  
گور نہیں ہے تو گور سار کی کیا بات نہیں

تقدیم و تاخیر اور دیگر امور کے الفاظ کے لئے  
ایک ہی مقام سے متعلق دونوں کی ابیات بطور مقابله  
ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ جب ہبیار، چندر بدن سے  
مل کر اظہار محبت کرتا ہے تو وہ اپنے ہندو ہونے اور مسلمان  
کے ساتھ محبت نہ کر سکتے پرمجوری ظاہر کرتی ہے اس ضمن میں  
کی گفتگو کو وہ دونوں نے بیان کیا ہے جو یہ ہے :-

ہندیہ مہی بلبل

ترک جا کے بولیا کہ سن ای پری  
مجھے تجھ لطافت دوانہ کری  
دیوانہ ہوں تیرا دیوانے کے تیں  
اپس تے نہ کر دور جانے کے تیں  
دھربا اس تیری نراسی نہ کر  
جنا پرے توں کہ اسی نہ کر  
سو تج بن بے کوئی ہونا نہیں  
کہ بن جل بھی کا سو جین نہیں  
سو یوں کہہ ادب سو نوڈ کرانے  
دھربا سیں اوس کے چرن پرانے  
لکھ مار اوس کو ادھی بولیوں  
سیج کچھ اپس کوں رکے ٹولیا  
ہندو میں کہاں ہو ترک ہو کہاں  
کہاں رام سیتا، سوک تو کہاں  
کہاں میں چندرماں کہاں تودیا  
کتا کیا سوے توں دیوانہ ہوا  
بھڑک بول اسکوں وہیں بھڑکی  
اٹھی ملی میں عاشق کے دیہ گھلی  
(دق ۱۰۵)

قدم پر جا کیا آداب سجدہ  
بجایا اور سر میں داب سجدہ  
جنوں بیتاب ہو محل دھابیں  
سیا ز عرض یکتا دھابیں  
تو نہیں سلطان خیاں شہر پری  
یو صورت تجھ دیوانہ ہو کر پری  
چھڑائی جھکوں میرے خانہ میں  
کری تاراج جھکوں دجاں میں  
نثار تجھ قدم اب نیم جاں ہے  
یہی ہے آرزو فرماں دواں ہے  
اے سر میرا تار خاک راہ ہے  
دل پر توں شہید جلوہ گاہ ہے  
مری اے راجہ شکیں عمرہ گیر  
ہم سے میں دام دل زلف و زنجیر  
ترے بت کا صفت غلغلہ  
ترے مہتاب کا دیوانہ دل ہے  
دیا سب آگ میں ساں لگا  
فغاں ہی دل اُپر شور قیامت  
تو نے نہیں نانو با سبازی  
کرے عاشق سوں ظاہر بے نیاز

۱۸ چندر بدن و ہبیار (۸۴)

ادراک ۳۴ - سطور ۱۳ - تقطیع ۳۴ - ۲۰

خط نستعلیق - مصنف بلبل

یہ شہنوی مقیمی کی، اسی موضوع کی شہنوی سے بڑی  
اور کچھ عرصہ بعد لکھی گئی ہے یہ دراصل اتشی کی فارسی شہنوی  
کا ترجمہ ہے جو شاعرانہ تخیل اور لطافت زبان کے لحاظ سے  
مقیمی کی شہنوی سے بہتر ہے۔ شاعر نے اپنا تخلص کوئی جھگہ  
دستعلیل کیا ہے :-

کر سے کیا دھبہ گل بلبل فدائی  
چمن آرا حیا اے سرو رفتار  
توں تیں خاص گلزار سخن ہے  
او گل و طبع بلبل سوئی ہو راضی  
دہ شمن بہر مبارکباد آواز  
ہوا بلبل او پر اس تے ضرورت  
چو گداس نغے میں آخری اوراق محفوظ نہیں ہیں اور  
(دق ۱۰۵)

نہ کسی اور کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود ہے اس لئے  
کتاب کا سنہ تألیف وغیرہ معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ زبان اور  
انداز بیان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب مقیمی کے بہت  
بعد لکھی گئی ہے۔

یوسکر آغھے میں ہوئی غضب یز  
کر شب دیز کوں غمزی کے ہمیز  
قدم سوں اُس کے سر کوں اٹھو کر  
کھی بکھا ہے کیا دیوانہ ہو کر  
کہاں میں چاند ہوں ہورتوں آیا  
موسے دیوانہ بے ہودہ ہولہ  
ہیں ہتاب ذرہ وصل غور شید  
کرے کیا قطرہ بادریاے امید  
جو دُبت صلائی میں دشوار  
ہنوے رشتہ تسبیح زار  
بہ کردیوانہ سودا بوالہوس خام  
کہاں پروانہ ہوتا ہے گس خام  
یہ کہہ اُس کے سر کو مار ٹھو کر  
کو شتمہ ناز ہو ر غمزی سےیں ہو کر  
رواں ہوئی نہ ہال سر و پا پاں  
کرے قری من فریاد غفل  
پری سپیکر رخ نیکو شائ  
کری ہیار کوں غمزی سے لکھائ  
یوسن دلبر سے یک آہ مارا  
مگر سوں نعرہ جانکاہ مارا  
(در بق اب ۱۵۰)  
اس سے ظاہر ہوا کہ متقی نے جس واقعہ کو ۱۹ آیات میں  
بان کیا تھا اُس کے لئے قبل نے پیش لکھی ہیں۔ ساتھ ہی بعض تین  
بیت یکساں ہیں مثلاً متقی کی بیت نمبر ۲۳ اور قبل کی بیت نمبر ۲۳  
متقی لکھتا ہے ۱۔  
کہاں میں چدرہاں کہا تو دیوا  
کتا کیا موسے توں دیوانہ ہوا  
قبل کی بیت ہے ۱۔  
کہاں میں چاند ہوں ہورتوں آیا  
موسے دیوانہ بے ہودہ ہولہ

یہ ایک بیت ظاہر کرتی ہے کہ قبل نے یا تو متقی کی کتاب  
دیکھی ہے یا پھر یہ سمجھنا پڑے گا کہ متقی کی اُردو شہنوی کا آتش نے  
فارسی میں ترجمہ کیا اور اُس فارسی سے قبل نے دوبارہ اُردو میں  
منتقل کیا۔ قبل قصے کے آغاز میں صاف طور پر کہتا ہے کہ ع  
کیا یوں آتش قصے کی بنیاد (در بق ۹۰)  
یعنی آتش نے اس قصہ کا آغاز یوں کیا ہے۔ فارسی سے اُردو میں  
ترجمہ کرنے کی طرف مصنف نے کئی آیات میں اشارہ کیا ہے مثلاً  
حریر ہندی پر کرتوں تصویر لباس پارسی ہی پازنجہ (در بق ۹۰)  
تو ہو مجہ باغ میں ملک نغمہ پراز ستار ہندی دوم نواسا (د ب)  
پڑا تھا عشق کا ہندی رسالہ پیاں فارسی کا سے کدالہ (د ب)  
ہوا قبل اوپر اسے ضرورت دکھانا فرس کی ہندی میں مسمو (د ب)  
اس نے سبب تالیف یوں بیان کیا ہے ۱۔  
ایک رات میں باغ میں گیا جہاں گل جلوہ دکھارہا تھا اور میں قمری  
طرح اس گل گرفتار ہو گیا نیم صبح نے فخر لب کھول کر کہا کہ تو نے شعر کہا کیوں نہ  
دیا جو یوسن نے بھی اپنی دس زبانوں کی میری تعریف کی اور کہا کہ بارے  
اب تو زبان کھول اور حریر ہندی پر مصوری کر۔ کیونکہ تو گلزار سخن کا  
خاص قبل ہے۔ اس کے بعد عقل نے مجھے مبارک باد دے کر کہا کہ  
فارسی قصہ اچھا ہے اس کا تو ترجمہ کر۔ اس نے اگرچہ عشق کا ہندی  
رسالہ پڑھا تھا لیکن فارسی کی سے دو سالہ سے واقف نہ تھا۔ اس لئے  
قبل کے لئے ضروری ہوا کہ فارسی کو ہندی میں منتقل کرے۔  
شاعر نے جس فارسی کتاب کا اُردو ترجمہ کیا تھا وہ  
آتش کی تھی۔ آتش اس قصے کے اصل مصنف متقی کا ہم عصر  
ایرانی شاعر اور طبیب تھا۔ فتوحات عادل شاہی اور احوال سلطین  
بیچ پور دونوں تاریخوں میں اس کا ذکر ہے یہ شیراز کا سید ناؤ  
تھا اور آتش اُس کے خاندان کا لقب تھا۔ کیونکہ اُس کے

قسم کا آدمی ہے اور طریقہ نقشبندیہ یا قادریہ میں مسلک معلوم ہوتا ہے اور وہ راگ سننے، گیت گانے، شطرنج کھیلنے، بنگ پینے، نظربازی کرنے، مال گار کر رکھنے، کافروں سے دوستی رکھنے اور راگ کے ذبیحہ سے ذکر کرنے کو گناہ اور دوزخ میں جانے کے اسباب قرار دیتا ہے۔ اسی طرح پوری کتاب میں عذاب الہی سے ڈرایا گیا ہے اور گناہوں کی مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ حسب ذیل بیتوں میں مصنف نے اپنا نام محمد امین اور تخلص آیاغی ظاہر کر دیا ہے۔

ایاغی کدھر تو چلیا باٹ چھوڑ سرشتے کو پنڈاں کے تو پو نہ توڑ  
محمد امین دایاغی اوپر الہی کرم کی نظر کر نظر (دوق ۵ ب)

مصنف کا ذکر "احوال سلاطین بجا پور" میں نصرتی کے ہم عصر شعرا میں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معروف شاعر تھا اور اس تنوی کے علاوہ اور بھی کلام لکھا ہی اردو میں اس کا ذکر پہلی بار کتاب "اردو شہ پارے" (صفحہ ۱۸۸) میں کیا گیا ہے۔

نصرتی علی عادل شاہ ثانی کے دربار کا ملک الشعرا تھا اور اس بادشاہ کا ذکر خود آیاغی نے بھی نجات نامہ میں پسند و نفاق کے درمیان کر دیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اتنا سوت مذہبی آدمی تھا کہ مدح بادشاہ کے عنوان سے کچھ لکھنا بھی پسند نہ کیا۔ بلکہ دوسری نصیحتوں کے سلسلے میں جب اس موضوع پر آتا ہے کہ اگر کوئی بادشاہ دنیا میں خوبی اور استقامت سے عدل کرے تو دین میں اس کو بیاٹ بڑھ کر بادشاہی دی جائے گی تو اسی سلسلے میں لکھتا ہے کہ مجھے ہر گھڑی شکر پروردگار کرنا چاہیئے کہ اس دور میں علی عادل شاہ

اجداد میں سے کوئی اپنی سیادت کو منجھ کرنے کے لیے آگ میں کود گیا تھا۔ بجا پور آیا تھا اور وہاں آتشی کے بعض علاج بہت مشہور اور زبان زد خلایق تھے۔ بجا پور میں اس کی فارسی شاعری کا بھی بڑا پچھا تھا اور اردو میں بھی اس کے شعر کہے ہیں۔ ممکن ہے کہ مد قیامی کی اردو تنوی چند رجحان و مہیار کو پسند کر کے اس قصہ کو اس نے فارسی میں لکھ دیا ہو اور بعد میں فارسی قصہ کو مقبولیت حاصل ہوئی اور قبل نے اسی وجہ سے اس کا ترجمہ کیا۔

آغاز:-

بنام نقشبند نقش ایما و کیا قدرت کے نقشے کا وہ بنیاد  
بند نقشہ زمین و آسماں کا بہار گلشن و جان جہاں کا اختتام:-

دو مل تن کا ہوا تن سات ہم دوش  
وصل جاں کا ہوا جان میں ہم آغوش  
رواں ہوئی نقش تب ہیار بے تاب

پرورد گود میں تھی وہ شکر خواب۔  
آخری دوق غائب ہیں۔ ابتدائی دوق پر نواب غایت بہادر کی مہر اور دستخط ہیں۔ یہ نسخہ انہی کا عطیہ ہے۔

## ۴۹ نجات نامہ ۵۰۷

اوراق ۸۔ سطور ۱۳ تن میں ۱۲ حاشیہ پر  
تطبیع ۵ x ۸ خط نستعلیق مصنف محمد امین آیاغی  
تصنیف درمیان ۱۱۱۰ و ۱۱۱۱ کتابت ۱۱۱۱

یہ ایک چھوٹی سی تنوی ہے جس میں شریعت کی پابندی سے متعلق پسند و نفاق بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف خاص مذہبی

کے نسخے میں جلد ۲۵۴ ابیات ہیں۔ ان دونوں کی اکثر ابیات میں الفاظ اور مصرعوں میں ایسا فرق ہے جس سے اذانہ ہوتا ہے کہ ادارہ کا نسخہ کسی قدر ہی اور صحیح نسخے کی نقل ہوگا آغاز :-

اول کچھ نہ تھا اور نہ لکھا تھا      دو نو بج کا پیدا کر ہوا تھا  
او قدرت نے پیدا کیا یک رتن      کہ جس نے دیا روپ و تربین  
اختتام :-

بہدیتی دفا روق ذی اختتام      بستان و حیدر دوازده امام  
دراں دم کہ باشم بہ زیریں      رفیع تو باشی جہاں آفریں  
ترقیمہ :-

”تمت تمام شد نجات نامہ بتاریخ سبت و ششم

جمادی الآخر بوقت عصر ۱۲۴۱ھ“

یہ نسخہ کرم خوردہ ہے۔ ہندستانی میں جو نسخہ شایع ہوا ہے اس کے آخر میں حسب ذیل دو جہتیں زیادہ ہیں جو بعد کی الحاقی سلوم ہوتی ہیں :-

الہی ہراں کس کہ این خط نوشت

عفو کن گناہش عطا در بہشت

نجات نامہ یہاں سو ہوا ہے تمام  
بج محمد علیہ السلام۔

جیسا بادشاہ حکمران ہے جو غازی، حق پرست، سنت کا پیرو اور دیندار ہے۔ اتنا کلمہ کر فوراً اپنے راستہ بھٹک کر مدح پر اتر آئے پر ٹوکتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے فصاحت کا سلسلہ کیوں توڑ دیا۔ اس کی جہتیں ہیں :-

اگر راستی سو کیا عدل یہاں      تجھ اس تے بڑی بادشاہی ہوگا  
کردن ہر گھڑی شکر پروردگار      کہ اس دور میں ہیں علی شہریار  
رہی شاہ عادل زہی بادشاہ      کہ سنت کو جو فرض کرتا ادا  
کہ ہیں ترک ہرگز کیا نہیں نماز      کہ حق سات دھڑا ہر راز و نیاز  
شب دروز چو دین پر استوار      تو خوشنود ہی اوس پہ پیدہ نگار  
الہی اچھے جب تلک آسمان      شہنشاہ عادل کون رکھ دیاں  
ایمانی کہ ہر نو چلیا باٹ چھوڑ      سرشتے کو پندائے تو یوں نہ توڑ  
(دوق ۵ ب)

آخر کتاب میں مناجات لکھی ہے اور توفیق نیک کے لئے دعا مانگی ہے اس سلسلہ میں ایک بیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ”نجات نامہ“ لکھتے وقت ایامی بوڑھا ہو چکا تھا وہ کہتا ہے ”میں اپنی حالت پر کتنا روؤں کہ اگرچہ بال سفید ہو گئے لیکن دل اب بھی سیاہ ہے۔“ اس کی بیت ہے :-

کتا روؤں میرے پافوس آہ      جو بے بال اچھے دے دل سیاہ  
(دوق ۷ ب)

اس ثنوی کا ایک نسخہ (جس میں ۲۴۰ ابیات تھیں)

شاہان ادوہ کے توپ خانے کے کتب خانے میں موجود تھا۔ جس کا ذکر اس پیرنگو نے اپنے کٹلاگ میں کیا ہے۔ ایک اور نسخہ مبارز الدین احمد صاحب کو راجمندی میں ملا تھا جس نے رسالہ ہندستانی (الہ آباد) مابیت اپریل ۱۹۵۷ء میں چھپوایا ہے۔ اس میں ۲۶۳ ابیات ہیں۔ ادارے

(۳۰) نورد نامہ [ ۵۰۸ ]

۱۸۰۰ - سطور ۱۵ - تقطیع ۸۵۶

خط نستعلیق - عنوانات سرخی میں - مصنف

شاہ غنایت - سند تصنیف ۱۱۱۱ھ -

کاتب سید محمد - سند کتابت ۱۲۱۳ھ -

مقام قلم بدگل -

یہ فارسی نثری ایک رسالہ کا منظم ترجمہ ہے جس کو ایک صوفی شاہ غنایت نے فتویٰ کی شکل میں دہلی زبان میں قلمبند کیا۔ تذکرہ ادیب کے دکن (جلد اول) اور گلزار اصفیہ (جلد ۳) میں شاہ غنایت نام ایک بزرگ کا تذکرہ درج ہے جو ۵۵۵ھ میں فوت ہوئے اور حیدرآباد میں دفن ہوئے جو کنگٹاٹ کا جبہ پہنتے تھے اس لئے ٹاٹ شاہ شہر ہوئے۔ اگر یہ کتاب اپنی بزرگی کی وجہ سے تو انھوں نے اپنی وفات سے چوالیس سال قبل لکھی ہوگی۔

مصنف نے خود اپنی نسبت اس رسالہ میں جو معلومات مکتبہ دی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ حضرت محبوب بھائی کی اولاد سے تھے اور حضرت حسین شاہ ان کے شہدادت تھے۔ نورد نامہ فارسی نثر میں تھا جس کو انھوں نے دکن میں لکھا۔ وہ کوئی بڑے شاعر نہ تھے تاہم بطور یادگار یہ فتویٰ لکھی ہے۔ یہ باتیں آخری ۱۵ آیات سے ظاہر ہوتی ہیں۔

اس کا جو نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں ہے وہ اصل نورد نامہ کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے ادارے کے نسخہ میں ۷۵ آیات ابتداء میں نام ہیں

جن میں شاعر نے سبب تالیف اور نورد نامہ کے فضائل تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح آخری آیات بھی اس نسخے میں بہت زیادہ ہیں۔ ان امور سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ مکمل ہے اور جامعہ کا نسخہ ناقص۔ (فہرست مخطوطات صفحہ ۶۲)

سبب تالیف میں شاعر حمد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ ”اے خدا میں نورد نامے کو دکن میں لکھنا چاہتا ہوں اس لئے تو مجھے اس کام کی سکت دے تاکہ میں ایسا لکھوں کہ عام لوگ اس کے معنی کو سمجھ سکیں کیونکہ ان کی سمجھ بھی میری ہی طرح معمولی ہے۔ پہلے میں نورد نامہ کے فضائل بیان کرتا ہوں“

اس کے بعد عثمانیہ علیحدہ عنواناتوں کے تحت اس رسالہ کے سات شرف بیان کئے ہیں اور آخر میں امام محمد غزالی سے متعلق ایک روایت لکھی ہے۔

سبب تالیف کی چند آیات یہ ہیں:-

ترے نور کے نور نامہ کو میں الہی شگون لکھنے دکنی سوں میں  
سکت دے مجھے اس سکت کا توں جو دکنی سوں میں اس کو سارا لکھ  
کہ سار کے ہیں سو سب نام دگ کریں اس کے معنی کوں رہ نام دگ  
میں عامی طفیل ان کے پاؤں ڈا کرم ہوئے تراجم پر روز حساب  
اس قید کو ان آیات پر ختم کرتا ہے:- (درق ۱۰ ب)

کرم کراہی گز گار پر گناہاں پر میرے کمر کر نظر  
شفاعت نبی کی مجھے کر نصیب نکو پوچھ مجھ سے حساب عجیب  
اصل نورد نامہ ان آیات سے شروع ہوتا ہے:-

الہی کو نہاد کرتار توں سواریا ہر قدرت کو سینار توں  
زمین کوں بھی ایسی توں خلعت دیا رنگ آمیز کرتس کو گمش کیا  
(درق ۱ ب)



کتاب اصل میں حضور سرور کائنات کی نعت پر مبنی ہے اور اس میں حضور کی افضلیت اور سراپا کے محاسن شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں لیکن شاعر چونکہ مشاق اور اعلیٰ پایہ کا نہیں ہے اس نے اکثر بیتیں معمولی ہیں اور موضوع کے شایان شان نہیں۔

آخر میں خود شاعر نے اپنی خامی طبع اور کلام کی روانی وغیرہ کا ذکر ان ابیات میں کیا ہے۔

شکستہ یو بیاں کیا ہوں کٹیک جواہر دیا ہوں زبان میں کٹیک  
میں دیکھتا ہوں تڑے خام ہی نہ اس بات کا کچھ سراپا نام ہی  
پڑے کچھ دنیا میں مری یادگار رہے کر کیا ہوں زامید وار  
اتھا فارسی نوز نامہ نثر سو دکنی کیا شعر میں سر بسر  
طبیعت نہ تھا کچھ مجھے شعر کا شعر کر کو بولوں مگر ان نظم کا  
اس کے بعد اپنا تخلص اور خاندان بیان کیا ہے:-

تخلص مرا ہو غایت شاہ مرا جد ہے مجھ کو محمد پناہ  
دنیا بیچ حضرت حسین شاہ ہی محی الدین کا خاص اولاد ہی  
سنہ تالیف اس بیت میں لکھا ہے:-

کہ ہجرت نبی تھے ہزار ایک صد ایگارا اتھ سال ہوا ہی یوتہ  
اس نسخے میں ۵۴۰ ابیات ہیں:-

آغاز:-

الہی تہیں نور ہو تج تے نور کیا نور تیرا نبی میں ظہور  
تیرے نور کا کوئی صفت کیا کر ازل تے اب تک نامرے  
اختتام:-

مرتب کیا مختصر یہ کلام کہ عاجز ہوں بنادنی کا غلام  
ختم کر کہا فاتحہ نت مدام

بج محمد علیہ السلام

ترقیمہ :-

نبون اللہ ہو المستعان کہ نور نامہ حضرت رسالت  
صلی اللہ علیہ وسلم، حسب الفرائش حضرت  
بی بی صاحبہ قبلہ حضرت ماں صاحبہ قبلہ آنحضرت  
ترقیم رفت۔ منور صحت نیافتہ۔ اگر سہوے و خطا  
رفتہ باشد غور و تحیر یہ..... این کترین را کم  
احقر العباد سید محمد تراب القدین نویسنده گان  
از آفتاب عالمی و بسیار رغبت مانے دلی کتاب  
بتاریخ بست ہتم ربیع الاول سنۃ ہجریہ مقدمہ  
نبویہ بروز بد شنبہ بوقت سہری قلمی نمودہ شد  
یعنی بوقت بے کاری در قلعہ محل بیچ کارے بنو  
بجز نوشتہ و خواندہ۔ بقول شیخہ کہ:-

نوشتہ باندہ سید بر سیدہ نویسنده و رانیت فردا امید

(۲۱) نور ناہہ [ ۸۰ ]

اوراق ۲۳ - سطور ۹ - تقطیع ۶ x ۳ ۱/۲

خط نستعلیق - مصنف شاہ غایت

سنہ تصنیف ۱۱۱۱ھ

یہ ۲۱۰ ابیات کی مثنوی ہے جو اصل میں کتاب

نمبر ۲۰ ہی کا دوسرا نسخہ ہے۔ لیکن اس میں تقریباً ۲۲۵

بیتیں کم ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں نور نامہ کا

جو نسخہ ہے وہ اور ادارے کا یہ نسخہ ابیات اور خصوصیات

کے لحاظ سے یکساں ہیں (فہرست اردو خطوط جامعہ)

آغاز:-

الہی کر بنار کرتار توں سزا دیا ہے قدرت سون سہار توں

پھر پڑیں بعد اس کے دو رکعت نماز اور ازاں دس سابعجزو نیاز  
کہتے ہیں دیویں ازاں سبب روز سات بار ہر روز آگنی فروز  
ہی یہ تاثیر ازاں اے مومن اس سے ہوتے ہیں عزیز اجنیاں

تو قادر ہے قدرت سوں روشن کیا  
زمیں آسماں کوں توں گلشن کیا  
اختتام :-

کہ اسے تین سو بیس ہے بیت یو

کیا نظم نامہ سوا یا کہو  
رتب کیا نور نامہ تمام بحق محمد علیہ السلام  
ترقیہ نہیں ہے البتہ اس صفحہ ہی سے کردار علی شاہ  
قادی نے محفل باؤں اور امراض کے لئے متعدد  
دعائیں اور عملیات طبیبہ کی ہیں جن میں سے اکثر دکنی میں  
پیرا۔ مثال کے طور پر ابتدائی صفحات کے اقتباس درج  
ذیل ہیں :-

بوصیفہ نے یہ مسندیں لکھا	ایک دن فرماتے تھے خیر اور
چڑھتے ہیں جبرم شیاطین جہنم	ماتا ہوا ان کو تارا دوڑ کر
بھاگتے ہیں اس سے سبیل ہوا	ہوتا ہے بچے وہ اداں کے تیز پا
جو شیاطین متصل اس کے ہوا	سر سے پاؤں تک وہ دیتا کھ
راکھ اس کی گر پڑے حوامیج	اس سے پیدا ہوتے ہیں بے بلا
اور دریا میں گر کر اس کی خاک	ہوتا ہے پیدائنگ ہوناک
اور گرے گر خاک اس کی شہر میں	دفعہ آوے دبا اس شہر میں

### فاٹہ

حق جاے اس کو رکھتا بچا جو کرے ترتیب ایسی بر ملا  
شہر کے چاروں طرف بکری حلال وہ کرے دل سے نیاز دہ حلال  
صاف کر پھر اس کی بھونے بوٹیاں

کھا دیں تکتہ اس کا اک اک مومن  
بعد اس کے یوں پھر قرآن کو جمع ہو کر مومنان نیک خو  
نیچے سے اس کے نکلیں سارے بار منہ طرف کیے رکھیں آشکار

## (۲۲) پند دل بند [۵۰۹ھ]

ادراق ۶ - سطور ۱۸ - دکن میں ۱۳ حاشیہ پڑ  
تقطیع ۱۵ x ۱۶ خط نستعلیق شکستہ  
مصنف علی (۲) - سنہ تصنیف درمیان  
۱۰۲۰ھ و ۱۰۶۰ھ -  
سنہ کتابت ۱۱۵۰ھ -

یہ قدیم دکنی ثنوی چار فارسی ثنویوں کے آخر میں  
تلمبہ کی گئی ہے جو ایک ہی جلد میں ہیں اور جن میں علامہ  
کیدانی مولفہ قاضی سید نعمت اللہ حسینی کے علاوہ بیجا پور کے  
ایک فارسی شاعر کی ثنوی "احکام فقہ" خاص کر قابل ذکر  
ہیں۔ ان سب کا تذکرہ ادارے کے فارسی محظوظات کی  
فہرست میں درج رہے گا۔

زیر نظر اردو ثنوی ۱۹۵ ابیات پر مشتمل ہے ابتدا  
میں عام رواج کے مطابق حدود وخت نہیں ہے بلکہ اصل  
نصبت شروع کردی گئی ہے۔ کتاب کا نام حسب ذیل  
بیت میں درج ہے :-

دنیا کا جتنا مال دین ہو رگھر بلا دور اس پند دل بند ادا  
کتاب کا موضوع یہ ہے کہ خدا کو حاصل کرنے کے  
لئے تین چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایک راستی  
دوسرا علم اور تیسرا عمل۔ راستی اور راستبازی کا بیان

ایک ایسے پرہیزگار مرشد کی طرف گیا جس نے عرصہ سے حرص و ہوس اور تعلقات دنیا کو چھوڑ کر پہاڑ کے ایک غار میں قیام کیا تھا اور دور دور کی مخلوق اس کی نیکی اریاضت اور پرہیزگاری کی شہرت سن کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ وہ دن بھر رونہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود اس میں علم کی کمی تھی۔ شیطان نے اپنے چیلوں سے کہا کہ دیکھو اس کم علم زاہد کو میں کس طرح دھوکہ دے لیتا ہوں۔ جبہ و عمامہ پہن کر ایک بلند مرتبہ شیخ جیسا بھیس بنا کر بڑے تزک و احتشام اور جاہ و چشم کے ساتھ مرصع تخت پر بیٹھ کر زاہد کے قریب پہنچا اور تمام غار اور پہاڑ کو روشن کر دیا۔

زاہد نے جو اس نور اور پیرو مرشد کو دیکھا فوراً تعظیم کے لئے کھڑا ہوا اور بعد سلام علیک پوچھا کہ حضرت کون ہیں اور اس غریب کے یہاں کیوں تشریف لائے ہیں؟ شیطان نے جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں اور خدا نے تمہارے یہاں مجھے بھیجا ہے تاکہ اس کی خوشنودی کا پیام پہنچاؤں۔ کیونکہ تمہاری عبادت و ریاضت بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی اور خدا نے تم کو اپنے محبوب ولی کا مرتبہ بخشا۔ زاہد متراض بہت خوش ہوا اور سجدہ شکرانہ بجالایا کہ میری عمر بھر کی مشقت بیکار نہیں گئی اور خدا نے میرے حال پر رحم کیا۔

شیطان نے کہا جلدی تیار ہو جاؤ اور میرے ساتھ چلو۔ آج تمہیں معراج نصیب ہوگی خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں جلد ملے آؤں۔ زاہد نے جلد جلد کپڑے پہنے اور شیطان نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور گدھے پر

مصنف نے چند ابیات ہی میں ختم کر دیا ہے۔ البتہ علم کی فضیلت وضاحت سے بیان کی ہے اور اس سلسلہ میں ایک بہت بچپ اور سبقت آموز قصہ لکھا ہے جو یہ ہے۔

”ایک روز شیطان کے جلد چیلے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اپنے کاروائے نمایاں بیان کرنے لگے۔ کسی نے کہا میں نے دو دن و راتوں کو جدا کر دیا ہے۔ ایک نے کہا میں میاں سوہی میں جھگڑا ڈال دیا ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے ایک شخص کو شراب کی عادت ڈال کر تباہ و برباد کیا۔ کسی نے بیٹے کو باپ سے سوخت کر دیا۔ غرض ہر چیلے نے اپنی اپنی کارگزاری بیان کی لیکن شیطان اپنے اس چیلے سے بہت خوش ہوا اور اس کو سب سے زیادہ انعام دیا جس نے ایک طالب علم کو مدرسہ جانے سے منع کیا تھا۔

شیطان کے دوسرے چیلوں کو رنج ہوا کہ ہم نے ایسے بڑے بڑے کام کئے تھے لیکن ان کی کوئی قدر نہیں کی گئی۔ ان سمجھوں نے بگڑ کر شیطان سے شکایت کی کہ یہ انعام و سرفرازی عدل و انصاف کے خلاف ہے آخر اس نے ایسا کونسا بڑا کام کیا؟

شیطان نے جواب دیا کہ تم لوگوں میں سمجھ کی کمی ہے۔ اگر یہ شخص اس ہونہار کو مدرسہ جانے سے نہ روکتا تو وہ پڑھ لکھ کر اس قابل ہو جاتا کہ پھر ہمارے مکر اور دھوکے میں نہ آسکتا۔ جو علم سے باخبر ہوگا وہ جان بوجھ کر دھوکے میں کیوں آئے گا۔ جاہل کو آسانی سے دغا دی جاسکتی ہے۔ اگر تم کو اس پر یقین نہ ہو تو میرے ساتھ چلو اور ثبوت دیکھ لو۔

شیطان اپنے تمام چیلوں کو ساتھ لے کر نکلا

سوار کیا اور اس کے چہرے کو رنگ کر شہر کے عین وسط میں  
چھوڑ دیا جہاں کے سب امیر و غریب اس زاہد بہتاض کے  
مستعد و مرید تھے۔

اس کے بعد شیطان شہ کے ایک بازار میں پہنچا  
جہاں قاضی کا ایک شراب پی کر دواؤں سے مست و غوار  
پڑا ہوا تھا اور لوگ اس کا مستحکم اڑا رہے تھے۔ شیطان  
نے قریب پہنچ کر فہم میں کہا کہ تو نے کیوں شراب پی۔ خدا نے  
اس کو حرام قرار دیا ہے۔ خیر اب اس دغہ خانے تجھے بخش دیا  
اگر ائندہ ایسا برہم کرے گا تو اپنے سنے کی سزا پائے گا۔  
قاضی کے فرزند نے جواب دیا کہ بغیر توبہ کے بخشش  
کیسی؟ انہی یں گناہ سے اور نہیں ہوا اور توبہ نہیں کی  
اور تو کہتے ہو کہ خدا نے بخش دیا ہے۔ تو کون ہے جو  
ایسے بڑے بول بولتا ہے؟

شیطان نے جواب دیا میں جبرئیل ہوں۔ قاضی کے  
فرزند نے کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ جبرئیل سوائے نبی کے کسی کے  
پاس نہیں آتے۔ تیرا کون مجھ پر نہیں چل سکتا تو یقیناً شیطان  
لعنتی ہے۔ یہ کہہ کر لا حول پڑھی۔ شیطان گدھا بن کر  
وہاں سے بھاگ گیا اور اپنے جیلوں سے کہا کہ دیکھا وہ  
پرہیز گار جو پروردگار بنا بیٹھا تھا جاہل تھا اس نے میں اس کو  
تمام شہر میں ذیل و غوار کر سکا اور قاضی کا یہ لڑکا چونکہ پڑھا  
لکھا ہے اس نے میرا کمر اس پر نہ چل سکا تا  
نصیحتوں کے اختتام پر سنا جات لکھی ہے جو بہت  
پڑا اثر معلوم ہوتی ہے۔

مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ غالباً اس کا تعلق  
علی تھا بیسیا کہ اس بیت سے ظاہر ہوتا ہے :-

اگر علم دھڑا جو کچھ اعلیٰ توں اس پر عمل کر خفی ہو رہی  
(دورق ۸ ص ۵۵)

اس بیت سے مصنف نے تنبیہی نصیحت شروع کی کہ علم حاصل  
ہونے کے بعد اس پر عمل ضروری ہے۔ سنہ تصنیف کا یہ نہیں  
چہتا۔ مینہ آخری اسبات میں مصنف نے سلطان محمد کا ذکر  
کیا ہے کہ :-

بدور اس سلطان محمد جیاں بعون الہی اتم البیاں

معلوم نہیں اس سے مراد سلطان محمد قطب شاہ (۱۵۵۲ء)  
تھا (۱۵۵۲ء) ہے یا سلطان محمد عادل شاہ (۱۵۵۲ء تا ۱۵۵۷ء)  
ہے۔ بہر حال کتاب کی زبان بہت پرانی ہے اس لئے یہ لازمی  
طور پر مشتبہ سے قبل لکھی گئی ہے اس کا کوئی اور نسخہ  
ایسی سب خانے میں نظر سے نہیں گزرا۔ اس نام کے ایک  
شاعر کی مناجات کا تذکرہ اسی فہرست میں نشان (۷)  
پر کیا گیا ہے اور ایک اور علی کی کتاب کا ذکر اس کے بعد ہی درج  
آغاز :-

کہو کہ نہ عجب نہ تر بھی بند سن جو کے کان دھر  
بھلے کوں بھلی بند جانی ہے بھائی میں دل بھلاتی ہے  
اختتام :-

ایا خالق عالم خیر و شر توں اس مرد کی عاقبت خبر کر  
جو دیکھے خبر اس کے اشعار کوں شکے ہیں دعا سنج گنہ گار کوں  
ترقیمہ :-

العافیت بالعافید -

تمت بالخیر شہجری

(۲۳) نامہ علی [۶۸]

اوراق ۱۰ - سطور ۱۱ فی صفحہ -  
تقطیع ۱۵ × ۷ - خط نستعلیق معمولی  
مصنف شاہ عبدالعلی - سن تصنیف  
۱۱۱۰ھ -

یہ ۲۰۲ آیات کی شئوئی ہے جس میں شاہ عبدالعلی  
نے حضرت علی کا ایک دلچسپ معجزہ منقول کیا ہے جو پہلے فارسی  
میں قلمبند ہو چکا تھا۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے اپنا نام  
اور سبب و سنہ تالیف وغیرہ ان آیات میں بیان کیا ہے:-  
بند شاہ عبدالعلی ہے ترا گنہ بخش صاحب نبی تو مرا  
اول نایبی تھا سو دشمنی کیا کرم کی نظر کر جو تیرا میا  
یو بیتاں مرتب جو دوسو پہ دو اتھارو ز پنجشنبہ کا سعاد  
سنہ ایک ہزار ایک سو دس برس مرتب یو نامہ ہوا ہی ترس  
الہی امید وار ہوں رحم کا عنایت تو سنہ کر عقل فہم کا  
صفائی مرے دل کوں دیا الا پریشان خاطر کو راحت دلا  
ترے عشق لذت سوں مجھ پور کر کرم کی نظر سوں نکو دور کر  
ہوا جس پر مجھ کو اٹکا نکو حبش یاں وہاں مجھ کوں ہٹا کر  
چونکہ اس کتاب کا کوئی اور نسخہ کسی کتب خانے  
میں دریافت نہیں ہوا اس لئے اس کا خلاصہ درج ذیل کیا  
جاتا ہے:-

"ایک دن رسول خدا اور ان کے اصحاب جمع تھے  
کہ ایک فقیر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ  
میں سات ہزار کا قرضدار ہوں اور محنت مزدوری کر کے بھی  
اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا قرض خواہ تکلیف دے رہا ہے اس  
آپ میری مدد فرمائیے۔ رسول خدا اور اصحاب اس معاملہ میں

سوچنے لگے تو حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے اجازت ہو تو میں اس  
شخص کی مدد کروں اور قرض ادا کروں۔

غرض اجازت ملے کہ اس پریشان حال کو ساتھ لیا اور  
کہا کہ آنکھیں بند کرے اور میری پیٹھ پر سوار ہو جا۔ جب غصہ  
آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک دور دراز کے ملک میں پایا اور  
حضرت علی کی ولایت پر ایمان لایا۔ حضرت نے فرمایا اس شہر کا نام  
بربر ہے اور مدینہ یہاں سے ہزاروں کوس دور ہے۔ یہاں کا حکمران  
بے دین ہے اور میری ہیبت یہاں کے لوگوں پر چھائی ہوئی ہے  
تو راجہ کے یہاں جا اور کہہ کہ میں ایک غلام سسی گشت حشاشا کو  
فروخت کے لئے لایا ہوں جس میں بڑی بڑی خوبیاں ہیں اور  
میرا اصلی نام ظاہر نہ کر۔ میں خدا کی راہ میں تیرا غلام بن جاتا ہوں  
اور تو مجھے فروخت کر کے اپنے قرض کی رقم حاصل کر لے۔ درویش  
حضرت کا اور بھی مستعد ہو گیا اور راجہ کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی رقم  
حاصل کر لی اور مدینہ واپس ہوا

راجہ نے حضرت علی کو اپنے بڑے سے بڑے دشمنوں کے مقابلہ میں  
روانہ کیا اور فتح پائی۔ جب انھوں نے شکل سے مشکل ہم فتح کر لی  
تو راجہ نے کہا کہ میرا ایک دشمن علی باقی رہ گیا تو اس کو بھی مار کر  
یا پکڑ کر لے آ۔ حضرت نے فرمایا میرا ہی نام علی ہے۔ یہ سنتے ہی  
سب ڈر کر بھاگنے لگے آخر کار راجہ کو حضرت نے اسلام کی دعوت  
اور وہ مسلمان ہو گیا۔

آغاز:- کہ یک دن محمد علیہ السلام جو بیٹھے تھے اصحاب یاراں تمام  
ابا بکر ہور عمر عثمان تھے علی مرتضیٰ شاہ مردان تھے  
اختتام:- ہوا آخر میں پھر مجھ کو اٹکا نکو حبش یاں وہاں مجھ کوں ہٹا نکو  
ترقیمہ نہیں ہے۔ البتہ پہلے روق پر ایک عربی دعا کے نیچے لکھا:-  
"این نامہ علی علیہ السلام"  
عنوان کے برابر عنایت حسین شگفتہ لکھا ہے۔ یہ نواب عنایت جنگ  
کے دستخط ہیں جنھوں نے ادارے کو یہ نسخہ عطا فرمایا ہے۔

(۲۴) پھولبن [۱۱۷]

اوراق ۹۱ - سطر ۱۱ - فی صفحہ -

تقطیع - ۱/۲ x ۱/۲ - خط نستعلیق -

عنوانات مرغی میں - مصنف ابن نشانی -

سنہ تصنیف ۱۰۷۶ھ -

گوکندے کے مشہور انشا پرداز اور شاعر ابن نشانی

کی بقول عام شہری ہے جو غالباً اواخر بارہویں صدی ہجری میں نقل کی گئی ہے۔ کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ کاتب اور مقام کتابت کا پتہ نہ چل سکا۔ اس شہری کے متعدد نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں اور مجلس اشاعت دکنی خطا

کی طرف سے پروفیسر عبدالقادر سہروردی نے اس شہری کو چھ مختلف نسخوں کے مقابلہ کے بعد مرتب کر کے ۱۳۵۶ء میں شائع کر دیا ہے۔ اس میں ابتدائی ۱۲۵۰ متوں میں مصنف اور کاتب کے تفصیلی حالات بھی نہایت تحقیق و تفتیش کے ساتھ درج کرائے ہیں اس لئے یہاں وضاحت غیر ضروری ہے۔ البتہ مطبوعہ نسخے اور ادارے کے قلمی نسخے میں اکثر بیتوں میں اختلاف ہیں۔ مثال کے طور پر مدح عبداللہ قطب شاہ کی چند ابیات دونوں کتابوں سے بطور مقابلہ یہاں منقول ہیں -

مدح عبداللہ قطب شاہ

تلمی نسخہ ادارہ مطبوعہ نسخہ

شہاں کاشا عبداللہ غازی شہاں کاشا عبداللہ غازی  
خدائی ریتری جم پیش بازی اچھو جم حق سوں اکو پیش بازی  
سعادت کی مین کاندہری توں سعادت کے مین کاندہری توں

سخت کے گلن کا سورج توں شجاعت کے گلن کا سورج توں  
دیکھت تج شیر کی نوشیر دانی عجب نہیں دیکھ تری نوشیر دانی  
نریں بکریاں کے تہن کرگاں نشانی کریں بکریاں کی گرگاں پاسبانی  
اگر دے کا جو تیرا حکم جدا نہ اگر دیکھا جو تیرا عدل جدا نہ  
سیرے کا پیر مہن کنان کی پابند رکھے گا کرتب کنان کو چٹان  
جداں لک مہر دہرخ اختری ہو جداں لک مہر دہرخ اختری ہو  
جداں لک شمشیر زہر شتری ہو جداں لک شمشیر زہر شتری ہو  
آغاز -

دل میں حدرب العالین کا دل و جان سوں کوں بل آفرین کا  
خداوند اچھے ہی جم خدائی ہیشہ تج کوں ساجے کبریائی  
اختتام -

مسلماناں سوں ہی امیداری سخندان سوں ہی امیداری  
کریں گے و مریا پچو لہن سیر کہوں یکبارگی جو عاقبت خیر

(۲۵) قصص الانبیاء [۱۳۲]

اوراق ۲۲۶ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۱/۲ x ۱/۲ - خط نستعلیق معمولی

سرخ حاشیہ اور نقش پیشانی مصنف غوثی سنہ تصنیف ۱۱۹۱ھ

کاتب محمد فرید محمد نواز - سنہ کتابت ۱۲۶۶ھ

مقام - بنگلور -

تقریباً ۴۵۰۰ ابیات کی طویل شہری ہے

جس میں ایک ارکائی واعظ غوثی نے قصص الانبیاء و فارسی سے ابتدائے آفرینش سے بوسف علیہ السلام تک کے حالات کا دکھنی اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ ایک نادر کتاب ہے اور اس کا کوئی نسخہ کسی کتب خانہ عام میں اب تک

بخش میرا گنہ رکھ.... ایچا ادا کر قرض سب غوثی کا جمان

دریافت نہ ہوا۔

(درق ۱۲۲۱)

مہد و نعت کے بعد ابتدائی چودہ اوراق میں آفرینش کا مانت  
سے متعلق مختلف مذہبی روایتیں بیان کی گئی ہیں۔ پندرہویں  
ورق سے شیطان کا واقعہ اور درق ۱۹ اب سے آدم کا  
قصہ بیان کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب مغربی ترجمہ  
نہیں بلکہ ایک طرح کی تالیف ہے۔ چنانچہ آدم کا قصہ جس بیت  
سے شروع کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غوثی نے  
فارسی قصص انبیاء کا ترجمہ کرنے سے پہلے ہی آدم کا قصہ  
منظوم کر لیا تھا۔ لکھا ہے۔

بیان کرتا ہوں اب آدم کا قصہ زباں دکھنی میں تھا میرا پو  
اس طرح چار صفحوں کے بعد درق ۲۲ اب سے فارسی  
کتاب کا ترجمہ یوں شروع کیا ہے۔

ہے عبداللہ بن عباسؓ میں قصص میں ہے روایت سو لکھا  
اس ثنوی کے چند ابواب یہ ہیں۔

قصہ شیش درق ۵۳ ب

ادیس " ۵۶ ا

نوح " ۶۱ ا

ہود " ۷۲ ب

صالح " ۸۰ ا

شداد " ۸۴ ب

ابراہیم " ۸۹ ا

کعبۃ اللہ " ۱۳۱ ا

لوط " ۱۴۱ ب

اس کتاب کا تاریخی نام مصنف نے ریاض مسعود  
رکھا تھا جس سے ۱۱۹ھ تکلتا ہے۔

وجہ تالیف میں غوثی نے لکھا ہے کہ "میں اکثر  
انبیاء کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اہل محفل نے فرمائش کی کہ  
اس کو دکھنی میں منظوم کروں تاکہ ہر شخص سمجھ سکے  
اس نے میں فارسی کتاب قصص الانبیاء کو  
دکھنی میں منظوم کر لیا ہوں" ابیات ہیں۔

رکھ اپنی یادیں غوثی کو یارب رکھ اپنے امر میں مجھ کو عمر سب  
تو غوثی انبیاء کا ذکر اکثر زباں سے اپنی کرتا تھا نکوتر  
بہر مجکوں ہوئے سب اہل محفل جو رکھتے تھے محبت دل سوں کامل  
زباں دکھنی میں ادس کو نظم بول جو آئے فہم میں ہر اک کے بول  
جے تحریریں سوں اُن کے ہوا شوق رہا میں چین یک تلے ہوا ذوق  
قصص و انبیاء کا فارسی ہی نظر قرآن سوں جیوں آرسی  
سو ادس کا ترجمہ کر رہا ہوں ہیں مری توطیع کر جہان یارب  
اپس کے فضل سوں تو بخش الہام کہوں تا نظم دکھنی میں خوش نام  
(درق ۲ ب ۱۳۰)

مصنف کے حالات طر اس میں اردو ص ۳ میں درج ہیں۔

کتاب سے اتنا معلوم ہو سکا کہ وہ ایک صاحب اولاد مذہبی  
عالم اور داعی تھا اور جیسا کہ آخری ابیات سے ظاہر ہوتا  
ہے اس کے بھائی اور عزیز و اقربا اس سے دور تھے  
اور وہ بہت قرضدار تھا۔ اس کی ابیات ہیں۔

الہی میں نہایت ہوں گنہ گار ہوا ہوں بھوت عالم کا قرضدار  
مرے بھایاں پڑے ہیں مجھ سے ادو کے ہجر میں ہوں روئے چو  
لے ہیں جوں کہ یوسف شاہوٹ مرے بھایاں ملا نا صورت خوب  
برکت سوں انوکھی یا..... میرے بھایاں ہو خوش دیوند  
الہی گرچہ ہوں تیرا گنہ گار ولے تیرا ہوں بندہ تو ہی خدا

عرف بھائی عبدالقادر بھائی ولد شیخ احمد صاحب  
من نوشتہ صرف کدوم روزگار من نام خط بانڈ یادگار

رضواں شاہ  
(۲۶) و روح افزا [۱۳۳]

اوراق ۷۶ - سطور ۱۵ فی صفحہ  
تخلیج ۱۵ x ۸ - خط نستعلیق -  
مصنف فائض (فائز) - سنہ تصنیف ۱۲۹۵ھ

کتابت اواخر بارہویں صدی ہجری -

یہ عہد قطب شاہیہ کی آخری اُردو کتابوں میں  
سے ہے - ابو الحسن تانا شاہ کے عہد میں زوال سلطنت  
سے چار سال قبل لکھی گئی - اس کا مصنف کوئی شہور  
اور کہنہ شوق شاعر نہ تھا - اس کا تخلص غنوی کے بعض  
نسخوں میں فائز اور بعض میں فائض درج ہے -

ادارے کی زیر نظر ثنوی میں کتب خانہ شاہانہ  
کے نسخہ کی طرح ہر جگہ فائض لکھا ہے - مثلاً

تو میں بندہ فائض ہوں دھر کے تب

یو تھے کون دھنی کیا نظم سب (ورق ۶ ب)

تو فائض مسنگے یوں دعا حق کئے

نہ محتاج کر کس کا دُشیا سنے (ورق ۷ ب)

برٹش میوزم (اڈریبل ۱۶۷۲) اور کتب خانہ

آصفیہ (تقصص ۱۲۱) کے نسخوں میں فائز درج ہے -

یہ دو ہزار سے زیادہ ابیات کی ایک طویل ثنوی

ہے جو ایک فارسی قصہ نثر سے ماخوذ ہے اور جس میں

حد و نعت و منقبت کے بعد ترتیب کتاب کا عنوان قائم

ہر باب کے آخر میں غوثی ایک اختتامی شعر میں  
اپنے لئے دعا کرتا ہے مثلاً

دکھا غوثی کو یارب راہ تحقیق سری اولاد میں سے نیک توفیق

(ورق ۱۵۸ ب)

تو رکھ ایمان غوثی کا سلا پس کی یاد میں رکھ تائیت

(ورق ۱۸۹)

یہ غوثی کی پوری قصص الانبیاء میں ہر جگہ صرف  
و تراویح ہے جیسا کہ ترقیے سے ظاہر ہوتا ہے -

آغاز :-

کردن حمد خدا اول بیاں میں ثنا ہو صفت کو اوس کی عین

کیا ارض و فلک کوں مجھے پیدا جو کچھ باین ہیں اس کے چویدا

دیا ہے رز کوں غوثیہ سوں نور فلک کو شب کیا ناریاں معمور

اختتام :-

بخش میرا گنہ رکھ ..... ایمان ادا کر قرض سب غوثی کا رحمان

یہ غوثی کون ترے کن التجا ہے .... تو کوئی تجہ بن دو جاہر

ترقیمہ

”تم تمام شد و قراولی قصص الانبیاء و در شہر

رجب المرجب تاریخ بہت دہم بروز دوشنبہ

بروقت ظہر در ۱۲۶۶ ہجری نبوی بمقام بنگلو ر

در دیوان خانہ صوبہ ارمیر سید رحمن صاحب

سکندر رحمت لیٹ کیوالری - کاتب الحروف

بندہ گناہگار اربابگان پروردگار اضعف

من عباد اللہ الصمد سہی محمد فرید و محمد نواز

ولا محمد بران مرحوم نور اللہ مرقدہ -

حب الخواش برادر دینی و نبوی شیخ عبدالقادر



کر کے مصنف سب تالیف بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں تصنیف و تالیف کا ذوق اتنا عا کا تھا کہ ہر پڑھا لکھا آدمی اس کے ذریعہ سے اپنا نام قیامت تک زندہ رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اس کی نظر میں دنیا کی ہر قوت اور ہر کام فانی تھا یہاں تک کہ بادشاہی جیسا اعزاز بھی تصنیف و تالیف کے مقابلہ میں لوگوں کو بیچ نظر آتا تھا۔ اس حصے میں شاعر نے بعض دلچسپ اور پُر از معلومات بیانی لکھی ہیں جن کا ضروری انتخاب یہ ہے۔

کسے بادشاہی کرے نہیں دنا کسے مال و دین میں دسیا نہیں نفا  
ہر اک بات کا ایک قصہ ہوا ہر ایک نقل بھی یونچہ پیدا ہوا  
لذت بھوت نقل درو آیا میں بہت وقت گتا حکایات میں  
دنیا میں جو خوشترگی نقل جو اس میں نہیں ٹھارتی عقل  
عجاب دے اس میں نام نام کہ جس میں پریاں ہو چناں کا کا  
بہت ہیں حکایات اس دنا کتیک تو کتا باں ہیں اس تبا کے  
کتیک نثر اس میں کتیک نظم کے ہیں جہ کوئی عرب کوئی غم  
کتیک فارسی کوں بھی دھنی کئے او لوگاں قیامت تلک میں سو  
دنیا میں اُن کا رہیا یادگار سو میں دو جیتے ہیں ہر سال ہزار  
پڑیں فاتحہ جب کریں انگو یاد تو ہوتی اچھے ان کی ارواح شا  
فکر میں پڑیاں بھی اس میں نہ تھی نیند مجلوں پر وہ اس میں  
جو میری بھی کچھ یاد دہاری رہے مرے بعد کوئی بہت روزی کچھ  
نہ دیکھا آپس کی طبیعت تائیں جو کہنے سکوں نظم کر کوئی کتاب  
کیا سیر اکثر حکایات کوں رکھا دل میں اپنی ہر اک بات کوں  
اتھا فارسی نثر میں یو نقل اسے نظم کوئی نہیں کئے اقوال  
تو میں بندہ فاضل ہوں مکترب یو قصے کوں دھنی کیا نظم سب  
بچے شاعری کی کہیں شش میں کیا ہوں بزرگاں کی تقلید میں

کہ تقلید سوں سب جو قابل ہوئے پکر ٹنگ قاتل کا قاتل ہوئے  
بندیا ہوں میں یاراں کی تکلیف نہیں ہے نظر مجھ کو تعریف پر  
نہ شہرت بچے شاعری کی ہوں نہ انعام بڑے کی دل میں اس  
پر دیا ہوں امتیاں کوں یک رست میں  
میں اول تے شاعر زبردست نیں۔

ابیات بالا سے اُس عہد کی عام ذہنیت اور مصنفین و شعرا کی ذہنی ایماذاری کا پتہ چلتا ہے۔

اس شہنوی میں مین کے بادشاہ رضوان شاہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو ایک پری "روح افزا" پر عاشق ہو گیا تھا اور اس کے حصول کے لئے بڑی بڑی سختیاں اٹھا گئیں۔

آغاز ۱۔

اول نام حق کاے بولوں سخن بندوں اس کی توحید کھوئیں  
ہے اللہ معبود بحق قدیم جو رحمان ہے خلق پر مود رحیم  
اختتام ۱۔

الہی توں ہر ایک سلطان کوں نگہ بان رکھ امن و آمان سوا  
کہ جوں شہر کا حاصل ہوا دعا یونہیں کرتوں حاصل مراد دعا  
ہوا اب یہاں سوں یو قصہ تمام دروداں بنی پر ہزاراں سلام  
کوئی ترقیہ نہیں ہے۔

برٹش میوزیم اور کتب خانہ آصفیہ کے نسخوں میں سنہ تالیف کی بت درج ہے جو یہ ہے ۵

اتھا جس وقت سال ہجرت ہزار اس اوپر نوداد کے اوپر چار  
ادارے کے نسخے میں یہ بت نہیں ہے۔ نواب  
سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا نسخہ ۱۲۴۵ھ کا مخطوطہ ہے  
اس شہنوی کو سنہ ۱۲۴۵ھ میں مدراس اسٹاف کور کے

ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

"هذا الكتاب تطب الاقطاب حضرت

شاہ برہان الدین قدس اللہ سرہ العزیز

تصنیف کردہ اند۔ اللہ کرے سو ہوے

کہ قادر توانا نوی کہ او قدیم القدیم

اس قدیمی کا بھی دیکھنا سب سب سو تیرا ٹھار

( ورق ۱ )

اصل کتاب کے آغاز میں شاہ برہان نے اپنی زبان کو گجری

کہا ہے جو اس واقعہ کو ظاہر کرتا ہے کہ بیجاپور میں زوال گجرات

کے بعد وہاں کے اُردو بولنے اور لکھنے والے ادیب، حقائق

اور علماء و شعراء اس شیر تعداد میں آئے کہ ان کے لب دہی

اور طرز کی تقلید فیشن میں داخل ہو گئی اور لوگوں نے اُردو زبان

کا نام ہی گجری رکھ دیا۔

کلمۃ الحقائق میں جگہ جگہ قدیم اُردو نظم کے نمونے

بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر دو مقامات کے اقتباس

درج ذیل ہیں:-

جے گھڑیا یہ تچ پاپ

توں نہ دیکھیا آپس آپ

کہ جیسا آکاس سور

آرے توں اس صفایں

ظہور کوں کرتا لیکھا لکھ

آرے توں آپس آپ لکھ

وہ کیا اپنا ناؤں

و خالی دستا ناؤں

( ورق ۱۳ )

جے نظر ایسی پھوٹی

یہ غفلت میری ٹوٹی

یہ گھور اندھا را پھوٹا

یہ صدقے مرشد چھوٹا

یا دیکھیں جیسا ڈول

جیسا خالی پھول

کم ماہر تھا ہر فن

کرمیں منور روشن

( ورق ۱۴ )

میر میرا ایم ڈیوکار نے مرتب کر کے حواشی کے ساتھ چھپوانا

شروع کیا تھا کہ میرزا کریم ۱۲ جنوری ۱۸۸۵ء کو گوا کے قریب

ڈوب مرے۔ اس لئے طباعت موقوف ہو گئی۔ صرف

ابتدائی دو مطبوعہ صفحات، برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں جن

معلوم ہونا ہے کہ میرا اس کے علاوہ ملشن عشق اور پھولیں

کو بھی شایع کرنا چاہتے تھے۔

## ( ۲۴ ) کلمۃ الحقائق [ ۱۰۴ ]

اوراق ۴۴ - سطور ۱۶ فی صفحہ -

تقطیع ۳ × ۱۲ - خط ثلث -

مصنف شاہ برہان الدین جانم بنہ تصنیف

قریب ۹۹۰ - کتابت اوائل گیارہویں

صدی ہجری - بمقام بیجاپور -

یہ رسالہ اُردو کی قدیم ترین نثر کی کتابوں

میں سے ہے۔ اس کے مصنف بیجاپور کے مشہور صوفی

شاعر شاہ برہان الدین جانم ہیں جن کی ایک اُردو

ثنوی "ارشاد نامہ" ( ۹۹۰ء ) کا ایک قدیم نسخہ

بھی ادارے کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ( دیکھو

فہرست ہذا معظّمہ نمبر ۲ ) -

کلمۃ الحقائق تصوف و عرفان کے

مسائل پر سوال و جواب کی شکل میں لکھی گئی ہے۔

اور زیر نظر نسخہ ان کے کسی مرید یا فرزند شاہ الدین

اصلی کا مرتب کردہ ہے کیونکہ اس میں اصل کتاب سے

پہلے ایک تہید ہے جس میں حمد و نعت کے بعد مصنف کا

چونکہ یہ اُردو تشریحی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے اس لئے زبان واسلوب کے اندازے کے لئے اس کے آغاز و اختتام سے ذرا حوصلہ اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں :-

آغاز :-

”سب یوگرجی زبان نام ایں کتاب کلمۃ الحقانی خلاصہ بیان عقلی عیاں روشن شود۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہ خداے تعالیٰ قدیم القدیم کیوں تھا۔ ذاتہ وصفاتہ وکل مخلوقاۃ ابتدا و انتہا بانی دہانی قدیم و جدید با ہمہ و بے ہمہ ہیں سب سوال و جواب روشن کر دیکھا یا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہ خداے تعالیٰ عالم الغیب و الشہادۃ خداے تعالیٰ کی نظر اور اک کربناری ہے جلد مخلوقاۃ پر۔ ہماری نظر نہیں، نیچر بینیاری ذات قدیم پر۔ اگر کوئی اس کی قدیمی بوجھ تو شریک کھڑا رہیہا۔ اسس سبب فرمایا۔“

اختتام :-

آپنی اگر عشق دہی ازمن مراہبریت و گردانائی دہی تاسن بندہ تو دامنم۔ و گر این دانائی ترا شرک رسد تا این دانائی ازمن بردار۔ و نہ من این دامنم و نہ من آن۔ ہرچہ تو خواہی بکن یا الہی یا الہی یا الہی۔“

(نوٹ) کتاب کے آخری ۱۷ صفحات غامضی میں ہیں۔ اُردو عبارت اس جلد کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ ”ہر ایک فعل کوں مدد جز دل نہیں۔ و دل

اُن فعل میں میں دیا دستا لیکن دل منزہ علاہہ است۔ کسی فعل میں بانڈیا نہیں۔“

ترقیمہ :-

”تت تمام شد بتاریخ بیت و نہم ماہ ذوالحجہ روز دوشنبہ بوقت یکس پر چار گھڑی درگاہ میراں صاحب نوشتہ شد ایں کتاب کلمۃ الحقانی بسر کار حضرت صبا است۔ ہر کسے دعویٰ کند کار شروع باشد۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود شاہ بہاں جانم کی درگاہ بیجا پور میں دہی کے کسی معتبر اور مستند نسخے سے نقل کیا گیا۔ شاہ برہان اور اُن کے والد شاہ میراں ایک ہی جگہ دفن ہیں۔

## (۲۸) مقصود ابتدائی [ب ۱۰۴]

اوراق ۴۰۔ سطور ۱۳ فی صفحہ۔

تقطیع ۱۲۲ × ۸۰۔ خط ثلث۔

یہ قدیم اُردو تشریح کا ایک رسالہ ہے جو کلمۃ الحقانی شاہ برہان نوشتہ کے ساتھ اُسی کاغذ اور تقریباً اسی خط میں ادائی گیا رہیوں صدی ہجری میں نقل کیا گیا ہے۔ مصنف اور کتاب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ غالباً شاہ برہان ہی کا ایک رسالہ ہے۔ اس میں خدا اور کائنات کی ماہیت اور آغاز وغیرہ سے تعلق تھوٹ کے مسائل سوال و جواب کے پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔

آغاز :-

الحمد لله رب العالمين والعاقبة  
المتقين والصلاة والسلام على رسول  
محمد وآله اجمعين۔

اس دوست عزیز من ابتدائی کا مقصود ہے  
کچھ بولیا جاتا ہے سوتوں خوب سن۔

سوال پوچھے۔ اول تھے اول کیا تھا۔

جواب دیا۔ اول حقیق تھا۔

سوال پوچھے۔ کیوں تھا۔

جواب دیا۔ آپ میں آپ تھا۔

سوال پوچھے۔ آپ میں آپ تھا تو زمین

ہو اسان عرش کرسی لوح قلم اے سب

کہاں تھا۔

جواب دیا۔ اس میں کل موجودا تھا۔

اختتام :-

و منزل اس کا لاموت جان اے دوست۔ بیت

یوں دیکھے آپ ڈھنڈول ست کر کیرے ساچے بول

نہیں تو کھانے بلا پھرے تیوں دین گنوا سارا

ایسے دھندے ہم جگ اندھے پھر بے ایسٹھا

چلے کا تو نہیں کہ توشہ چوکٹ کھایا

اس دھاتا عمر فرج کیا سب آخر پھر پتیا

ترتیب :-

تت کیا اے تمام حق تھے بولیا حق کلام

( ۲۹ ) من لکن [ ۵۱۰ ]

اوراق ۶۱۔ مطبوعہ ۱۵ فی صفحہ۔

تقطیع پی ۵۰ پی ۵۱۔ خط نستعلیق۔

عزیزات مرخی میں۔ مصنف قاضی محمد علی

سنہ تصنیف ۱۱۱۲ھ۔

اس شہری کے مصنف محمد و بھری سلطنت عادل

کے پہلے پایہ تخت گوگلی کے رہنے والے تھے ان کے

والد بھالادین عرف قاضی دریا ایک شہر صوفی تھے جن کا

تذکرہ اس فہرست کے مخطوطہ نمبر ۱۵ میں گزر چکا ہے۔

بھری شہر میں گوگلی سے بیجاپور آئے اور

سکندراعادل شاہ کو اپنے علم و اخلاق سے گردیدہ بنایا۔

دو سال بعد ہی جب اورنگ زیب نے یہ سلطنت لینے

قبضہ میں کر لی تو بھری نے حیدر آباد کا رخ کیا۔ رستہ

جوین چوروں نے ان کے مال و دولت کے ساتھ کتابیں بھی

لوٹ لیں۔ حیدر آباد میں بھی دو سال رہنے پائے تھے کہ

اورنگ زیب نے اس سلطنت کو بھی فتح کر لیا۔ اس طرح

وہ جہاں جاتے تباہی اور بربادی اُن کا پیچھا کرتی رہی۔

اگرچہ عادل شاہی اور قطب شاہی خزانوں کے ساتھ

بھری کی تصنیفات بھی ضائع ہوئیں لیکن علم کی دولت کبھی

پوری طرح فنا نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ بھری کی بعض

تصانیف باقی رہ گئیں اور ان کی نقیصہ اقصائے ہند

میں پھیل گئیں۔ ”من لکن“ اور کلیات بھری

تو جمع بھی چکے ہیں۔ ”من لکن“ کا فارسی ترجمہ ”عروس عرفان“

بھی موجود ہے جو سنہ ۱۱۱۲ھ میں خود بھری کے قلم سے لکھی گئی

پہنچا تھا۔

دن لگن کی خصوصیات اور بحری کے تعلق تفصیل  
 معلومات اردو شہ پارے (۱۳۱) اور کلیات بحری مرتبہ ڈاکٹر  
 حفیظ سید میں شائع ہو چکی ہیں اس نے مزید وضاحت کی  
 کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ دن  
 کے شعائے اردو نے اپنے سرپرست سلاطین قطب و عادل  
 کے زوال کے بعد بھی اپنے قدیم ذوق شعر و سخن کو جسد  
 وازات کے ساتھ عرصہ تک باقی رکھا تھا چنانچہ جس طرح  
 وہ اپنے سرپرست بادشاہوں کی مدح ہر شوی میں حمد و ثناء  
 کے بعد کیا کرتے تھے اسی طرح اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ  
 کی بھی انھوں نے مدح کی۔ اگرچہ موخر الذکر سے انھیں  
 اس انعام و اکرام اور قدر و منزلت کی کوئی توقع نہ تھی جو  
 سلاطین دکن سے حاصل ہوتی تھی تجزی سے پہلے ضعیفی  
 نے بھی اپنی شہی تھدا ایاات ہندی (۱۳۱۰ء)  
 میں ایسا ہی کیا تھا۔ اس مدح کے منتخب اشعار اس فہرست  
 محظوظات میں نسخہ نمبر ۱۱ میں درج ہو چکے ہیں۔ یہاں بحری  
 کی مدح اورنگ زیب کا اقتباس بھی درج کیا جاتا ہے۔  
 تاکہ ضعیفی کی مدح سے مقابلہ ہو سکے۔ نیز بحری کے کلام  
 کا کچھ نہ نہ بھی پیش نظر ہو سکے۔

مدح پادشاہ دین پناہ سلطان اورنگ زیب

غازی

اب بول تو مدح بادشاہ کا اور اس کی کمالت کلاہ کا  
 جس کی یہ ڈولن کی عادت عالمگیری ہے اور عبادت  
 یک ملک نہیں جو ان یانیں یک نفل نہیں جو ان کیانیں  
 ایسا نہو کسی شہاں میں نابلکہ بڑے شائخاں میں

جس ناؤں اسے ابولغازی سلطان اورنگ زیب غازی  
 دیندار، دلیر اور دانا یک علم نہ سب نے سیانا  
 اب ملک تو کسے نہ را پوچھا بن آپ نہ کس بلاے پوچھا  
 بے فکر میں یعنی آپنی آئے بے فکر اُسے غم میں لائے  
 دیوے جو غنیم کے اوپر چل اللہ کے بل نہ اور کے بل  
 اچھ عمر نو برس کی فو خیر پادک سے ترنگ پھیر تا تیز  
 یک جس کی دعا ہزار دعاؤں دعوات بھی تیں لو پر دھڑکا  
 پیچھے بھی ہوا نہ کوئی ایسا آگے بھی تو سچ نہ چوے ایسا  
 اللہ کرے دل کو شادشہ کے بالا کرے بول بادشہ کے  
 واضح ہو کہ بحری نے یہ اسی بادشاہ کی تعریف میں  
 لکھا ہے جس کی محسوس کہ آرائیوں نے ان کو سالہا سال  
 خانان برباد اور پریشاں حال رکھا تھا۔  
 من گن میں تصوف کے مساک بیان کئے گئے  
 ہیں۔ ادارے کے نسخہ میں تقریباً ۱۸۰۰ ایات  
 ہیں۔  
 آغاز :-

اے روپ ترارقی ملتی ہے پر بت پر بت پتی پتی ہے  
 پر بت میں اوک نہ کم تلی ہیں یکساں ہے راس ہو پتی میں  
 اختتام :-

بوجیا ہے عیش ہوس کنیں ہوش کر ہوش ہوس بھی فراوش  
 رکھ اہل چنیت نہ چھاؤں اوپر کر ختم خدا کے ناؤں اوپر  
 ترقیہ نہیں ہے۔ کاغذ اور کتابت کے لحاظ سے  
 اواخر بارہویں صدی کا نسخہ ہے۔

(۳۰)

## جنگ نامہ محدّد حنیف

ادراق ۸۲ - سطور ۱۷ فی صفحہ -

تقطیع ۵۰۰ پٹے - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں - مصنف سیوک

سنہ تصنیف ۱۰۹۲ھ - سنہ کتابت

۱۲۷۰ھ

یہ ڈھائی ہزار ابیات کی شہنشاہی ہے جس میں ایک غیر معروف شاعر سیوک نے ۹۲۰ھ میں محمد ابن خفیف کے یزید سے محاربات اور آخر کار ان کی شہادت بیان کی ہے۔ کتاب کسی فارسی قصہ کا ترجمہ ہے اور تاریخ سے زیادہ خیالی اور فرضی قصوں پر مشتمل ہے۔ سیوک دکنی تھا لیکن یہ پتہ نہ چل نہ سکا کہ گو کدندہ سیر اس کا تعلق بتایا بیجا پور سے، بہر حال یہ کتاب روال کن کے پانچ سات سال قبل قلمبند کی گئی ہے۔ مقام تصنیف کی طرح مصنف کے مذہب کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ ممکن ہے کہ وہ غیر مسلم ہو۔ ادارے کے اس نسخے کے علاوہ اس کتاب کے دو اور نسخے اس وقت موجود ہیں:-

۱۔ نسخہ انڈیا آفس (بوم مارٹ نمبر ۱۰۸)۔

۲۔ نسخہ جامعہ عثمانیہ (سرکاری فہرست مخطوطات

صفحہ ۹۶)۔

لیکن ان تینوں نسخوں میں حد و نعت و منقبت کے اشعار موجود نہیں ہیں۔ تینوں نسخے اسی بیت سے شروع ہوتے ہیں:-

[۶۶]

کہوں یک جنگ شاہ شیرزاں حسین شاہ ابن علی بداناں  
مصنف کا تخلص ہرنفے میں واضح طور پر بار بار  
آیا ہے۔ اس لئے اس میں شبہ نہیں۔

بگ نامہ کے قصہ کا خلاصہ کتاب یورپ میں  
دکنی مخطوطات کے صفحات ۱۲۲ و ۱۲۳ پر شائع ہو چکا  
ہے۔ زبان و اسلوب دونوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ  
مصنف سہولی درجہ کا شاعر تھا۔

آغاز :-

کہوں یک جنگ شاہ شیرزاں حسین شاہ ابن علی بداناں  
سو اس شاہ کا اوغز علی تھا ابا ایک ہو بھائی دو مائی تھا  
اختتام :-

نیت تلمیذ آہ مارن لگیا انجی یا انجی کر پکارن لگیا  
مرتب ہوا جنگ نامہ تمام درود بر محمد ہزاراں سلام  
ہوا جنگ یو مختصر تمام کہ دکنی کرے نفا حرج الکلام  
ترقیمہ :-

”تقریر فی التاریخ نوزدہم شہر شوال المکرم“۔

”مجی ڈالر زود کی خدمت میں تحفہ ہاشمی“

اس نسخہ کو مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے ۱۲۷۰ھ  
میں راقم الحروف کو بطور تحفہ عطا کیا تھا اور اب یہ ادارے  
کے کتب خانے میں داخل ہے۔

اس نسخہ کے آخری حصہ میں جامعہ عثمانیہ کے نسخہ  
کی طرح چند ابیات نہیں ہیں کیونکہ انڈیا آفس میں جو  
نسخہ ہے اس کا اقتتام ان ابیات پر ہوتا ہے جن میں  
تاریخ تالیف وغیرہ بھی درج ہے۔

یہ جنگ عظیم کیا سر بسر تھی تاریخ تدماں جان خیر البشر

(تقریباً ۴۰۰ ابیات میں) شہرہ میں جو شیخ سلطان کے کتب خانے میں موجود تھے  
روضۃ الشہداء (جہتی میں ۱۲۸۰ء و ۱۲۹۰ء میں چھپ چکی تھی)  
لیکن مطبوعہ نسخے کم یا نہیں۔ یورپ میں اس کے تین نقلی نسخے (دو انڈیا  
آفس میں اور ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں) موجود ہیں۔  
نواب لارجنگ بہادر کے کتب خانے میں اس کے چھ نسخے (۱۲۸۰ء  
۱۲۵۹ء - ۱۲۷۲ء - ۱۲۸۲ء کے مکتوبہ) ہیں۔

اس کتاب کے سنہ تصنیف میں اب تک غلطی  
رہی۔ شمس اللہ قادری نے اردو نسخے قدیم میں ۱۱۱۹ء  
پر دفتر سردری نے فہرست خطوط میں ۱۲۸۰ء  
اور نصیر الدین ہاشمی صاحب نے اردو نسخے قدیم میں ۱۲۸۰ء  
لکھا ہے۔ لیکن ادارے کے دونوں نسخوں میں ۱۲۸۰ء  
لکھا ہے جو بالکل صحیح ہے کیونکہ نواب سالار جنگ بہادر  
کے یہاں اسی سنہ کا لکھا ہوا جو خطوط موجود ہے اس  
میں نہ صرف متن کتاب میں بلکہ ترقیے میں بھی سنہ تصنیف  
۱۲۸۰ء صاف طور پر درج ہے۔ نواب صاحب کا یہ  
یہ نسخہ نہایت اہم ہے کیونکہ اس سے نہ صرف سنہ  
بلکہ مصنف کا صحیح نام بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں  
غلطی سے دلی کا نام بسیدہ محدود فیاض لکھا  
ہے (دیکھو اردو نسخے قدیم ص ۱) لیکن سالار جنگ بہادر  
کے اس اہم نسخے کے حسب ذیل ترقیے سے یہ غلط فہمی  
بھی رفع ہو جاتی ہے:-

"سنہ ہجری کتاب دکنی روضہ در بیان

امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام تصنیف

میر ولی فیاض صاحب سجاد منوچہر کردہ اند

واللہ اعلم بالصواب تمت تام شد

ہو سیوک تو ہجری کیرے سال تھے ہزاریک نو دہ دے اپرل تھے  
اے سیوک بنام رسول مجسم محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم  
ہے سیوک غلام نبی ہا سچا شفا کر شفا کر شفا  
اتھا یوقصہ فارسی سوں اول کیا دکنی میں ترجمہ شیخ بدل  
ختم کرتوں سیوک دعا پر کلام بحق محمد علیہ السلام  
ادارے کے نسخے میں شاعر کا تخلص اور اوراق ۸  
اور ۶۲ ب کی ابیات میں درج ہے۔

### (۳۱) روضۃ الشہداء [۱۲۰]

اوراق ۲۰۳ - سطور ۱۲ فی صفحہ -

تقطیع پاور ۸ x ۸ - خط نستعلیق عثماني

اور حاشیہ سرخی میں - مصنف میر ولی فیاض

دیوری - سنہ تصنیف ۱۱۳۷ھ کا تہجی

سنہ کتابت ۱۱۷۰ھ -

یہ تقریباً ۵۵۰ ابیات کی طویل دکنی شہری ہے  
جو ملا حسین داعظ اکاشی کی فارسی روضۃ الشہداء  
کا ترجمہ ہے۔ فارسی کتاب نثر میں ہے۔ دلی نے اس کا  
بڑا کامیاب ترجمہ کیا ہے یہ شہری دس مجلسوں پر مشتمل ہے  
اور اسی لئے وہ مجلس بھی کہلاتی ہے۔

اس کا مصنف دیوری (علاقہ مدراس) کا متوطن

چٹ پیٹھ کا باغیردار اور پختہ شاعر تھا۔ پہلے  
سات گڈھ میں حراست خاں صوبہ دار کا اور بعد کو

سدھوٹ میں عبد الحمید خاں قلندر کا متوسل رہا۔ آخر کار

ارکاٹ میں شاید ۱۲۸۰ء میں وفات پائی۔ روضۃ الشہداء

کے علاوہ اور کتابیں بھی لکھیں جن میں "رتن پدم"

زمانہ مہدی آخر زماں کا اٹھا اوس باعث امن داناں کا  
ولی اب رکھ رقم ہو ختم کربا نبی ہو آل پرنت بول صلوات  
ترقیمہ :-

کیا ہوں نقل رونے کی تابی بہ تصنیف ولی الفاظ نامی  
نیا رہ سوا دیر سترقی جری ہوا رقم روضہ دقت فخری  
بنادی الاخر اس پہنے کے دیکھا دوشنبہ ہی نویں کو ختم ہوا  
کھیا غیبی نے رکھ کر دوش اور دے لکھتے و پڑتے ہوں اور جا  
کہ مرسلوں پانوں لک دوشنبہ بھریا ہی غم امین شہیدان  
مرتب شد رقم ہوں نامہ اکرام بحق سید ولاد غلام  
نوجلس کے سن مارچ پرنہار تحت خواہ خواہ بھیس بہ کار  
نیچے ذاب عنایت جنگ بنادر کی چھوٹی سی مستطیل  
مہر ہے جس پر "عنایت جنگ" ۱۱۳۳ھ لکندہ ہی  
یہ کتاب ان ہی کی عنایت ہے۔

### (۳۲) روضۃ الشہداء [ ۸ ]

ادراک ۲۲۱ - سطور ۱۳ فی صفحہ -  
تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق - عنوان  
سرخی میں - مصنف میر ولی فیاض و بلوری  
سنہ تصنیف ۱۱۳۲ھ

یہ مخطوط نمبر ۳۱ کا دوسرا نسخہ ہے جس میں  
ابتدائی ایک ورق نہیں ہے اور جلد ۲۳ آیات کم ہیں  
ان آیات سے یہ نسخہ شروع ہوتا ہے -  
آغاز :-

و اجامہ حسین سرور کے حق میں بناے سی کوں جیوں گل پر ہیں  
کہے حضرت کی تم خدمت میں جاؤ و اجامہ یو پنے سو دیکھاؤ

کاتب الحروف سید وجہ اللہ حیدری  
ولد سید بڑے منوچہری در مقام بلور  
روز یکشنبہ بوقت سر پہر بتاریخ غرہ و یکم  
۱۱۳۵ھ مطابق ۱۲۶۶ھ فصلی

اس عبارت کے درمیان ایک بیضوی مہر میں  
"سید جاہ محمد خان ۱۱۳۵ھ لکندہ ہے  
اور اس کے نیچے لکھا ہے :-

"مالک سید جاہ محمد خان ولد سید شاہ محمد خان"

کتاب کے سرورق کی حسیہ ذیل عبارت سے معلوم  
ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں قلم نشیے کئے گئے تھیں یہاں

"جلد اول اوراق کتاب روضۃ الشہداء

یکھد و نود و بقیت جلد و نیم دہ پیسہ

معرفت شیخ مل و تمام علی بیگ

تسعہ بلور گزشتہ شد - مالک سید جاہ محمد خان

ولد سید شاہ محمد خان بتاریخ پانزدہم

شہر ذی حجہ ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۱۵۹ھ

در سنہ احمد شاہی

ادارے کا زیر نظر نسخہ بھی مکمل اور قدیم ہونے

کی وجہ سے بے حد اہم ہے۔

آغاز :-

کروں نامے کوں بسم اللہ سوں آغاز

اچھوں تائیں نہایت سوں سرافراز

سراؤں کیا اسے جن یک سخن میں

بندیا جیو دم کے رشتے سوں بدن

اختتام :-

کیا ہوں ختم جب یو درد کا قال اگیارہ سو پہ تھا سینتیسواں سال



اختتام :-

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال اگیارہ سو پہ تھیں سیواں  
زمانہ مہدی آخر زماں کا تھا اس باعث اس امان کا  
وئی اب رکھ قلم ہو ختم کربات نبی ہو رآں اوپر بول صلوٰۃ  
کوئی ترقیہ نہیں ۔ ادا خراب ہویں یا اد اہل تیرہویں  
صدی کی کتابت ہے ۔ آخری صفحہ کے گوشے میں نصیر الدین  
ہاشمی صاحب کے دخط ہیں کہ :-

”تحفہ سجدت محبی ڈاکٹر زور صاحب ۔ ہاشمی ۔

۲۷ رمضان ۱۳۵۶ھ“

یہ نسخہ ہاشمی صاحب کا راقم الحروف کے پیلے  
تحفہ تھا جس کو راقم نے اپنی دوسری کتابوں کے ساتھ  
ادارہ ادبیات اُردو کے کتب خانہ میں داخل کر دیا  
ہے ۔

شعرا میں سے ہیں ۔ انہوں نے شیخ فرید الدین عطار  
کی ایک اور فارسی شہنوی گل و ہر مر کا تحفہ مانتھا  
کے نام سے سلاطین میں ترجمہ کیا تھا ۔ اس کے علاوہ  
اور کتابیں باغ جاں فزا (۱۳۴۷ھ) وغیرہ بھی  
لکھی تھیں ۔ ان کا ایک دیوان بھی تھا جواب تک دستیاب  
نہ ہو سکا ۔ البتہ ان کی کئی غزلیں بیاضوں میں ملتی ہیں  
جن میں سے منتخب اشعار یہ ہیں :-

چنیل کا آج بچھڑا مجھ اُپر بھاری ہوا یاراں  
تو میں اس دُجگت سیتیں نرا دھاری ہوا یاں  
ہماری بت پرستی کوں نہیں سمجھے اچھوں زاہد  
برائے کفر ست دیں کو تو پو جاری ہوا یاراں  
نکو کہہ دج دیا اپنیاں پنٹ سب وصل کیاں بااں  
کتے ہیں لوگ سب تجھ کوں کہ زناری ہوا یاراں

کئی ہے عمر سب میری سدا صورت پرستی میں  
سیٹا ہے صن کا مد مجھ سو ہشیاری تھے سستی میں  
نکل جا دج دیا شیخی کے شیویاں کی جھنج سیٹے  
اگر مقصود خود حاصل کیا ہے بت پرستی میں

تل دیکھ کر سکھی کا یک تل میں بھل گیا ہوں  
اُس حسن کا سو مد پی سستی سوں جھسل گیا ہوں  
دج دی کوں آج حاجت کس کیف سوں نہیں ہے ۔  
بُڑیا بھونک پرت کا کیفاں میں گھل گیا ہوں  
یہ تینوں غزلیں نواب نصیر الدین صاحب ایم ۔ اے  
ناظم دفتر دیوانی کی خاندانی بیاض کے صفحات ۲۹ و ۳۰ پر

(۳۳) پنچھی باچھا [۱۵۸]

ورق ۱۲۲ - سطور ۱۵ فی صفحہ ۔

تقطیع ۵ x ۸ - خط ثلث ۔ عنوان

سرخ میں ۔ مصنف دج دی سنہ تصنیف ۱۱۴۲ھ

کاتب محمد قمر الدین ۔ سنہ کتابت ۱۲۶۳ھ

شیخ فرید الدین عطار کی منطق الطیر کا دکنی ترجمہ  
ہے جس کو شیخ وجیہ الدین دج دی نے ۱۱۴۲ھ میں شہنوی  
کی شکل میں قلمبند کیا ۔ دج دی زوال سلاطین دکن کے  
بعد کے ایک مشہور صوفی شاعر تھے جنہوں نے قدیم  
ذوق سخن کو جاری رکھا ۔ یہ ٹھیک دکنی طرز کے آخری

و اتحاد، مجمع مروت و دوداد حسینی صاحب دام اشفاق  
بقلم آمد۔ بحق محمد وال محمد علی اللہ علیہ وسلم۔  
ترتیب کے نیچے معطی کتاب نواب غایت جنگ  
بہادر کے دستخط سنہ ۱۲۳۲ھ میں اور ایک سفیوی مہر بھی ثبت  
ہے جس سے ان کے نام کا صحیح "مصدر الطائعات وغایت حسین"  
مکتبہ ہے اس مہر میں سنہ ۱۲۳۶ھ مرقوم ہے۔

### (۲۴) پنچھی باچھا [۵۸]

وراق ۱۵۸۔ سطور ۱۱ فی صفحہ۔  
تقطیع  $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ ۔ خط نستعلیق۔ عثمانی  
سرنخی میں۔ مصنف وجدی۔ سنہ تصنیف  
۱۲۴۰ھ۔ کاتب خواجہ امین الدین۔  
سنہ کتابت ۱۲۶۳ھ۔ بمقام رسول آباد۔  
کتاب نمبر ۲۱ کا دوسرا نسخہ ہے جس میں تقریباً  
۳۴ ابیات ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں نسخے  
ایک ہی سال نقل کئے گئے ہیں۔ زیر نظر نسخہ چار ماہ ۱۹۰۸ء  
قبل نقل ہوا ہے۔

ابتدائی ابیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ  
آخر کی دو بیتوں میں خفیف سا فرق ہے۔

#### اختتام :-

اس نے یارب مرا ہونا کلام شکر کرو ہوئی پنچھی باچھا تمام  
جب کیا تاریخ کا دل میرا تب ہوا میزان میں کیا خاصیت  
ترقیمہ :-

"مطلق الطیر عرب پنچھی باچھا تاریخ غزہ شہر صفر روز"

درج ہیں۔

"پنچھی باچھا کے نسخے یورپ کے کتب خانوں  
کے علاوہ حیدرآباد میں کتب خانہ آصفیہ، جامعہ عثمانیہ  
و نواب سالار جنگ بہادر وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔  
دہشت اُردو مخطوطات، دکن میں اُردو، اردو کے قدیم  
وغیرہ میں اس کا ذکر درج ہے۔ یہ کتاب مدراس میں  
سنہ ۱۳۱۳ء اور ممبئی میں سنہ ۱۳۱۹ء میں  
چھپ چکی ہے۔ ادارے کے نسخے میں تقریباً ۱۵۰۰

ابیات ہیں

#### آغاز :-

اسے پنچھی پیارے سخن آغاز کر حمد سوں حق کے بند آواز کر  
شوق سوں ایسا اوجھلایا کیجی جی رہی ترک لوک کا عالم لہجہ  
اختتام :-

اس تجارت کا مجھے بس ویفا بے کریں مجھ کوں دعا بل سون  
ناک بخشے جائیں میرے گناہ ہوئے اجلا یو مرا نام سیاہ  
اس نے ہوتا ہی یارب میرا کام شکر ہے ہو پنچھی باچھا تمام  
جب کیا تاریخ کا دل میرا تب ہوا میزان میں کیا خاصیت  
ترقیمہ :-

"ترم شد سطق الطیر فرید الدین عطار قدس اللہ سرہ  
در زبان و کئی معروف پنچھی باچھا تالیف شیخ وجد الدین  
جدی بوقت استوی روز سہ شنبہ تاریخ چار دہم  
شہر رب المرجب سنہ ۱۲۶۳ یکر از دو صد و شصت و نہ  
ہجری بید نقیر الحقیر محمد قمر الدین ابن شاد رحمت اللہ قادی  
نور اللہ قلبہ بنور الایمان والعرفان حب الخواشش مجمع اشفاق  
یگانہ آفاق صداقت پناہ، صداقت دستگاہ منبع قنوت

ہفت ظہر بید صنعت العباد خواجہ امین الدین عرف خواجہ  
دیر ساکن رسول آباد سنہ ۱۲۶۳ھ

## (۳۶) دیوان ولی [ ۹۳ ]

اوراق ۱۳۸ - سطور ۱۵ فی صفحہ -  
تقطیع ۸ ۱/۲ x ۱۲ ۱/۲ - خط نستعلیق پاکیزہ  
ہر غزل کا قطع سرخی میں - مصنف  
ولی اورنگ آبادی - سنہ تصنیف  
تقریباً ۱۱۱۵ھ - سنہ کتابت ۱۱۵۹ھ  
بمقام حیدر آباد -

یہ دکن کے معروف شاعر ولی اورنگ آبادی  
کا دیوان ہے جس میں غزل (۱۲۵ اوراق) - مستزاد  
(۳ اوراق) مخمس (۲ اوراق) - ترکیب بند (۲ اوراق)  
شعری (۴ اوراق) اور قصیدہ (۴ اوراق) غرض جملہ  
اصناف سخن موجود ہیں -

یہ دیوان ولی کے قدیم ترین نسخوں میں سے ہے  
اور اس میں اندازاً چار ہزار ابیات ہیں - اس کی بعض  
غزلیں غیر مطبوعہ بھی ہیں - درمیان میں جگہ جگہ بعض صفحا  
خالی چھوڑ دیے گئے تھے جن پر دوسرے شعرا کا فارسی  
و اردو کلام نقل کیا گیا ہے - حاشیہ پر بھی اشعار کا اضافہ  
کیا گیا ہے اور بعض جگہ اصلاح بھی کی گئی ہے جس سے  
معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص اہتمام سے نقل کرایا گیا ہے  
دیوان سے قبل مفت خان عالی کے قطعات و نثر درج ہو  
س کو اسی کتاب نے نقل کیا ہے - دیوان کے اوراق  
۱۲۱ تا ۱۲۸ کے حاشیہ پر ایک اور دکنی شاعر اور صوفی  
شاہ میراجی خدا نا کا چکی نامہ بھی نقل کیا ہے  
ان سب کا ذکر علیحدہ درج ہوگا -

## (۳۵) پنچھی باچھا [ ۵۱۱ ]

اوراق ۸ - سطور ۱۲ متن میں - ۱۴ خط پر  
تقطیع ۶ ۱/۲ x ۱۰ ۱/۲ - خط نستعلیق -  
مصنف دہدی - سنہ تصنیف ۱۱۴۶ھ  
سنہ کتابت - ۱۲۸۶ھ

مخطوطات نمبر ۳۱، ۳۲ کا ایک ناقص نسخہ  
ہے جس کے سرورق پر کتاب کا نام اس طرح  
لکھا ہے -

”پنچھی نامہ شیخ فرید الدین عطار کا  
کہا ہوا یعنی جس کو سن تیغ - کہتے ہیں“  
اسی کے نیچے مالک کتاب شیخ حیدر اورنگ آبادی

درج ہے -

ابتدائی اشعار تینوں نسخوں میں وہی ہیں یہ مخطوطہ  
ان ابیات پر ختم ہوتا ہے -

عشق نکل سوں بند ہے نت چت مرا  
نیں ہے دوجے سات ہرگز ہت مرا  
جگ منے غو نا ہے میرے عشق کا  
کچھ عجب سودا ہے میرے عشق کا

چونکہ یہ دیوان ناقص الآخر ہے اس لئے اس سے  
قبل نعمت خان عالی کے قطعہ کے آخر میں دیوان کے کاتب  
نے جو ترقیم لکھا ہے اس سے اس دیوان کا سنہ و قلم  
کتابت ظاہر ہوتا ہے۔

قطعہ و شرح قطعہ جیت پنجم شہر تجاوی لالہ  
بروز پنجمین وقت سپہ درمدہ حیدر آباد  
در حویلی موسیٰ رضا خاں کہ بخشی بادشاہ اندہ

دلی اور اس کے دیوان کے متعلق اردو میں کافی  
معلومات شایع ہو چکی ہیں اس لئے یہاں مزید وضاحت  
کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس نسخے سے اس امر کا ثبوت  
ہم پہنچتا ہے کہ دلی ۱۱۵۸ھ تک خود شہر حیدر آباد میں  
بھی کافی مقبول و مشہور ہو چکا تھا اور بخشی بادشاہ  
موسیٰ رضا خاں کی حویلی میں غالباً ان ہی کے حکم سے  
یہ نسخہ لکھا گیا تھا۔

اس نسخہ کا آخری ایک ورق غائب ہے۔

اس لئے کوئی ترقیم نہیں ہے البتہ ورق ۱۲۸ و ۱۲۹  
ایک مستزاد شروع کرنے سے قبل کاتب نے حریف  
جلد سرفی میں لکھا ہے۔

”و این چند اشعار نیز از جلد مصنفات  
آن خواص سخداں است پناچہ مرقوم  
گرد“

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلی کے اس قدیم

قریبی زمانہ میں بھی اس کے کیسے قدر داں پیدا ہو گئے  
تھے۔

آغاز :-

کیتا ہوں ترے نادوکوں میں درد زبان کا  
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا  
جس خاک دُپر پاؤں رکھیں تیرے رسواں  
اوس گرد کوں میں کھل کروں دیدہ جاں کا

اختتام :-

دل جو تیرے بند ہوا کون کھولے یہ عقدہ لعل  
دل ہوا سپند تب سے جیسے غم ترے میں ہوا جوتن ....

## (۳۷) دیوان ولی [۱۱۲]

اوراق ۹۲ - سطور ۱۷ فی صفحہ۔

تقطیع ۳۳ و ۳۴ - خط نستعلیق پاکیزہ  
برغزل میں تخلص سرفی میں - مصنف  
ولی اورنگ آبادی سند تصنیف ۱۱۱۵ھ

کاتب منوہر لال - سنہ کتابت ۱۱۹۱ھ چری  
مقام حیدر آباد

دیوان ولی کا ایک اور نسخہ ہے جو نہایت اعلیٰ  
کاغذ پر خوشخط لکھا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ دستورالامتیہ  
(۱۱۹۰ھ) کا ایک نسخہ بھی جلد ہے مگر اس کا کاغذ اور خط  
اتنا پاکیزہ نہیں ہے۔ یہ نسخہ بھی دیوان ولی کے قدیم ترین  
مخطوطوں میں شامل ہے اور اس میں بھی حاشیہ پر بعض  
جگہ اشعار کا اضافہ کیا گیا ہے۔  
آغاز :-

کیتا ہوں ترے نام کوں میں درد زبان کا  
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا

جس گرد او پر پاؤ رکھیں تیرے رسولان

اُس گرد کوں میں کل کر دوں دیدہ جاں کا

اختتام :-

جو ہیں پیاسے سخن کے اُنکے نزدیک شعر میرا ہی آب سوں نزل  
گوشِ حاسد میں جب پڑی بوسہ راکھ ہو جاؤں شک سوں بل بل

ترقیمہ :-

”تمت تمام شد دیوانِ دلی بتاریخ بیت و چارم صفر  
در شہر نوشہ بود باقی مائل (۹) در شکر نوشہ شد بخت کبیر چند  
بخط کمرین منوہر لعل تحریر یافت در خانہ لالہ درگاہ اس“  
سرورق پر مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری سابق  
ناظم تعلیمات کے دستخط (سید محمد حسین ۱۳۲۲ھ) ثبت ہیں۔  
یہ نسخہ اُن ہی کا عطیہ ہے۔

### (۳۸) چکئی نامہ عرفان [۹۳ب]

ادراق ۳ - سطور ۸: فی صفحہ دیوان دلی

نسخہ ۲۶ نمبر ۹۳ کے حاشیہ پر خط نستعلیق

مصنف سیدہ میرزا نجی حسین خدائسا سنہ تصنیف

قبل ۱۰۸۰ھ - سنہ کتابت ۱۱۵۶ھ

یہ ایک ترکیب بند ہے جس میں تین تین اور دو  
دو مصرعوں کے سولہ (۱۶) بند ہیں اور ہر بند کے آخر میں ایک

ہی شعر بطور ٹیپ کے لکھا گیا ہے۔ میراں جی خدائسا نے  
اپنے مریدوں کے لیے چکئی کے گیت کے طور پر قلمبند کیا  
ہے اور اس میں تصوف کے اہل بیان کے بیجا کہ  
چکئی پیتے دقت بھی مرید خدا کے خیال سے غافل نہ ہیں۔  
سید میراں حسینی حیدر آباد میں عبداللہ قطب شاہ

کے مقبرہ ملازمین میں سے غالباً کسی شریعت کے مجدد تھے

بادشاہ نے مسئلہ میں ان کو کسی کام سے بجا پور روانہ

کیا تھا دلاں شاہ امین الدین اعلیٰ کے ایسے معتقد ہوئے کہ

بادشاہ کی ملازمت ترک کر دی اور عمر بھر اہل حیدر آباد کو

شاہ امین الدین سے حاصل کیا ہوا فیض پہنچاتے رہے۔

آخر کار مسئلہ میں فوت ہوئے۔ ان کا گنبد حیدر آباد کے

علاقہ کارواں میں بہت مشہور ہے۔ انھوں نے اپنے مرشد کی طرح

اردو نظم و نثر میں کئی رسالے لکھے ہیں۔ ان کے حالات تذکرہ

ادبیائے دکن (جلد دوم صفحہ ۹۵) پر تفصیل درج ہیں۔ میراں جی

خدائسا کی یہ نظم غالباً کسی اور کتب خانے میں موجود نہیں ہے۔

البتہ ان کی اردو شرح شرح تمہیدات عین القضاات بہت مشہور ہے۔

آغاز :- بسم اللہ ذاتی ناؤں

قرآن اوپر لیا ٹھاؤں

کل شیئی اس کی چھاؤں

لا الہ کنا الا اللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کنا

اول اللہ ناؤں صفت جس کا ٹھاؤں

یاد ہے میرے جی میں ہر دم تیرا ناؤں

لا الہ کنا الا اللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کنا

اللہ آپ کی گنج خفی ظاہر ہونے آیا۔

نبی صاحب کے برقع میں آپس کوں دکھلایا

لا الہ کنا الا اللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کنا

اختتام :-

عرفان کا چکئی نامہ

مولے سید خدائسا

پیر کے مرید یو بھیانا

اللہ اللہ کنا الا اللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کنا

## (۳۹) روضۃ الاطہار [۱۲۲]

ایراق ۲۱۶ - سطور کہیں ۱۸ اور کہیں

۱۶ فی صفحہ - تقطیع ۵ ۱/۲ - خط نستعلیق

صنف نوازش علی خاں شیدا \*

سند تصنیف ۱۱۷۳ھ -

شیدائے نواب آصف جاہ ثانی کے میزبانی سامان

تھے۔ ان کے تفصیلی حالات راقم کی مرتبہ کتاب "مربع سخن"

جلد اول میں شایع ہو چکے ہیں۔ ان کی دو تہذیبوں

اندھناڑ احمدی اور روضۃ الاطہار اور

ستہ و مراٹھی مشہور ہیں۔ نواب سالار جنگ بہادر اور

جامعہ عثمانیہ کے کتب خانوں میں بھی ان کے نسخے محفوظ

ہیں۔

ادارے کے اس نسخے میں تقریباً سات ہزار تین

سواہیات ہیں۔ اس کے خاتمہ میں اگرچہ تمت تمام شدہ

لکھا ہے لیکن یہ نسخہ ناقص الآخر معلوم ہو رہا ہے۔ خاص

شیدائے حیدرآباد کے شیعہ آثار کی حفاظت میں

حصہ لیا چنانچہ بادشاہی عاشورخانہ کی کمان پر بھی ان کا

کتبہ کندہ ہے۔ زیر نظر شہنشی میں مختلف تاریخی کتابوں سے

معلومات اخذ کر کے بارہ مجلسیں لکھی ہیں جن میں شہدائے کربلا

کے مصائب بیان کئے گئے ہیں۔ شیدائے اس کی تصنیف

کے وقت حیدر ولی فیاض کی روضۃ الشہدا کو بھی

پیش نظر رکھا تھا۔ شہنشی کا سند تصنیف ان ابیات سے

ظاہر ہوتا ہے۔

ہو واجب فتم یوم مضمون ماتم کہا تاریخ مانت مجلس غم

۱۱۷۳ھ

نیا چاچو تم آسانی سے ازبر اگر دہ سو برس کتاب تہتر

کتاب کا اور اپنا نام و سبب تالیف یوں بیان

کیا ہے۔

کمر میں اس ستار پر بند کتاب کتابوں کو مٹکا تاریخ کی سب

لکھا احوال سا با بے کم و کاست مدحین بیتے کر کے دشت

رکھا ہوں روضۃ الاطہار کر نام کہ پڑ کر اس کو دوین فامیج رعاع

بنایا اس کے ہوں باراجاس کہ ہر مجلس میں اہل دل کی پڑ

نوازش میں علی کے ہوں ممتاز اول مجلس کے تیں کرتا ہوا آغا

ان اشعار سے قبل اپنی مرثیہ گوئی کی شہرت اس سبب

میں واضح کی ہے۔

پڑا تچ مرثیوں کا جگہ بیچ دھم مہماں کے کلایا دل کو بیونوم

آغاز :-

اول حمد خدا میں ہوسر ازراز کروں میں روضۃ الاطہار آغاز

دو عالم نام پڑاں کہ ہی شیدا شہادت کا کیا عالم وہ بیدا

اختتام :-

مرم یک دھری بھی تھی سہ پیش تھا اون کا چاک ماتم سہریش

سے ان باتم زدوں کو اپنی ہڑ پلے خیمے میں شہ کے راستہ آہ

کوئی ترقیہ نہیں ہے لیکن ابتداء کے

ایک نام خط سے معلوم ہوتا ہے کہ

یہ کتاب مصنف کے قریبی زمانے میں

عہد آصف جاہ ثانی ہی میں نقل

کی گئی ہے کیونکہ یہ خط اس عہد کی شہ

(اللہ رکھی بیگم) کے نام

لکھا جا رہا تھا۔

## (۴۰) روضۃ الاطہار [۵۱۲] (۴۱) کسبِ حوییت [۱۲۰]

اوراق ۲۳ - سطور کسب ۷ اکہیں ۱۳  
فی صفحہ تقطیع ۱۶ x ۸ - خط نستعلیق  
عنوان سرخی میں اور ہر مجلس کے صفحہ  
سے مصنف نوازش علی خاں شیدا  
سنہ تصنیف ۱۱۷۳ھ -

اوراق ۹ - سطور ۱۲ فی صفحہ تقطیع  
۱۶ x ۸ - خط نستعلیق پاکیزہ  
کاغذ اعلیٰ - مصنف شاہ صدرالدین -  
سنہ تصنیف غالباً قبل ۸۷۶ھ - کتاب  
زمرہ و قسم سنہ کتابت ۱۲۲۲ھ -

یہ روضۃ الاطہار کا دوسرا نسخہ ہے - ابتدا میں  
دو مجلسیں نہیں ہیں اور تیسری مجلس میں بھی ۱۷۷ آیات  
کم ہیں - یہ نسخہ بھی تقریباً پہلے نسخے کا جمع ہے اس کے  
آخری چند اوراق بھی غائب ہیں -

آغاز :-

علی نے اس طرح ستیں بچاے      بول پاک نے جس طرح فرماے  
دیکھو یہ فاطمہ کی مہربانی      تھی امت پر پدر کی جاودانی  
اختتام :-

ہمارے دل کے رہ گئے تم ہو آدھار

ہو ادل کئی دنوں میں سخت بیمار  
اگر اپنا کر دگے حال اس طر      بچو گے کس طرح کر لو نگہ غور  
کوئی ترقیہ نہیں بلکہ آخری اوراق ابتدائی ورق پر  
ذاب غایت جگہ بہادر کی مہر :-

(غایت جگہ ۱۳۲۳ھ) ثبت ہے - یہ نسخہ

ان ہی کا عطیہ ہے -

یہ ایک سو گیارہ آیات کی ایک فتویٰ ہے جس میں  
شاہ صدرالدین نے روح، احدیت، حوییت  
وغیرہ مسائل تصوف کو بیان کیا ہے - زبان نہایت قدیم  
ہے - مصنف نے اپنا نام ان آیات میں لکھا ہے :-

گوش جاں سوں اب سنو صاحب یقین

کیا کتاب ہے نظم میں شہ صدرالدین  
صدرالدین تو کسب پر ثابت اچھے      (ورق ۱ ب)  
صرف سوں صفوں کے نت ثابت اچھے  
صدرالدین پل پل میں یوں بیکل ہوا      (ورق ۵ ب)

وصل بھی یک پل نخی میں وصل ہوا  
بس کراے شہ صدرالدین راز کو      (ورق ۷ ب)

دیدیں دیدار پا آپس کوں کھو

کتاب سے مصنف کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا  
سوائے اس کے کہ وہ قدیم زمانے کے کوئی صوفی منش بزرگ  
تھے - شاعری پیشہ نہ تھا بلکہ مریدوں اور معتقدوں کو سمجھانے  
کے لئے یہ کتاب لکھی ہے - ادیب کے تذکروں کے مطالعہ  
سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صدرالدین حضرت بدالدین چشتی  
(متوفی ۷۳۰ھ - غلہ آباد) کے مرید و خلیفہ تھے - مرشد نے

محبت کا حال سوا یا ہو چکا اب وہاں کوئی کیا کر سکتی تھی  
بس گراے شاہ صدر الدین از کوئٹہ دید میں دیدار پا آپس کوں کھو  
تو پوچھا نظم میں مین تمام یاد رکھنا: زبان او خاص علم  
آخری بیت میں پندرہ کو کاٹ کر کسی صاحب نے  
بد کو گیارہ بنا دیا ہے کیونکہ اس ثنوی میں ایک سو گیارہ  
ایات ہی ہیں۔ ممکن ہے کہ اصل کتاب سے نقل کرتے وقت  
چار تہیہ چھوٹ گئی ہوں۔

اس کے نیچے کوئی ترقیہ نہیں ہے بلکہ صرف تمت تمام  
شد لکھ کر خواجہ بندہ نواز کی ایک نظم شروع کر دی گئی ہے  
اسی سلسلہ میں دیگر رسائل (حق نامہ وغیرہ) بھی اسی کاتب  
نے نقل کئے ہیں جن کے آخر میں یہ ترقیہ درج ہے۔ اس  
سند کتابت اور کاتب کا نام واضح ہوتا ہے:-

”کاتب احرار فقیر احقر الامام الراجی  
المرحمۃ اللہ العزیز السلام نام زمرہ رقم  
الکتاب اغفر ذنوبہ واستر عیوبہ دار زکوۃ  
متابعیت نیک قولاً وفعلاً وھالاً ہجرت  
جمع: بنیاد اولیا ملک واصفی ملک  
برجستک یا ارحم الراحمین۔ باتمام شد  
دہم ذی قعدہ ۱۲۸۷ھ“

(محظوظ فارسی ۳۵ ورق ۱۲۲)

گلشن آباد ناسک میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا تو شاہ  
صدر الدین نے عرض کیا کہ ناسک کی ولایت تو سید محمد صادق  
شاہ مینی کے قفویض ہوئی ہے جو میرے بعد آئیں گے۔  
اس لئے میں اہل ناسک کو ہدایت کر کے دوسری جگہ سکونت  
پذیر ہوں گا۔ چنانچہ قصبہ پیدپدی میں سکونت پذیر  
ہوئے اور ہدایت و تائید قلوب کے ذریعہ سے بہت سے  
لوگوں کو مسلمان کیا۔ ۱۲۸۷ھ میں رحلت کی اور قصبہ پیری  
میں آگت پوری۔ اسے ایک میل کے فاصلہ پر مدون ہوئے۔  
چونکہ مسلمانوں سے زیادہ بندہ قدس ہیں اس لئے آپ کے  
غرس کی تاریخ ۲۰ ۱۰ بھادوں ۱۲۸۷ھ ہے۔ دیکھو تکررہ ایضاً  
رکن جداول معلقات و برکات انا و بنیائے معلقات۔

شاہ صدر الدین نام کے کسی اور بزرگ کا تذکرہ  
پہلے نہ چل سکا۔ اس لئے ممکن ہے کہ یہ ثنوی ان ہی بزرگوں  
کی ہے۔ اس کا اس لئے بھی امکان ہے کہ اس کے ساتھ  
ہی ان کے ہم عصر حضرت خواجہ بندہ نواز (توفی ۱۲۲۵ھ) کی  
کتاب ایک اردو نظم بھی نقل کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب  
کے ساتھ دوسری جو کتابیں نقل کی گئی ہیں وہ بھی قدیم ہیں  
(دیکھو فارسی محظوظ نمبر ۳۵، ۲۵)۔

آغاز:-

نام لے اللہ محمد کا اول کب کا سب کو کہوں دیر محل  
گوشاں سوں اینجے صبا یقین کیا کتاب نظم میں شاہ صدر الدین  
اولا بانفس دل تلب شاں خواہش دانائی کا توجہ حال  
کاسباں کوں یہاں سے ہوا وصل راہ الاتصال ذو الفضل  
اختتام:-

خواب بھی نہیں ہواں یہاں نہ ناکھیا ہو نہ سنگت یا رہے



## (۴۲) چکئی نامہ [۲۰ اب]

اوراق ۲ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۵۴ x ۹۴ - خط نستعلیق پاکیزہ

مصنف خواجہ بندہ نواز - سنہ کتابت ۱۱۲۳ھ

اس نظم میں بارہ بند ہیں جو چکئی نامہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ ہر بند کے آخر میں مصرعہ دو (کہہ) کے یا بسم اللہ ہو ہوا اللہ فارح ہے۔ خواجہ بندہ نواز کی یہ اردو نظم کسنی اور کتب خانے میں اب تک دستیاب نہیں ہوئی ان کی چند اردو غزلیں اور ایک اردو نثر کی کتاب (مصدقہ ج نامہ) شایع ہو چکی ہیں۔

آغاز :-

دیکھو واجب تن کی چکئی پیو چا تر ہو کے سکتی  
سوکن اہلیں کھینچ کھینچ تھکی کے یا بسم اللہ اللہ ہو  
الف اللہ اس کا دستا میا نے محمد ہو کر بستا  
پینچی طلب یوں کو دستا کے یا بسم اللہ ہو اللہ

اختتام :-

بندہ نواز بندہ حسینی سوا بندگی میں رہتے  
کے یا بسم اللہ ہو اللہ

کوئی ترقیمہ نہیں ہے لیکن اس کے بعد اسی کتاب نے جو رسالہ حق نامہ وغیرہ لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمر و تم نے سنہ ۱۲۲۳ھ میں نقل کیا۔ (دیکھو مخطوطہ فارسی نمبر ۳۵ ورق ۲۲ و ۲۳) - یہ ترقیمہ اردو مخطوطہ کتب محویت (۴۱) کے آخر میں درج ہو چکا ہے۔

## (۴۳) اشارت الغافلین [۵۱۳]

اوراق ۱۲۵ - سطور ۱۳ فی صفحہ -

تقطیع ۵۴ x ۹۴ - خط نستعلیق عذرا

سرخی میں - مصنف عاشق - سنہ تصنیف

قبیل ۱۱۲۳ھ

یہ تین ہزار سے زیادہ ابیات کی ایک طویل تنوی ہے جس میں مریدوں کے لئے اخلاق و تقویٰ کے مباحث (مختلف کتابوں مثلاً جوہر جلالی، ذیبت المریضہ اور تذکرۃ المصنفاء وغیرہ سے اخذ کر کے) قلمبند کئے گئے ہیں۔ مصنف نے جگہ جگہ قرآن، حدیث اور صوفیاء و علمائے مختلف مثلاً ربیع، حافظ، ملک العسما، قاضی شہاب الدین دولت آبادی وغیرہ کے اشعار و اقوال کو بھی سند و توفیق کے طور پر پیش کیا ہے۔ کتاب کا نام اور سبب تالیف ان ابیات سے واضح ہو گا :-

سو نام اس کا سوا سہلین کہے اس کوں اشارت الغافلین  
یو دکھنی میں بویا ہوں اس واسطے ہر اک شخص کی یو سمجھ واسطے  
مسلمان کو اتے ہوئے فائدہ اگر مجھ تو رہے یا ہو گدا  
مصنف نے اپنا تخلص اکثر ابیات میں لکھا ہے مثلاً :-

اے عاشق توں توفیق منگ رب کے سات

دعاسوں اچا اس کی درگاہ میں مات (صد۱)

اے عاشق وضو کوں سنایا تو بول

بھی انگے نمازاں کا احوال کھول (صد۲)

اے عاشق نمازاں کوں چھوڑا بجئے

اوہے زرد رو دین دنیا بنے (صد۱۵)

آن نظام الدین ثانی شاہباز اوج عشق  
 در دہ و دوازہ ذیقعدہ شد عشق آشیان  
 در سہ ہیک صد ہزار و چیل و سہ رفت زیریں جہاں  
 بود بے شک رہنماے خلق و مادی زماں  
 شاہ نظام الدین شیخ شہاب الدین سہروردی کی  
 اولاد میں تھے تعصب مگر انصوبہ اودھ میں پیدا ہوئے اور  
 دلی پہنچ کر شاہ کلیم اودھ جہاں آبادی سے فیض حاصل کیا اور  
 پھر اورنگ آباد اگر اقامت فرمیں ہوئے۔ نواب نظام الملک  
 آصفیہ ان کے خاص متقدّموں میں سے تھے اور حضرت  
 نظام الدین غریبوں اور مستحقوں کی امداد کے لئے ان سے  
 اور دیگر امراء سے اکثر سفارش فرماتے تھے۔ اس کی وجہ سے  
 ان کی شہرت اور قبولیت میں بڑا اضافہ ہوا۔ یہ صاحب  
 تصانیف بھی تھے اور ان کی ایک کتاب نظام القلوب  
 بہت مشہور ہے۔ خود لکھنے کے علاوہ اپنے مریدوں کو بھی  
 تصنیف و تالیف کا شوق دلاتے تھے چنانچہ محمد نجیب قاری  
 ناگوری اجمیری نے اپنی کے ارشاد کی بناء پر کتاب الاعراس  
 ۱۲۳۵ء سے لکھنی شروع کی تھی جو ۱۲۵۵ء میں تکمیل کو پہنچی  
 اس کا ذکر مصنف نے کتاب الاعراس میں اس طرح  
 کیا ہے :-

ثبت و چارم ربیع الاول سال یکہزار و  
 یکصد و ست ہجری حسب الارشاد حضرت  
 شیخ نظام الدین ثانی قدس سرہ بہ ترقیم سید  
 دمن بعد ..... پیچ شہر  
 شوال المکرم ۱۲۵۵ء۔ جمع شد و با تمام  
 سید، (ص ۱۲)

کرم کرتوں عاشق پو اسے سہ نول  
 محو در محو ہوئے جون جل میں جل (ص ۱۴)  
 دلے کوئی یو عاشق گنہگار پر  
 رکھے سن شفقت کی مدح نظر (ص ۵۸)  
 اسے عاشق کہاں لگ لکھے گابیاں  
 اوکھنت راندوں کے تیں نیں ٹھکان (ص ۳۶)  
 عاشق نے اپنے مرشد شاہ نظام الدین ثانی  
 کی مدح کتاب کے درمیانی حصے میں ایک خاص عنوان  
 کے تحت لکھی ہے۔ اس کی چند آیات یہ ہیں :-  
 در جناب مرشد ربانی حضرت شاہ نظام الدین ثانی  
 کیا پیر پیریں اپس کون خدا  
 کیا پیر پیریں اپس کون تار  
 مگر پیر میرا سوا ایمان ہے  
 نظام الدین ثانی و ثانی علی  
 دلی حشت کے گھر کا ہر جن بابا  
 نظام الدین میرا خدا ہو رحل  
 و گرنیں تو امدار پانا محال  
 تصدق ہوں بہار اس پیر کے  
 تو کیوں نا اپس پیر کی یادیں  
 کرم کرتوں عاشق پو اسے سہ نول  
 محو در محو ہوئے جون جل میں جل  
 (ص ۵۵)

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاشق نے یہ کتاب  
 شاہ نظام الدین ثانی کی زندگی ہی میں لکھی تھی۔ انھوں نے  
 ۱۲۳۵ء میں رحلت کی تھی ان کا قطعہ تاریخ رحلت  
 تذکرۃ الانساب (ص ۵۱) میں اس طرح درج ہے :-

محمد نجیب قادری کی طرح عاشق نے بھی زیر نظر کتاب  
مرشد کے حب اور شاد دلی ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ نسخہ  
ناقص الادل والاخر ہے۔ اس لئے سنہ تالیف اور مصنف  
کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ شاہ نظام الدین کے ایک خلیفہ شاہ  
عشق اللہ تھے۔ عاشق شاید انہی کا تخلص تھا۔

شاہ نظام الدین کے فرزند شاہ فخر الدین دہلی گئے  
اور وہیں رہ پڑے۔ انہی کے پوتے شاہ نصیر الدین عرف  
میاں کالے تھے جن کے مکان میں مرزا غالب رہا کرتے تھے  
اور جو بہادر شاہ ظفر کے مرشد تھے۔ (شاہ نظام الدین کے  
حالات کے لئے دیکھو تذکرۃ الاعراس ص ۲، ۱۲، ۱۶۵۔  
تذکرۃ الانساب ص ۱۲، برکات الاولیاء ص ۱۲۷۔ تذکرۃ  
اولیائے دکن جلد دوم ص ۱۹۳)۔

دکنی شعراء کے تذکروں میں عاشق تخلص کا کوئی  
شاعر نہیں ہے۔ البتہ تذکرۃ الاولیائے بجاپور (صفحہ ۲۲۶)  
۱۲۲۷ سے صرف اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ میاں عبدالفتاح  
عاشق ایک بزرگ تھے جنہوں نے ۹۹۶ھ سے قبل دفات  
پائی اور بجاپور میں مدفون ہوئے۔ ان کا نام شاہ ابوالحسن  
ثانی قادری نے مشائخ، اولیاء اور علماء وغیرہ کی اس  
فہرست میں لکھا تھا جو سنہ ۹۹۶ھ میں قلعہ کی گئی تھی۔ نام کے  
سوا عبدالفتاح عاشق کا کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔

ادارے کی زیر نظر کتاب "اشارات الغافلین" کے  
مصنف جن کا تخلص عاشق تھا غالباً نظام الدین اورنگ آبادی  
کے وہی خلیفہ تھے جن کا نام شاہ عشق اللہ تھا

اس مثنوی میں جن عنوانات پر بحث کی گئی ہو ان  
میں سے چند یہ ہیں :-

- ۱۔ فضیلت و صنو ص ۵ - ۲۔ نماز ص ۳ -
- ۳۔ بدکرداری ص ۱۵ - ۴۔ سخاوت ص ۲۵ -
- ۵۔ حرام ص ۲۷ - ۶۔ عورت ص ۳۰ -
- ۷۔ قیامت ص ۳۵ - ۸۔ بہشت ص ۴۰ -
- ۹۔ بیعت ص ۵۵ - ۱۰۔ نقور ص ۱۲۰ -
- ۱۱۔ عقل و عشق . وغیرہ -

آغاز :-

دلے دیکھ کیا ہو عجیب نکلتا      تعجب نہ کرو ہے دسیجہ بات  
جو توں دیکھتا سوچو اسرار یہ      یوستا سوہیں اوس کے بھید  
کہیں کچھ ہوا جو کہیں کچھ ہو      بھی دیکھ تو ہے ایک کا ایک اد  
اختتام :-

تو پھر اس کا کیا پوچھتا ہے اسے یار  
وہ دو نو جہاں کا ہوا شہر یار  
دلے تلوں یک داخلہ دیں گے ہم  
کتے ہیں سنو دل کے سب مرد و زن

## (۴۴) دعائے داؤد سریانی [ ۱۰۱ ]

اوراق ۲۰ - سطور ۹ فی صفحہ -  
تقطیع ۶ x ۴ - قطعتین . ماشیہ زین -  
مصنف . سید ابراہیم سید -  
کاتب . سید محمد - سنہ کتابت ۱۱۴۵ھ -

یہ تقریباً ۷۰ اشعار کی ایک نظم ہے جس میں بعض  
مثنوی کی ابیات ہیں اور بعض قطعے ہیں۔ ابتدائی پچاس  
ابیات جن میں سبب تالیف بیان کیا گیا ہے قدیم طرز کی

نہوں کی شکل میں ہیں۔ ان ابیات میں مصنف حمد و نعت کے بعد لکھا ہے کہ:-

”نہوں میں سورۃ الرحمن کی طرح ایک دعا درج ہے جو حضرت داؤدؑ پیغمبر کے روزِ باری تھی اور جس کے پڑھنے سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ دعا سریانی میں تھی اس کو حضرت عباسؓ نے عربی نظم میں لکھا اور عربی سے ضیائے بخشی نے فارسی نظم میں ترجمہ کیا۔ اب فارسی سے سید ابراہیم سید دکنی نظم میں منتقل کر رہا ہے۔“

اس کے بعد اس دعا کی خاصیت اور اثرات مختلف دواؤں کے ذریعہ سے واضح کئے گئے ہیں اور پھر اصل دعا شروع کی گئی ہے۔ پہلے حضرت عباسؓ کے عربی شعر میں پھر ضیائے بخشی کے فارسی اور آخر میں دکنی۔ عربی نظم بطور قصیدہ ایک ہی قافیہ و ردیف میں لکھی گئی ہے بخشی نے ہر شعر کا ترجمہ دیا اس سے زیادہ ابیات یا ہم قافیہ اشعار میں کیا ہے اور اسی طرح سید دکنی نے بھی۔

مصنف نے اپنا نام و تخلص اس طرح لکھا ہے:-  
بہ زبانِ یارِ پادشاهِ پادشاہت  
جو ابراہیم تھے یو نظم و کش  
پند آوے ہر ایک کے طبع کوں  
شال کے طور پر دعائے سریانی کے عربی، فارسی اور دکنی تراجم کا ایک بند درج ذیل ہے:-

أَتَعْرِفُ مُنْقِذًا غَيْرِي سَرِيحًا  
جاس  
مِنَ الْهَلَكَةِ فَاطْلُبْنِي تَحْنِي

میں نے  
بجز من کس نگہبانی نیالی  
بخششی رانم ترا از عدا آقا  
بجز من بیج در بانی نیالی

سید ابراہیم  
نہ منج بن کوئی جو سارے جاں کوں  
نگہبانی کروں پیرو جوار کوں

سلامت میں رکھوں سب آفتاں تھے

قوی پہیل کوں بھی ہو رنا تو اب کوں

اگر ڈھونڈے نہجے فی الحال پاوے

کہ میں حافظ ہوں ہر اک اس و جاں کوں

مصنف کی نسبت کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں

اور نہ اس کتاب کا کسی اور کتب خانہ میں پتہ چل سکا۔ اس

لحاظ سے یہ کتاب اہم ہے اور زبان کے لحاظ سے غالباً

تیار ہوئی مدھی ہجری کی تصنیف ہے۔

آغاز :-

خدا کوں سرسبز حمد و ثنا ہے سزاوار اس کوں نفس و کبریا ہے

کیا احمد کوں تاج الالبابہ و رد عالم کوں کیا اُن دنہا و

دیا اُس آل ہو یا راں کرم ہمیشہ حق کی رحمت میں رہم

سنیا ہوں بہا زان آدقہ میں بزرگاں کوں صبح اساتذہ میں

کہ تعالٰیٰ زبور از فضل معبود یو سورت مثل الرحمن مسعود

اختتام :-

خدا میں ہوں منجے فتنہ کن کر ہی نہ میں عالم کوں مانج کن تم ہو

جو میں عادل ہو میرا عدل و پس بندیاں پوشام و صبح دم ہے

از دھونڈے نہجے فی الحال پاوے جو توں اس راہ میں ثابت قدم ہو

ترقیمہ :-

”ایں دعائے سریانی بتاریخ ہفتم شہر ربیع الاول ۱۱۴۵ھ

لشہ شد کاتب الحدیث سید محمد در قلعہ مذکور تہ

تام شد۔ ۱۳۵ھ“

یہ کتاب صاحبزادہ میر محمد علی خاں صاحب میکش کا

عطیہ ہے اور ۱۳۵۵ھ میں ادارہ کے کتب خانہ میں داخل

ہوئی۔

## (۴۵) سرو و شمشاد [۵۱۴]

اوراق ۱۸۷ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۱۸۷ - خط نستعلیق - عنوان

سرخس میں - مصنف سید غلام قادر ساسی

(متوفی ۱۳۹۶ھ - سنہ تصنیف قبل ۱۳۹۶ھ)

ساسی کے دادا سید ہدایت اللہ خاں شاہجہانی ،

اورنگ زیب کے ساتھ دکن آئے اور اورنگ آباد میں قیام پزیر

ہو گئے - ساسی کے والد حضرت آصف جاہ کے عہد میں نہ صدی

منصب پر سرفراز تھے - ساسی اورنگ آباد ہی میں پیدا ہوئے

اور اپنے جواہرنگ والد کے بعد دادا ہی کی سرپرستی میں علم و

فلس اور شعر و سخن کا ذوق پیدا کیا - درویش صفت اور با اخلاق

تھے - متعدد امراء ان کے محقق اور شاگرد تھے - لکھی نارائن شریف

بھی ان کے متقدّمین اور احباب ہیں سے تھے اور ان کا ذکر

تفصیل سے اپنے تذکرے میں کیا ہے - اس کے علاوہ تذکرہ

فتوت "اور محبوب الزمیں" میں بھی ان کے حالات درج

ہیں - یہ صاحب دیوان بھی تھے - ثنوی سرو شمشاد کا پہلا

مسموعہ کھو گیا تھا اس لئے دوبارہ ۱۳۵۷ھ میں اس کو

قلند کیا - عبد الجبار خاں نے لکھا ہے -

"آپ کا دیوان وقفہ سرو و شمشاد میرے

کتب خانہ نادر میں موجود تھا - ۱۳۲۶ھ کی

طغیان میں .... کتب خانہ کے ساتھ

تہ آب و تلف ہو گئے - چونکہ میں نے آپ کی

سوانح عمری کے خاتمہ پر آپ کے اشعار

انتخابی نہیں لکھے تھے - اس وقت اشعار

کی بابت بہت کچھ پریشان ہو کے کتب خانہ آؤ

و کتب خانہ مختاریہ (سالارنگ) میں دیوان

وقفہ کو تلاش کیا - نہیں پایا ....

لیکن دیوان وقفہ کی طرف ہم تن مصروف

ہوں -" (محبوب الزمیں جلد اول ص ۵۵)

حسن اتفاق سے ادارے کے کتب خانہ میں سرپیشہ

کافہ محفوظ ہو گیا ہے - یہ اگرچہ ناقص الاول والاخر ہے تاہم

اس میں ۲۲۵۰ ابیات ہیں -

اس ثنوی میں مصنف نے کوئی ۵۰۵ علوم و فنون

کی معلومات بھی اثنائے قصہ میں درج کر دی ہیں - اس طرح

یہ ثنوی دکن کی اہم کتابوں میں سے ہے جن علوم کی اس

ثنوی میں وضاحت کی گئی ہے ان میں سے بعض کے عنوان

یہ ہیں :-

کلام ، مذہب ، وصایا ، فرائض ، تفسیر ، فقہ ، احادیث

اشعار ، اخلاقیات ، جراثیم ، طب ، طسمات

نیرنگات ، کیمیا ، سیما ، ریسیا ، جعفر ، اعداد ، موسیقی

معانی ، منطق ، معما ، بدیع الشعر ، قوانین ، عروض ، تواریخ

مغازی ، برات ، مہنسہ ، مساحت ، علم الاخبار ، اسرار الہی

نحو ، قرأت و تجوید ، نجوم ، رمل ، مقولات عشر ،

یہ سائل تو ضمن آگئے ہیں اصل میں یہ ثنوی

سرو شمشاد کے عاشقہ کی داستان ہے - لیکن اس کی

ترتیب میں مصنف نے اپنے زمانے کے رجحانات کو ملحوظ

رکھا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوکلندہ اور بیجا پور

کے زوال کے بعد اورنگ آباد علم و فضل کا کتنا بڑا مرکز بن گیا

تھا -

ثنوی میں اکثر ابواب کے خاتمہ میں مصنف نے اپنا



اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور وہاں کے ذوق علم و فضل سے بہرہ یاب۔ دلی اورنگ آبادی کا ذکر بعض اشعار میں کیا ہے مثلاً

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر  
تجہ طبع میں داؤد دلی کا اثر آیا (۷)  
سند یو بھی تجھے مصرع دلی داؤد  
”کہ تجہ کو شور قیامت سے بے نیاز کیا“ (۲)

راست اے داؤد کہتا ہے دلی  
”عشق میں صبر و رضا درکار ہے“ (۲۵)  
بعد از دلی ہوئے ہیں کئی شاعران و لیکن  
داؤد شعر تیسرا مشہور ہو چکا دکن میں (۱۸)  
حق نے بعد از دلی تجھے داؤد

صوبہ مشرقی بنگال کیا (۳)

مرزا داؤد کا ذکر تفتیق، قوت، حمید، میر تقی میر  
اور عبد الجبار خاں اصفی نے اپنے اپنے تذکروں میں کیا  
ہے۔ مرتبہ سخن میں بھی ان کے حالات درج ہیں۔  
ان کا فرزند جمال اللہ عشق (متوفی ۱۱۹۵ھ) بھی اُردو کے  
اپنے شاعر تھے۔

شفیق نے مرزا داؤد کی وفات کا قطعہ تاریخ یہ

لکھا ہے :-

ببل گلزار حسنی طوطی رنگیں میاں  
از غم آباد جہاں بگذشت چوں تیراز کہاں  
مصرع تاریخ و تش گشت باسن ہفتے

گو برفتہ میرزا داؤد از فانی جہاں

داؤد کے اس دیوان میں تقریباً ۱۱۹۶ اشعار ہیں

بعض شریعت اہل بیت میں بھی کچھ گئے ہیں جلد ۷۲  
غزلیں ہیں جن پر سے انتر مختصر یعنی ۲ یا ۵ اشعار کی ہیں  
آغاز :-

ہوا وہ فارغ التحصیل علم عشق بازی کا  
مطالع جو کیا دل سوں کتاب بے نیازی کا  
مثال شمع گلتا ہے آگن میں عشق کے جل جل  
قلم تقدیر میں کھینچا ہے جس کی تن گدازی کا  
اختتام :-

مش آدم کے غرض مجھ کو نہیں جنت سوں  
حسن اُس یار ستمگار کا گندم گول ہے  
سنگ رسوائی طفلان سوں جنوں ہے ظاہر  
سیر کر میرا پس دل میں عجب ہاموں ہے  
دیکھ زنجیر تری رلف کی اسے لیلیٰ دھن

ترقیمہ :-

حضرت والد ماجد کے کتب خانہ میں دیوان داؤد کا  
قلی مطلق مذہب نسخہ تھا اور اس کی ایک نقل خود حضرت قبلہ  
کی قلی قلی ۱۹۲۱ء میں دیوان نذر دیکھ ہو گیا البتہ نقل  
جو میرے ساتھ تھی محفوظ رہی۔ مولوی ابو عمر صاحب نے  
نقل مجھ سے لیکر ۱۹۲۳ء میں بیہود علی صاحب صفی  
اورنگ آبادی سے نقل النقل کرایا اور نقل دست بدست  
چلے گئی۔ میں نے اسی صفی صاحب کے نقل کردہ نسخہ سے  
یہ نقل کیا ہے۔ آخری غزل کے مقطع کا مصرع ثانی ضائع  
ہو گیا اور کلام مکمل ہے۔

تمکین کاظمی۔ گلبرگہ ۶ ستمبر ۱۹۲۶ء

جلد کے ابتدائی اوراق میں لکھا ہے :-

”جی مولوی نصیر الدین صاحب اشہی کی خدمت میں  
میر تقیہ فقط تمکین کاظمی“

جی ڈاکٹر زور کی خدمت میں تحفہ

اشہی ۲۷ رمضان ۱۳۵۱ھ

یہ نسخہ راقم نے دوسرے خانگی عطیوں اور تحفوں  
کے ساتھ ادارہ ادبیات اُردو کے کتب خانہ مخطوطات  
میں داخل کر دیا ہے۔

اختتام :-

جوں پاس تجہ خادم اچھے خدمت تری دائم کرے

اس دی نوا پر کھڑے نہیں جاں اپنا نین کر

باب سی در بیان نرمی و حلم نمودن با ہمہ مرداں گوید

ترقیمہ ۱-

ان کتاب کے شروع میں دیہی ترقیمہ ہے جو  
دیوان داؤد (نمبر ۲۶) کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔  
ایک ہی کاغذ، قلم اور جلد میں دونوں کتابیں شامل ہیں

(۲۸) توشہ عاقبت [۵۱۵ ج]

وراق ۴ - سطور ۱۸ فی صفحہ

تقطیع ۶ x ۳ ۱/۲ - خط نستعلیق -

مصنف: منور بگیم دتہ خلیل اللہ خاں -

سنہ تصنیف قبل ۱۱۱۱ھ - کاتب: تمکین کاظمی

سنہ کتابت ۱۹۲۶ء -

علم و ہنر میں ایک ناقص الآخر رسالہ ہے جس کے  
آغاز میں حمد و نعت قدیم شہنویوں کی شکل میں لکھی گئی ہے۔  
اور سبب تالیف کتاب اُردو تثریں ہے۔ اس سے معلوم  
ہوتا ہے کہ مصنف نے بارہ ابواب تثریں پوری کیں۔ کو  
مرتب کیا تھا۔ اس نسخے میں حمد و نعت و مناجات اور سبب  
تالیف کتاب کے علاوہ اصل کتاب نے دو ابواب نقل کئے  
گئے ہیں۔

مصنف اور زمانہ تصنیف کی نسبت معلومات خود کتاب  
میں اس طرح درج ہیں :-

بعد اس کے کہتی ہے کتر یہ خادمان حضرت رسول اکرم

(۲۷) تحفۃ النصائح [۵۱۵ ج]

اوراق ۲۸ - سطور فی صفحہ ۱۸ -

تقطیع ۶ x ۳ ۱/۲ - خط نستعلیق -

مصنف: قطب الدین رازی - سنہ تصنیف ۷۰۷ھ

۱۰۴۵ھ - کاتب: تمکین کاظمی - سنہ کتابت

۱۹۲۶ء

یہ کتاب ادارے کے اُردو مخطوطے نمبر ۱۶ کا  
دوسرا نسخہ ہے جو ناقص الآخر ہے۔ اصل کتاب میں ۴۵  
ابواب ہیں۔ اس نسخے میں صرف ۲۹ ابواب نقل کئے  
گئے ہیں۔ بیسویں باب کی سرخی لکھ کر کتابت ختم کر دی گئی  
ہے۔

آغاز :-

بولوں صفت میں ہے گنت اس خالق جن و بشر

زود حاکر اسماں و کھیں تارے سورج چاند

دینا بزرگی عرش کوں نیکی اوڑے یک پایہ تھے

جوں بیچ برساں چار سو انپڑے بڑاں پایہ گر



## (۴۹) عقاید نامہ [ ۶۰ ]

ادراک ۱۲ - مطور ۱۳ تن میں اور  
۲۴ حاشیہ پر - قطع ۴ × ۹ - خط نستعلیق  
پاکیزہ - عزائات سرخی میں -  
مصنف محمد باقر آگاہ دیوری سنہ تصنیف  
۱۱۸۵ھ - کاتب میر حسین کرمانی سنہ  
کتابت ۱۲۰۹ھ -

محمد باقر آگاہ دیوری سنہ ۱۱۸۵ھ میں پیدا ہوئے  
ان کے والد محمد تقی بیجاپور سے دیوری آکر متوطن ہو گئے  
تھے - آگاہ نے اپنے مرشد شاہ ابوالحسن قریبی سے فیض باطنی  
حاصل کیا جس کا تقریباً ہر تالیف میں ذکر کیا ہے - آگاہ  
بہت بڑے عالم تھے - انھوں نے ۱۵ سال کی عمر ہی سے  
شعر کہنا شروع کر دیا تھا - عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں  
میں کہتے تھے - عربی میں آگاہ اور اردو میں باقر تخلص  
اختیار کیا - مشہور ہے کہ انھوں نے ۳۰۳ کتابیں لکھیں -  
آگاہ کے علم و فضل کی ایسی شہرت ہوئی کہ نواب  
والاجاہ نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی اور اپنے فرزند  
(امیرالاحداء اور عہدۃ الاحداء) کا اتالیق مقرر کیا  
الپیور کی جاگیر عنایت کی اور آخر کار مقتد فاضل کے عہدہ پر  
فائز کیا - آگاہ نے سنہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی اور مدراست  
مدون ہیں -

آگاہ اردو کے بہت بڑے محسنوں میں سے ہیں -  
نثر اور نظم دونوں پر قابو تھا - غزل تصنیف، ثنوی ہر صنف  
سخن میں طبع آزمائی کی - واقعہ یہ ہے کہ دکنی علم و فضل اور  
شعر و سخن ان پر ختم ہو گیا ان کے بعد جنوبی ہند میں اتنا

ضعیف خاکسار منور بیگم دفتر خلیل اللہ خاں ولد اللہ دیوری بیگ  
خاں جس وقت کہ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں ذابغہ انعام  
خلا دکن کا صاحب مقرر ہوا تھا اس وقت خان مصوف پائیں  
گھاٹ میں رامپور اور ترناویلی سے صوبہ کرنول تک کی حکومت  
کرتے تھے جب یہ کیسہ سمجھی کہ دین کا علم حاصل کرنا فرض  
ہے - اس واسطے ضروری مسئلے اور احکام اور ارکان نماز  
اور روزہ اور حج اور نکاح وغیرہ کے سب کتابوں  
سے چُنے کر اس رسالے کے بار بار باب میں جمع کئے اور  
سونے کے حل سے لکھ کر توشہ عاقبت اس  
رسالے کا نام رکھی "

مزید معلومات کسی اور جگہ سے حاصل نہ ہو سکیں  
زبان بہت بعد کی ہے اس لئے یہ نسخہ مشتبہ ہے -  
آغاز ۱ -

منور کروں دل ز محمد کریم کہ پیدا کیا جس نے عرش عظیم  
کیا جس نے پیدا جہاں از عدم اور پیدا کیا جس نے لوح و قلم  
اختتام ۱ -

یعنی روایت میں مبالغہ اس میں بہت کیا ہے  
اور انگلی سے پانی ناک میں پرگندہ کرنا  
تا پرہ مینی کو پیچھے اور بعض روایت میں یہ  
مبالغہ کو مسیحیت کیا ہے -

ترقیمہ ۱ -

وہی ہے جو نسخہ نمبر ۶۴ کے بعد لکھا گیا ہے کیونکہ  
یہ تینوں نسخے (نمبر ۶۴، ۶۵، ۶۸) ایک ہی جلد میں  
اور ایک ہی قلم سے ہیں -

## آغاز ۱۔

ثنا ہو رہی حق کوں خرادار کہ ہے قدرت کا جس کے ہاتھ  
کیا جب اپنی قدرت کوں چاہا کیا یک کن سے سب عالم کو پیدا  
محمد کوں کیا سالار ہستی طفیل اوس کے ہر سبلا دستی  
کیا سب انبیاء کا اوس کوں صحر شرف اوس کوں دیا سب ادب

## اختتام ۲۔

پیا منج دلوں ہر غمت لایا بجا نجات سے ہر رحمت یاب  
منج دے صحت و قوت فدایا نگہ رکھ آبد حرمت خدایا  
سدا رکھ منج کوں اپنے دھیان کے ساتھ  
بجا آخر منجے ایمان کے ساتھ

بجدا اللہ ہوا یہ نامہ آخر بحق مصطفیٰ سلطان فاخر  
ترتیب نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد اسی کاتب نے  
’کتاب مہشت بہشت‘ شروع کر دی ہے۔ جس کے ختم پر  
یہ ترتیب ہے۔

”تمت بالقرعت رسائل مہشت بہشت در میر  
وشامیل سید موحات و خلاصہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ  
وامحابہ و انباہ و سلم۔ من تصنیف مولوی محمد باقر آگاہ  
شافعی بیجا پوری ایلوری سلمہ اللہ تعالیٰ بتاریخ دویم  
شہر ربیع الثانی روز دوشنبہ ۱۰ شوال ۱۲۰۰ ہجری۔ کاتب  
میر حسین علی کرمانی غفر اللہ ذنوبہ و ستر جمہور آمین  
یارب العالمین“

اعلیٰ کاغذ اور پاکیزہ خط کے علاوہ جس اہتمام  
سے باقر آگاہ کی یہ کتابیں نقل کی گئی ہیں۔ وہ ظاہر  
کرتا ہے کہ غالباً نواب والا جاہ نے یہ نسخہ نقل کرایا  
ہے اور اس کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ

بڑا ادیب اور شاعر پیدا نہ ہو سکا۔ وہ تیرا اور سودا کے  
ہم عصر تھے لیکن زبان قدیم استعمال کی جس نے شمالی ہند میں  
شہرت حاصل نہیں ہوئی۔

آگاہ کی حسب ذیل اردو کتابیں اس وقت تک  
 دستیاب ہوئی ہیں۔

(۱) عقاید نامہ (۲) تحفۃ النساء (۳) ہشت بہشت  
(آٹھ حصوں میں) (۴) ریاض الجنان (۵) محبوب القلوب  
(۶) حاشیہ من درین (۷) تحفۃ اصحاب (۸) معراج نامہ  
(۹) ہدایت نامہ (۱۰) گلزار عشق (۱۱) روپ سنگار  
(۱۲) دیوان آگاہ (۱۳) روضۃ الاسلام (۱۴) فرائد و بحایہ  
(۱۵) ریاض السیر (۱۶) خمسہ تجمرہ (۱۷) فرقۃ اسلام  
ان میں سے تقریباً نصف کتابوں کے نسخے ادارے  
کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ زیر نظر نسخہ آگاہ کی غالباً  
پہلی اردو تصنیف ہے کیونکہ اس میں وہ لکھتے ہیں۔  
کہانی میں کبھی دکنی میں شاعر منجے ہر شعر کہنے سے بہت عار  
و۔۔۔ یہ نظم بولیا بالضرورت پڑے تا اوسکو ہر مافی عورت  
اس ثنوی میں ۵۰۰ ابیات ہیں۔ حمد و نعت سے  
ابتدا کر کے سبب تصنیف بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اہل سنت  
کے غفایہ و افصح کئے گئے ہیں۔ آخری حصہ میں روتختی تعالیٰ  
کا بیان کر کے مناجات پر کتاب ختم کر دی ہے۔ اس حصہ  
میں اپنا تخلص اس بیت میں لکھا ہے۔

تو رکھ باقر پربت پیارا پنا عانت کرے ویدارا پنا  
سہ تصنیف نہیں لکھا لیکن مہشت بہشت کے دیباچہ  
میں اس کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۰۰ھ  
میں لکھی گئی ہے۔ (دیکھو ورق ۱۷ ب)

ماریہ - فاطمہ صغریٰ - نقیبہ - آمہ الخیر فاطمہ - آمہ محمد حاشیہ -  
 رابعہ بصریہ - معاذہ - شعرائہ - فاطمہ خراسانیہ - ثم علی -  
 ام محمد - رابعہ - حکیمہ -

آغاز -

ہے حمد و ثناء سے سزا دار بخشش کو نہیں ہر تیرے کچھ  
 لطف و کرم اس کا بے غرضی دیتا ہی جو کچھ سو بے غرضی  
 ناپیار کوں ان کے کچھ ہی غایت ناقد کوں ادس کے ہی نہایت  
 اختتام :-

اس نسخے کوں میر کرتوں مقبول برلا توں کرم ستے یہ مہول  
 رکھ مجھ کوں ہمیشہ عاقبت شاہت مجھ کوں چلا تو راہ حشا  
 دیں بیچ کر اہتمام پیرا اپاں پہ کراختام میرا  
 ترقیمہ -

دست تمام شد - کانپہ میر حسن علی درشت

## ( ۵۱ ) ہشت بہشت [ ۶۲ ]

اوراق ۱۱۹ - سطور ۱۳۱ من میں -

۲۲ حاشیہ پر - تطبیع ۹ x ۶ - خط متعلق

پاکیزہ عنوانات سرخی میں - مصنف محمد باقر

آگاہ دیوری - سنہ تصنیف ۱۸۵۵ء تا ۱۲۰۰

کاتب میر حسین علی کرمانی - سنہ کتابت ۱۲۰۰

یہ سیرت النبی کے موضوع پر آٹھ رسائل کا مجموعہ

ہے جن سے قبل آگاہ نے نشر (۵ صفحات) اور نظم (۲۰ تقریباً

۱۰۰ ابیات) میں ایک بسیط دیباچہ علوی لکھا ہے جس میں

آٹھوں رسائل کے سبب تالیف موضوع اور مآخذوں پر

آگاہ کی زندگی ہی میں اور رسالہ ہشت بہشت کی تصنیف  
 دیکھیں کے دوسرے ہی سال لکھوایا گیا ہے -

## ( ۵۰ ) تحفة النساء [ ۶۱ ]

اوراق ۱۰۰ - سطور ۱۳۱ من میں -

۲۲ حاشیہ پر - تطبیع ۹ x ۶ -

خط متعلق پاکیزہ عنوانات سرخی میں -

مصنف محمد باقر آگاہ دیوری - سنہ تصنیف

۱۸۵۵ء - کاتب میر حسین علی کرمانی -

ر - کتابت ۱۲۰۹

یہ آٹھ سو ابیات کی مثنوی ہے تعداد ابیات اور

سنہ تصنیف مصنف نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

ہیں آٹھ سو اوس کی جہاں آٹھ سو پڑنے میں ہر اس کی بھرت بڑا

گیارہ سو ادر چھیچ بہشتاد ہجرت سے بنا ہوتے یہ رکھ یاد

ابتدا میں حمد و ثناء منقبت محبوب جانی ،

درج میر ابو الحسن قادری ، اور مناجات کے بعد سبب

تصنیف اور نام کتاب اس طرح بیان کیا ہے کہ

یہ نسخہ کہ ہر عجیب نادر مخصوص ہے عورتاں کے خاطر

عورات کے واسطے بنایا ہر نام اس کا بھی تحفۃ النساء

اس کتاب میں آگاہ نے حسب ذیل مقدس

خاتین کے حالات لکھے ہیں :-

فاطمہ زہرا - زینب - رقیہ - آمہ کشم - قدیمہ -

حاشیہ - حفصہ - زینب بنت خزیمہ - سودہ - ثم کلہ -

زینب بنت جحش - حویرہ - ام حبیبہ - صفیہ - منموذہ -

تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ چونکہ ہر رسالہ بجائے  
غور ایک کتاب ہے اور علحدہ علحدہ کتابی شکل میں ان کے  
مخطوطے ملتے ہیں اس لئے ان کے موضوع اور تفصیلات کا  
ذکر علحدہ علحدہ کیا جائے گا۔ البتہ ان رسائل کی تاریخ تصنیف  
دغیرہ سے متعلق آگاہی نے جو تین زبانوں میں بیان کی  
ہے ان کا ضروری اقتباس یہاں درج ہے۔

”چھ رسالے اول کے مع رسالہ عقاید

وتحفة النساء، سنہ یکہزار ویک سو اور اسی

اور پانچ میں اور رسالہ میں بنے ہیں

پچھ اوس کے بہت ڈھیل ہوئی کیا واسطے

کہ یک دفعہ باتوفیق مجلس انیس گردان

رسالوں کا ثواب اور ایسے خیر کے کاموں

پر رغب تھا سو رحلت کیا۔ حق تعالیٰ

اس پر رحمت کرے اور اوسے اپنی مغفرت

سے نوائے۔ اور بہت موانع بھی پیش

ہوئے۔ ہر چند اس اثنا میں بعض رسالوں

واسطے دوسرے رسالوں کے بولے ہیں

اتفاق ہونے کے بنائے کا نہیں ہوا۔ آخر

ابتداء سنہ ایک ہزار و دو سو اور چھ

میں رسالہ من درپن اور رسالہ من جمین

بنانے کا اتفاق ہوا۔ اور رسالہ آرام

دل میں بیان عادات شریف کا

اور رسالہ راحت جاں میں بیان اکثر

خصائص امت کا اور رسالہ جگ سوہن

میں حضرت کی نبوت سے تا وفات اذکی

صلی اللہ علیہ وسلم داخل کیا گیا۔ ان آٹھ رسائل  
میں تحفہ آٹ ہزار اور چھ سو اور پچاس بیت  
ہیں۔ اور سرخیوں کے ساتھ نو ہزار بیت ہیں  
..... ان سب رسالوں  
میں شاعری نہیں کیا ہوں۔ بلکہ صاف رسالہ  
کہا ہوں اور اردو کی بھاکا میں نہیں کہا۔  
کس واسطے کہ رہنے والے یہاں کے اوس  
بھاکا سے واقف نہیں ہیں۔ اسے بھائی یہ  
رسالے دھنی زبان میں ہیں کہ کراہل اور  
مرسری سخاں۔ کیا واسطے کہ بڑے معتبر  
کتب سے تحقیق کر کے لکھا ہوں۔“ (مدق، اب و ۱۸۰)

اس کے بعد ماخذوں کی تفصیل بیان کی ہے جن میں سے

بعض یہ ہیں :-

عربی | تفسیر نفی فتح الباری۔ کتاب شفا۔ بیون۔

شمائل ترمذی۔ شرح معاصم۔ شرح شیخ ابن حجر کی۔

مرامہ لدنیہ۔ ہجۃ الحافل۔ تاریخ ابن کثیر۔ رسائل مولود

شریف سیوطی و سخاوی۔ اصنام فی معرفۃ الصحابہ۔ المنوذج

البیہ فی خصائص الحبیب۔ وفاء الوفا۔ جواہر العقیدین۔

حسن التوسل۔ درمنفود۔ وسیلہ حسنی۔ تحفۃ الغریب۔

تحفۃ الاحیاء۔ فتح المتعالم جیۃ الیوان۔

فارسی | روحۃ الاحباب۔ معارج النبوة۔ شواہد النبوة۔

مدارج النبوة۔ جذب القلوب۔

آخر میں وضاحت کی ہے کہ پوری کتاب کو بارہ

حصوں میں اس لئے تقسیم کیا گیا ہے کہ ربیع الاول کے

بارہ دنوں میں لوگ محفلوں اور مجلسوں میں پڑھیں۔ آخر

گر وہ خوش ہوئے شاہ کے مولود سے  
نعمتاں کیا کیا میں گے گو اوسے  
نعمتاں اوس کی ہیں بے جدا سے خدا  
دے تو یہ توفیق مومن کو خدا  
ترقیمہ ۱-  
نمبر ۲۹ میں درج ہے۔

میں سیر و شائے بنی کی برکات تقریباً سوا بیات میں بیان  
کی گئی ہیں۔ چونکہ ہر رسالہ بجائے خود مکمل ہے اور اپنے  
غلطیہ نام سے مشہور ہے۔ اس لئے ہر ایک کو غلطیہ غلطیہ  
بیان کیا جائے گا۔ یہاں صرف دیباچہ کے آغاز و اختتام کو  
درج کیا جاتا ہے کیونکہ دیباچہ بجائے خود کلیات عالی  
کے مقدمہ "شعر و شاعری" کی طرح ایک کتاب ہے۔  
آغاز :-

## (۵۲) من دیپک [۱۱۶۲]

ادراک ۱۳- سطور ۱۳ تین ہیں۔  
۲۴ حاشیہ پر۔ تقطیع ۶×۹۔  
خط نستعلیق پاکیزہ عنوانات سرخ ہیں  
مصنف محمد باقر آگاہ دیپوری۔  
سند تصنیف ۱۱۸۵ھ۔ کاتب میر حسین  
کرمائی۔ سند کتابت ۱۲۰۹ھ ہجری۔

یہ ہشت بہشت کا پہلا حصہ ہے۔ اس کے موضوع  
و ترتیب کے متعلق آگاہ نے ہشت بہشت کے دیباچہ  
میں یوں لکھا ہے :-

"رسالہ اول کا نام من دیپک ہے۔ اس رسالہ

میں حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مقدس  
کا ذکر ہے، یعنی حق سبحانہ تعالیٰ اوس نور اقدس کوں  
سب موجودات کے اول پیدا کیا اور اس کے طفیل سے  
سب علویات و سفلیات کوں جویدا کیا اور اس نور اثر  
کوں ہر شے پاک سے ہر شکم پاک میں نقل کر دیا تھا۔

یہاں لک کہ وہ نور لطیف حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ  
آیا۔" (ورق ۱۷)

"حمد و سپاس حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کتیں  
منزاوار ہے کہ نعمتاں اوس کی گنتے سے  
بہار ہیں۔ اور درود و سلام اور پنجاب  
سید عالم کے صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل  
و بزرگیاں اوس کی بے شمار ہیں اور اوپر  
آل و اصحاب اوس کے کہ سب ادیان و  
امت سے بہتر اور تمام امتوں کے سردار  
و مہتر ہیں۔ اور اوپر تابعاں اوس کے  
کہ شریعت اور حقیقت کوں مدد کئے ہیں۔  
اور دین کے احکام و امرا کوں رواج  
دئیے۔ خصوصاً اوپر حضرت غوث الاعظم  
کے کہ مقربان کی سند اور محبوباں کے  
سید ہیں۔

بعد حمد و ثناء منقبت کے محمد باقر  
آگاہ شافعی قادری بیجاپوری دیپوری  
توفیق دیوے اوسے حق سبحانہ تعالیٰ  
کہتا ہے کہ :-

اختتام :- جس کے تیس سرور اور ایمان ہے  
ہو وہ دل سے اوس اوپر قربان ہے۔

رسالے کے آخر میں خود مصنف نے ۶۵۱ ظاہر کر دی ہے  
ہنگامہ ابیات کا اس کے شش صد و پچاہیک ایضاً خود  
موضوع کے متعلق بھی مصنف نے دیا چہ عموماً میں  
دعا کرتا ہوں ہے - وہ کہتا ہے :-

” اس رسالے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
بشارتوں کا بیان ہے یعنی وہ بشارات کہ  
حق تعالیٰ حضرت کے ظہور سے اپنی کتابوں  
میں دیا اور اوس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
وسلم اور نبویاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پیدا ہونے سے خبر دیئے ہیں“

(دوق ۱۷)

اس میں بھی اصل مطلب شروع کرنے سے قبل  
حدیث، منقبت، روح مرشد اور سبب تصنیف کی  
سرخیاں قایم کی گئی ہیں۔ کتاب کا نام اس بیت میں لکھا  
ہے :-

نام رکھا ہوں میں اسے من ہر ہے اور عشاق کے تین من لگن  
(دوق ۳۵ ب)

آغاز :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم گنج قدم کا بے طلسم عظیم  
بلکہ امانت ہے ہر حرف اسم گنج حقایق کے ہزاراں طلسم  
اختتام :-  
تجو سے میں ہر خط ہوں امید مند کب تک ادشاہ کروا انتظار  
منتظران را لب آد نفس اے ز تو فریاد تو فریادیں  
حق سے تھیات و طواۃ و سلام روح مقدس پر تری صبح و شام

من دیکھ ۶۰۲ ابیات کی ثنوی ہے۔  
حدیث و منقبت محبوب سبحانی و مدح سید الرحمن قرنی کے  
بعد سبب تصنیف بیان کیا گیا ہے۔ آگاہ نے اپنے ایک  
دوست کی زراشت پر مشدد میں لکھی تھی۔ ایسا تخلص ہر جگہ  
باقدر لکھا ہے۔ وہ اُردو کتابوں میں باقتر ہی تخلص کرتے  
تھے۔

آغاز :-

جس حد کو نہیں آخر اول ہے خاص خدا سے عزوجل  
نا ذات کو اس کے غایت ہے نا وصف کو اس کے نہایت ہے  
اختتام :-

ہے تیرے پر ظاہر سب حال کر لطف سے اپنے جگہ نال  
نت بیچ تو اے رب اکبر تسلیم ترے محبوب اُبر  
ترقیمہ :-

حدیث رسالوں کے آخر میں ایک ہی جگہ درج ہے۔  
جو نسخہ ۴۹ کے بیان میں نقل کیا جا چکا ہے۔

(۵۲) من ہرن [۶۲ (۲)]

ادواق ۱۲ - سطور ۱۳ متن میں اور  
۲۲ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق  
پاکیزہ، عنوان سرخی میں - مصنف محمد باقر  
آگاہ دیلوری - سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ  
کاتب میر حسین علی کرانی - سنہ کتابت  
۱۲۰۹ھ

ہشت بہشت کا دو سرا حصہ ہے۔ ابیات کی تعداد

نہ تری ابتدا کوں غایت ہے نہ نہایت کوں کچہ بدایت ہے  
اختتام -

بیان تلک قصہ مجھ اوپر نہ کرو آخر اے ذوالعطا تمہارا ہوں  
عفو باقر کی اب کرو تفسیر از برائے خدا تمہارا ہوں

(۵۵) جگ سومن (۶۲) (۴)

ادواق - ۱۴ - سطور تین میں ۱۳ اور  
۲۴ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق  
پاکیزہ - عنوانات سرخی میں - مصنف محمد باقر  
آگاہ دیلوری - سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ  
کاتب میر حسین علی کرمانی - سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ

بہشت بہشت کا چوتھا حصہ جس میں ۸۱۴ آیات  
ہیں - نام - سنہ تصنیف اور تعداد آیات کے اظہار کے لئے  
یہ بیتیں وقف کی گئی ہیں -

رکہ یونہی کا لقب جگ سومن ہر دل پاک کا ہی من موہن  
(ورق ۶۵ ب)

کم اتھے پانزدہ از بارہ سو سال ہجرت سے بنا ہی یہ تو  
اس کی بیٹوں کا عدد سن تو اب آٹھ سو کے ہیں پر ستر اسب  
(۸۰ ب)

اس رسالے میں آٹھ سال کی عمر سے وفات تک کے  
حالات سرور کائنات بطور اجمال قلمبند کئے گئے ہیں - ترتیب  
دوسرے رسالوں کے مطابق ہے -

آغاز -  
اے تیری ذات میں حیرانِ اصل اے تیرے وصف میں نادرِ مائل  
ناتجہ اول و نا آخر ہے ناتجہ باطن و نا ظاہر ہے

(۵۴) جن سومن [۶۲] (۳)

ادواق - ۱۴ - سطور ۱۳ تن میں اور  
۲۴ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق  
پاکیزہ - عنوانات سرخی میں - مصنف  
محمد باقر آگاہ دیلوری - سنہ تصنیف ۱۱۸۶ھ  
کاتب میر حسین علی کرمانی - سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ

بہشت بہشت کا تیسرا حصہ ہے ۷۲۰ آیات  
پر مشتمل ہے - آخری حصے میں سنہ اور تعداد ان آیات میں  
بیان کی ہے -

چارہ کم اتھے ز بارہ سو سال ہجرت سے یو ہوا ہر تو  
سب یہ آیات اس کی بے تکرار سات سو کے اوپر ہیں ٹا اویاں  
(ورق ۶۳ ب)

کتاب کا نام ابتدائی حصہ میں اس طرح واضح کیا  
رکہ یونہی کا ناؤں من موہن کر وسیلہ اسے تو احمد کن  
دیباچہ عمومی میں موضوع کی یوں وضاحت کی ہے -

”اسی سالے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
حالات کا بیان ہے یعنی جو معجزات کہ مدتِ حیل  
اور دلاوت اور دودھ چھڑائی اور خرد سالی  
میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے  
اوس حد تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی آٹھ برس کی عمر ہوئی ہے -“

اس کی ترتیب بھی بالکل پہلے دو رسالوں جیسی ہے - (ورق ۱۴)

البتہ خاتمہ ایک غزل پر کیا ہے -  
آغاز -

اے تیری حمد میں بیاں حیران بوج میں تیری جسم و جا حیران

اختتام :-

کونجے پول ترے محبوب میں گم کہ نہو پھر مری ہستی کون اگم  
خاتمہ کرتوں مرا ایمان پر تجی ختم رسل خیر بشر

ابتدائی رسالوں میں دیکھ، من ہرن، من موہن اد  
جگ موہن کے موضوعوں کا بھی تذکرہ کر کے اس رسالہ کا  
سبب تالیف بیان کیا ہے۔  
آغاز :-

جاں تک جو عالم میں حمد ثنا سزاوار ہے تجھ کو یا ربنا  
ہیں سب عاقلان جگ کے حیرت کھنچے کہ پوچھی نہیں عقل تیرے کئے  
اختتام :-

الہی بحق نبی الہدیٰ بے عافیت بیچ رکھ توں سدا  
خاتمہ کرتوں ایمان پر تجی حمد سراج البشر  
ترقیمہ :-

مخطوط نمبر ۹۴ کے آخر میں درج ہے۔

(۵۶) آرام دل [۶۲ (۵)]

اوراق ۲۷۔ سطور ۱۳ تن میں۔

۲۴ حاشیہ پر تقطیع ۹ x ۹۔ خط نستعلیق

پاکیزہ۔ عنوانات سرخی میں۔ ۲ مطلقاً مذہب

نقشہ نعلین مبارک کے۔ مصنف محمد باقر

آگاہ دیواری۔ سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ

کاتب میر حسین علی کرمانی سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ

یہ ہشت بہشت کا پانچواں حصہ ہے جس میں  
بارہ سو باون ابیات ہیں۔ تعداد ابیات اور سنہ تالیف

فرد مصنف نے بھی خاتمہ کی ان ابیات میں لکھ دیا ہے۔

کیا اس کی بیویں کو میں جید و جو یکبارہ اور پچاس و دو صد

ہزار اور کیسویں ہشتاد و پنج تھے ہجرت کے برساں تو آئیہ گنج

اس رسالے کے موضوع اور ترتیب کے متعلق مصنف

نے 'ہشت بہشت' کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

"اس رسالے میں تین باب ہیں۔ بالکل ہیں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شایل کا بیان

باب دوم میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اخلاق کا ذکر ہے۔ باب سوم میں حضرت

کے عادات مذکور ہیں۔"

رسالے کے آغاز میں حمد و ثناء و مناجات ہے، اور

(۵۷) راحت جاں [۶۲ (۶)]

اوراق ۱۳۔ سطور ۱۳ تن میں ۲۴ حاشیہ پر

تقطیع ۹ x ۹۔ خط نستعلیق پاکیزہ۔ عنوانات

سرخی میں۔ مصنف محمد باقر آگاہ دیواری۔

سنہ تصنیف ۱۱۸۶ھ۔ کاتب میر حسین علی

کرمانی۔ سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ۔

یہ چھ سو دو ابیات کی شہنشاہ ہے جو مجموعہ

ہشت بہشت کا چھٹا حصہ ہے۔ اس میں آنحضرت پیغمبر اکرم

صلعم کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب پر مصنف

نے سنہ ۱۱۸۶ھ میں اپنی سیرۃ النبی (ہشت بہشت) کا کام

نہم کر دیا تھا۔ لیکن بعد کو سنہ ۱۱۸۶ھ میں اور دو رسالے

'من جیون' اور 'من درپن' لکھ کر اور اس طرح حیات نبی



کو آٹھ رسالوں میں مکمل کر کے اُن کے مجموعے کا نام بہشت رکھا۔

حد و نعت و منقبت محبوبِ جانی اور مدح و سید الوالحسن قربی کے بعد سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے کہ مجھ سے قبل کسی نے آنحضرت کی خصائص پر اُردو میں نہیں لکھا۔ اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے جن میں ان خصوصیتوں کا ذکر ہے :-

قسم اول جو اتھے فرض اس پر نیں اتھی امت کوں شرکت اس بہتر  
قسم ثانی جو اتھے شہ پر حرام ہو راتھے امت پوجا تڑاے ہام  
قسم ثالث جو اتھے اس پر مال ہو رتھے امت پر حرام ای جگہ جان  
قسم چوتھی میں فضائل ہر توجان کر دیا ہر حق اُسے کرمان بیان  
آغاز :-

حد بے حد ہو رہا ہے عدد ہے سزاوار خداوند صمد  
عرش و کرسی سا دھرتی کھم علم میں جس کے ہر ایک درو کو کم  
اختتام

ہو رہا شہادت پر مرا انجام کر ہو مدینہ بیچ میرا کر مقرر  
راحت جلیاں ہوا پورا تمام از طفیل مصطفیٰ شاہ انام  
ترقیمہ کے لئے دیکھو بیان مخطوطہ نمبر ۵۹ -

(۵۸) من درین [۶۲] (۷۰)

وزن ۶۴ - سطور ۱۳ متن میں -

۲۴ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ -

خط نستعلیق پاکیزہ - عنوانات سرخی میں  
مصنف محمد باقر آگاہ دیوری - سنہ تصنیف

۱۲۰۶ - کتابت میر حسین علی کرانی

سنہ کتابت ۱۲۰۹ -

یہ بہشت بہشت کا ساتواں حصہ ہے جس میں تین ہزار  
ایک سو اسی۸ ابیات ہیں۔ اس میں آنحضرت کے جملہ معجزے  
نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس موضوع  
پر یہ اُردو کی ایک نہایت مبسوط کتاب ہے۔ مصنف لکھتے  
ہیں کہ میں نے اجمال سے کام لیا ہے ورنہ یہ کتاب  
ساتھ ہزار ابیات تک پہنچتی۔

حد و نعت و منقبت محبوبِ جانی و مدح و سید الوالحسن قربی  
کے بعد سبب تالیف درج ہے۔ سنہ تالیف آخر کتاب  
میں یوں لکھا ہے :-

تھے باراسو کے اوپر چھ برس جب  
ہوا یہ نسخہ دل کش مرتب

معجزوں کے ختم پر عرض احوال بیان کیا ہے جس  
میں انتہائی انکساری کا اظہار کیا ہے اور اپنی پریشانیوں  
اور ضعیفی کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

میں ہوں کس حال میں توں جانتا ہے

ہوں کس بنجال میں پہچانتا ہے

ہیں میری شکلاں سب تجکوں معلوم  
ہیں میری کلفتاں سب تجکوں معلوم

ہوا ہوں سب طرف سے میں اداسی

نہ کراہیے ترا سی کوں ترا سی

ہوا ہوں ضعف و بیماری سے حیراں

طیباں پاس میں ہے میری دریاں

ہوئی عاجز و دامیری دعا بھی ہوئی عاجز میری طاقت غذا بھی  
مرا خاطر پرانندہ ہوا ہے پنٹ دنیا سستی گندا ہوا ہے۔

پھوڑا اے صاحبِ سراودانی مجھے دنیا سے ہوا راز اہل دنیا

مجھے دے انکی محبت سے رانی غایت کر اس کی آشنائی  
ضعیف سے ہوں میں میں گریہ نہیں کچھ سوجھتی ہے محکوم تیر  
نام اس فکر میں ہے یہ کہینہ کہ چنا سر سے جاوے تیرینہ  
ہوں رہنے میں میں انکے بھوتہزار بہت اس بات سے پاتا ہوا آزاد  
ہوا ہے کفر کا یہاں گرم بازار مسلمانوں اور ہر سخت دشوار  
سہاں میں شکل اون پر اکٹرا ہے پیارا اون کے سر اوپر آٹھرا ہے  
کدھ جاوے کہ پیشتر میں تیرے اگر میں نیک و بد یا کچھ تیرے  
اگرچہ میں بدیاں اتنے گھنیرے ولے بد شیعہ اہل تیرے  
تو اپنے دین کا ہی آپ حای ہے میری عرض یہ ازراہ غای  
جاشک انکوں دیکھ کا طفرے کر نیکا دشمنوں پر ان کوں توں  
تو کوں دشمنوں کوں ان کے پال کہ ہے تیراں پر اون کا پیراں

دے ان کوں خیریاں دو نہاں کی دے ان کوں نعمتیں سر عیاں کی  
میر جہاں کے تیں باکسیر اولاد ہمیشہ دین ہر دنیا میں رکھنا  
علا کر اون کے تیں خیر و برکت یہاں کی ہر دہاں کی باز عانت  
آغاز :-

الہی کیا کہوں اوصاف تیرے کہ عقل و فکر یہاں حیراں ہیں تیرے  
ہے کیا طاقت سر عاجز یا کوں کہ کھولے حمد میں تیری زبان کوں  
اختتام :-

حیات و موت کرمت میں اسکی ہمارا حشر کرمت میں اسکی  
بجائے ہوا یہ نسخہ آخر بحق مصطفیٰ سالار فاجر  
ترقیمہ مخطوطہ ۵۹ کے آخر میں درج ہے

## (۵۹) حسن جیون (۶۲) (۸)

ادراق ۱۷ - سطور ۱۳ متن میں -  
۲۲ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ -  
خط نستعلیق پاکیزہ غزلیات مرخی میں -  
مصنف محمد باقر آگاہ ، دیلوری - سنہ تصنیف ۱۲۰۹ھ  
کاتب میر حسین علی کرمانی - سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ  
یہ مجموعہ ہشت بہشت کا آٹھواں اور آخری رسالہ  
ہے جو آٹھ سواٹھارہ ابیات پر مشتمل ہے - سنہ تصنیف اور  
تعداد ابیات کتاب کے آخر میں اس طرح واضح کیا ہے :-  
بارا سو اوپر تھے چھ برس جب یہ نسخہ خوش ہوا مرتب  
ابیات سب اس کے اول آرا بے بیب ہیں آٹھ سواٹھارہ  
(دوق ۲۰۲)

اس رسالے کے موضوع کے متعلق خود مصنف نے

رکھ ان کوں نت ذیل، غوار شکو سس  
دیکھا مت بکوں اون کی شکل نسخہ سس  
آخری اشعار میں اپنے عہد کی سیاسی پریشانی کا ذکر  
کیا ہے - یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریز کمپنی کا اثر و اقتدار  
بڑھ رہا تھا اور اسی کی طرف ان ابیات میں اشارہ کیا گیا  
ہے اس حصہ میں باقر نے غواصی کا اتباع کیا ہے -  
اور جس طرح غواصی طوطی نامہ میں اپنی ضعیفی اور کمزوری  
کا اظہار کرتا ہے باقر نے بھی اپنی بیماری اور لاعلاجی کا  
ذکر کیا ہے - لیکن سیاسی حالات کی طرف نہایت خوبی  
سے اشارہ کرنے میں باقر نے غواصی پر بھی سبقت حاصل  
کی ہے -  
آخر میں اپنی اور اپنے بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ  
ان ابیات میں کیا ہے :-

مری اولاد کوں سر سبز کرتوں رکھ اپنے دین پر ثابت ان کوں

’بہشت بہشت‘ کے دیباچہ میں لکھا ہے :-

”آؤں رسالے کا نام ’من جیون‘ ہے

اس رسالے میں تین فصل ہیں فصل اول میں

حضرت مسلم کی محبت کی فرضیت کا اور

اوس کی علامات کا ذکر ہے اور دوسری

فصل میں حضرت مسلم کے درود کے

فضائل کا بیان ہے اور تیسری فصل میں

حضرت مسلم کی زیارت کے فضائل کا ذکر

ہے۔“ (ورق ۱۷ ب)

دیگر رسائل کی طرح ’من جیون‘ کو بھی حد

وغت و منقبت و مدح سے شروع کیا ہے اور خاتمہ میں

مناجات لکھی ہے۔

آغاز :-

اے جو ترا وجود عالم تجھ علم سے ہے نمود عالم

ہو مہر سے تیری من اشراق ہر ذرہ انفس اور آفاق

اختتام :-

دو جگہ نے اپنا جگہوں کرتوں مت جگہ لجا ادھر ادھر توں

نت ہو خدا سے در سبقات روئے پہ ترے سلام و صلوات

ترقیمہ :-

”مت بالجیزمت رسائل بہشت بہشت

در سیر و شمایل سید موجودات و خلاصہ کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ وسلم

من تصنیف مولوی محمد باقر آگاہ شافعی

بیجا پوری الہوری سلمہ اللہ تعالیٰ۔ تاریخ

دویم شہر ربیع الثانی روز دوشنبہ ۱۲۹۹ھ

کاتب میر حسین علی کرمانی غفر اللہ ذنوبہ ہتر

عیوبہ آمین یا رب العالمین۔“

ان تمام رسائل کا مجموعہ بہشت بہشت دو مرتبہ

(۱۲۶۲ھ - مطبع راج کشن اور ۱۲۷۰ھ - مطبع عزیز یہ میں)

چھپ چکا ہے۔ اس کے نسخے برٹش میوزیم (اور نیل ۶۵۰)

بیلوٹک نیشنل پیرس (۸۷۲)۔ کتب خانہ آصفیہ

(جلد دوم صفحہ ۸۷ - نمبر ۳۵)۔ جامعہ عثمانیہ (ص ۱۱ نمبر ۳۳)

مکتوبہ ۱۲۶۹ھ - اور کتب خانہ نواب سالار جنگ بہاد

(مکتوبہ ۱۲۵۷ھ - ۱۲۶۲ھ) میں موجود ہیں۔ لیکن

ادارے کے یہ رسائل سنہ کتابت کے لحاظ سے

سب میں اہم ہیں اور خود مصنف کی موجودگی میں خاص

اہتمام سے نقل کرائے گئے ہیں۔

## (۶۰) حاشیہ من درین (۱۹۶۲)

اوراق ۶ - سطور ۱۳ متن میں -

۲۴ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ -

خط نستعلیق پاکیزہ - عنوانات سرفی میں -

مصنف محمد باقر آگاہ دیپوری سنہ تصنیف

درمیان سنہ ۱۲۰۶ - ۱۲۰۹ ہجری

کاتب میر حسین علی کرمانی - سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ

اس رسالہ میں تقریباً ۲۵ ابیات ہیں اور اس

یہ نسخہ غالباً مکمل نہیں ہے۔ کیونکہ اس جلد کے آخری لوراق

۲۲۳ تا ۲۲۶ سے یہ شروع ہوتا ہے اور اس کے خاتمہ

کے دو اوراق جلد کے ابتدائی حصہ میں (اوراق ۱۴ و ۱۵)



۱۳۲۰ء حیدرآباد، "ثبت ہیں۔

## (۶۲) ریاض الجنان [۲۱۸]

اوراق ۱۲۱ - سطور ۱۴ -

تقطیع ۵ x ۱۲ - خط نستعلیق نفیس۔

عنوانات سرخی میں۔ مصنف محمد باقر آگاہ

دیپوری۔ سنہ تصنیف ۱۲۰۴ء۔ کتابت

قبل ۱۲۹۹ء

تین ہزار ننانوے ابیات کی یہ ثنوی مناقب اہل بیت نبی میں لکھی گئی ہے۔ ابتدا میں مصنف نے ۶ ورق کا ایک دیباچہ اُردو نثر میں لکھا ہے جس میں سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ اُردو میں اب تک اہل بیت کرام کے فضائل معائب میں "روضۃ الشہداء" دلی دیپوری اور روضۃ الاطہار شیدا لکھی گئی ہیں جو تاریخی لحاظ سے بہت کمزور ہیں۔ کیونکہ ان میں جھوٹی روایتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے صحیح تاریخی نقطہ نظر سے ایک کتاب کی ضرورت تھی۔ اس لئے حسب ذیل عربی مافذوں سے استفادہ کر کے یہ کتاب مرتب کی جا رہی ہے۔

ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوالقربیٰ از حافظ محمد بن طبری۔  
نصول الحممد فی معرفۃ الائمۃ از ابو الحسن شافعی۔  
نظم درو السمتین اور معراج الاصول از حافظ جمال الدین زرنندی مدنی۔

متمم العذب الوردی فی مناقب اہل بیت النبوی  
از حافظ شمس الدین سخاوی۔

ثنوی کے آفریں مدح محبوب جانی میں قصیدے بھی درج کئے ہیں۔ پہلے قصیدے کا نام مفرح القلوب رکھا ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع یہ ہے:-

پڑا ہوں در طہ اندوہ و محنت میں بحیرہ انی  
مری اب دستگیری کرتو اے محبوب جانی  
..... تیرے ہر سے رنگ قبولیت

یہ آنسو میرے ہو جاؤں گے حسبِ جثانی  
اس کے بعد ایک قصیدہ ذوالمطلعیں شروع کیا ہے جس کے صرف چند ہی اشعار اس نسخے میں موجود ہیں۔ مطلع اور اس نسخہ کا آخری شعر یہ ہیں:-

کیوں حسن کا دکھا اے ہے کرد فر آفتاب  
لگم دور کر نقاب کہ ہو شہر آفتاب  
ہے موج آنسوؤں سے باب نہیں کزن

دیکھا ہے تیرے ماتھ میں جب ساغر آفتاب

یہ نسخہ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے:-

لکھا اس نسخے کو وہ کامل اللہ بعنوان حدیث اسناد کے سات  
کیا جوں چاہئے توفیق اس میں نہیں کوئی حرف بے تحقیق آئیں  
اختتام ثنوی:-

بس اس کے بعد لکھ دوسرے قصیدہ بیاباں میرسانم میں جریدہ

ہر دوسرا یہ قصیدہ شاعرانہ ہی مانند ردیف اپنے نیکانہ

اس کتاب کے نسخے برٹش میوزم (اورنٹیل)

کتب خانہ آصفیہ (جلد دوم ص ۱۵۶ نمبر ۵۳) اور کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ (۳۲) میں بھی محفوظ ہیں۔

ادارے کا نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ

ہے۔ اس کے پہلے اور آخری اوراق پر دستخط "عنایت

انٹھواں روضہ - اہل بیت اطہار کے ساتھ بغض عام ہے۔ (دو ذیلی حصے ہیں)

نواں - حسن سلوک و مراعات (دو حصے ہیں)  
دسواں - سادات یر کیا واجب ہے۔ علامات شیعیہ کیا ہیں۔ (تین حصے ہیں)۔

گیارہواں - صاحب اہل بیت (پانچ حصے ہیں)  
بارہواں - دشمنانِ امام سے انتقام (پانچ حصے ہیں)  
اس دیباچہ کے آخر میں مصنف نے اپنی نسبت

حب ذیل معلومات درج کی ہیں :-

”یہ عامی پندرہویں سال سے شعر کہتا

الفن و ارتباط رکھتا ہے۔ اگرچہ شعر کم کہتا

ہے اس ہی واسطے تخلص اپنا بہت لکھتا

نہیں کیا تھا۔ جب ۱۱۸۵ھ اور ۱۱۸۶ھ میں

بعض رسائل بہشت بہشت کے منظوم کیا

لفظ باقر کہ جزو نام ہے بجائے تخلص کھا۔

من بعد بیچ ۱۱۹۵ھ کبھار دیکھو اور نو

اور چہار کے وقت نظم کرنے دیوان عربی

کے تخلص اپنا آگاہ مقرر کیا۔ اس تخلص

کو اشعار عربی و فارسی میں لایا اور اکثر

مراثی اور ریختوں میں بھی اسی تخلص کو

اختیار کر لیا اور تتمہ رسائل بہشت بہشت

میں کہ بیچ ۱۲۰۵ھ کے منظوم ہوئے اور

اس رسالے میں کہ ریاض الجنان

نام رکھتا ہے تخلص اپنا وہی لفظ باقر کھا۔

ریاض الجنان کا سنہ تصنیف اور تعداد ابیات کتاب کے

احیاء المیت۔ بذکر فضائل اہل بیت اور اشغال امّت  
اور تاریخ الخلفاء از جمال الدین سیوطی۔ تہذیب اباسمہ

فی مناقب سیدہ فاطمہ۔ جوامع العقیدین اور دغار اوفاء

از حافظ سید نور الدین سمہ پوری۔

مدّۃ الحجّان از شیخ عبداللہ یافعی۔ تاریخ کبیر از حافظ

عمار الدین ابن کثیر۔ صواعق محدثہ اور شرح تصدیق

ہمزہ از حافظ شہاب الدین ابن حجر کی۔

مدّۃ الطالب فی تسمیہ بنی طالب از شہاب الدین

حسینی۔

معالم العترة النبویہ از حافظ عبدالعزیز ضلی۔

اصل کتاب شوی کی شکل میں ہے جس پر ایک

مقدمہ اور بارہ روضے ہیں۔ مقدمے میں آل و اہل بیت کی

تحقیق بیان کی ہے اور روضوں کے موضوع یہ ہیں :-

پہلا روضہ - اہل بیت کرام کی تعریف و ثنا کی آیتیں

دوسرا - فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ کی نسل میں برکت

کے لئے پیغمبر کی دعا۔

تیسرا - وصیت نبی کلام اللہ اور عترت کے بارے

میں۔ (پانچ ذیلی حصے ہیں)

چوتھا - اہل بیت عظام تاروں اور کشتی نوح کی طرح

باعث نجات ہیں۔

پانچواں - حضرت کی قربت اور اولاد علی و فاطمہ۔

(چار ذیلی حصے ہیں)۔

چھٹا - اہل بیت اطہار کا جنتی ہونا۔

ساتواں - اہل بیت اطہار کی محبت واجب ہے (تین

ذیلی حصے ہیں)۔

پیرس (۸۴۲) اور جامعہ عثمانیہ (۲۹) کے کتب خانوں میں بھی ایک ایک نسخہ محفوظ ہے۔

## (۶۳) ریاض الجنان [۱۰۲]

اوراق ۵۰۔ سطور ۱۴۔ تقطیع ۱۲×۲۰  
خط نستعلیق۔ عنوانات اور حاشیہ سرخی میں  
مصنف محمد باقر آگاہ دیلوری سنہ تصنیف  
۱۲۰۴ھ۔ کاتب غلام قادر۔

سنہ کتابت ۱۲۱۳ھ۔

یہ کتاب نمبر ۶۲ کا ایک دوسرا نسخہ ہے جو ناقص الاول ہے مگر خود مصنف ہی کی زندگی میں (وفات ۷۷ سال قبل) لکھا گیا ہے اس لئے اہم ہے۔ اس میں ابتدا ۱۷ اور اقصائے غائب ہیں۔ ان آیات سے شروع ہوتا ہے غایت مری اے یاد ر عاقبت اس کی ہونے کی بہت

### حکایت پنجم

ہور لکھ میں بہت ثقات کرام ایک سید کا بلخ میں تعلیم  
اختتام دی ہے جو نسخہ ۶۲ میں درج ہوا۔  
ترقیمہ ۱۔

”تمت الکتاب بعون ملک الوہاب رسالہ  
ریاض الجنان تبایخ چار دہم شہر صفر ۱۲۱۳ھ  
ناظم ہے اس نظم کا باقر محمد مولوی سب لوہیاں کے پر سب سے بڑا سکول  
عاجز غلام قادر اس نظم کو لکھا امید فرات کا حسین سو رکھا ہے۔  
صلوات اللہ علیہ“

آخری حصہ میں یوں درج ہے۔

جب تھ بار بار سوار سات برکات تب بنا ہی یہ نسخہ اقدس  
پس گی آیات اس کی تین اور نو پہ فو بلا تکرار  
اصل کتاب میں مقدمے سے قبل حد و نعت و نعت  
اہل بیت و نعت خلفائے راشدین و نعت فوٹ اعظم  
اور سب تصنیف کے عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب  
محبوب القلوب کے بعد لکھی گئی ہے کیونکہ اس کے دیباچہ  
میں محبوب القلوب کی تکبیر کا ذکر کیا گیا ہے۔

### آغاز :-

اے تیری بندگی میں کل جود کیا ملک کیا رسل میں سرسود  
دیکھ تیری قدر کا سر عظیم سر کئے اپنا انبیا سلیم  
اختتام :-

جو میں انخوان روستان سیر بخش ب ان کو نعمت تیرے  
اور جتنے ہیں زمرہ اسلام کہ دام ان پہ رحمت وانعام  
صلی یاربنا الرحیم علی شافع الکل انفا و غذا  
و علی الہ واصحابہ الذین اقتدوا باذابہ  
ترقیمہ نہیں ہے البتہ ابتدائے کتاب میں دو جگہ  
ضیاء الدین محمد ۱۲۹۹ھ کی مستطیل اور خوش خط ہر ثبت  
ہے۔ یہ مشہور اردو شاعر استاد کل میر شمس الدین محمد فیض  
کے فرزند تھے۔ اور یہ نسخہ غالباً فیض کی ملک رہ چکا ہے  
اور وہاں سے لکھو گیا۔ بعد کو لکھنو کے ایک تاجر سے ادارہ  
ادبیات اردو کے لئے خرید گیا۔

اس کتاب کا ایک نسخہ (مکتوبہ ۱۲۴۰ھ) ذاب  
سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میچ اور کتب خانہ تصفیہ  
اور برٹش میوزیم (اورینٹل ۶۵۰۵) اور بلیوٹک نیشنل

## (۶۴) ضیافت نادرہ [ ۱۳۸ ]

ادراک ۴ - سطور ۱۲ - تقطیع ۱۰ ۱/۲ x ۱۰ ۱/۲

خط نستعلیق معمولی - مصنف شاہ غوثی -

سن تصنیف ۱۱۹۱ھ - ۱۲۲۵ھ -

کاتب خورشید النساء - سن کتابت ۱۳۲۳ھ

یہ تقریباً سواشعار کا قصیدہ ہے جس میں انحضرت کی ضیافت (جو حضرت عثمان اور حضرت فاطمہ نے کی تھی) بیان کی گئی ہے۔ اس کے مصنف اربکاٹ کے صوفی شریعہ واعظ شاہ غوثی (متوفی ۱۲۲۵ھ) ہیں۔ ان کی ایک اور کتاب قصص الانبیاء (ریاض السعد سن ۱۱۹۱ھ) بھی ۱۰۱ ار سے کے کتب خانہ میں محفوظ ہے (دیکھو فہرست مخطوطہ نمبر ۲۵) یہ قصیدہ غوثی نے اپنے مرشد کی فرمائش پر لکھا تھا۔

اس قصیدے میں پہلے حضرت عثمان کی ضیافت کا بیان ہے۔ اس میں شرکت کے بعد جب حضرت علی گھر پہنچے تو حضرت فاطمہ سے اس کی دھوم دھام بیان کی۔ اور اپنی مفلسی کا ذکر کیا کہ اس کی وجہ سے میں ایسی ضیافت نہیں کر سکتا۔

ابتداء میں مصنف نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ دعوت دینے اور دعوت کھانے والے دونوں پر خدا کی رحمت چوتی ہے اور یہ سنت نبی ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ ضیافتیں کرتا رہے۔

حضرت فاطمہ نے علی کو تسلی دی اور کہا کہ میں مفلسی کے باوجود خدا سے دعا کر کے ایسی دعوت کروں گی جو تمہارے شایان شان ہو۔ اس کے بعد دعوت کی

تفصیلات بیان کی ہیں۔

آغاز :-

اول کریم حق کی صفت ہے بعد ختم رسلاں

ان پر درود و رب سدا حوال ہیں اصحابیاں

مرشد کے جو فرمان سے بویا روایت غوثیا

مرقوم ہے راوی سنی سنا ضیافت کا بیاں

اختتام :-

عاصی ہے غوثی اتنی ہے فاطمہ بنت رسول

کرنا عطا بندے پر ہر دو جہاں کی نعمتاں

ہے صدق جو عدل و حیا شیر خدا کا دے لگن

کر خاتمہ ایمان سے اے خاتم پیغمبراں

مرشد کے جو ارشاد سے غوثی اتا پایا ظہور

جو کچھ کہ ہے اس میں صفت طاقت نہیں کرنی بیاں

ترقیمہ :-

اس قصیدے کے بعد دو اور کتابیں ایک

ہی کاتب نے نقل کی ہیں اور آخر میں یہ ترتیب لکھا ہے :-

”تخیر کردہ عاصیہ خورشید النساء

عفی عنہا المرقوم ۲ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ“

## (۶۵) ظفر نادرہ [ ۱۳۹ ]

ادراک ۱۹۳ - سطور ۱۴ - فی صفحہ

تقطیع ۱۰ ۱/۲ x ۱۰ ۱/۲ - خط نستعلیق معمولی

مصنف محمود - سن تصنیف ۱۲۰۴ھ -

کاتب خورشید النساء - سن کتابت ۱۳۲۳ھ



یہ پانچ ہزار چار سو ابیات کی ایک ضخیم ثنوی ہے۔ جو  
عمر ابن حنیفہ کے حالات زندگی، جنگ، اور شہادت پر قطبند  
کی گئی ہے۔ اس موضوع پر کئی ثنویاں لکھی جا چکی ہیں چنانچہ  
حیدرآباد کے ایک قدیم شاعر غلام علی خاں لطیف قریباً اسی  
(سنہ پیدائش ۱۰۵۰ھ) نے بھی سنہ ۱۹۵۰ء میں تقریباً اسی  
نصاحت کی ایک ثنوی لکھی تھی اور اس کا نام بھی طفر نامہ  
ہے جس کے نسخے انڈیا آفس اور جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ  
میں موجود ہیں

لطیف سے تین سال قبل ایک اور شاعر سیوک  
نے بھی سنہ ۱۹۲۰ء میں جنگ نامہ محمد حنیف مرتب کیا تھا جس کا  
نمودارہ کے کتب خانہ میں موجود ہے (دیکھو فہرست ہذا مخطوط  
نمبر ۳۰)۔

زیر نظر ثنوی طفر نامہ محمود کا کوئی اور قلمی نسخہ غالباً  
حیدرآباد کے کسی مشہور کتب خانہ میں موجود نہیں ہے غالباً  
اسی شاعر کی ایک اور نظم ملکہ مصر (سنہ ۱۲۰۶ھ) کا ذکر دکن میں  
اُردو صفحہ ۴۷ پر کیا گیا ہے۔ گویا یہ کتاب ملکہ مصر سے دوں  
قبل لکھی گئی ہے۔ اس لحاظ سے ممکن ہے کہ دونوں کا مصنف ایک ہی محمود  
ہو جو سید اخوند میر شاہ کامریہ تھا اور اپنی کی اجازت سے قصہ ملکہ مصر  
اُردو میں منتقل کیا تھا۔

ارے محمود حمد کرد گجاری نہ پورا کر سکے کوئی عمر ساری  
نبوت کے نکل گلشن سزا نبرد ثنا خوانی کائے گل ناقہ محمود (دورق ۲ ب)  
رضائے اب بیاں زدہ محمود کہ تاپا دے محاسب اپنے دل کا مقصد (دورق ۱۲ ب)  
ارے محمود رکھ اب جلد نامہ کروں اتام زدوی فتح نامہ (دورق ۴ ب)  
کتاب کا نام اور سنہ تصنیف کتاب کے آخر میں ان  
(۱۹۲۳ء)

ابیات میں درج ہے :-

خدا مقصود حاصل کر کے میرا طفر نامہ کیا اتام سارا  
کیا اتام جیب یہ شہہ کا انجم تو بار اسو پہ تھا سال چہارم  
(دورق ۱۹۳)

کتاب کے آغاز میں حمد و نعت کے بعد خطائے اخوند  
کی مدح الگ الگ عنوان کے تحت کی گئی ہے اور سبب تالیف  
کتاب کے سلسلے میں مصنف لکھتا ہے کہ :-

”شب عاشورہ ہم میر کرتے پھر رہے  
تھے کہ ایک مکان میں مجلس نظر آئی جہیں  
شہنشاہ مین کا قح نامہ پڑھا جا رہا تھا تو  
میرے خوبو اور پیارے دوست غلام علی  
نے فرمایش کی کہ تم بھی ایک فتح نامہ لکھو۔  
میں اگرچہ اس قابل نہیں ہوں تاہم اپنے  
دوست کی فرمایش کی تکمیل کر رہا ہوں۔“

آغاز :-

کروں نامے کو ہر سبب آغاز نصاحت میں دہوں دائم سرفراز  
خدا کے نام سوں نے کوئی نام کروں میں تاکہ ہو جلدی اتام

اختتام :-

پڑھو یاراں اُپر صلوات اطہر بروج پاک وہ ساتی کوثر  
کیا مرقوم اس نامے کوں اتام پڑھو سب فاتحہ اے اہل اسلام

ترقیمہ :-

”و تحریر کردہ عاصیہ خورشید النساء  
عفی عنہا المرقوم ہر ربیع الاول ۱۳۲۳ھ ہجری“

## (۶۶) احوال قیامت [۱۳۸ب]

اوراق ۵ - سطور ۱۴ - فی صفحہ -

تقطیع ۱۰/۲۰ - خط نستعلیق معمولی

مصنف غلام دستگیر - کاتب ورثید النساء

سنہ کتابت ۱۳۲۳ ہجری -

یہ دو سو پچیس ابیات کی ایک شنوی ہے جس میں قیامت کا حال اور آنحضرت صلم کی شفاعت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ مصنف کا نام غلام دستگیر اور تخلص دستگیر ہے۔ جو کتاب کے آخری حصہ کی اس بیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کو بھی پنجائے روزاخیر ہے براہی غلام دستگیر درمیان میں مصنف نے اپنی ایک عزل بھی لکھی جو جس کا مطلع مطلع یہ ہے۔

یا محمد مصطفیٰ افریاد ہے شافع روز جزا فریاد ہے  
دستگیر آتم یہ بھی ہو یک نظر ادس کی اور دس سوا فریاد ہے  
مصنف کے حالات اور سن تصنیف معلوم ہو سکا۔

آغاز:-

حشہ بہ کیا سخت دن ہوا لام  
عشش فرمائیں گے پیوڑاں  
جب خلافت ہوے گی ساری فنا  
جوش میں آکر کہے گی کبریا  
اختتام :-

یا الہی از براے مصطفیٰ  
پنجتن کی دوستی میں رکھو سدا  
یا الہی از براے فاطمہ  
ماتم شیریں کر خاتمہ  
اس نسخہ کے بعد ہی ورثید النساء نے طغرانہ محمد مصنف شروع کر دیا ہے۔

## (۶۷) نوبہار عشق [۵۱۷]

اوراق ۱۷۹ - سطور ۱۰ - فی صفحہ -

تقطیع ۱۰/۲۰ - خط نستعلیق معمولی

عنوانوں کی ابیات سرفی میں مصنف

غلام اعز الدین خاں مستقیم جنگ نامی

سنہ تصنیف ۱۲۱۱ھ - سنہ کتابت ۱۲۷۷ھ

تین ہزار پانچو ابیات کی ایک شنوی ہے جس میں نظامی کی شنوی شیریں خسرو کا اُردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کے حالات مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے مدراس میں اُردو (صفحات ۶۹ - ۷۰) میں تفصیل سے لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے

غلام اعز الدین خاں مستقیم جنگ نامی فرزند حامد علی خاں ارکات میں ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ محمد حسین اور محمد باقر آگاہ سے تعلیم پائی۔ عہد الامرا (۱۲۱۱ھ تا ۱۲۲۶ھ) نے ملک اشعرا کا خطاب دیا۔ آگاہ کی طرح عربی فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں شریک تھے۔

لیسنی، جنوں، شریں خسرو، وفات نبی قصہ بنادوس اور سلیمان فامہ اُردو کی تصانیف ہیں۔ مدراس میں ۱۲۲۶ھ میں وفات پائی اور ساحل سمندر کے قریب اپنے باغ میں مدفون ہیں۔

ہاشمی صاحب کی نظر سے نامی کا صرف سلیمان نام گزرا ہے جو ۱۲۲۶ھ کی تصنیف ہے اور جس میں تین ہزار آٹھ سو ابیات ہیں۔ ادارے کی زیر نظر شنوی کا مخطوط کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہے اور یہ نامی کی پہلی تصنیف ہے۔

اس لئے بہت اہم ہے۔ ہاشمی صاحب نے ان کا نام غلام اعز الدین خاں لکھا ہے۔ زیر نظر نسخے میں نامی کا نام اس طرح درج ہے:-

ہے بس علیہ عزیز الدین نامی کہ اس کو دو جہاں میں کرگرافی کتاب میں کئی جگہ مصنف نے اپنا تخلص لکھا ہے مثلاً:-

ہے عاصی نامی بے چارہ کیا مال کہ کھولے حمد میں تبرے پر مال نہ کر نامی زمانے کی شکایت کہ یک بیدار اوصاف عدالت اثنائے کتاب میں کئی غزلیں درج ہیں جن کے مخطوط میں بھی نامی تخلص درج ہے۔

کتاب کا نام اور سنہ تصنیف ان ابیات سے

واضح ہوتا ہے:-

کیا جب خامہ گھرنیزی کو انال رکھا میں زوہار شوق اسے نام کہا تاریخ ماتع از مسرت کہا نامی نے یہ شیریں حکایت سن بھری تھے بارہ سو پہ گیا کہ میں اس ثنوی کے تین ستارا اس ثنوی سے مصنف کی نسبت حسب ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں:-

اس کتاب کی تصنیف کے وقت یعنی ۱۱۳۰ھ

میں نامی کے والدین اور اساتذہ زندہ تھے۔ ان کی طرح وہ اپنے بھائیوں اور بیوی اور اولاد کی سلامتی کی بھی دعا کرتا ہے۔ اس وقت اس کی عمر ۳۰ سال کی تھی اور نواب عہد الامرا اس کے قدردان تھے۔ چنانچہ ان کی مدح ایک علیحدہ عنوان کے تحت لکھی ہے۔ جس کی یہ بیت

خاص کر قابل ذکر ہے

اگر دیکھے قصیدہ اس کا سودا ربہ گاتا قیامت اس شیدا (۱۱۷)

عہد الامرا کی مدح کے آخر میں ان کی بہن اور ان کے فرزند سراج الملک کے لئے بھی دعا کی ہے۔

سبب تالیف میں نامی نے لکھا ہے کہ وہ تنہائی اور بے کاری سے تنگ آ گیا تھا کہ مطالعہ کتب کا شوق دامن گیر ہوا۔ اس اثنا میں نظامی کی شیریں خسرو بھی نظر سے گذری۔ خیال آیا کہ اس کا ہندی میں ترجمہ کرنا چاہئے کیونکہ بہت سے شاعر گزرے ہیں لیکن کسی نے نظامی کی اس کتاب کا ہندی میں ترجمہ نہیں کیا۔

خاتمہ کتاب میں لکھا ہے کہ اگرچہ میں نے ہندی زبان میں یہ ثنوی لکھی ہے لیکن قصداً دو چار جگہوں پر دکنی زبان بھی استعمال کی گئی ہے۔ یہ ثنوی ایک مہینے میں لکھی ہے۔ اگرچہ میری پہلی کتاب ہے لیکن یقیناً ہے کہ قابل تعریف ثابت ہوگی۔ اس حصہ کی حسب ذیل ابیات قابل ذکر ہیں:-

کیا میں ثنوی ہندی زبان سے عیاں ہے کچھ نہیں حاجت بیل مگر قصداً کہیں دو چار جا میں بیاں دکنی زبان سیتی کیا ہیں کیا اس بحر میں فکر اک مہینہ تو ماہ نو سا نکلا یہ سفینہ (۱۱۷) کہا میں اس کو دین جوانی رکھے حق جگ میں دائم یہ نشانی اگرچہ اولیں تصنیف ہوگی لیکن قابل تعریف ہے گی (۱۱۸)

حمد و نعت، سراج، شکایت زمانہ کے بعد عہد الامرا کی طویل مدح لکھی ہے جس کی چند ابیات یہ ہیں:-

مدح عہد الامراء

حکومت کے صدف کا قیمتی در جناب عہد الامرا دیہا در نت اس کی ذات سے ہر شخص خرم سرسبز کردہ اخلاق مجسم

## (۶۸) سدحرا البیان | ۵۱۶ |

خدا اس کو کیا ہر فن میں ممتاز  
زمین شعر کا ہر وہ مر افراز  
نہیں دیکھا ہر ایسا نیک مردار  
ہو اس کو خیر ہی جگہ کنز اوار  
آغاز :-

ہے اس کی حد شیریں گریبان  
کھڑے ہیں خسرواں اس کے دربار  
کیا وہ حسن کا یوں گرم بازار  
کہ دائم عشق ہو اس کا فریاد  
اختتام :-

سلاماں بے عدد صلوات بے حد

سدا حق سے ہو بر ذات مجتہد

اور اس کی آل اور یاراں پر یک یک

کہ انجسم ہیں ہر ایت کے وہ بے شک

ترقیمہ :-

”تاریخ ماہ ذیقعدہ روز چار شنبہ

۱۲۸۶ھ کھجی گئی ہے کتاب“

یہ نسخہ نواب میر سعادت علی صاحب رضوی

ایم۔ اے کا عطیہ ہے جو ۱۳۶۱ھ میں ادارے کے  
کتب خانے میں داخل ہوا۔ آخر میں ان کے دستخط ثبت ہیں

اوراق ۱۵۱۰ - سطور ۱۵ فی صفحہ -  
تقطیع ۱۵۰۰ پلے ۲ - خط نستعلیق معمولی  
مصنف میر غلام حسن حسن - تصنیف  
۱۱۹۹ھ - سنہ کتابت ۱۲۷۷ھ ہجری  
مشہور شہنوی بے نظیر و بدر منیر کا نسخہ ہے

جس کے مصنف کا نام میر غلام حسن تھا اور جو عام طور پر  
میر حسن (ذم ۱۱ تا ۱۲۰۱ھ) مشہور ہیں۔ ان کا کلیات  
انڈیا آئس کے کتب خانے میں موجود ہے۔ لیکن یہ اسی  
شہنوی کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔ اس کے علاوہ  
ان کی اور بھی شہنویاں ہیں۔ ان کے متعلق تفصیلی معلومات  
”تقدیمی مقالات“ اور ”اُردو ادب کی جلد تاریخوں میں“  
شائع ہو چکے ہیں۔ یہ شہنوی بھی بارہا پھپھکی ہے۔  
زیر نظر نسخے میں چار ہزار پانچ سو ابیات ہیں اور یہ ایک  
دوسری شہنوی ۱۰ ہزار عشق کے ساتھ ایک ہی جلد میں محفوظ  
ہے اور ۱۲۸۶ھ سے قبل لکھا گیا ہے۔ کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔  
آغاز :-

کروں پہلے توحید یزداں قلم  
جھکا جس کے سجدے کو اولی قلم  
سرجہ پر رکھ یا عرض جسیں  
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں  
اختتام :-

میاں مصطفیٰ کو جو بھائی یہ طور  
انہوں نے بھی کر فکر از راہ غور  
کہی اس کی تاریخ یوں بر محل  
یہ بت خانہ چین ہے بے بدل  
یہ نسخہ بھی نواب میر سعادت علی صاحب رضوی  
ایم۔ اے کا عطیہ ہے اور اس کے آخر میں ان کے دستخط ثبت ہیں

## (۶۹) سدحرا البیان ۱۲۷

اوراق ۱۰۰ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۲۸ - خط نستعلیق عوانات

اور حاشیہ سرفخی میں - مصنف میر غلام

حسن - سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ کا قریب میر حسن علی

سنہ کتابت ۱۲۲۳ھ بمقام حیدرآباد دکن

یہ ثنوی نسخہ ۶۸ کا دوسرا نسخہ ہے جو اس

سے ۳۲ سال قبل حیدرآباد میں نقل کیا گیا ہے۔ اس نسخہ

میں ابتدائی ورق غائب ہے لیکن احتیاط سے قلبند ہوا

ہے۔ حاشیہ پر جگہ جگہ اختلاف قریب ظہر کئے گئے ہیں۔

اور ابیات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ آخری حصہ میں قلیل

اور حصہ فنی کے قطعات تاریخی کے علاوہ مآثر

کی تاریخ بھی درج ہے اس نسخہ میں تقریباً ڈھائی ہزار

ابیات ہیں۔ نسخہ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے:-

تر و تازہ ہے اوس سے گلزار خصلت

وہ ابر کرم ہے ہوا دار خصلت

اگر چہ وہ بے فکر و غور ہے

وے پرورش سب کی منظور ہے

اختتام :-

سنی جب کہ ماہر نغہ ثنوی تو مخطوطات جو فکر تاریخ کی

یہ مصروف پڑھا وہیں پھر کفرح ہوا اس ثنوی کی یہ ناظر

ترقیمہ :-

تمت الکتاب بحول الملک الاولیاء

مدظلہ فرخندہ بنیلو حیدرآباد فی السالک

اربع و عشرین شوال ۱۲۲۳ھ

الف سئیس ششاد و عشرین من الہجری

مالک و راقمہ سید محمد علی

(یہ نام بعد میں ایک خوش و خوشی ہو گیا)

ہر میں درج ہے جو ترقیم کے برائے

ہے :-

ترقیمہ کے نیچے دو قطعات تاریخی ہیں جن میں سے

ایک شریف الدین دیوسف کی وفات کا ہے جو ان کے گنبد

(واقع نام پل حیدرآباد) کے دروازے پر درج ہے اور

دوسرا الہداد خاں کی وفات کا ہے جو حسب ذیل ہے:-

تادہیخ الہداد خاں

سوے جنتہ العدن رفت از جہاں

الہداد خاں مرد نیکو صفات

گفت ارشد از بہر تاریخ او

الہداد خاں بود ز اہل نجات

۱۳ جمادی الثانی ۱۱۹۵ھ ہجری

آخری ورق پر ایک فارسی معجاز غلام مابد قلاب

اور اس کی فارسی تشریح بھی درج ہے۔ یہ نسخہ

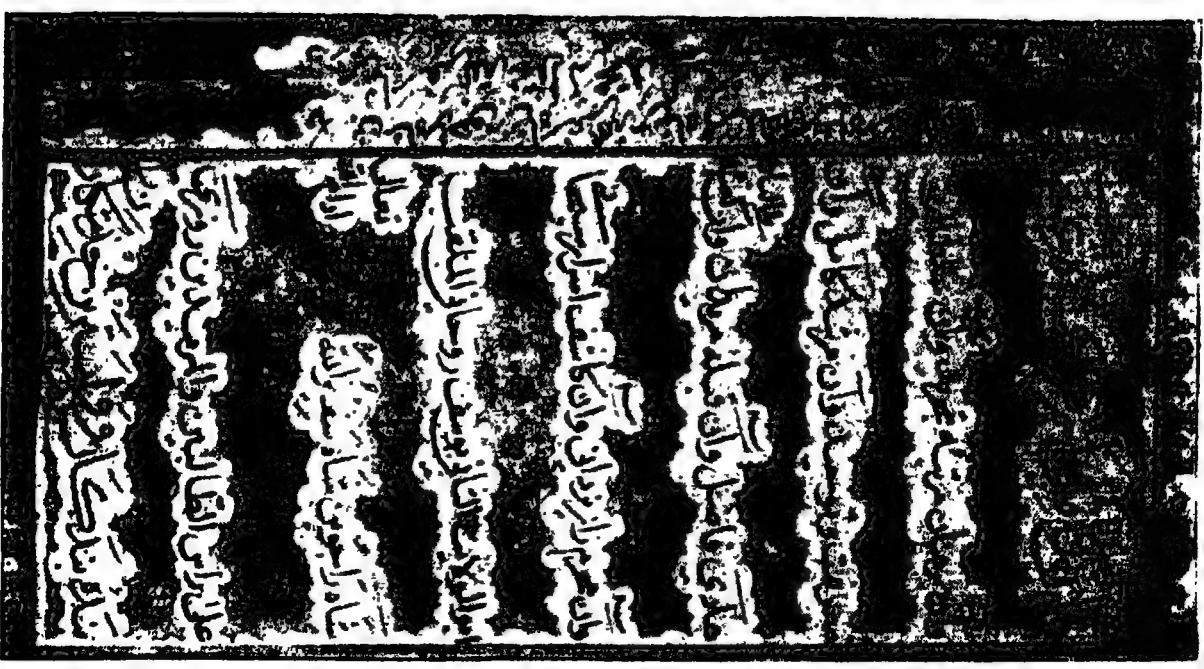
ذاب حیات جنگ بہادر کا عطیہ ہے چنانچہ اس کے

پہلو پر ان کی بیضوی مہر "مصدر الطاف و عنایت حسین"

ثبت ہے۔



شوح جامع عباسی - حاشیہ ابن خاتون وزیر گو لکھی  
شاہان اودہ کے مطالعہ میں رہی ہے۔ ان کے دستخط اور پریس ہیں



تحفہ انصاف شاہ راجو - ہر نسخہ عہد قطب شاہی میں  
مطالعہ و مذہب لکھا گیا ہے۔



دل و جاں سے تیرا محب میں ہوا مجھے جام کوثر تو مولا پلا  
شنوی کی لوح پر کسی صاحب تہ فضل حسین  
۱۲۸۱ء کی ہر تبت ہے۔

## (۷۰) سحر البیان [۵۱۸]

اوراق ۸۸ - سطور ۱۳ فی صفحہ -  
تطبع ۵۵۰ ۱/۲ ۸۰۰ خط نستعلیق پاکیزہ -  
عنوانات سرخی میں - مصنف میر غلام حسن جن  
سنہ تصنیف ۱۱۶۱ء - کاتب غلام حسن  
سنہ کتابت ۱۲۲۳ء بمقام سیدر -

## (۷۱) دیوان یقین [۵۱۹]

اوراق ۲۶ - سطور ۱۵ فی صفحہ -  
تطبع ۵۵۰ ۱/۲ ۸۰۰ خط نستعلیق نجف  
شکستہ آمیز - مصنف میر انعام اللہ خاں  
یقین دہلی - سنہ تصنیف قبل ۱۱۶۱ء -  
کاتب - غلام حسین - سنہ کتابت ۱۲۲۳ء  
بمقام سیدر -

شنوی ۶۹۰۶۰ کا اور ایک نسخہ جو بہت قدیم  
ہوئے کی وجہ سے ہم سے اور جبریں ۲۲۵۰ ابیات  
ہیں - اس کے آخر میں تخیل اور بعض کی تائید میں ہیں  
بلکہ خود کاتب نے سحر البیان ہی کی بحر میں بندرہ  
ابیات بطور ترقیمہ لکھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ  
خود اچھا شاعر تھا -  
آغاز :-

یقین (سنہ ۱۱۶۱ء و ۱۱۷۰ء) کا دیوان  
مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب نے مرتب کر کے بحسن ترقی اُردو  
سے شایع کر دیا ہے - یہ اس کا ایک قدیم تلمی نسخہ ہے جس میں  
جگہ جگہ حاشیہ پر مزید غزلیں اور اشعار درج کئے گئے ہیں -  
اس نسخے میں ۱۱۷۰ (۷۸۰) اشعار اور ۱۴۳ غزلیں ہیں -  
یقین کے حالات مختلف تذکروں اور دیوان یقین میں شایع  
ہو چکے ہیں اس لئے یہاں تفصیل غیر ضروری ہے -  
اس نسخے میں غزلیات یقین کے آخر میں حضرت علی کی  
مدح میں فنا کا ایک قصیدہ بھی درج ہے -  
آغاز :-

کردن پہلے توحید بزداں رقم  
سرواح پر رکھ بیاض جبین  
اختتام :-  
غرض جس نے اس کو سنایہ کہا  
جو منصف سنیں گے کہیں گے یہی  
ترقیمہ :-  
بھکا جس کے سجدے میں اہل قلم  
کہا دوسرا تجھ سا کوئی نہیں  
حسن آفریں مرجا مرجا  
نہ ایسا ہوا ہے نہ ہوگا کبھی

ہے ترے دلغیس تو سینہ سوز آئرا  
آب رنگ آگ میں رکھا ہو گلستاں  
غم کے ماتھوں نہ رکھ بھی روئے قابل  
یسکہ سوار ہوا چاک گریباں میرا

بجی محمد علی حسین  
جادوی آلاخر کی تاریخ چار  
وے بست و سہ اوس پر آئے کو  
.....  
جو میں دست میرے سود نشاد کو  
.....  
اور اس شہر سید میں آباد رکھ



اختتام ۱۔

حرفِ زیاد میں مباد گئی کچھ نہ ہوا یا کہ شہرِ غلہ کی کہ اثرِ مٹا کر گیا  
یار کی بات ہیں کوئی سنا تا یقین کوئی کب گل کی دیوانوں کو خبر کیا  
کوئی ترقیہ نہیں بلکہ فغان کا قصیدہ ساتھ ہی شروع کر دیا  
گیا ہے۔ جس کے آخر میں "دیوان یقین تام شد" لکھا گیا ہے  
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اس کو یقین کا قصیدہ  
سمجھ لیا تھا یہ کتاب ثنوی میر حسن (میر۔ ۷) کے ساتھ ایک  
ہی جلد میں شامل ہے اور غلام حسین بیدی ہی نے ۱۲۲۳ھ  
میں لکھی ہے۔ سرورق پر تفضل حسین ۱۲۸۱ھ کی مہر ثبت ہے۔

## (۷۲) قصیدہ فغان [ ۱۹ ]

اوراق ۲۔ سطور ۱۵ فی صفحہ۔

تقطیع ۱۵۰۰۰۰ خط نستعلیق لکھتہ

مصنف اشرف علی خاں فغان۔ تصنیف

قبل ۱۲۰۰ھ۔ کاتب غلام حسین۔

سہ کتابت ۱۲۲۳ھ بمقام بیدر۔

میر اشرف علی خاں فغان (متوفی ۱۱۸۶ھ) مرہ شاہ

بادشاہ کے کوا اور آبرو، مضمون، منظر، حاتم، ناجی اور  
یکونگ کے ہم عصر تھے۔ "آب حیات" اور "اردو" کے دوسرے  
تذکرہ نویس میں ان کے حالات درج ہیں۔

یہ فغان کا ایک قصیدہ ہے جو ۳۸ اشعار پر مشتمل

ہے اور میں میں حضرت علی گیلانی کی مثنوی ہے۔ تشبیب

کے سلسلہ میں ایک غزل بھی ہے جس کا مطلع و مقطع یہ ہے۔

جب تلک ہے تن میں دم الفت نہیں جانے کی بار

بہ میرے خاک بھی در پیر تر سے ہو گی نثار

مردان چشم یوں رو رو کے کرتے ہیں فغان

کیا دکھا دے گا ہیں اس سے زیادہ نغمہ نگار

آغاز ۱۔

شادی اور غم سے کہاں ہے (دور) بزمِ روزگار

جام اگر ہنستا ہے تو روتا ہے سینا زار زار

کونسی راحت ہے وہ بھی رنجِ ہر عالم کے بیچ

گل کے تپن جب ہاتھ میں لیتے ہیں تب چھتا ہے خار

اختتام ۱۔

دیکھ تو حالت فغان کی یا امیر المومنین

یہ ترا مزاح رہتا ہے ہمیشہ بے قرار

کر نصیبِ دل میں تیرے شہدِ عالی کا وہ

روز و شب رو رو کے اس مطلع کو پڑھتا ہے بکار

باد و وحدت پلا دے کب تلک کھینچوں خار

منتظر.... فلک ہور لگا ہے گوشِ روزہ دار (۹)

تشذب ہوں تشذب لب دے ساتی کوثر شراب

سیر ہو تیرے تفضل سے دلِ امید دار

ترقیہ دیکھو نسخہ نمبر ۱۷ دیوان یقین۔

اختتام :-

میں بھی ہوں ضعیف اس قدر اے مور کہ وہ اب  
گزرے مرے سر سے جو ترے تا کر آوے  
دہا۔ ہے کوئی مرغ دل اوس شوخ کو سودا  
کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے پر آوے  
کوئی ترقیہ نہیں ہے کیونکہ ساتھ ہی مختلف  
شعراء کے کلام سے انتخابات لکھے گئے ہیں۔ غلام حسین بیہی  
نے اس جلد کی جلد کتابوں کو ۱۲۲۳ء میں نقل کیا ہے۔

(۷۴) سدوز و گداز [۵۲۰]

ادراق ۳ - سطور ۱۵ فی صفحہ -  
تعلیق ۵ ۱/۴ x ۸ ۳/۴ - خط نستعلیق پاکیزہ -  
مصنف شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی  
تاریخ تصنیف قبل ۱۲۲۳ء کاتب غلام حسین  
سزکتابت ۱۲۲۳ء -

شاہ سراج اورنگ آباد (۱۱۲۵ - ۱۱۷۷)  
وکی کے مشہور جانشین اور اُردو کے مشاہیر شعراء  
ہیں۔ ان کا کلیات مجلس اشاعت دکنی مخطوطات کی  
طرف سے پروفیسر سردری نے شائع کر دیا ہے جس میں  
ان کے حالات اور تصنیفات پر تفصیل سے روشنی  
ڈالی ہے۔

یہ شاہ سراج کی ایک مختصر شنوی ہے جو ۲۰  
ایات پر مشتمل ہے -  
آغاز :- اے مہا ہے وطن ترا گلزار  
نام تیرا ہے پیک خوش رفتار

(۷۳) دیوان سودا [۵۲۰]

ادراق ۲۰ - سطور ۱۵ فی صفحہ -  
تعلیق ۵ ۱/۴ x ۸ ۳/۴ - خط نستعلیق پاکیزہ  
مصنف مرزا محمد رفیع سودا - تاریخ تصنیف  
قبل ۱۱۹۴ء کاتب غلام حسین سزکتابت  
۱۲۲۳ء بمقام بیدر -

یہ مرزا رفیع سودا (۱۱۲۵ - ۱۱۹۴) کا دیوان  
ہے جس کے حاشیہ پر کاتب نے سودا کے متعدد اشعار  
اور غزلوں کا اضافہ کیا ہے۔ سودا کا کلیات اور حالات زندگی  
شائع ہو چکے ہیں اس لئے یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔  
یہ دیوان غزلوں سے شروع ہوتا ہے جن کے  
آخر میں دہش بخش اور ایک قصیدہ در شان بست خاں  
درج ہیں۔ محسوس کے بعد مختلف مہمصر شعراء مثلاً -  
آرزو، فطرت، مظہر، اشتیاق، امید، یکرنگ، ناجی  
کلیم، سجاد، قائم، عزت، حسرت، قائم، عارف،  
محسن، نیزنگ، تیرا باباں وغیرہ کی غزلوں کا انتخاب  
درج ہے اور سراج کی شنوی سوز و گداز پوری نقل  
کی گئی ہے۔ اس نسخے میں سودا کی غزلوں کے تقریباً  
سات سو اشعار درج ہیں۔

آغاز :-

مقدور نہیں اوس کی تجلی کے میاں کا  
جوں شمع سراپا ہوا اگر صرف زباں کا  
اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن  
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

میں تو ظاہر نہ کروں اس کی جفا کو لیکن  
چھپ سکے کیونکہ یقیناً زخم نمایاں میرا  
اختتام :-

سافر ہو کے آئے ہیں جہاں میں تو یہ دشت ہے  
..... (کرم خندہ) ..... کرتے  
کوئی فرما دجیسے زبان کو قتل کرتا ہے  
یقیناً ہم وہاں اگر ہوتے تو اک دو دو بچن کرتے

#### (۷۶) انتخاب کلام مذکور [۵۲۲]

اوراق ۵ - سطور ۳۲ فی صفحہ -  
تقطیع ۱۶ x ۳۲ خط نستعلیق شکستہ  
مصنف منور -

یہ منور کی غزلیات کے انتخاب کا ناقص الاول  
اور کرم خروہ نسخہ ہے غزلوں کا حصہ ان اشارے سے شروع  
ہوتا ہے (جن میں سے پہلا قطع ہے اور دوسرا نئی غزل  
کا مطلع) :-

منور سب یہ کہنے کی ہیں باتیں کہیں پھر بات آتا ہے گیا دل  
کہہ تو اس شوخ کا ویدار کہاں ہے کہ نہیں  
دیکھ نصف ہو طلبگار کہاں ہے کہ نہیں

اختتام غزلیات اس شعر پر ہوتا ہے :-  
کب صبا لا دے اسیری سے چھڑانے کی خبر  
نئی تمہیں شاید ہمارے آشیانے کی خبر  
آخر میں جو سدس شامل ہے اس کے ابتدائی اور آخری  
بند یہ ہیں :-

تجہ سے اک اتھاس رکھتا ہوں -  
میں نراسی ہوں آس رکھتا ہوں  
اختتام :-

پردہ راز دل کیسا ہوں داز  
نام اس کا رکھا ہوں سوز و گداز  
خوب ہے اے سراج خاموشی  
مت رہ پی کے جام بے ہوشی  
نسخہ جات ۱ تا ۳ کی طرح اس کا کاتب  
بھی غلام حسین بیدری ہے اس کے آخر میں کوئی ترقیہ  
ہیں ہے -

#### (۷۵) دیوان یقین [۵۲۱]

اوراق ۲۱ - سطور ۱۲ فی صفحہ -  
تقطیع ۱۶ x ۳۲ خط نستعلیق پاکیزہ -  
مصنف انعام اللہ خاں یقین - تصنیف  
قبل ۱۲۲۳ھ

یہ دیوان یقین کا ایک دوسرا نسخہ ہے جو  
ناقص اول و آخر ہے - یقین کے اور دیوان بھی اوراق  
کے کتب خانے میں موجود ہیں جن میں سے ایک کا تذکرہ  
گزر چکا ہے (دیکھہ مخطوط نمبر ۷۶)  
زیر نظر دیوان میں تقریباً ۹۸ غزلیں ہیں - لیکن  
اکثر غزلیں نسخہ نمبر ۷۵ کے مقابلے میں طویل اور مکمل ہیں -  
پہلا ورق غائب ہے -

آغاز :- ادا کر دیجئے اس کو بھی تو کچھ عیب نہیں؟  
آئیے میں بھی گیا کیا دل حیراں میرا

ابتدائی بند :-

(۷۷) دیوان درد [ ۵۲۳ ]

ادراق ۱۳ - سطور ۱۵ - فی صفحہ -  
تقطیع ۱۶ x ۲۳ - خانستعلیق -  
صفت خواجہ میر درد دہلوی - تصنیف  
قبل ۱۱۹۹ھ -

یہ خواجہ میر درد (۱۱۳۸ - ۱۱۹۹ھ)  
کے دیوان کا ناقص الاصل والاخر نسخہ ہے جو بری طرح  
سے کرم خوردہ اور ناقص ہو گیا ہے۔ غالباً غلام حسین  
بیدری ہی نے اس کو ۱۲۸۱ھ میں نقل کیا تھا۔ پہلے  
ورق پر فضل حسین ۱۲۸۱ھ کی مہر ثبت ہے۔ درد  
کے متعلق تفصیلی معلومات شایع ہو چکی ہیں۔  
آغاز :-

شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں۔  
نہ تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا  
سوار و گھیاں ہیں تری بے وفائیاں

نس پر بھی نت غور ہے دل میں پناہ کا  
اختتام :-

اپنے نزدیک بارغ میں توجہ جو شجر ہے سو شکل اتہم ہے  
دروالفت کا کچھ نہ پوچھو تم وہی رونا ہے بت دہی غم ہے

پیری کی کچھ طلب نہ مریدی کی آرزو  
کچھ شغل کی تلاش نہ صیغی کی جستجو  
آزادستی ربط نہ فاضل سے گفتگو  
(دہلی) ہے کیا کسو کی مجھ میں ہے ایک کو

یا مرتضیٰ علی ولی صاحب کرم  
قربان چشم مست تو دیوانہ دم بہم  
آخری مہر ثبت :-

تقدیر سے غرض ہے نہ تیرے حصول  
شادی سے شادمان نہ نکدرت سہم ہاں طول  
بہ ہو سیری آنکھوں میں رشت بخت کی دعویٰ  
یہ عرض ہو شائبہ منور کی اسب قبول  
یا مرتضیٰ علی ولی صاحب کرم  
قربان چشم مست تو دیوانہ دم بہم  
کوئی ترقیم نہیں ہے۔ البتہ فضل حسین  
۱۲۸۱ھ کی مہر ثبت ہے۔

منور کوئی مشہور شاعر نہیں ہیں۔ قاسم نے اپنے  
مذکرہ میں ایک شاعر میر منور علی منور کا ذکر کیا ہے کہ  
”وہ ذہین آدمی ہیں“ دیکھو یادگار شعرا ص ۱۹۸

پر دو کونین کے دروں اعلیٰ کھتا ہے ابھی پل میں لٹا جہاں کا  
اختتام :-

بس اب خوش ہو سودا کہ آگے تاب نہیں  
وہ دل نہیں کہ جو اس غم سستی کباب نہیں  
کسو کی چشم نہ ہوگی کہ وہ پر آب نہیں  
سوائے اشک تیری بات کا جواب نہیں  
کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

ترقیمہ :-

”تام شد محسن مرزا محمد رفیع سودا  
۲۹ شوال المکرم ۱۲۱۳ء روز شنبہ  
بخط اضعف العباد ہمیم راج تنہد میثیہ  
قوم کالیستہ سکینہ

قیمت کتاب وہ روپیہ گرفتہ شد

کلیات سودا کا یہ نسخہ خوبی کتابت کے علاوہ  
تاریخی قدامت کے لحاظ سے بھی نہایت اہم ہے کیونکہ  
سودا کی وفات سے صرف سولہ، سترہ سال بعد  
ہی لکھا گیا ہے۔

## (۷۸) کلیات سودا [۱۱۶]

اوراق ۱۳۴۔ سطور ۱۵ فی صفحہ۔  
تقطیع ۱۵ x ۹۔ خط نستعلیق پاکیزہ۔  
مصنف مرزا محمد رفیع سودا۔ تصنیف  
قبل ۱۱۹۲ھ۔ کاتب ہمیم راج سکینہ۔  
سند کتابت ۱۲۱۳ھ۔

یہ مرزا سودا کے کلام کا ایک نفیس اور ایک حد تک  
مکمل نسخہ ہے۔ ادارے کے کتب خانے میں اس کے اور  
بھی نسخے موجود ہیں جن میں سے ایک کا تذکرہ گزر چکا ہے  
(دیکھو مخطوطہ نمبر ۷۳)۔

زیر نظر نسخہ میں ابتدائی ۷۰ اوراق غزلیات پر  
مشتمل ہیں جن میں تقریباً دو ہزار اشعار ہیں۔ اس کے بعد  
رباعیاں شروع کی گئی ہیں جن کی تعداد پچیس ہے۔ ایک صفحہ  
فرویات کے لئے وقف ہے۔ ورق ۷۵ سے محسنات  
و مسدسات شروع ہوتے ہیں جن کا سلسلہ ورق ۹۵  
پر ختم ہوتا ہے۔

ورق ۹۵ کے وسط سے مثنویاں شروع ہوتی  
ہیں جو ورق ۱۱۱ پر ختم ہوتی ہیں۔ یہ تقریباً پانچ سو ابیات  
پر مشتمل ہیں۔ ورق ۱۱۲ سے قصیدے لکھے گئے ہیں جن کی  
تعداد آٹھ ہے اور جو ورق ۱۳۲ پر ختم ہوتے ہیں۔  
آخر میں پھر پانچ صفحات کا ایک محسن لکھ کر کلیات کو ختم  
کیا گیا ہے۔  
آغاز :-

مقدور نہیں او کی تجبی کے بیان کا جو شمع سراپا ہوا اگر وصف زبان کا

## (۷۹) کلیات سودا [ ۱۴۸ ]

اوراق ۱۸۴ - مطور ۱۳ فی صفحہ -

تطبیق ۱۲۲ - خط نستعلیق جلی -

مُصنّف مرزا محمد رفیع سودا - تصنیف

۱۱۹۵ھ - کاتب لالہ درلہ راجو کھن

سند کتاب ۱۱۹۵ھ -

کلیات سودا کا یہ نسخہ تاریخ کتابت کے لحاظ سے

نسخہ نمبر ۷۸ سے بھی زیادہ اہم ہے - کیونکہ یہ سودا کی

وفات کے ایک سال کے اندر ہی مرتب ہوا ہے -

اس کلیات کے آغاز میں اصل الدین کا لکھا ہوا

فاری تشریح دیا ہے جو سودا کی زندگی ہی میں لکھا گیا

ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات سودا کی زندگی

ہی میں مرتب کیا گیا ہے -

دیباچہ کے بعد (۱۹) قصیدے نقل کئے گئے ہیں

ان کے بعد شنوایاں اور مرثیے ہیں - یہ حصہ ورق ۹۳

پر ختم ہو جاتا ہے جس کے آخر میں ترقیہ ہے جو بعد کو نقل

کیا جائے گا - غزلوں کا حصہ ورق ۹۴ سے شروع اور

۱۵۹ پر ختم ہوتا ہے اور پھر رباعیاں شروع ہوتی ہیں جن

کے بعد ورق ۱۶۰ ب سے غنمات لکھی گئی ہیں -

حصہ غزلیات و غنمات کا آغاز و اختتام ترقیہ

یہ ہے :-

آغاز :-

مقدور نہیں ادس کی تجلی کے بیاں کا

جیوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

پردے کوں تعین کے در دل سے اٹھاوے

کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

اختتام :-

سنا جاتا ہے فن شعر میں ایسا ہی ہے قابل

سبق ادس سے پڑ ہیں اس وقت اگر ہو یزید

اگر وہ درس دیو سے ہم سے نادانوں کو کیا حاصل

تجھنا مطلع ابر کا ادس کے سخت ہے مشکل

بدقت بیتوں نہیںد معنی لمے ناز او

کہ شرح حکمت العین است نثر کا بن دراز او

ترقیہ :-

” بنارخ ہشتم جادی الثانی بروز جمعہ

۱۱۹۵ھ تحریر یافت ”

اس ترقیہ کے برابر حاشیہ پر قطعہ تاریخ وفات سودا

لکھا گیا ہے جس کا پہلا مصرعہ مجد ساز کی بے امتیالی سے

کٹ کر تلف ہو گیا ہے - بقیہ تین مصرعے یہ ہیں :-

چوتھی رجب کوں جان میں گزرے

بب کہ یکتا اٹھا ہو ی تاریخ

آہ سودا جہاں میں گزرے

اس آخری مصرعے سے ۱۱۹۵ھ یا ۱۱۹۶ھ

برآمد ہوتے ہیں -

دیباچہ کا آغاز و اختتام و ترقیہ یہ ہے :-

آغاز :-

” رفیع ترین کلاے کہ رفت بخش دیباچہ سخن تازہ ”

اختتام :-

” صبح اوراق این دیواں کہ گلستہ معانی است

ہے اور اس کے آخری ورق پر ان کی مستطیل خوشنامہ  
”غایت جنگ ۱۳۴۳“ ثبت ہے۔

(۸۰) **منتخب دیوان سودا** [۱۳۶]

اوراق ۵۔ سطور ۱۴ فی صفحہ۔  
تقطیع ۱۶ × ۹۔ خط نستعلیق۔ عنوان  
اور تخلص سرخی میں۔ مصنف مرزا محمد رفیع سودا  
تصنیف قبل ۱۱۹۴ھ۔

یہ نسخہ ادائیل تیرہویں صدی ہجری کی کتابت ہے  
معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ چند لال شاداں کی فرمائش پر  
یا ان کے زمانے میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں سودا کی  
مختلف غزلوں کے تسوے زیادہ منتخب اشعار جمع کئے گئے  
ہیں  
آغاز :-

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نہ جائے گا  
جیوں اشک پھر زیں سے اٹھایا نہ جائے گا  
آنے سے فوج خط کے نہ جو دل کو مخلصی  
بندھایہ زلف کا ہے چھٹا یا نہ جائے گا۔

اختتام :-  
نظم کہتا ہے مرا آج یہ ہر ناظم سے  
آن کر جو نغمہ ابھی طوطی کے گل جاؤں گا  
کہتے ہیں و دو جو ہے سودا کا تعقیدہ ہی خوب  
ان کی خدمت میں لے یہ میں غزل جاؤں گا  
(زمانہ کتابت وغیرہ کے لئے دیکھو نسخہ نمبر ۸۱)

از ظلت شام سامت حرف گیراں محفوظ باد“  
ترقیمہ ۱۔

”بروز چارشنبہ و تباریخ بیت و ہفتم  
جادی الثانی ۱۱۹۵ھ ہجری تحریر یافت  
جمع این اوراق از باد پریشانی مصوٰن  
ہست تا بر لوح امکان نقش هستی آشکار  
حصہ تصاعد ثنویات و دایاتی کا آغاز در ترقیمہ

یہ ہے۔  
آغاز :-

ہو اجب کفر ثابت ہے وہ تمغائے سلمانی  
نہ ٹوٹی شبنج سے زمانہ تسبیح سلیمانی  
ہنر پیدا کر اول ترک کی جو تب لباس اپنا  
نہ ہو جوں تیغ بے جوہر و گرد نہ نگ عریانی

اختتام :-  
بخون ناحق شاہ شہید تیغ ستم  
الہی غم نہ ہو سودا کو چھٹ حسین کا غم  
ہو اس کا جیتے جی سونس حسین کا ماتم  
جو بعد مرگ ہو دفن تو کر بلائے حسین  
ترقیمہ ۱۔

”دیوان سودا بخط لالہ دولہ رائے جو و مکمل  
بروز و شب تباریخ بیت و پنجم جادی الثانی ۱۱۹۵ھ  
صورت تحریر پذیرفت تمت تمام شد“  
اس کی پشت پر ایک چھوٹی سی بیضوی مہر ثبت  
ہے جس پر مرزا اسد علی ۱۱۹۵ھ درج ہے۔  
یہ کلیات سودا نواب غایت جنگ بہادر کا علیہ

(۸۱)

[۱۳۶ (۱)]

## منتخب دیوان نصیر

اوراق ۲۸ - سطور ۱۲ فی صفحہ -

تفصیح ۱۵ x ۹ - خط نستعلیق - عنوان

اور تخلص سرخی میں - مصنف شاہ نصیر الدین

نصیر دہلوی - رازہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ

شاہ نصیر دہلی کے آخری شاہیر شعرا میں سے تھے -

ابو ظہر بہادر شاہ اور ذوق کے استاد تھے - آخر زمانے میں

لکھنؤ اور حیدرآباد کے کئی سفر کئے اور آخر کار حیدرآباد ہی

میں ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی - ان کی قبر واقع درگاہ

سید موسیٰ شاہ قادری پر ادارہ ادبیات اردو کی طرف سے

نگ و مر کا کتبہ لگادیا گیا ہے -

شاہ نصیر نہایت پُرگو اور شاق شاعر تھے - انہوں

نے سنگلاخ زمینوں میں غزلیں اور قصیدے لکھے تھے -

ہمارا بہ چند دلال نے حیدرآباد میں ان کی ایسی قدر و منزلت

کی کہ آخر وہ یہیں کے ہو رہے - ان کا یہ منتخب دیوان بھی

غالبا ہمارا بہ ہی کے حکم سے یا انہی کے کسی درباری نے

نقل کرایا ہے کیونکہ کتاب کے آغاز میں مختلف شعرا کے اشعار

کے ساتھ ہمارا بہ کا ایک مطلع بھی کاتب نے نقل کیا ہے

جو یہ ہے :-

مطلع ہمارا بہ

شب نگشتی روز گر طوہ نکر دے بو تراب

کے شادی روشن ز مشرق تا بہ مغرب آفتاب

اس نسخے میں شاہ نصیر کی غزلوں کے تقریباً آٹھ سو اشعار

منتخب کئے گئے ہیں -

آغاز :-

دیکھئے جب اپنی صورت وہ پری پیکر لگا

بن گیا آئینہ چو گی نہ کو خاکستر لگا

چشم نقش پا سے زیب پامال حسرت دیکھے

گوشتہ و اماں کو اپنی اور ہی ٹھوکر لگا

اختتام :-

نہ کیونکہ شب رہا ہا نہ نشیں ہو حلقہ بگوش

بلایہ کان کے بالے تمہارے ملتے ہیں

غزل ایک اور بھی کہہ اس زمین کی کہ نصیر

زباں سے شعر ترے خوب تر نکلتے ہیں

[۱۳۶ (۱)]

## (۸۲) منتخب دیوان صاحب قراں

اوراق ۴ - سطور ۱۲ فی صفحہ -

تفصیح ۱۵ x ۹ - خط نستعلیق عنوان

اور تخلص سرخی میں - مصنف صاحب قراں -

یہ سی نصیر اور سودا کے منتخب دواوین کے سلسلہ میں

نقل کیا گیا ہے - اس میں صاحب قراں (امام علی رضوی بکراچی) کے

تقریباً پچاسی اشعار منتخب کئے گئے جو ہزل میں کہے گئے ہیں -

ابتدائی دو صفحات کے ماشیوں پر جعفر زلی کی جو یہ غزل

اور رقبہ بھی درج ہے - صاحب قراں عہد سودا و معصوقی کا

ایک ہزل گو تھا جس کا ذکر قائم اور ذکا نے اپنے تذکروں میں کیا ہے -

آغاز :-

یہ من خدا داد ہے یا نور کا جھکا عالم سے جمال اس کا نظر آتا ہے چکا

کیوں داغ محبت سو جلاتا ہے بکرا گو گر شلی شرتجہ کجہ و مہر و ماہیں دم کا



ہنید ہے باغ سے کچھ کام جز شمشاد سرداں کو  
دیوانے میں یقین ہم قریوں کی طبع موزوں کے  
ترقیمہ :-

”تمام شد کار سن نظام شد بجزمت النون والعدا“  
اس کے نیچے ذاب عنایت جنگ بہادر کی جیفوی ہر ”مصدر  
الطاف و عنایت حسین“ اور دستخط عنایت جنگ ثبت ہیں۔  
اس جلد کے جلد نسخے انہی کے عطیہ ہیں۔

(۸۴) قصیدہ صاحب درجواب سودا  
(۱۳۶) (۱۵)

اوراق ۵ - سطور ۱۲ فی صفحہ  
تقطع ۱/۵ x ۹ - خط نستعلیق - عنوان اور  
تخلص سرخی میں - مصنف رائے لکھی نارائن  
شفیق و صاحب - زمانہ تصنیف قبل ۱۳۱۵  
لکھی نارائن شفیق اورنگ آبادی اردو کے ایک مشہور  
شاعر اور صاحب تذکرہ ہیں۔ ان کا تذکرہ چمنستان شعرا  
چھپ چکا ہے اور ان کے حالات مرتع سخن جلد اول میں درج ہیں۔  
ان کا اردو دیوان ابھی شائع نہیں ہوا۔

زیر نظر قصیدے میں ۱۲۲ اشعار ہیں اور یہ مرزا سودا  
کے قصیدے کے جواب میں اسی زمین میں لکھا گیا ہے۔ اس کا  
موضوع نعت رسول عربی ہے اور اس کے مطالعے سے یہ معلوم  
ہوتا ہے کہ ایک ہندو شاعر بھی نعت میں کتنے کامیاب شعر  
لکھ سکتا ہے۔ شاعر کا تخلص اس شعر میں درج ہے۔

صاحب اب تیرے تئیں اتنی کہاں ہے قدرت  
نعت میں ذات مبارک کی کہے حرب تنک

اختتام :-  
..... کر اگر تو کر جائے گی تو ایسا جڑوں کا کہ مر جائے گی  
اگر تجھ کو مرنا ہے آمیر ہے پس ..... ہی مر جائے گی

(۸۳) دیوان یقین (۱۳۶) (۱۲)

اوراق ۲۲ - سطور ۱۲ فی صفحہ  
تقطع ۱/۵ x ۹ - خط نستعلیق - عنوان اور  
تخلص سرخی میں - مصنف انعام اللہ خاں  
یقین تصنیف قبل ۱۱۶ھ -

یقین کے دو دیوانوں کا ذکر نسخہ جات نہرا، دہلی  
میں گزر چکا ہے۔ یہ ادارہ کا تیسرا قلمی نسخہ ہے۔ اور ہمارا یہ  
چند ولال کی فرمائش پر یا انہی کی زندگی میں نقل کرایا گیا ہے۔  
اس کے ساتھ ہی شاہ نصیر سودا، صاحب قراں اور لکھی نارائن  
شفیق کے بھی منتخبات ایک ہی جلد میں شامل ہیں اور ایک ہی  
کاغذ پر ایک ہی کاتب نے نقل کئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے  
دیکھو تذکرہ نسخہ ۸۱)

اس نسخے میں یقین کے تقریباً چھ سو پچاس اشعار درج ہیں۔

آغاز :-

کون کر سکتا ہے اس مذاق اکبر کی ثنا  
نار سا ہے شان میں جس کی پیہمیر کی ثنا  
سربرا اس موہنہ سے ہو سکتی ہے کب نعت بڑی  
یا ابوکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی ثنا

اختتام :-

ہیں مار سید یہ زلف کے کاٹے سے کیا ہوگا  
کہ ہم اک عمر سے ارے ہیں جاں لے کے انیوں کے

آغاز:-

نکتا میں لکھیں۔ ان کاکلیات اردو، دریا ئے لطافت اور  
رائی کیشکی کی کہانی شائع ہو چکی ہے۔ ان کے حالات بھی  
مختلف تذکروں میں چھپ چکے ہیں۔

انشاء کا یہ دیوان غزلیات اس لئے خاص اہمیت  
رکھتا ہے کہ اس کے کاتب دکن کے ایک بڑے اردو شاعر  
میر احمد علی عتھر ہیں جو حضرت فیض کے شاگرد رشید اور  
ذاب عزیز یا جنگ بہادر پیر کے استاد تھے۔ ان کا دیوان  
رباعیات خود انہی کا لکھا ہوا ادارے کے کتب خانے میں  
موجود ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

انشاء کے اس دیوان میں تقریباً تین ہزار شعاریں  
اور چونکہ ایک بڑے شاعر نے اس کو نقل کیا ہے اس لئے  
بہت صحیح اور قابل اعتماد نسخہ ہے۔

آغاز:-

یہ دیوان ہے میر انشا کا عتھر

صنما برب کریم یہاں ترے ہیں ہر اک یہ مبتلا

کہ اگر الت بریکم تو ابھی کہے تو کہے بلا !  
ہوس جمال حبیب ہو تجھے کچھ دلا تو حکیم و ش

نہ ادلن ترانی اور ہر کسٹن رنی کہیں سے نہ دل جلا

اختتام:-

وہ مار فلک کا بکشاں نام ہے جس کا

کیا دخل کرے کما کے جوبل فوں مرے آگے

میں شاہ خراساں کے غلاموں میں ہوں انشا

مصرف رہے موسیٰ و ہاروں مرے آگے

ترقیمہ:-

”نہ تمام شد بتاریخ ہجری ۱۲۶۵ ہجری ۱۲۶۵ھ

بروز شنبہ وقت مغرب در مکان میر تقی میر فیض علی خاں

تمام کے وقت میں کمال گرد سے دامن کو تھک۔

سمن بس گم کے ٹہلتا تھا فکر میں سڑک

گاہ ایوان سے کرتا تھا خیابان کی سیر

گمہ خیابان سے آتا تھا میں ایوان تنگ

اختتام:-

غلام ہو دے بخیر اب مرا اے ختم رسل

صرفی اس شخص کے جس کو تو تھا پہ لہک

مجھ کو کب مہینہ بدرد واپس نہ پاں پر لاؤں

بھیجتا تجھ پہ ہے صلوات خدا اور ملک

پہ خیر نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے بعد ہی

ہفت بند کاشی درج ہے جس کا ذکر فارسی خطوط میں

کیا جائے گا۔ ہفت بند کے بعد صاحب کی اردو غزلیں

درج ہیں۔

## (۸۵) دیوان انشا [۲۱۵]

ادراک ۹۶ - سطور ۱۵ فی صفحہ

تعلیق ۱۵ x ۹ - خط نستعلیق شکستہ آمیز عموماً

تخلص سرخی میں مصنف میر انشا اللہ خاں

انشاء زمانہ تصنیف قبل ۱۲۲۳ھ

کاتب - میر احمد علی عتھر کتابت ۱۲۶۵ھ

میر انشا اللہ خاں انشا ولد میر انشا اللہ خاں

دہلی کے مشہور شعرا میں سے تھے جنہوں نے لکھنؤ میں عروج

ماصل کیا۔ وہ نہایت پُرگو، بذلہ سنج اور شاق شاعر تھے۔

ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ اور فارسی و اردو نثر میں بھی

یہ کلیات انشاء کا ایک ناقص الاول اور کرم خوردہ  
نسخہ ہے جس میں انشا کی غزلیں، مثنویات، رباعیات  
قطعات تاریخی، ہجویات، ہزلیات اور مخمسات وغیرہ  
درج ہیں۔ یہ نسخہ نہایت قدیم ہے اور بطور بیاض کے  
لکھا گیا ہے۔  
آغاز:-

اے ہم تئیں یہ موسم ہو لی ہے انہوں  
منظور ہے جو سیر تو اس خوش ادا کو چھوڑ  
لیکن کچھ اور سانگ : لا سر پر اپنے ایک  
نیلا نقابا باندھ کے اون کی دوا کو چھوڑ  
اختتام:-

قتل پران کے کی جو بے صبری بن گیا صنف کا غدا ابری  
جی قلم کا بھی اب تو منلایا پیٹ میں تھا سو سب نکل آیا

(۸۷) دیوان میر [۴۴]

اوراق ۱۷۵ - سطور ۱۷ فی صفحہ  
تقطیع ۵ ۱/۲ x ۹ - خط نستعلیق - عنوان  
حاشیہ، اور قلمیں سرخی میں مصنف میر تقی میر  
تصنیف قبل ۱۱۹۲ھ - کاتب میر محمد علی  
رادا کشن سنہ کتابت ۱۱۹۲ھ  
بمقام شاہ جہاں آباد۔

یہ میر تقی میر کا پہلا دیوان ہے جو خود ان کی زندگی میں  
خاص اہتمام سے نقل کرایا گیا ہے۔ کاغذ اور کتابت نہایت  
اچھی ہے۔ حاشیہ پر سرخ اور نیلی جدولیں ہیں۔ صرف اشعار  
دون میں (یعنی ۱۱ تا ۲۹ شوال) میں اس کی کتابت مکمل کی گئی ہے۔

از دست میراج علی المتخلص عصرہ باستصواب استادنا  
و مولانا سراد شعرائے ہند و دکن جات ہر کہاں و ہر فن  
سلطان انوار مرین بناب حضرت مولوی حافظ میر محمد شمس الدین  
قد المتخلص فیض ادام اللہ فیوضہ از دیوان مرزا احمد علی گنگ  
نقص زرقہ بطریق مشق برائے شوق خود ارقام نوادہ  
شد۔ تمت بالخیر۔

ترقیے کے نیچے خود میر عصر نے اپنی ایک نامقام غزل  
لکھی ہے جو غالباً اسی روز کہی گئی ہے جس روز کہ اس  
دیوان کی نقل تکمیل کو پہنچی۔ کیونکہ اس میں درمیان میں  
مزید اشعار کے لئے جگہ چھوڑی گئی ہے۔ اس کا مطلع جقطع یہ ہے  
کہ دولت رکھ کے دل میں ہے عبت فکر پریشاں میں  
عدو کو عدم ہو کر عسری کا آئے میسداں میں  
کہانات بناب فیض روشن ہیں تیام نہ تک !  
چھپائے سچ چھپا بھی ہے چراغ ہر داماں میں !  
پہرا استاد سے جو عھر کیا بات اوس سبق کی  
نہیں ہے آبرو اس کو کبھی بزم سخنداں میں  
اس نسخے کے آخری ورق پر حافظ ظہور علی کی وفات کا قطعہ  
تاریخ فیض درج ہے جس کا آخری شعر یہ ہے۔  
فیض تاریخ ارتحاش گفت بے بدل فاضل مدرس بود  
یہ نسخہ مولوی سید محمد صاحب ایم اے۔ پکوار اردو سٹی کالج  
کا عطیہ ہے۔

(۸۶) کلیات انشا [۵۲۴]

اوراق ۱۹۰ - ۴۴ سطور فی صفحہ  
تقطیع ۵ ۱/۲ x ۸ ۱/۲ - خط شکستہ  
مصنف میر انشاء اللہ خاں تصنیف قبل ۱۲۲۳ھ

شہر ذیقعدہ روز شنبہ بحسب فرمایش میا  
محمد شکر اللہ بدست میر محمد علی رضوی موافق  
۹۲۲ھ ہجری تحریر یافت۔ سلسلہ شاہ عالم  
ہو شاہ غازی

رق ۶۳ سے منفردات، تغین، مثلث، ترکیب بند، مسدس،  
واسوز، واسوحت اور خمس لکھے گئے ہیں جن کا سلسلہ  
درق ۹۳ ب پر ختم ہوتا ہے۔ درق ۹۴ سے مثنوی اثر در نامہ  
شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد سب ذیل مثنویاں ہیں۔  
تنبیہ الجہال (۹۵ ب)۔ زبان زد عالم جو پلے ادبی  
(۹۶ ب) جو آئینہ دار (۱۰۱)۔ سنگ نامہ (۱۰۲ ب)۔ جو خانہ خود  
(۱۰۳ ب)۔ سنگ و گربہ (۱۰۵)۔ مادہ سنگ (۱۰۶)۔ جوش باران  
(۱۰۶ ب)۔ جو اکول (۱۰۸)۔ دم الفضول (۱۰۹ ب)۔ مرثیہ مرغ  
(۱۱۳)۔

درق ۱۳ اب سے قطعات کا آغاز ہوا ہے جو یہ ہیں :-

تعریف ۱- پ (۱۱۳ ب)۔ جو خواجہ سرا (۱۱۱)۔

مبارک باد صحت (۱۲ اب)۔

درق ۱۱۵ سے چھ مثنویات شروع ہوتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

تعریف آغاز شید (۱۱۵)۔ مبارک باد کہ فدا لی بش سنگ

(۱۱۵)۔ ساقی نامہ (۱۱۷ ب)۔ جوش عشق (۱۲۱)۔ دیائے عشق

(۱۲۶)۔ اعجاز عشق (۱۳۵)۔ خواب و خیال (۱۴۲)۔

شعلہ شوق (۱۴۸ ب)۔ جو نامہ (۱۵۶)۔ تعریف بچہ کچی

(۱۵۹ ب)۔ تعریف گربہ موہنی (۱۶۰ ب)۔

یہ مثنویاں درق ۶۳ پر ختم ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ہی

قصائد شروع ہوتے ہیں جن کی تعداد (۷۷) ہے۔

درق ۶۳ سے ۷۵ تک کا حصہ یعنی غزلوں اور رباعیوں

کے بعد کا حصہ ایک دوسرے خطاط رادہ اکشن نے قلمبند کیا ہے۔

یہ کتاب شیخ محمد شکر اللہ کی فرمائش پر نقل کی گئی ہے اور اس  
زمانے میں ایسے ہی کاغذ پر اور اسی اہتمام کے ساتھ محمد شکر اللہ  
نے میر کا فارسی دیوان نالہ دولت رائے سے نقل کرایا تھا  
جو اسی جلد میں محفوظ ہے۔ اس کا ذکر فارسی محمولات کی  
فہرست میں درج رہے گا۔ میر کا فارسی دیوان بالکل نادر ہے۔  
یہ اردو دیوان میر بھی تاریخ کتب کے لحاظ سے  
ہنا بیت اہم ہے۔ اس میں ابتدائی ۵۵۵ اور اق غزلوں کے  
لئے وقفہ ہیں جن میں تقریباً اٹھارہ سو شعر ہیں۔ اس سے  
میر محمد علی نے لکھا ہے۔

آغاز :-

ہر ذی حیات کا ہے سبب جو حیات کا

نکلے ہے جی ہی اس کے لئے کائنات کا

بکھرے ہے زلف اس رخ عالم فردز پر

ورنہ بناؤ ہو دے نہ دن اور رات کا

اختتام :-

آسمان شاید ورے کچھ آگیا رات سے کیا کیا رکاجا تا جوجی  
کاشکے برق رہے اس رخ پر تیر منہ کھلے اس کے چھپا جاتا جوجی  
ترجمہ :-

”تم تمام شد بتاریخ دویم روز یکشنبہ شہر“

ذیقعدہ ۹۲۲ھ نبوی بحسب فرمایش شیخ محمد شکر

جہ سوزہ رب بدست میر محمد علی تحریر یافت

سنہ ۲۰ شاہ عالم بادشاہ“

درق ۵۶ سے رباعیات شروع کی گئی ہیں جو ۳۳ ہیں۔

درق ۵۸ ب سے مخمسات کا آغاز ہوا ہے جو درق ۶۲ پر ختم

ہوئی ہیں۔ ان کے بعد بھی میر محمد علی کا حسب ذیل ترجمہ ہے۔

”تم تمام شد دیوان میر تقی بتاریخ چہارم

اس حصے کا آغاز و اختتام و ترقیمہ یہ ہے۔

آغاز :-

مصرع زلف کا نہ نکلا بیچ شاعروں نے بھی فکر کر دیکھی

کوچہ یار سے نہادیں گے کیسے ہی ہوں گے ہم گئے گزرے

اختتام :-

اگر یہ عذر ہو مقبول تو تو خیر اندر حریت ہونے کا میرے نتیجہ نفع ہے  
کہاں تک میں کروں اس نفاق کا شکوہ غمخیزی اپنے بڑا ولی کہ اس میں راحت ہے  
ترقیمہ :-

”نعت تمام شد دیوان میر تقی میر تاریخ بیت ہنم

شہر شوال روز پنجشنبہ سنہ جلوس شاہ عالم

مطابق سنہ ۱۱۹۲ھ بحسب فرائض میاں

محمد شکر اللہ منہ مقام دار الخلافہ شاہ جہا آباد

بخط احقر العباد بندہ رادہ کائنات تحریر یافتہ

آخر میں نواب عنایت جنگ بہادر کے دستخط اور بیغوی ہر

”مصدر الطاف و عنایت حسین“ ثبت ہیں۔ یہ نسخہ انہی کا

عطیہ ہے۔

## (۸۸) کلیات ایمان [۱۴۱]

اوراق ۱۵۶ - سطور ۱۵ - فی صفحہ

تقطیع  $\frac{1}{4} \times 5 \frac{1}{4} \times 8$  - خط نستعلیق پاکیزہ -

عنوانات سرخی میں مصنف شیر محمد خاں ایمان

تصنیف قبل سنہ ۱۲۳۲ھ - کتابت سنہ ۱۲۴۹ھ -

شیر محمد خاں ایمان عہد آصف جاہ ثانی کے ملک الشعراء

اور شاہ تہلی کے شاگرد تھے۔ ان کے حالات ادارے کی مطبوعات

رقع سخن جلد اول اور ایمان سخن میں شائع ہو چکے ہیں۔

ان کے کلام کے بہت کم نسخے موجود ہیں۔ ادارہ کارنرسو

نہایت پاکیزہ اور مکمل ہے۔ ایمان پہلے حیدر آبادی شاعر

ہیں جنہوں نے شمالی ہند کی زبان میں اپنا شاعرانہ کمال منایا۔

اس نسخے میں پہلے غزلیات ہیں جو ورق ۹۵ ب پر

ختم ہوتی ہیں۔ ان میں تقریباً تین ہزار اشعار ہیں۔ آغاز و

اختتام یہ ہے :-

آغاز :-

اہلی شکر جاری ہے زباں پر دم بدم تیرا

کہ بخشنا جان دایماں بے نہایت ہے کرم تیرا

کرے ہے بندگی کا پہلے ہی تجھ کو اداس جدا

بعد آداب پھر ادھان لکھے ہے قلم تیرا

اختتام :-

شور و فغان و گریہ و اندوہ و درد و غم

آخر ہمارے ساتھ یہ سب مشغلے چلے

ایمان اس جہاں سے بجز بار معصیت

افس صد ہزار کہ ہم کچھ نہ لے چلے

ورق ۹۵ ب کے آخر میں ایک قطعہ درج ہے اور ۹۶ سے رباعیاں

شروع کی گئی ہیں جو سنہ کی تعداد میں ہیں۔ ورق ۱۰۳ سے

ثلث، خمس اور سدس لکھے گئے ہیں جن کا اختتام

ورق ۱۱۲ پر ہوتا ہے۔ اسی صفحے سے مثنویوں کا آغاز ہوتا ہے

جن کے نام یہ ہیں :-

(۱) قصہ فرہاد و شیریں و لیلیٰ مجنوں (۲) مثنوی برق تب

۱۲۶ ب - (۳) بے تاب نامہ ۱۳۰ - (۴) اشتیاق نامہ ۱۳۱

(۵) فراق نامہ ۱۳۲ ب -

ان پانچ مثنویوں میں تقریباً چھ سو ابیات ہیں۔ ان کے بعد

## (۸۹) حاشیہ من درپن [۱۱۰]

اوراق ۱۰ - مطبوعہ ۱۲ فی صفحہ  
تفلیج المم ۲۰۰۰ - خط نستعلیق - عنوان  
حاشیہ - معنی و تشریح سرخی میں - مصنف  
محمد باقر آگاہ - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ  
یہ نسخہ نمبر ۲۰ کا دورا مخطوطہ ہے جو زیادہ مکمل  
ہے۔ اس میں سطروں کے درمیان سرخ روشنائی میں شکل  
الفاظ کے معنی اور حاشیہ پر مطالب درج ہیں - تعداد ابیات  
تقریباً سوا دو سو -

آغاز:-

پس از حمد خدا و نعمت مختار سن اس مضمون کو گوش دل و اکید  
کہن درپن میں بولائیں بایجاز بآئیں قرآن کا اعجاز  
استقام:-

خدا سے نیت ہو تسلمات و صلوات  
نبی کے روضہ انور پہ دن رات  
اور اوس کے آل و صحب و تابعین پر

خصوصاً محی دین محبوب داور  
یہ نسخہ مولوی نعیم الدین ہاشمی صاحب کا عطیہ ہے جو انہوں  
نے ۲۲ - ۹ - ۷۷ء کو ادارے کے کتب خانہ میں داخل کیا۔

قصائد شروع ہوتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) نعت ۱۳۳ ب - (۲) منقبت امیر المومنین علی -  
۱۳۴ ب - (۳) مدح نظام علی خان ۱۳۶ - (۴) سالگرہ ارسلو جانا  
۱۴۰ - (۵) جشن سالگرہ نظام علی خان ۱۴۱ - (۶) قصیدہ ہفت بیہ  
۱۴۲ ب - (۷) مدح سردار الدولہ ۱۴۴ ب - (۸) شادی جہاں پرور  
۱۴۷ - (۹) سالگرہ ارسلو جانا ۱۴۹ - (۱۰) سالگرہ ارسلو جانا ۱۵۶  
ان دس قصائد میں تقریباً پانچ سو اشعار ہیں - قصائد کے  
بعد پھر ثنویاں شروع کی گئی ہیں جن میں سے چار تو نامہ بات  
منظوم ہیں اور آخری کا عنوان ہے ”دو تنبیہ عاصہ“ - ثنویاں کے  
بعد ایک منقبت ہے جو مخمس کی شکل میں ہے - اختتام اس  
بند پر ہوتا ہے -

نغمہ آستان پر ہر دم وہ دن رات گھنٹے ہیں جیس  
ایمان صدق جان سے ہے کا غلام کستریں  
تیرے سوا اس کا کوئی کونین میں حامی نہیں  
ہر ایک دم صبح و سہا یہ درد ہے یا شاہ دیں  
صاحب ردا مولا علی شکل کشا مولا علی

ترقیمہ:-

”بتاریخ پانزدہم شہر صفر المظفر ۱۲۴۹ھ  
مقدسہ تمت الکتاب یعنی اس دیوان خیر محمد علی  
ایمان - کاتب المحروف محمد ہاشم (یا قائم)  
ایمان دے اوس کو خدا

دیدار کو اپنے دکھا

اس کے برابر نواب عنایت جنگ بہادر کی بیعتی

”مہر“ مصداق الطاف و عنایت حسین“ ثبت ہے - یہ نسخہ  
انہی کا عطیہ ہے -

(۹۰)

مرثیہ آگاہ

[۱۳۲]

(۹۱)

پنچھی باچا

[۱۰۱]

اوراق ۶۔ سطور ۱۷ فی صفحہ۔

تقطیع ۱۶ x ۵۔ خط نستعلیق۔ عنوانات

مرثیہ میں۔ مصنف محمد باقر آگاہ۔

سنہ تصنیف ۱۲۰۷ھ سنہ کتابت ۱۲۱۳ھ

یہ نسخہ دراصل ریاض الجنان (دیکھو خطوط جات

نمبر ۶۲ و ۶۳) کا ضمیمہ ہے۔ اور غالباً نسخہ نمبر ۶۴ کے ساتھ

شامل تھا اور جلد بندی کے وقت غلطی سے ملکہ کر دیا گیا ہے۔

اس میں تین سلام اور دو طویل مرثیے شامل ہیں۔

آغاز:-

اسلام اے سبہ الاموات کے امام

اسلام اے محفل یلوہ شاہد کے ہمام

اسلام اے مطلع و اشمس کے اہ تمام

اسلام اسے سید شباب جنت اسلام

اختتام:-

سوز و گداز درد نے پھر شمع داغ کو

سینے کے تابان میں رکھایا ہے کس لئے

اس جوش و اس گمشائیں محرم کا انجم

معلوم کچھ کیا تو کہ آیا ہے کس لئے

ترتیب:-

دیکھو نسخہ ریاض الجنان نمبر ۶۳۔

اوراق ۱۲۲۔ سطور ۱۳ فی صفحہ۔

تقطیع ۱۶ x ۵۔ خط نستعلیق۔ عنوان

مرثیہ میں۔ مصنف و جہدی۔ سنہ تصنیف

۱۱۲۶ھ

اس کتاب کے تین اور نسخے ادارے کے کتب خانے

میں موجود ہیں (دیکھو نمبر ۳۳ تا ۳۵) یہ نسخہ مکمل اور محفوظ حالت

میں ہے۔ کوئی ترتیب نہیں ہے لیکن اوائل تیرہویں یا ادا فر

بارہویں صدی کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ اس کی آخری بیت

میں کتاب کی تاریخ جس معرع سے نکالی گئی ہے اس میں

صرف خاصہ کتاب سے ۱۱۱۹ھ سنہ تصنیف قرار دیا گیا اور

لکھا گیا ہے۔ اس سے قبل کے نسخوں میں کیا خاصہ کتاب

سے ۱۱۲۶ھ تاریخ درج کی گئی ہے۔ اس نسخے میں تین ہزار

پانچ سو ابیات ہیں۔

آغاز:-

اے پنچھی پیاسے سخن آغاز کر حمدوں حق کی بلند آواز کر

شوق سوں ایسا اوچا یا یک چہا جی رہے ترکوک کا عالم لوبہا

اختتام:-

اس لئے یارب مرا ہوتا ہے کام

شکر ہے جے ہوئے پنچھی با جاتام

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب

تب ہوا میرزاں میں کیا خاصہ کتاب

ابندائی اور آخری صفحات پر نواب عنایت جنگ بہادر کے

دستخط اور ہر سبب ثبت ہیں۔ یہ نسخہ انہی کا عطیہ ہے۔

## (۹۲) روضۃ الشہداء [۲۰۲]

وراق ۱۹۰ - سطور ۱۵۰ فی صفحہ  
تقطیع ۱۵ x ۸ - خط نستعلیق شکستہ آئیز  
عنوانات سرخی میں - مصنف دلی ویلورڈ  
سنہ تصنیف ۱۱۳۷ یا ۱۱۳۸ھ - کاتب  
محمد زماں خاں مندوڑی - سنہ کتابت قبل  
۱۲۲۶ھ - بمقام لکاپلی -

اس کتاب کے دو اور نسخے ادارے کے کتب خانے  
میں محفوظ ہیں (دیکھو نمبر ۳۱ و ۳۲) - یہ مخطوط ناقص الاول  
اور کرم خوردہ ہے - موجودہ حالت میں اس میں ۱۵۵۰ آیات  
ہیں - اس نسخے کے آخر میں سنہ تصنیف مساوی طور پر ۱۱۳۰  
درج ہے ملاحظہ ہو اختتامی آیات -

آغاز :-

جسے جتنا محبت ہو رولا ہے سوا اتنا بلا میں مبتلا ہے !  
الست برکیم کاجب صد انصاف جواب اوس کا نیم است کر بلا کا  
اختتام  
کیا ہوں غم جب لو درد کا حال ایگیا راسو پہ تھا نہ تیسواں سال  
زمانہ ہدی آخر زماں کا ! اتھا اس باعث امن و امان کا  
آئی اب رکھ رقم ہو ختم کریات بنی ہو رآل پرست بول صلوات  
ترقیمہ :-

”جانب ہند ہم سفر المظفر دجاٹ لکاپلی بخیریت

تمام رسید - کاتب الحدوث محمد زماں خاں مندوڑی“

ترتیب کے نیچے تین خوب صورت مستطیل چہریں ہیں جن  
میں سے ایک پر محترم جنگ ۱۲۲۶ھ - دوسری پر محترم الدولہ  
۱۲۵۷ھ - اور تیسری پر اعتصام الملک ۱۲۷۵ ہجری کندہ  
ہیں - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان کی ملک تھا -

بعد کو اب عنایت جنگ بہادر کی ملک رہا کیونکہ سرورق پر  
عنایت جنگ ۱۳۴۲ھ کی چہر ثبت ہے - یہ نسخہ انہی کا  
علیہ ہے - اعتصام الملک نواب سکندر جاہ آصف جاہ  
ثالث کے خاص منظور نظر اور مشہور مدبر اور امیر تھے - فن انشا  
اور خوش نویسی میں بھی کمال حاصل کیا تھا - ان کا تفصیلی ذکر  
گلزار آصفیہ صفحات ۱۸۳ تا ۱۹۰ میں درج ہے - اس  
نسخے پر جو تہ ہے وہ بھی خوش نویسی کا بہترین نمونہ ہے -  
لیکن اس کی مندرجہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فرزند  
محترم جنگ اترام الدولہ کو بھی اعتصام الملک کا خطاب ملا  
تھا - (محترم الدولہ کے حالات کے لئے دیکھو گلزار آصفیہ ۳۲۰)

## (۹۳) طوطی نامہ [۱۶۹]

وراق ۵۲ - سطور ۱۷۰ فی صفحہ  
تقطیع ۶ x ۱۱ - خط نستعلیق عنوان اور  
معنی سرخی میں - ترتیب مید خجہ نش حیدری -  
سنہ ترجمہ ۱۲۱۵ھ م ۱۸۰۱ء کاتب غلام قمبر  
بریلایش وزارت اوراق - سنہ کتابت  
۱۲۶۹ھ - بمقام سید آباد در دیوان غانا  
نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ راجہ -  
ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر سید حیدر بخش  
حیدری شاہ جہاں آبادی نے فورٹ ولیم کالج میں ۱۲۱۵ھ  
میں سید محمد قادری کے طوطی نامے کو اردو نثر میں منتقل  
کیا - یہ کتاب چھپ بھی چکی ہے لیکن یہ نسخہ اس لئے اہم  
ہے کہ حضرت آصف جاہ راجہ کے شاہی دیوان خانے  
میں خاص اہتمام سے لکھا گیا ہے - مصنف کے حالات  
”ارباب نثر اردو“ میں تفصیل سے درج ہیں -



آغاز:-

”احسان اس خدا کا کہ جس نے دریائے سخن کو  
اپنے ابرکرم سے گہر معنی بخشا اور زبان انسان  
کو واسطے اپنی حمد کے گویا کیا۔“

اختتام:-

”اس بات کے سنتے ہی وہ تاب نہ لاسکا ایک  
تلوار سے خوجستہ کا کام تمام کیا۔ واللہ اعلم  
بالغواب۔ جو بڑے سچ کہنے والا جانے۔ اللہ  
تعالیٰ اس کی حرمت رکھے۔“

ترقیمہ:-

”قصہ طوطی نامہ بتاریخ بست دہم شہر  
ربیع الاول ۱۲۶۹ ہجری بنوی در دیوان خانہ  
نواب علی القاب نواب ناصر الدول بہادر بہ فرمائش  
جناب مرقدات علی خاں بہادر دام اقبالہ  
بروز شنبہ بوقت دوپہر کمرے کم بدست  
غلام قمبر اتام یافت“

یہ نسخہ مولوی میر محمد نقی صاحب رضوی بی اے کا عطیہ ہے۔

(۹۴) چہار درویش [۱۵۳]

ادراق ۲۸ - سطور ۱۲ فی صفحہ  
تقطیع  $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$  - خط نستعلیق شکستہ آمیز  
مصنف میرامن دہلوی۔

سنہ تالیف ۱۲۱۵ھ م ۱۸۰۱ء

یہ میرامن کے چہار درویش کا ایک ناقص الآخر نسخہ ہے  
میرامن نے بھی حیدری کی طرح جان گلکرسٹ کی فرمائش پر

فورٹ ولیم کالج میں اس قصے کو نثر میں لکھا تھا۔ یہ کتاب  
بھی بارہا چھپ چکی ہے۔ مصنف کے حالات ارباب نثر  
اردو میں درج ہیں۔ یہ نسخہ اوائل تیرہویں صدی کا مکتوبہ  
ہے۔ اور نواب عنایت بہادر نے ادارے کے کتب خانے  
میں بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

آغاز:-

”سبحان اللہ کیا صانع ہے کہ جس نے ایک  
مٹھی خاک میں کیا کیا صورتیں اور مٹی کی  
مورتیں پیدا کیں۔“

اختتام:-

”نعمتیں دیکھ کر روح بھر گئی جب ایک  
ایک نوالا ہر ایک سے لیا پیٹ بھی بھر گیا  
تب بات کھانے سے کہینچا۔ وہ شخص مجوز ہوا“

(۹۵) چہار درویش [۲۰۳]

ادراق ۱۲۲ - سطور ۱۳ فی صفحہ  
تقطیع  $9 \times 6$  - خط نستعلیق شکستہ آمیز  
عنوان سرخی میں - مصنف میرامن دہلوی۔  
سنہ تصنیف ۱۲۱۵ھ م ۱۸۰۱ء

یہ بھی کتاب نمبر ۹ کا ایک ناقص الآخر نسخہ ہے۔  
لیکن زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی نواب عنایت جنگ  
بہادر کا عطیہ ہے۔

آغاز:-

”سبحان اللہ کیا صانع ہے کہ جس نے ایک مٹھی خاک  
سے کیا صورتیں اور مٹی کی مورتیں پیدا کیں“

انتقام :-  
نے خاص انتقام سے خود نقل کیا ہے اس لئے قابل قدر  
آغاز :-

ابھی کر سخن میرے کو وہ بھول  
کہ ہو ہر ایک کے دل کا وہ بھول  
حمد و ثنا کی ہمیشہ بہار کا گستاخ باغبان حقیقی  
کو سزاوار ہے کہ اس طرف بستان جہاں  
نے آب و رنگ تازہ اور لطافت و طراوت  
بے اندازہ اس کے روضہ رضوان سے پانی۔

انتقام :-

” شاید مصنف نے سنا سنا یا لکھا تھا۔ و الا  
اتفاق نہ ہوتا جس کو مفصل اس کا دریافت  
کرنا ہو وہ اصل کتاب کے آخر کو اور  
شاہ جہاں نامے کے اس مقام کو جہاں  
وہ اصول ہے ملاحظہ کرے۔“  
کتاب کے اس حصے سے متعلق مذہب عشق کے دوسرے نسخے  
کا تذکرہ ملاحظہ ہو جو اس کے بعد ہی درج ہے۔  
ترقیمہ :-

” یہ کتاب گل بکا دی انتقام ہوئی بتایا چہارم  
ماہ صفر المظفر بروز پنجشنبہ ۱۲۴۷ھ بمطابق  
عاصی خاکپاشے جہاں میر مظفر علی صاحبزادہ  
فرزند میر فتح اللہ غازی جنگ مرحوم نمبر  
میر محمد شریف خاں بسالت جنگ شجاع الملک  
بہادر مرحوم تحریر یافت۔“

کتاب کے سرورق پر میر مظفر علی ۱۲۴۳ھ کی ہر ثبت ہے۔ یہ  
نسخہ مولوی میر محمد ثانی صاحب بی اس کا عید ہے اور انہوں نے  
پہلے ورق پر کتاب کا مختصر سا تعارف لکھا ہے۔

آزاد ملک شہنشاہ نے ہر ایک بادشاہ کو تحفہ  
سوغاتیں اور مال اجاب دے دے کر اپنے  
اپنے وطن کو رخصت کیا۔ سب خوشی و خاطر  
جسمی روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت جا پہنچے  
اور بادشاہت کرنے لگے۔

(۹۶) مذہب عشق [۱۲۱]

اوراق ۱۲۰ - سطور ۱۳ فی صفحہ  
تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق - جدول سنہ  
عنوان اور اسماء سرخی میں - مولف ہنال چند  
لاہوری - سنہ تالیف ۱۲۱۷ھ ۱۸۰۳ء  
کاتب صاحبزادہ میر مظفر علی خاں۔

تاریخ کتابت ۱۲۷۲ھ مقام حیدرآباد۔

تلج الملوک و بکاوی کے قصے کو ۱۲۲۳ھ میں  
شیخ عزت اللہ بنگالی نے اپنے ایک عزیز دوست  
مذہب کی خاطر فارسی میں قلمبند کیا تھا۔ ہنال چند لاہوری  
نے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۷ھ میں  
اس کا اردو نثر میں ترجمہ کیا اور اس کا تاریخی نام  
مذہب عشق رکھا۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے اور مصنف  
کا احوال ”ارباب نثر اردو“ میں تفصیل سے درج ہے۔  
اس کے آخری حصے میں غالباً کاتب نے اپنی طرف سے  
تھوڑی سی عبارت کا اضافہ کیا ہے جس کی تفصیل اس کے  
دوسرے نسخے کے تذکرہ میں آئندہ صفحہ پر درج ہے  
یہ نسخہ حیدرآباد کے شاہی خاندان کے ایک علم دوست

## (۹۷) مذہب عشق

[۱۵۱]

کے اس مقام کو جہاں وہ

احوال ہے ملاحظہ کرے۔

تحت تمام شد کہ یہ کتاب

گل بکا ولی اختتام ہوئی۔

اوراق ۱۰۹ - سطور ۱۳ فی صفحہ۔

تقطیع ۱/۴ ذہ ۸۶ خط نستعلیق۔

عنوانات سرخی میں۔ مولف۔ بہال چند لاہوری۔

سنہ تالیف ۱۲۱۷ھ م ۱۸۰۳ء۔

کاتب سید فدوی علی خاں۔ سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ

یہ نسخہ نمبر ۹۷ کا دوسرا مخطوطہ اور اس سے  
۲۳ سال قبل نقل کیا گیا ہے۔ اس کے آخری حصے  
اور نسخہ نمبر ۹۶ کے آخری حصے میں جو فرق ہے وہ ذیل  
میں ملاحظہ ہو۔

آغاز:-

گلستاں ہمیشہ بہار حمد و ثنا کا: غبار حقیقی کو  
سزاوار ہے کہ اس طرہ بولستان جہاں نے  
آپ درنگ تازہ در لطافت بے اندازہ اس کے  
روضہ مضواں سے پائی۔

اختتام:- (اوپر درج ہو چکا ہے)

ترقیمہ:-

”نسخہ مذہب عشق معروف بہ گل بکا ولی تصنیف  
سید منیر علی خاں المتخلص انسوس۔ در بیابا  
نام مصنف بہال چند لاہوری است۔ راقم  
اس قصے کا سید فدوی علی خاں بخش دیوے  
خدا اوس کے گنہگاروں کو: بیچ تاریخ فرہ نشبان  
المعظم نہ باراسو الی کادون ہجری بنوی کے  
یہ قصہ بحر انصراں پایا۔ اگرچہ تحریر سے اس  
قصے کے چنداں خواہش نہ تھی بلکہ تصنیع اوقات  
کیا اس واسطے کہ اگر کوئی کتاب دین و مکت  
کی لکھتا تو برادران دینی کو اس سے قائمہ ہوتا  
آمد آپ جنات میں داخل ہوتا۔ امانظر رایتیکہ  
کتاب خانے میں مامی کے کتنے جلد قصہ ہائے  
عشقی اکثر عشاقان سلف کے فراہم کئے ہوئے  
والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے موجود ہیں۔ یہ بھی

نسخہ ۹۷

نسخہ ۹۶

سب کے سب شاد ہوئے اور  
بجز بی آباد ہوئے غرض جس طرح  
دی انہوں کی مراد ہماری بھی  
دے یا الہی مراد۔  
ناظرین پر روشن ہو کہ  
تھوڑا سا احوال شاہ جہاں کے  
بادشاہ ہونے کا آخر کتاب میں  
نقصا۔ مترجم نے اس کو مع اس  
حکایت کے اور جو اس کے مطابق  
تھی اس واسطے ترجمہ نہ کیا کہ خلاف  
شاہ جہاں نامہ کے اس شاید  
مصنف نے سنا سنایا لکھا تھا  
والا اتنا فرق نہ ہوتا جس کو مفصل  
اس کا دریافت کرنا ہو وہ اصل  
کتاب کے آخر کو اور شاہ جہاں

سب کے سب شاد ہوئے

اور بجز بی آباد ہوئے۔

در تاریخ قصہ مذہب عشق

یہ قصہ ہوا جب بخوبی تمام

تو پھر فکر تاریخ تھی صبح و شام

اچانک سنی میں نے آواز غیب

کہ ہے مذہب عشق تاریخ و نام

ہوئی پھر یہ خواہش کہ کلک زبا

کرے عیسوی سال کو بھی میاں

تو پھر اتنے غیب نے دی صدا

کہ اس مذہب عشق میں کوئی آ

کرے مشرب جام گر اختیار

تو راز نہاں اوس پہ ہوا آشکار

میں ترجمہ کر کے عربیوں کی انجمن کا تحفہ  
اور سخن سنجوں کی مجلس کا ہدیہ بنایا۔  
یہ کتاب مطبع گلدستہ نشاط جنگا لیس ۱۳۴۵ء میں  
چھپ چکی ہے اور اسی مطبعہ کتاب سے نقل کی گئی ہے۔  
آغاز :-

”حمد ہے اس صالح کارہ جس نے انسان کو  
افترت الملوکات بنایا اور عالم کو خلعت  
ہستی پہنایا۔ اس کے ابر احسان سے کیاریاں  
عشق و محبت کی سیراب ہیں“

اختتام :-

”بندہ امید وار ہے کہ اس کے پڑھنے والے  
سیر کے وقت اس گنہ گار کو بددعا سے خیر یاد  
کریں اور جہاں محاورے میں خطا پاویں اصلاح  
کو دیں نہ فراموشی کہ طہنت انسان کی سہو اور  
خطا سے مخم ہے۔ مصرع۔

کہ انسان ہوں کچھ فرشتہ نہیں“

ترقیمہ :-

”تحت تمام شد ایں رسالہ از دست غلام قمبر  
حب الفرائش جناب خاں صاحب میرزا دارالط  
خاں بہادر ادام اللہ اقبالہ بتاریخ بست و نجم  
شہر ریج الشانی ۱۳۶۹ء روز شنبہ۔“

یہ نسخہ میر محمد نقی صاحب رضوی بی اے کا عطیہ ہے  
اور طوطی نامہ حیدر بخش حیدری نسخہ نمبر ۱۹۳ کے ساتھ ایک  
ہی جلد میں محفوظ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی دیوان خانہ  
نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رالج میں لکھا گیا ہے۔

اگر شریک۔ اون میں ہو تو بہتر ہے۔ اس لئے  
محنت تحریر اپنے پرگوار اگر کرے جلدی ترقی کرے  
باللہ التوفیق“

آخر میں نواب عنایت جنگ بہادر کی ہر ”مصدر الطاف و  
عنایت حسین“ ثبت ہے یہ نسخہ انہی کا عطیہ ہے۔

## (۹۸) گل باصنوبر [۱۶۹ ب]

اوراق ۳۴۔ سطور ۱۴ فی صفحہ۔

تقطیع ۶ x ۱۱۔ خط نستعلیق۔ عنوانات

سرخی میں۔ مصنف نیم چند۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۸۵ء۔ کاتب غلام قمبر

سبب فرمایش میرزا دارالط علی خاں بہادر۔

تاریخ کتابت ۱۳۶۹ء بمقام دیوان خانہ

نواب ناصر الدولہ بہادر۔ حیدرآباد۔

نیم چند نے فارسی قصہ گل باصنوبر کو اپنے دوست

بابو گرچرن سین کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کیا۔ مترجم

اپنا نام اور سبب تالیف وغیرہ یوں ظاہر کرتا ہے :-

”فقیر رضائے الہی پر خورسند نیم چند یوں لکھتا

ہے کہ اس عالم ناپائیدار میں کسی چیز کو قرار نہیں

.....

.....

گل باصنوبر قصے کو کہ زبان فارسی میں کسی

شخص نے لکھا ہے قدر شناس سخن دانائے

علم و فن دولت و اقبال کا نور العین بابو

گرچرن سین کے فرمانے سے اردو کے روزمرہ

## (۹۹) سحر البیان [۴۰۴]

آغاز :-

کردن نامے کوں بسم اللہ سوں آغاز  
اجہوں تائیں فصاحت میں سرفراز  
سراؤں کی ادیسے جن ایک سخن میں  
بندیا جیو دم کے رشتے سوں بدن میں

اختتام :-

لگے ہوئے آپس میں داروں پہ دار  
کہ جس کا ہنہ مد ہے نا ہے شمار !  
نہ تھا کر سے اوس کے اون کو خبر  
دیکھا سر پہ مارا ہے پاؤں اوپر !  
اگرچہ یہ ناقص الآخر نسخہ ہے۔ لیکن اس کا کاتب  
محمد زماں خاں مندوڑی ہے جس نے غالباً لوکا پلی میں  
یہ نسخہ نقل کیا ہے۔ اس کا اور اس کتاب کے ایک  
اور نسخے (مخطوطہ نمبر ۹۲) کا کاتب ایک ہی ہے۔  
اس نسخے کے سرورق پر تین ہریں محترم جنگ  
۱۲۲۶ھ محترم الدولہ ۱۲۵۷ھ اور اعتصام الملک ۱۲۷۸ھ  
کی ثبت ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مخطوطہ  
نمبر ۹۲ کی طرح اعتصام الملک ہی کی فرمائش پر اپنی کی  
جاگیر لوکا پلی میں نقل کیا گیا ہے۔ ادارے کے کتب  
خانے کو نواب عنایت جنگ بہادر نے عطا فرمایا ہے  
ان کی ہر پہلے صفحہ پر ثبت ہے۔

اوراق ۱۸ - سطور ۱۳ فی صفحہ  
تقطیع ۱۲ x ۸ - خط نستعلیق شکستہ  
آئینہ عنوان سرخی میں - مصنف حیرن  
سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ

یہ مخطوطات نمبر ۶۸ تا ۷۰ کا ایک ناقص الآخر  
نسخہ ہے جس میں تقریباً ۶۸ ابیات ہیں۔

آغاز :-

کردن پہلے توحید یزداں رتم جھکا جس کے سجدہ میں اول رتم  
سروح پیر کہ بیاض جبین کہا دوسرا کوئی تہہ سا نہیں !  
اختتام :-

کردن اوس کی پوشاک کا کیا بیاں  
فقط ایک پشتواز آسب رداں !  
زبس موتیوں کی تھی سنبھات گل  
کہے تو کہ بیٹھی تھی موتی میں نعل  
یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔  
سرورق پر ان کی مستطیل ہر ثبت ہے۔

## (۱۰۰) روضۃ الشہدا [۴۰۵]

اوراق ۱۹ - سطور ۱۳ فی صفحہ  
تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق مصنف  
ولی ویلوری سنہ تصنیف ۱۱۳۳ھ - کاتب

محمد زماں خاں مندوڑی - سنہ کتابت قبل ۱۲۲۶ھ  
مخطوطات نمبر ۳۱، ۳۲ اور ۹۲ کا ایک اور نسخہ ہے جو  
ناقص الآخر ہے۔ اس میں تقریباً ۹۹ ابیات ہیں۔

[۸۵]

## چہار درویش منظوم

(۱۰۱)

اوراق ۶۸ - ستور ۱۵ فی صفحہ  
تقطیع ۳۴ × ۳۳ - خط نستعلیق شکستہ  
حزبان سرخی میں - مصنف محمد علی خاں شوق  
زمانہ تصنیف ۱۲۲۵ھ

چہار درویش کا منظوم قصہ ہے جو قدیم منظموں کے طرز پر لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ ناقص الاول و ناخر ہے اور بحالت موجودہ بھی اس میں دو ہزار سے زیادہ ابیات ہیں۔ اس کے ابتدائی ۷۱ اوراق درویش دوم کے آخری حصے پر مشتمل ہیں۔ درویش سوم کا قصہ ورق ۷۱ سے شروع ہو کر ورق ۳۱ پر ختم ہوتا ہے۔ چوتھے درویش کا قصہ (ورق ۳۱ تا ورق ۴۳ ب) تقریباً ۱۲ اوراق میں درج ہے۔ اصل کتاب ورق ۶۶ پر ختم ہوتی ہے۔ اسی کے سلسلے میں مصنف نے اپنے حالات لکھنے شروع کئے ہیں جو بہت اہم ہیں۔ لیکن انہوں نے کہ آخر کے اوراق غائب ہونے کی وجہ سے مصنف کی نسبت زیادہ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ اور چونکہ اس کتاب کا کوئی نسخہ کسی اور کتب خانے میں نظر سے نہ گزرا اور نہ مصنف ہی کا ذکر کسی تذکرے میں درج ہے اس لئے خود اس نے اپنے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

مصنف کا نام محمد علی ہے۔ وہ ۱۱۸۵ھ میں بمقام

اورنگ آباد پیدا ہوا۔ تاریخ تولد ٹیک ذات

سے نکلتی ہے۔ اس کے آباء اجداد مشہد کے

رہنے والے تھے اور مادی جد کا وطن میرزا داؤد

مصنف کے والد میر عبد السلام خاں تھے جو

۱۱۸۵ھ میں اورنگ آباد چھوڑ کر حیدر آباد چلے گئے۔

اس وقت محمد علی کی عمر تین چار سال کی تھی۔ آمد حیدر آباد کے دو تین سال بعد ہی امارت پناہ میر عبد السلام کا انتقال ہو گیا۔ مصنف نے اپنے باپ کی تاریخ وفات ان فارسی اشعار میں لکالی ہے۔

چو راہی شد آن پیر ذوالاحرام

ز دار الفنا سوئے دار السلام

مقدم بدل از سر واد گفت

خرد جنت آرام من بعد گفت

چو در قطعہ نصیرج اسمش نشد

بہ بیت دگر عقل ز کرد انعام

عیان اسم تاریخ بے تعبہ

امارت پناہ میر عبد السلام

مصنف کے آباء اجداد شاہان آصفی کے تعقب سے

متنازعے۔ چنانچہ جب اس کے والد کا انتقال ہوا تو

اسی قدیم تعلق کی بنا پر نواب نظام علی خاں آصف جاہ

ثانی نے اس ہفت سالہ لڑکے کو دربار میں باریاب کیا اور

خطاب غانی اور منصب و جاگیر سے سرفراز کیا۔

آٹھویں سال کی عمر میں مصنف چھپک سے سخت

علیل ہو گیا تھا۔ علوم فارسی و عربی کی تعلیم اس عہد کے

مشہور مونی شاہ محمد وزیر سے حاصل کی۔ انہوں نے

۱۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ شاگرد نے یہ قطعہ تاریخ وفات

لکھا ہے :-

چو شد فوت آن فاضل بے نظیر

ناسف نمودند برنا و پیر !!

قلم سال تاریخ تحریر کرد

شدہ وصل جنت محمد وزیر

تیرہ، چودہ سال کی عمر سے شعر و شاعری کا شوق دامگیر ہوا اور اسد علی خاں تنہا اور تنگ آبادی سے مشق سخن کی۔

تنہا مصمصام الملک اور اسطو جاہ کے درباری شاعر تھے۔

اصف جاہ ثانی کی مدح میں جو قصیدے لکھے ہیں وہ نسخہ موجود

نصاحت (دفتر دیوانی، مال) میں موجود ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں

ایک تذکرہ شعرا لکھا تھا جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔ زیر نظر مثنوی میں شاگرد اپنے استاد کی تعریف

ان ابیات میں کرتا ہے۔

کہوں گی بیاں اوس کا مشہور تھا

کہ وہ شعر کا موسیٰ طور تھا!

مواج رسا اور ہم بلند!!

مضامین کا نفاذ تو زحیح بند

درست اس سے بھی ریختہ کی بنا

دہی چار عضر رباعی کا نفا!

ہر یک اس کے دیوان کی بیت الغزل

قصیدے سے رکھتی تھی مٹی کا بل

تھا اس کا ہر اک مصرع انتخاب

زلالی کی ہے منتخب جو پڑ آہ!

تمنا کی تاریخ وفات اب تک نامعلوم تھی۔ اتفاق سے

اس قطعہ چہار درویش کے مصنف نے اس کو بھی محفوظ

کر دیا تھا جو قطعہ ذیل سے واضح ہوگی۔

لیا جب تنہا نے راہ عدم

ہوئی موجزن بحر اندوہ و غم

کہا شوق نے سال تاریخ یہ

وفات بہشتی کراے دل رتم

چودہ سال کی عمر کے بعد مصنف چہار درویش کو خوش نویسی

اور خطاطی کا شوق پیدا ہوا اور شاہ معین کی شاگردی

کا شرف حاصل کیا۔ یہی بزرگ مشہور شاعر اور مورخ

شاہ تجلی کے بھی استاد تھے۔ ان کی تعریف میں مصنف

لکھتا ہے:-

جناب معین وہ معنی جناب کہ تھا نسخہ فخر کا انتخاب

ریاضت کے گلشن کا وہ تارہ گل حقیقت کا وہ معرفت کا وہ دل

تھا والبتہ اشغال سے اس کام ذوالفقر فخری پر ثابت قدم

تعلق سے دنیا کے آزاد تھا مگر صاحب آل و اولاد تھا

عجب خوش نویسی سوا ہر تہی ڈا کہ محکوم تھے جس کے خطا مٹا

شاہ معین کی تاریخ وفات ۱۹۹۹ء میں مصنف نے

اس مثنوی میں لکھ دی ہے جو درج ذیل ہے:-

چو راہی شد آں رہبر راہ خشت

بگزار خوبی زدنیائے زشت

خرد دائۂ سال تاریخ او!

چو در مرزہ سینہ شوق کشت

بدیہہ گفتہ سال وفات (۹)

ہویدا محمد معین در بہشت

مصنف اپنی عمر کے سولہویں سال ۱۹۶۷ء

کو اپنے لئے بہت منہوس لکھتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے

کہ اس کے بعد ہی واقعہ کولاس درپیش ہوا اور پھر

مصمصام جنگ فوت ہوئے۔ موخر الذکر کی تاریخ وفات

۱۹۷۰ء اس قطعے میں لکھی ہے:-

## (۱۰۲) قصائد ہدایت [۹۹]

اوراق ۱۷ - سطور ۵۵ فی صفحہ ابتدائی ۱۳  
اوراق ہیں - اور بقیہ ۱۰۰ ان میں ۳۰ شعر  
فی صفحہ تقطیع  $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$  - خط نستعلیق  
عنوان سرخی میں - مصنف ہدایت - زمانہ  
تصنیف: قبل ۱۱۹۸ھ - کتاب ہدایت -  
کتابت ۱۱۹۸ھ بمقام گفن پورہ -

پانچ قصائد اور ایک قطعہ کا مجموعہ ہے - ابتدائی  
تین قصیدوں اور قطعے میں شاعر کا تخلص ہدایت درج ہے -  
بعد کے دو قصائد میں کوئی تخلص نہیں ہے - ان میں سے  
ایک قصیدہ ایاز سے کہہ دو اور نسخوں میں بھی شامل ہے جن  
میں تخلص افسق درج ہے - اس کے جملہ مجموعوں کے مطالعے سے  
پتہ چلتا ہے کہ ہدایت اور افسق ایک ہی شاعر کے دو تخلص تھے  
اور ہدایت نے جو یہ قصیدوں میں اپنا تخلص افسق درج کیا ہے -  
یہ شاعر شمالی ہند کا رہنے والا تھا اور عاشق و معاش کے سلسلے  
میں حیدر آباد آیا تھا یہاں پہلے مرزا اللہ یار بیگ کی سفارش پر  
امیر بیگ خاک کے یہاں ملازم ہوا لیکن ڈیڑھ سال بعد وہاں  
سے نکل کر رائے بالاجی کا متوسل ہو گیا - نواب شمس اللہ رائے  
بھی اس کی بڑی سرپرستی کی تھی -

یہ جملہ قصیدے تاریخی نقطہ نظر سے بہت اہم ہیں -  
کیونکہ ان میں عہد نظام علی خاں آصف شاہ ثانی کے بعض حالات  
وکن بیان کئے گئے ہیں - اس عہد کی سماجی اور سیاسی زندگی  
کی ان قصائد میں بہت سی تحلیلی نمایاں ہیں - بعض امرا کی مدح  
کی گئی ہے اور بعض کی جو جیسا کہ ان قصائد کی حسب ذیل تفصیل سے  
واضح ہو گا -

ز دنیا چو شد میرا نام ننگ (نیک)؛

نماند بروئے جہاں تب و رنگ  
بن گفت سال و فاقش خرد!

ہو سوئے جہاں رفت مصمص جنگ  
واقعہ کو لاس کیوں نخوس ثابت ہوا یا اس میں کیا  
غزالی پیش آئی اس کا ذکر مصنف نے کیا ہے اور نہ تاریخوں  
میں درج ہے - (اس واقعہ کے متعلق دیکھو تاریخ نظام علی خاں  
۱۱۹۵ء تاریخ گلزار صفحہ ۱۱۵) نظام علی خاں ۲ جمادی الاول  
(۱۱۹۵ء) کو قلعہ کو لاس سے نکل کر ۳ جمادی الثانی کو حیدر آباد  
پہنچے تھے -

اس کے بعد مصنف اپنے پہلے سفر کا حال بیان کرتا ہے مگر  
افسوس ہے کہ اس کے بعد کے اوراق غائب ہیں ورنہ مزید تاریخی معلومات حاصل ہوسکتے  
تھے - مصنف نے انشاء کتاب یہ کہیں اپنا تخلص نہیں لکھا  
مگر مذکورہ قطعات تاریخی میں دو جگہ شوق تخلص استعمال  
کیا ہے -

آغاز :-

تھا سمرائے محشر سادہ ہولناک  
تھی سوزندہ جوں آگ اوس جاکی خاک

وہاں کی تو رہ تھ سے تیز ہے

وہاں کی ہوا تو شرر بیز ہے!

اختتام :-

بن گفت سال و فاقش خرد ہو سوئے جہاں رفت مصمص جنگ  
غرض چشم اسی غم سے تھی اشکبار کہ پہلا سفر ہو گیا رد و کار  
ہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے - دو چار جگہوں  
پر ان کے دستخط ثبت ہیں -



### ۱۱) قصیدہ گوہرِ ثنا

مرزا رفیع سودا کے مشہور قصیدے کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ اس میں گیارہ مطلع اور ۱۲۵ اشعار ہیں۔ ابتدائی فارسی نثر میں قصیدے کا موضوع اور دیگر تفصیلات سرخ روشنائی میں اس طرح درج ہیں۔

”یا علی! د. قصیدہ گوہرِ ثنا و شکر یہ با حمد

رب العالمین و حالات رد و ا. وصف محسن

دوستان مشتاق مخلصان و محرم موت کرم

صورت پرت پال خورشید مثال رائے دولہ سنگھ

ورائے بالا حجاب دام اقبال و ذکر توصیف نواب

مستجاب نواب شمس الدولہ مظلّا۔ بیازدہ مطلع۔

و جواب قصیدہ سودا“

ہر مطلع شروع کرنے سے قبل سرخ روشنائی میں اس کے موضوع کی وضاحت کر دی ہے جو یہ ہے :-

مطلع اول در حمد۔ دوم در رد و حالات یوم

ذکر در گزار کہ بسبب مرزا اللہ یار بیگ صاحب

نفاذ امیر بیگہ حال شدہ (ج) چہام در فرق

عادات آں امیر و سبب گفتن روزگار و ازاں

سرکار۔ پنجم در جواب مطلع سودا بدو مطلع بہ مضمون

تمہید سخن ہو گوید۔ ششم در ہو جان اللہ خدمت گزار

ہم مقام در ہو کسانے کہ بسبب کسی از اذنا و اعلیٰ

از مدد بدی او نمود و باز بطع جاہ بادشمن او

موافقت نمود و ششم در ہو اعظم در زمانہ۔

ہفتم در توصیف نواب شمس الملک بہادر مظلّا

دہم در تمہید وصف محسن مخلصان پرت بال

خورشید مثال رائے دولہ سنگھ و رائے بالا حجاب

بیازدہم۔ پنجم قصیدہ و اغیار..... و کرم خودہ)۔

پہلے مطلع میں حمد و نعت کے بعد اس امر کا شکریہ

ادا کرتا ہے کہ خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے خوش حال کیا۔

اور پریشانیوں سے نجات دی۔ خدا کا شکر اور اوصاف محسن کہ

بیان ہو نہیں سکتا۔

دوسرے مطلع میں کہتا ہے کہ شاعر رحمانی سن کر دل نے

کہا کہ تو سخن گوہرِ ایت ہے اس لئے تجھے چاہئے کہ اپنی ابتدائی

پریشانی اور ناقدری کا حال اور اس سے نجات کے اسباب

بیان کرے۔

تیسرے مطلع میں کہتا ہے کہ اے دوست مجھے یاد ہے

کہ اس تفرقے اور پریشانی کے عالم میں ایک ہر بان جانی

مرزا اللہ یار بیگ سے ملاقات ہوئی تھی جنہوں نے مجھے امیر

عادل امیر بیگ خاں کے یہاں ملازم رکھا دیا مگر الذکر کی

تاریخ جن اشعار میں کی ہے ان میں سے چند یہ ہیں :-

امیر صاحب نوبت بعز دولت جاہ

بشان و شوکت دولت بقوم تورانی

ولی خصال محب گروہ درویشاں

ری ز طبع باں نعمت فسادانی

دراون کار وے جہاں پر کشادہ نت دبا

بشل مد کے معطل بکار در بانی !!

بکار رزم شجاعت سے وہ شجاعت جنگ

سدائے برق سے خالی ز کینہ لاثانی

غور و عجب سے ظاہر میں نت تہی باطن

بروں ز فسق و گریزاں ز فعل شیطانی

اسی مدح کے سلسلے میں دوسرا مطلع شروع کر دیا ہے اور

ڈیڑھ برس تک ان کے یہاں ملازم رہ کر ایک خدمت گزار

ڈا سالہ عرصے میں اس کو شجاعت جنگ کا خطاب مل چکا تھا اور ان کا رسالہ اپنی بہادری کی وجہ سے مشہور ہو چکا تھا۔ پنانچہ انتظام جنگ کی سرکوبی کے لئے برب آصف جاہ ثانی نے فوج روانہ کی اور ان کے حکم پر سر محمد مراد علی کو دلائے نے قلعہ بکتنال کا محاصرہ کر لیا تو شجاعت جنگ نے اسے نے بھی اس کی مدد کی۔ آخر کار سر محمد کو قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد خود انتظام جنگ سے مقابلے کے لئے جو وہیں ہر اصرار کو دلائی پار کر کے آگے بڑھیں ان میں بھی شجاعت جنگ شریک تھے سراج الدین ملائب مولف کتاب نظام علی خاں نے امیر بیگ خاں اور شجاعت جنگ کو شاید دو علمہ شہیدیت سمجھ کر اپنی کتاب کے اشاریہ میں دو جگہ ان کا نام درج کیا ہے۔ ہدایت کے اس قصیدے سے معلوم ہوا کہ امیر بیگ خاں ہی کا خطاب شجاعت جنگ تھا۔

ہدایت نے اس قصیدہ کے مطلع پنجم کے سلسلے میں اپنی شہادی اور جو گوئی کی فعلی کی ہے اور کہتا ہے کہ ایک ہر باں نے بعد ہرانی مجھ سے کہا کہ جس خدمت گار کی شہادت کی وجہ سے تم شجاعت جنگ کی ملازمت سے علحدہ ہوئے اس کی جو کیوں نہیں لکھتے۔ اس حصے کے چب شعر ہیں :-

کروں میں ہجو کے لکھنے میں گر قلم زانی

تو چوے ہاتھ مرے اے کے روح شاہ زانی

فلک پہ پھینکے وہ اپنی کلاہ غرہ ام

جسے میں تختوں جہان ثنا کی سلطانی

کروں میں ہجو کو جس تنگ دل عین کی قم

نام زخمت ہوا اس کا جہان سے غانی

ہے بعد حضرت تنویر دکن میں میرا نام

ہوں اپنے فن کا میں استاد وقت لاثانی

ان اللہ کی شہادت کے وجہ سے ترک ملازمت کا ذکر کیا ہے ہدایت نے درج کے سلسلے میں یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ شجاعت جنگ بھولے پن سے لوگوں کی جھوٹ بات بھی سچ سمجھ لیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ وہاں سے نکلے۔ اگرچہ نواب نے ان کو ہرانی سے بہت کچھ سمجھا لیکن طبیعت اچاٹ ہو گئی تھی اس لئے چہر ان کے گھر میں رہنا پسند نہ کیا۔ اس اطلاع کے بعض شعر ہیں :-

جوساخ پوچھو تو یہ بات ہے کی حقانی

کہ وہ امیر بہ اس وقت میں بھی لاثانی  
قسم ہے مطلع چارم کے مجھ کو مضمون کی

کہ کیسے دیکھنے کی کس موہنی سیٹے غلغلی  
جو ہو دے طفل۔ ما بھولا مزاج اور مصوم

چونکہ پیر بریں مسند امیرانی  
بصدق بوجھ وہی بات آئے جو بولے

زراہ عقل کے یا از طریق نادانی  
غرض میں ڈیرہ برس تک رہا وہاں چاکر

بعد فراغ نہ کچھ دل پہ غم کی ویرانی  
اس سلسلے میں امیر بیگ خاں شجاعت جنگ کی نسبت

یہ معلوم رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ عہد نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے ایک بہادر امیر اور رسالہ دار تھے۔ ان کا ذکر تاریخوں

میں دو موقعوں پر آتا ہے جب رمضان ۱۱۸۵ھ میں  
رہٹوں کے پیشوا ارگھناتھ راؤ سے آصف جاہ ثانی کا بمقام

بیہ مقابلہ ہوا تو پ خانہ اور بان اندازی پر  
بقول صاحب توڑک آصفیہ ثابت جنگ کی کمان تھی

اور ان کی ملک پر امیر بیگ خاں مامور تھے۔ اس کے بعد  
پھر مرکز مل ۱۱۹۰ھ میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ اس

مطلع ششم میں مان اللہ خدمت گار کی ہجو لکھی ہے۔ اس میں کئی اشعار بالکل فحش ہیں۔ ان کو چھوڑ کر اس حصے سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

”ان اللہ خدمت گار شیخ قوم سے تھا۔ اس کی بیوی کا نام بی بی ربانی تھا۔ اس کا باپ سودا خان کے مکان میں نظر تھا جس کی بیوی الہد خاں کی نقرانی تھی۔“

الہد خاں نے ۱۹۱۵ء میں انتقال کیا۔ ادارے کے تیسرے نمبر ۶۹ میں ان کی وفات کا قطعہ تاج مریج ہے۔ ساٹویں مطلع میں گریز کر کے کہتا ہے کہ یہ تو معمولی آدمی ہے۔ اس زمانے میں ایسے بھی لوگ ہیں جو جنگ اور دولہ کے خطاب سے مرز ہیں اور ان محسنوں کے ساتھ نیک حرامی کرتے ہیں بن کی ابتدائی مدد کی وجہ سے وہ اس درجے تک پہنچے ہیں۔ مصنف کا اشارہ اعظم الامام ارسطو جاہ کی طرف ہے جو شمس الامرا کی مدد سے دیوانی کے درجہ پر پہنچے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد مطلع ہفتم میں اعظم الامرا کی ہجو کی ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ بارہویں صدی کا سب سے بڑا ظالم ہے۔ دو تین شعر نہایت فحش لکھے ہیں۔ مثیر الملک ارسطو جاہ کا نام اس شعر میں لیا ہے۔

کیونکہ ملک دکن ہوئے خراب اور ویراں

مثیر ملک شقاوت کو جب ہو دیوانی

مطلع نہم میں کہتا ہے کہ عقل نے یہ ہجو دیکھ کر کہا کہ یہ دیوانہ پن کی باتیں ہیں۔ عقل ہی تو اس میں ہے کہ اپنے وقت کے محسن اعظم کی مدح کی جائے کیونکہ ان ہی کے فیض و دولت سے تجھے دولت و عشرت نصیب ہوئی۔ اس مدح کے چند شعر یہ ہیں۔

سولینی ملک سخاوت کا ہر شمس الملک

خدا سے جس کو کہ شباوت کی ہے جہاں بانی

امیر ابن امیر و شہ جہاں کرم

کریم خلق و جیم السیر برحمانی!

نہ پہونچے جس سے مصرت کسی پہ جو وہ امیر

ستون دولت اقبال کا رشا ہانی

سپاہ پرورد بندہ نواز و مقبل حق

ہر بر بیشیہ میسداں بفضل سبحانی

دسویں اور گیارہویں مطلعوں میں شاعر اپنے دو اور نذر دالوں

رائے دولہے سنگھ اور رائے بالاجی کی بھی مدح کرتا ہے۔ وہ

ان کو حاجت روائی میں بکرا جیت اور ہمت میں کشن کے ثنائی بیان کرتا ہے۔ رائے دولہے سنگھ کا ذکر یوں کرتا ہے۔

سوینے نخل موت وہ رائے دولہے سنگھ

صدف سے بحر کرم کے در درخشی

ثمر ہے جن کے ریاض حیات خوبی کا

ہنال باغ سخا کا گل کریانی!

یا درج علم سے اوس کے جواہر قابل

ہے مثل نعل و زمرہ دو درخندانی

جہاں کے لطف و کرم کے جہاں کاسر فز

ہے جس کو ملک فتوت کی حق سے دیوانی

رائے بالاجی کی تعریف یوں کرتا ہے:-

ہے جن کا نام جہاں شیخ رائے بالاجی

جواں بمر و بدولت بصد فداوانی

بفہم و عقل بہت بخلق و لطف و کرم

مثال حاتم طے کے دو حاتم ثنائی

مشال اوس کی بخوبی نظر نہ آیا کوئی

آخر میں دعائید اشعار ہیں ۔

پھر امیں بھوت دریں دور جریح دورانی

سو ویسے محسن اکرم کے اب برا سے نذر

بجز دعا کے کرے کیا ہدایت ارنوائی

بہ بالا جی غالباً وہی بالا جی کیشتویں جو جنگ بید رہا ہر صفائی

۱۱۸۵ھ میں نواب نظام علی خاں کے عقب میں جانب جرنڈار

ان کی ملک کے لئے متعین تھے ۔ مائثر آصفی میں صفوت جنگ

کی جو ترتیب بتائی گئی ہے اس میں ان کا نام بھی اس

خدمت پر درج ہے ۔

آغاز :-

ہزار شکر ہر گاہ پاکیزدانی ! ہے جس کے فضل سے شبکوں کی آسافی

نہاں کو کس کی لیاقت شاکی اوکی ہر پر ہے وہم تقہم سے ذات حقانی

اختتام :-

در اذ عمر بدولت دونوں کو رکھ یارب

بعد ہزار مسرت بقرب سلطانی

بقائے دہر تک اون کے محب ہیں شاہاں

عدوئے ظالم دوراں انوں کے ہوں فانی

(۲) قصیدہ جواہر سخن

یہ قصیدہ حضرت نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کی توصیف

میں بتایا ہے ۱۲۹۵ھ بمقام گھن پورہ لکھا گیا ہے ۔

اس میں ۱۳۵ اشعار ہیں اور درمیان میں مختلف مرخیاں قائم

کی گئی ہیں مثلاً

وصف شجاعت، تیغ، زور سخاوت، کمیت، نالکی

عشرت محل، دانش، ضبط و نسق، عدل، لباس، جواہر،

رعہ سلطنت، دولت، فیل وغیرہ ۔

وصف سخاوت کے ضمن میں خاں زماں پر آصف جاہ

ثانی کو ترجیح دتی ہے ۔ لکھتا ہے :-

سن من نے ایسے شاہ کی ہمت کا ذکر وصف

شرمندہ کیوں نہ قبریں خاں زماں رہے

اسی سلسلے میں شمس الملک شمس الامرا کی بھی تعریف کر دی ہے :-

شمس الملک سا جس کا بجاں فدوی جاں نثار

فیض کرم سے دست فشاں درجہاں رہے

ہمتانہ جس کا اور کوئی شیر رزم گبہ !

ایسا ملک مال بدل جاں فشاں رہے

نواب نظام علی خاں کے محل کا بیان بھی قابل ذکر ہے

اس لئے یہاں نقل کیا جاتا ہے :-

ایسا بلند جس کا و عشرت محل ہے خاص

اطلس سے آسمان کے جسے سائباں رہے

کیجے سواد صحن کا اوس کے بیاں اگر

مشاق اوس کو ، بیکھنے باغ جناں رہے

قامت سا گلہ خوں کے ہر یک جس کا سرو بزم

فیض نیم صبح سے جلوہ کتاں ۔ ہے

آب و ہوا کے جس کی تفرج کے فرخ سے

ہر غنچہ دل کا گل سا شگفتہ دہاں رہے

قالیں کے جس کے فرش کا گلزار دیکھ کر

زرگس کی چشم وابہ سوئے آسمان رہے

امر بنفشہ سوسن و سنبل چین چین !

زیب روش سے فرش کے کمتر نشان رہے

بار تھر سے مجھے کو خم ہو دے ہر نہال

رونق فزا جب اوس میں دو شاہ جہاں رہے

رقصاں بٹل جو رکے ہر اہل رقص وہاں

طاؤس سا بہ زیب مسرت کنں رہے  
ایسی طرح سے بزم طرب گرم ہوئے وہاں  
ہر مندلیب دل بخوشی غزل خواں رہے

آغاز:-

ہے دل میں جب تلک کہ مہ تن میں جا رہا ہے  
اور ترمین میں نعل خدا سے زباں رہے  
طعنیاں بھرموج مضامین کے جوش سے  
بٹل صدق سخن کا دہن درفتاں رہے  
اختتام:-

پینے و تخت ہند کا آصف نظام ملک  
ہر دم ہمیشہ عیش سے منت شادما رہے  
یارب ترے طفیل عنایات فضل کے  
ایسا ظہور اس کے کرم کا عیاں رہے  
جو صلے میں مدح کے ہدایت کے حال پر  
چشم نگاہ فیض بہت بے کراں رہے  
ترقیمہ:-

”۲۷ رمضان ۱۲۹۵ھ سپہر روز مشنبہ

بقلم نگین پورہ نوشتہ شد۔ من معنفہ“

(۳) قصیدہ گوہر سخن

یہ قصیدہ نواب شمس الملک بہادر (بعد کو شمس الامرا)  
کی مدح میں لکھا گیا ہے۔ اس میں ۸۱ اشعار ہیں اور درمیان  
میں یہ سرخیاں ہیں:-

شہاد شجاعت، تیغ، تیرکمان، قوت، سخاوت -

تشبیب بہاریہ ہے اور گریز یوں کرتا ہے کہ جب

چمن میں ایسا جشن ہے تو پھر تو اس امیر ابن امیر کی مدح  
کیوں نہیں کرتا جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ اگر کوئی اس کے  
ہمتا کی تلاش میں عرب اور عجم بھی جائے تو پھر ہندوستان  
واپس آنا پڑے گا اور ہند میں بالاتفاق اگر تلاش  
کرنے والے کو راستے میں مزار فیض سودا کی خواب گاہ  
مل جائے اور اس قصیدے کے کچھ مضمون وہاں سنائے  
جائیں تو مزار فیض خواب سکوت سے اپنی زبان کو بیدار  
کر کے اس کی تعریف کریں گے اور اس قصیدے کا جواب  
نہ پا کر ترک سخن دل و جان سے کر بیٹھیں گے۔ اس کے  
بعد نواب شمس الامرا کی شجاعت اور تلوار و غیرہ کی تعریف  
شروع کی ہے۔ اور سخاوت کے سلسلے میں لکھا ہے کہ  
شمس الامرا اپنی سپاہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھ کر  
پالتے ہیں اسی لئے ان کی سپاہ بھی ان پر اپنی جان نثار  
کرتی ہے۔

آخری حصے میں شمس الامرا کی غربا پروری کی تعریف یوں کرتا ہے:-  
دولت کے جس کے لطف کی سائے میں ہر غریب  
اوقات عمر صرف بآرام حباں کرے  
ایسا کہاں جزا اس کے کوئی اور نامور !  
لطف و کرم سے جم جو بر ناتواں کرے  
دولت کا یعنی شمس و شمس الملک نواب  
حق میں دعا یہ جس کے ہدایت بجاں کرے  
آغاز:-

اس تخم فکر دل سے اگر گل زباں کرے  
مضمون کی زمین وہاں گلستاں کرے  
فیض نسیم طبع سے ہر غنچہ سخن !  
ایسی بہار لفظ سے داگل یہاں کرے

اختتام :-

دولت کا اوس کے ہر درختاں رکھے مدام  
دل دوستوں کا اوس کے خدا شاد مکرے  
اور اوس کی بارگاہ کے بدخواہ کا روسیہ  
نت خالق دو کون بہ کون و مکرے

ترقیمہ :-

”۲۹ رمضان ۱۱۹۵ھ یکشنبہ صبح بر قلعہ

گن پورہ نوشتہ شد“

(۴) قطعہ ہجو سہراب جنگ

اس قطعے میں اکثر اشعار فحش ہیں۔ اس سے  
معلوم ہوتا ہے کہ سہراب جنگ معین الدولہ اسطو جاہ کی دیوانی  
سے ملک کا ایک طبقہ نالاں تھا۔ یہ قطعہ ناقص الآخر ہے۔  
اس میں صرف ۹ شعر ہیں۔

آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے :-

حال پر فرعوں ساغرے میں جو بڑچو دے

سر پہ اوس کی قبر میں نت آتشی آمو دے

ایک دن اہل سپہ کو رہ میں یوں دیکھا رواں

زرہ تن میں اور سر اوپر ہر اک کے خود ہے

(۵) قصیدہ تزلزل آفاق

یہ ۱۹۰ اشعار کا طویل قصیدہ ہے۔ جس میں کئی مطلع

اور نقلیں ہیں۔ اس میں منیر الملک اسطو جاہ اور اودن کے

منیر ان کار، رام راؤ اور مدثر رائے کی ہجو بھی ہے۔ اکثر

شعر فحش ہیں مختصر خلاصہ یہ ہے :-

”ایک روز جفاے چرخ سے دگیر ہو کر گھر سے نکلا

تو راہ میں میر نیر لے۔ جس نے پوچھا ”خیر ہے

مگر باندھے اور ہاتھ میں شمشیر دھیر لے کہاں

جا رہے ہیں۔ کسی سے خانہ جنگی کرنی ہے یا

کسی کی ملک مد پیش ہے ؟“

جواب دیا کہ یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ آج گارٹھی

داؤں نے دنگاڑے بلوہ کیا ہے اس کی حقیقت معلوم کرنے

گیا تھا۔ پتہ چلا کہ اہل بار نے ناقوں سے مجبور ہو کر دارکار

ریاست کے مکان پر حملہ کر دیا اور اس کو ڈھونڈھنے لگے۔ جب

۵۰ ملائوں اس کے محل کے طاق منڈیر، فرش اور صحن کے درختوں

کو ڈھانا اور کرنا شروع کیا۔ میر جملہ امیر امرا جو لوگ پہلے آئے

ان کو بھی مارا۔ اس طرح مفت میں دو چار عہدوں (امیروں) کی

جی عزت گئی جن کا نام لینا مناسب نہیں۔ اتنے میں ایک

رفع جی تاشہ نواز نے کہا کہ صوبہ دار سے پوچھو کہ ان کے گھر کے

مشیر کہاں ہیں جو فساد کے بانی ہیں اور سپاہیوں کو ابھار کر

گھر کو ڈبانا چاہتے ہیں اور خطاب رائے کی امید میں اوس

کو ستم نگر کا بادشاہ بنا کر خود وزیر بنے بیٹھے۔ جن میں ست

ایک رام راؤ ہے اور دوسرا حقیقہ جسم والا روشن رائے۔ اگر

یہ دونوں ہاتھ آئیں تو ان کے جھموں کو مار مار کے پیر کی

طرح چھلنی کر دیں۔ یہ باتیں سن کر میں واپس ہو رہا تھا

کہ اسے دوست تم سے ملاقات ہوئی۔ تم پر رائے خدا اس

بیان کو لکھ دو کہ اب دنیا میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے

جس کے ہاتھ سے امیر فقیر، خوش باش اور اہل کسب سب

نالان ہیں۔ نہ دن کو کھانا ملتا ہے اور نہ رات کو نیند آتی

ہے۔ لوگ بد دعا کرتے ہیں کہ اسے خدا اس کو جلد سزا دے

یا تو یہ گدھے پر سوار ہو کر شہر سے نکلے، یا اس کا سر کاٹا جائے۔

محل کی عورتیں الگ بد دعا دیتی ہیں کہ جلد اس کو گولی یا تیر

لگے یا خمد نگر میں مرادغاں کی طرح طوق و زنجیر کے ساتھ

منقید ہو۔ یا زور ہو کر شہر بدر کیا جائے یا اچانک موت آئے۔

کیونکہ اس کے فتنوں کی وجہ سے نمازی نماز اور موزن تکبیر بھول گیا۔ بت خانے ویران پڑے ہیں۔ طیب، نجوی سب پریشان ہیں حکیم ضمیر دل بھول گئے۔ اہل حرفہ دکن سے لکے ہندوستان دشمنیر تک نالاں ہیں۔ غرض عجیب زلزلہ آگیا ہے۔ یہ سب سن کر میں نے گھبرا کے ان سے پوچھا کہ اے بھائی! سچ بتاؤ کہ یہ کون ظلم کر رہا ہے، کیا اہل نصاریٰ نے سب ملک کو تسخیر کر لیا ہے، یا کرشنا کو پار کر کے حیدر علی نالک کا لشکر حملہ آور ہوا ہے۔ یا لشکر دجال گھس آیا ہے یا قیامت آگئی ہے۔ حالانکہ۔

کہ یہ تو دور ریاست ہے اوس شہنشاہ کا

کہ جس کا نیکی سے ہے نام مثل مہر میر  
کہ یعنی حضرت والا کرم و آصف جاہ  
نظام ملک جو ہے تخت ہند کا ہے وزیر  
کریم اور علیم و رحیم بندہ نواز!  
رئیس ملک کرامت ولی زندہ پیر!

ہے تخت ملک ریاست پہ چوں بہادر شاہ  
ب ضبط و نسق مسلط سد البعد تو قیصر  
کہ جس رئیس کریم اسیر کر کے جا کے حضور  
غنی ہو آئے ہے ایک آن میں غریب فقیر  
ہے آفتاب سامشہور جس کی دولت میں  
سپاہ پرورد بندہ نواز اک و دامیر  
ہے آب تیغ سے سرسبز جس کے اوس شہر کا  
ہمیشہ گلشن اقبال کا دردار و گیر  
سو اوس کے دور میں کیا دخل ایسے ظالم کا  
جھوٹاؤں کیونکر تری بات کو میں اب اکیر

گر خدا کی مشیت کی ہے نرالی بات  
کہ جس کے آنگے ہیں لاچار سب دلی پیر  
اوپر شاعر نے مراد فال کی قید کا ذکر کیا ہے یہ بڑا  
با اثر امیر تھا لیکن جنگ راکس بھون میں شاہی افواج کی  
شکست کا اسی کو ذمہ دار سمجھا گیا اور ۱۱۷۷ھ میں قلعہ  
گو لکنڈہ میں قید کر دیا گیا تھا۔  
(اس کے بعد مطلع دوم شروع کیا ہے)

میری یہ تقریر سن کر میرے دوست نے شہر و شہیر  
کی قسم کھائی اور کہا کہ میری بات کو جھوٹ نہ سمجھو۔ شاید  
تم نے یہ نقل نہیں سنی کہ جب جولاہے کے ہاتھ میں مالگیر  
کی ڈاڑھی آئی تو وہ جدہر کھینچتا یہ اودہر چلے جاتے۔  
اور کہا کہ یہ نہ میرا جرم ہے نہ اس کی خطا۔ نہ اس کے  
ہاتھ میں ڈاڑھی آتی۔ نہ وہ کھینچتا۔ ایک درباری نے کہا  
کہ اسے شہ عالم اگر میری خطا معاف ہو تو عرض کروں کہ  
بہنیم بیضہ جو سلطان ستم روادار د

زندہ لشکر یا نش ہزار مرغ بہ تیر  
اس لئے اس میں نہ آپ کی غلطی ہے نہ اوس کا قصور۔  
تقدیر میں جو تھا وہ ہوا، غرض اے دوست یہ ویسی ہی  
بات ہے تقدیر کے آگے تدبیر کی نہیں چلتی۔ چنانچہ اہل  
فطرت کی تنبیہ کے لئے فدانے ایسے نفر کو دکن کا مشیر  
بنایا ہے۔ اسی طرح آخر تک ہجو کی ہے اور اس سلسلے  
میں کئی نقلیں بھی لکھی ہیں۔ بعض شعر بخش کی مدت تک  
پہنچ گئے ہیں۔ ارسطو جاہ کے مذہب کے متعلق شاعر لکھتا ہے:-  
کروں کیا مشرب و مذہب کا ذکر اب اوس کے  
نہ شیعہ اور نہ سنی نہ لطفہ اکفیر!!

نہ شیعہ، سید و مرزا، نہ قوم افغاں میں

جولہا ذات کا مومن بنام ہے وہ شیر  
حریف اپنے ہے محسن کا آشنا کش وہ

غریب اور حرامی دراصل جیوں عصیہ  
شاعر کا خیال ہے کہ نظام علی فاں کی ریاست میں یہی شخص  
زوال کا باعث ہے وہ کہتا ہے :-

جوسانچ پوچھو تو اس شاہ کی ریاست میں

زوال دولت و اقتبال ہے یہی بے پیر !  
جیسا کہ پہلے کہا گیا اسطو باہ مہد آصف جاہ ثانی  
کے بہت بڑے مدبّر اور مدارالمہام تھے۔ ان کی وفاداری کی  
نواب نظام علی فاں بے حد قدر کرتے تھے۔ ان کے حالات میں  
ادارہ ادبیات اردو کی طرف سے ایک چھوٹی سی کتاب  
"اسطو جاہ" مرتبہ پروفیسر عبدالمجید صاحب صدیقی شائع  
ہو چکی ہے۔

روشن رائے کی بھی شاعر نے ہجو کی ہے۔ یہ حیدر آباد

کے ایک بڑے امیر اور سپہ سالار تھے اور جب ٹیپو سلطان  
کے ساتھ آخری لڑائی ہوئی تو ان کے تحت چھ ہزار جوانان  
بار اس معرکہ میں شریک تھے۔ روشن رائے کے والد شاہ عالم  
بہادر شاہ کے دربار میں صاحب اعزاز تھے اور دلی ہی  
میں فوت ہوئے۔ روشن رائے جب حیدر آباد آئے تو راجا  
پنتھو لعل کی سفارش سے اسطو جاہ کی بارگاہ میں باریاب  
ہوئے۔ اور ایک مشکل معاملہ کو اس خوبی سے سلجھا دیا  
کہ اسطو جاہ نے ان کو آصف جاہ ثانی کے دربار میں پیش کیا اور  
اپنا پیشکار اور سررشتہ دار سپاہ کا عہدہ تفویض کر دیا۔ رفتہ  
رفتہ وہ معاملات دیوانی میں بڑے دخیل ہو گئے تھے۔  
ان کے بعد ان کے بیٹے راجہ شیو پرشاد اور راجا شبنو پرشاد

نے اپنے باپ سے زیادہ اعزاز اور مناصب حاصل کئے  
(گلزار آصفی صفحہ ۲۵۶) نظام علی فاں جمعہ دوم ۱۲۱۵  
روشن رائے پر شاعر نے یہ الزام لگایا ہے کہ وہ سپاہیوں  
کو ابھار کر دنگ فساد کرتے تھے۔ اور اسطو جاہ کو دھوکہ میں رکھتا تھا۔  
آغاز :-

جفاے چرخ سے اک دن نپٹ ہو میں دلگیر  
جو لکلا کھر سے ملے رہ میں مجھ کو میر منیر  
کہا میں خیر ہے اسے ہر باں کہ ہر کو چلے  
مکر کو باندھ کے لے بات میں سپہ شمشیر  
اختتام :-

فدا دونوں کو سلامت رکھے یہ عیش دام  
جو تیری قدر کے ہیں قدرواں جہاں میں امیر  
بے نام اس کا جہاں میں تزلزل آفاق  
بیان واقعی رد داد اس میں ہے تسطیر

ترقیمہ :-

"تمت تمام شدہ شوال ۱۲۱۵ بمجموعہ بصریہ"  
اس قصیدے میں شاعر نے کہیں اپنا تخلص نہیں  
لکھا ہے لیکن یہی قصیدہ ایک دوسرے مجموعہ قصائد میں  
ادارے میں محفوظ ہے۔ اس میں شاعر نے اپنا تخلص نسق  
کیا ہے جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

(۶) ہجو حکیم بادشاہ

یہ ۱۶ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس میں ایک شاہی  
حکیم کی ہجو لکھی ہے۔ لیکن نام کسی کا نہیں لیا بلکہ یہ  
لکھ دیا ہے کہ :-

نہ لینا نام عیاں کو بیان کی حاجت نہیں  
حکیم بادشاہاں ہو یا بید خلق اللہ



## (۱۰۳) منظومات ہجو یہ (۱۶۴)

اوراق ۱۴ - سطور ۲۶ شعر فی صفحہ -

تقطیع  $\frac{1}{2} \times 5 \frac{1}{2}$  - خط نستعلیق شکستہ -

مصنف - ہدایت - نہ تصنیف ۱۲۰۰ھ -

کاتب - نہ سنہ کتابت ۱۲۰۰ و ۱۲۰۱ھ -

اس مجموعے میں پانچ نظمیں ہیں جن میں ۳ قصیدے ایک مثنوی اور ایک مخمس ہے۔ یہ سب تاریخی موضوعوں پر لکھے گئے ہیں۔ اس لئے تاریخ دکن کا مطالعہ اور تحقیق کرنے والوں کے لئے بہت اہم ہیں۔ ان سب کا مصنف ہدایت ہے جو اسلوباً کا مشہور ہجو نگار ہے۔ اور جو ہجو یہ نظموں میں اپنا تخلص "منق" لکھتا ہے۔ اس کی اس قسم کی چھ نظموں کے ایک مجموعے کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ زیر نظر نسخے کی نظموں کی تفصیل درج ذیل ہے :-

### ۱۔ مثنوی جدل ازل

یہ ناقص الاول ہے۔ موجودہ نسخے میں اس کی ابیات کی تعداد ۹۶ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بہت طویل مثنوی ہے جس میں شاعر نے اپنے زمانے کے ادنیٰ اپنیہ والوں کی ہجو لکھی ہے۔ ابتدائی پچاس اشعار خدمت گاروں باورچیوں کو بزموں اور سائیسوں کی مذمت میں ہیں۔ اس کے بعد ہجو حجام کی سرخی قائم کر کے اس زمانے میں حجامت کے کیا طریقے تھے ان کا مضحکہ اڑایا ہے۔ اسی سلسلے میں حکیم شیخ قاسم کی بھی ہجو لکھ دی ہے۔ حجام کا نام ننھا اور اس کی بیوی کا امینہ بتاتا ہے۔

آغاز :-

عدم حق کی شرم کی خاطر سوسن آقا و گریہ سوسن چاکر  
کھاٹ دیے دو لینے گھر کعبہ موش سے بل طرف یہ گھر کعبہ

نظام علی خاں کے عہد کے دو حکیم بہت مشہور ہیں۔ ایک محمد ماہ خاں مخاطب بہ معالج خاں فرزند حکیم معالج خاں اورنگ آبادی اور دوسرے حکیم عزت یار خاں مخاطب بہ حکیم اعلمی المحی الدولہ۔ معلوم نہیں کہ شاعر نے کس حکیم کی ہجو لکھی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ہجو اول الذکر کی ہو کیونکہ وہ بعد کو اسلوب جاہ کے متوسل ہو گئے تھے۔ اور یہ شاعر اسلوب جاہ کا بڑا مخالف ہے۔

آغاز :-

لال غم کا اٹھا ایک دن جو ابرسیاہ  
لگی برسے بھڑی آب اشک کی ناگاہ  
ہوئی جو کشتی امید غرق بحر ایاس  
میں دیکھ مروم چشم تبہ کا حال تباہ  
اختتام :-

زرکھو چشم امید وصلہ تو گرہ دوس سے  
سغن کے کہنے کے دعوے سے کرنا کوتاہ  
لگئے دونامو سردار قدر دان سغن  
صلہ جو دیتے تھے سن حرف مرخ خاطر  
ترقیمہ :-

"پنجم شوال یکشنبہ بقصد گن پورہ ۱۱۹۵ھ ہجری  
نبوی تمت تمام شد"

## اختتام :-

سن کے منت نے یہ نئی تقریر ہجو حجام کی کیا تحسیر  
لعلت اس سفرے پر کر کے دام جلال ازل دکھا ہوس کا نام  
ترقیمہ :-

”۱۲ محرم ۱۲۳۲ روز جمعہ گفٹہ شد وہ نو رزم

روز چار شنبہ ۱۲۳۲ شد تمام شد“

## ۲۔ منزل آفاق

یہ وہی قصیدہ ہے جو پہلے مجموعے (نسخہ نمبر ۱۱۰۲) میں  
موجود ہے اور جس کا تذکرہ ابھی کر چکا ہے۔ لیکن اس  
مجموعے میں یہ قصیدہ تقریباً سو سال بعد نقل کیا گیا ہے۔  
اس اثنا میں شاعر نے اس میں (۳۳) اشعار کا درمیان میں  
اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ آخری اشعار میں بھی اضافہ ہے۔  
آغاز :-

جفا سے چرخ سے اک دن نیٹ ہو میں دلگیر

جو نکلا گھر سے لے رہ میں مجھ کو میسر منیر

کہا میں خیر ہے اے مہرباں کہ ہر کو پٹے !

مگر کو باندھ کے لے ہاتھ میں سپر شمشیر !

## اختتام :-

خدا اوں کو سلامت رکھے بعیش دام

جو تیری قدر کے ہیں قدرداں جہاں میں

خلا سے اوس کے مضامین دوسو ایکنا لیں

جب آئے شرح قلم میں یہ ندرت تقریر

کہا یوں مانی رنگ سخن نے اے بہزاد

ہوئی ہے خوب یہ تحریر ہجو کی تصویر

ہے اس کا نام جہاں میں منزل آفاق

بیان واقعی روداد اس میں ہے ترتیب

## ترقیمہ :-

”۱۱ محرم ۱۲۳۲ جمعہ سپر نوشتہ شد“

گو یا پہلے مجموعے کے ایک سال تین ماہ ۱۹ دن بعد

یہ نقل کیا گیا ہے۔ اختتامی اشعار میں درمیان میں دو شعر اسی

عرصہ میں اضافہ کئے گئے ہیں۔

## ۳۔ رزم نرمل

یہ ایک طویل تاریخی فحس ہے جس میں پچیس بند ہیں اور  
جو بجائے خود ایک اہم تاریخی کتاب یعنی رزم نامہ کی حیثیت  
رکھتا ہے۔ اس فحس کی وجہ سے نواب نظام علی خاں آصف جاہ  
ثانی کے معرکہ نرمل کی نسبت اہم تاریخی معلومات تفصیل سے  
محفوظ ہو گئی ہیں۔ پہلے ہم اس معرکہ سے متعلق تاریخوں سے  
جو کچھ معادلات حاصل ہوئی ہیں ان کا خلاصہ بطور تعارف  
یہاں درج کرتے ہیں :-

سبار الملک ظفر الدولہ ضابطہ جنگ ابراہیم بیگ خاں

دھولہ نے جب ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی تو آصف جاہ ثانی

کے حکم سے ان کے فرزند اختتام جنگ باپ کے قائم مقام

اور نرمل کے حاکم ہوئے۔ لیکن کچھ عرصے بعد بنواد پر

مکر باندھ ہی تو ان کی سرکوبی کے لئے سردار جنگ گھانسی میاں

اور نادر جنگ فرانیسی کو روانہ کیا گیا۔ انہوں نے کوٹگیر اور

بودھن فتح کر کے دریائے گو داوری کو عبور کیا۔ جہاں

اختتام جنگ کے سردار دلاور جنگ فرنگی وغیرہ مقابل ہوئے۔

اب آصف جاہ ثانی نے شرف الدولہ زور آور جنگ، خنرت جنگ

سیف جنگ اور احمد الدولہ کو بھی گھانسی میاں کی مدد کے

لئے روانہ کیا اور خود بھی ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ کو بلدہ سے

نکلے۔ اور فتح میدان سے نجم الدولہ اور سید عمر خاں کو بھی

آگے روانہ کر دیا۔ بتاریخ ۲۹ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ پہنچ کر نظام علی خاں

تم کو جس جہم کے لئے بھیجیں وہاں سر کے بل جانا اور اپنی تلوار کا لہا منوانا تاکہ زلزلہ تمہارے ہی قبضے میں رہے۔  
چوتھی وصیت یہ ہے کہ جو میرے قدیم اہل کار ہیں انہی سے کام لینا ظلم نہ کرنا اور زلزلہ میں دولت اس لئے جمع کی گئی ہے کہ تم سخاوت سے کام لو۔

غرض بعد وفات ضابطہ جنگ حضور نے ان کے مال سے ایک جہت نہ لیا اور ان کے بیٹے کو اختتام جنگ کا خطاب دے کر زلزلہ ہی کا سردار مقرر کیا۔ لیکن دور درازی میں اس نے اپنے باپ کی وصیت کے خلاف قتل عام شروع کر دیا۔ فوج کے بخشی اور دولت رائے کو مار ڈالا اور اپنے خولیشوں اور ملازمان قدیم کو توپ کے منہ پر اڑا دیا۔ اور آخر کار سرکار سے جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اس کا چھوٹا بھائی جو حاضر دربار تھا وہ اختتام جنگ کو سازشی خطوط کھینچنے لگا اور اس لئے اس کو گرفتار کر کے قتلہ گو کلتھہ میں قید کیا گیا۔ (سوانح نظام علی خاں میں یہ واقعہ درج نہیں ہے)

حضور نے دربار منعقد کر کے معرکہ زلزلہ کے لئے تیاری کا حکم دیا اور گھانسی میاں کو طلب کر کے روانہ فرمایا جو ایک پل میں بودھن پہنچ گئے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد خود حضور شہر سے نکلے اور خیبر میں قیام کیا اور حسب الحکم سب درباری حاضر رکاب ہوئے۔

جب دلاور جنگ فرنگی میدان میں آیا تو گھانسی میاں جلدی سے اس کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے اور صلہ داروں کی مدد سے ایسی شکست دی کہ دلاور جنگ سے ہاتھی اور گھوڑے بیک چھین لئے۔ اس کے بعد گھانسی میاں کی شجاعت اور سخاوت کی بڑی تعریف کی ہے۔

جب اس جنگ کی اطلاع نظام علی خاں کو پہنچی تو وہ

قلعہ بگتیاں کے محاصرہ کے لئے دولت رائے کو کریم داد خاں یکے کا جنگ، شجاعت جنگ، غلام علی وغیرہ کے ساتھ روانہ کیا۔ جس پر سخت مقابلہ کے بعد ۲۸ محرم ۱۱۹۷ھ کو قبضہ ہو گیا۔ اور یکم صفر کو خود نظام علی خاں وہاں پہنچ گئے۔ ۵ صفر کو تمام فوج گودادری پار کر گئی اور اختتام جنگ کی فوج کو بمقام چٹیاں (قریب زلزلہ) شکست ہوئی۔ آخر کار ۱۴ ربیع الاول کو اختتام جنگ دربار میں معافی کے لئے حاضر ہوئے۔ ان کا قصور معاف کر کے آصف جاہ ثانی نے ظفر الدولہ کا خطاب دیا اور صوبہ داری ایلیچ پور پر مامور کیا۔ زلزلہ کی قلعہ داری بہرام علی خاں برہان الدولہ نامزد ہوئے۔ اور وہاں سے بہت سارے نقد ہاتھ آیا۔ اس واقعہ کو کتاب نظام علی خاں حصہ دوم میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس رزم نامہ کا مصنف بھی اس معرکہ میں غالباً شمس الامرا کے ساتھ تھا اس نے اپنے چشم دید واقعات لکھے ہیں اس لئے اس نظم کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

ضابطہ جنگ جب امر حق سے بیا رہوئے تو اپنے بیٹے کو بلا کر زلزلہ کے لئے چار وصیتیں کیں۔ پہلی یہ کہ مجھے اس باغ میں دفن کرنا جو میں نے زلزلہ میں خاص اہتمام سے بنایا ہے۔ دوسری یہ کہ میں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے نوکری کی جنگ اور دولہ کا خطاب حاصل کیا اور زلزلہ میں مال کے انہار جمع کئے۔ جیسی میں نے اپنے خداوند نعمت کی اطاعت کی تم اس سے زیادہ کرنا ورنہ زلزلہ کے لئے کئی دشمن دربار میں موجود ہیں۔ تیسری یہ کہ جب حضور پُر نور ادھر آئیں تو اپنی سعادت جان کر ان سے ملو ورنہ زلزلہ کے لئے تمہیں ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ حضور نہایت رحیم و کریم اور اپنے فدویوں کے قدر دان ہیں، وہ تمہاری بھی قدر کریں گے۔

جگتیاں کے قریب آگئے اور اپنے صاحبزادہ کو جلد پونا روانہ کیا۔  
دو پہے رائے کو جگتیاں کے محاصرہ کے لئے حکم ملتے ہی اس نے قلعہ  
کو گھیر کر گولوں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ اہل قلعہ گھبرا گئے اور مجبور ہو کر  
قلعہ حوالے کر دیا۔

جگتیاں دیکھ کر حضور گنگا (گودادھا) پر آئے اور اعتشام جنگ  
کے یہاں فرمان بھیجا کہ جان کی امان دی جاتی ہے اگر اب بھی  
مان لے۔ لیکن اس نے نہ مانا تو حضور نے گنگا پار کرنے کے عزم  
سے کوچ کیا۔

جب لشکر فیروز پٹیاں کے متصل آکر انرا تو دشمنوں نے  
شب خون مارنا چاہا اس لئے پہلے چورسے راجا نے جا کر حملہ کیا  
اور پھر سدی عبداللہ اور سدی عبیر نے جا کر صف باندھی۔ ایک  
طرف سے نادر جنگ پہنچے اور دوسری طرف سے سید عمر۔

جب سید عمر کی لین سے گولے چلنے لگے تو دشمن بھاڑ کے  
چوڑی طرح اڑاڑ کے کرنے لگے۔ اور کشتوں سے میدان بھر گیا۔  
زمین سے آسمان تک بارود کا دھواں چھا گیا۔ گولے اولوں کی  
طرح برسنے لگے۔ (یہاں دو بند جنگ کے مناظر سے متعلق بہترین  
لکھے گئے ہیں) یہی حال صبح تک رہا۔ صبح حضور نے فوجوں کا مجرا  
دیا۔ اس کے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ گولوں کی بوچھاڑیں صورت  
آگئے۔ اس نوجوان سردار کی موت سے تمام فوج کو رنج ہوا  
اور جب حضور نے سنا تو فرمایا۔

میت ہے صد حیف ہے افسوس ہے اسے داہ دل

کیا جواں مارا گیا سردار نرمل کے لئے!  
غرض گولوں کی جھڑی برس رہی تھی کہ شجاعت جنگ  
نے گھبرا کر لوہے کی کڑی توڑ کر اپنی عاری کی چھتری کو گرادیا۔  
اور ادھر یہ خبر ملی کہ سید عمر کی لین پر سخت بار پڑ رہا ہے تو حضور نے  
غضبناک ہو کر اپنی فوج کو حکم دیا کہ:-

دیکھتے کیا ہوا ہے اہل رزم اے شیران جنگ

ہاں اڑٹھا گھوڑے کر دہتہ تیغ عدو کے رنگ  
یہ سنتے ہی تمام اہل فوج تلوار لے کر چاروں طرف سے کود پڑے۔  
اور ادھر زور آدر جنگ نے ہاتھی سے اوتر کر وضو کیا اور سامت  
فتح و ظفر تک دعا مانگتے رہے کہ:-

فتح دے اے خالق جبار نرمل کے لئے

اس اثناء میں ایک طرف سے سیف جنگ فوج نے کر  
پے درنگ میدان میں بچھڑے۔ اور ایک طرف سے غلام امام خاں  
گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور نادر شاہ کی طرح دشمنوں کو مارنا  
شروع کیا۔ پردیش علی خاں بھی شیر نبرد کی طرح مدد کے لئے دوڑے  
اور ان کے ساتھی سواروں نے دشمنوں کو گرد میں چھپا دیا۔

ایک طرف ابھرت جنگ دشمنوں کو مار رہے تھے اور ایک طرف  
سربند جنگ نسیم کی طرح پہنچے اور قتل کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ  
ہوا کہ حضور کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔ اعتشام جنگ کے جشی اور  
روہیلے کب تک مقابلہ کرتے اور کیونکر جیتے جب کہ ان کا مقصد  
اچھا تھا: تھاج پوچھیئے تو شمس الملک (شمس الامرا) اگر ایسے  
شیر ز اور رستم ختم سردار جمع نہ کرتے تو اس جنگ میں فتح نہ ہوتی۔  
اس جنگ کے کشتوں کی تعداد اس سال ہجری کے اعداد کے مطابق  
ایک ہزار ایک سو ستاونے تھی۔

اس شکست کے بعد اعتشام جنگ نے اپنی ماں کے کہنے کے  
مطابق منغل ہو کر اپنی جان کی امان مانگی اور حضور نے قبول کر لیا۔  
وہ مات باندھ کر آیا اور حضور کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور اپنے  
قصور عقل کا اقرار کیا۔

جب حضور نرمل میں داخل ہوئے تو اعتشام جنگ بالاحصا  
ہی میں فروکش تھا اور ابھی اس کے ذہن میں خیال باطل موجود  
تھا۔ جب حضور کے سامنے یہ اندیشہ پیش کیا گیا تو انہوں نے منورہ کر کے

ہے کہ ہدایت نے بھی حیدر آباد کو شہری ضروریات کے تحت اس شہر کے پہلے اردو شاعر محمد علی قلع شاہ کی طرح حیدر نگر دکھا ہے۔ اور کمال یہ کیا ہے کہ بظاہر تو طغیان کا بیان لکھا ہے لیکن اس کا اصل مقصد (یعنی ارسطو باہ کی ہجو نگاری ہے) بھی پورا ہو گیا ہے چونکہ ۱۸۳۰ء کی طغیانی ایک تاریخی واقعہ ہے اس لئے شاعر نے جو چشم دید حالات قلمبند کئے ہیں ان کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے :-

ہندوستان سے ایک نجومی حیدر آباد آیا اور راستے میں پوتھی کھول کر بیٹھ گیا اور کہنا شروع کیا کہ عید قرباں کے ساتھ ہی شہر میں آفتیں نازل ہو جائیں گی۔ چارمینار پر اس زور سے بجلی گرے گی کہ اس کی کڑاک سے لوگوں کی آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ عورتوں کے پیٹا گریں اور بچے مرجائیں۔ اونچے درخت کے برابر شعلے نکلیں گے۔ اس کے بعد ابر تاریک چھا جائے۔ تین دن تک سورج نہ نکلے سانپ اور کچھو آسمان سے برسیں۔ توپوں کی طرح بادل گریں اور گولیوں کی طرح مینہ کے قطرے برسیں۔ تین روز اس شدت کی بارش ہوگی۔ دوسری محرم کو موسیٰ ندی میں اس زور کی طغیانی آئے گی کہ آدھا شہر ڈوب جائے گا۔ اور بہت سی مخلوق مرے گی۔

نجومی تو یہ کہہ کر اٹھ گیا۔ اب لوگ پریشان پھرنے لگے۔ اتفاق سے اسی تاریخ جب کہ سنہ ہجری پورا بارہ سو تھارہ موسیٰ میں طغیانی آئی۔ ہزاروں آدمی بہہ گئے۔ شہر کے حصار کو باجبا سے توڑ کر پانی بیچ شہر تک آگیا۔ اگلی طغیانوں سے موسیٰ ندی کی یہ طغیانی کسی طرح کم نہ تھی۔ پل سے چار میل تک ایک تختہ آب بن گیا تھا۔ لوگ درختوں پر اس طرح چڑھے ہوئے تھے جیسے منصور دار پر ہوں۔ گھانسن پھونس کی طرح آدمی بہہ رہے تھے۔ اور ہر اک لٹ کھوٹ میں معروف اور شاداں تھے۔ دو تین

امشام جنگ کو جوا بھیجا اور اپنے فیصل فاصہ پر بٹھا کر سیر کے واسطے لے گئے۔ اور اوپر بارگاہ خاص کے آدمیوں نے بالاحصار میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اس عقلمندی سے ایک اور مرحلہ طے کر لیا گیا۔ اس کے بعد امشام جنگ کو برابر کا صوبہ دار بنا کر روانہ کیا۔ اور خود نرمل کی سیر میں مصروف ہوئے۔ لوگوں نے فتح کی نذریں گزرائیں۔

میں نے بھی یہ نظم اس شہر (نرمل) کی یادگار کے لئے ایک ہی روز میں دوپہر تک لکھ ڈالی اور اس کا نام رزم نرمل رکھا۔

آغاز :-

غنیہ لب کر کے وایکبار نرمل کے لئے  
کر شکستہ فکر کا گلزار نرمل کے لئے  
کھول کر مضمون کا منقار نرمل کے لئے  
بہل دل یوں کیا اقرار نرمل کے لئے  
دل میں ہے کچھ کیجئے گفتار نرمل کے لئے

اختتام :-

اجرا اس جنگ کا جس دن ہوا سارا تمام  
یادگاری واسطے اس شہر کے اے نیک نام  
روئے خمیں سخن کو دیکھتے ہی صبح شام  
دوپہر میں لکھ ہدایت رزم نرمل رکھ کے نام  
ایک دن میں یہ کہا اشعار نرمل کے لئے  
ترقیمہ :-

”۲۲ محرم شبہ سنہ ہجری نوشتہ شد درگن پورہ“

۴- قصیدہ بحر سخن

یہ ۲۵ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں شاعر نے موسیٰ ندی کی اس طغیانی کے چشم دید حالات بیان کئے ہیں جو سنہ ۱۸۳۰ء میں آئی تھی اور جس سے شہر حیدر آباد کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔ عجیب بات یہ

پوچھا میں باغبانِ خرد سے یہ دیکھ رنگ  
کہ کس سبب خوشی کا یہاں اشتہار ہے  
اس کے بعد شمس الملک کی مدح نہایت تفصیل سے لکھی ہے جس میں  
ان کی شجاعت، تلوار، سپہ، گرز، اور اس پابلق وغیرہ کے  
وصفات ہیں۔ اور پھر ان کے فرزند امام جنگ کی مدح شروع  
کی ہے جس میں ان کی ذہانت، ہونہاری، شریف دوستی،  
سپاہی زادوں پر نظر عنایت وغیرہ کی تفصیل بیان کی ہے۔  
آغاز:-

فصلِ خوشی کی آج عجائب بہار ہے گلشن میں ان کے عیش کی ہر سونگ  
یزنرت انبساط ہے نشیمن میں سرو ساقی کا دور لطف و کرم بے شمار  
اختتام:-

بدخواہ اس کے گھر کا شکاری سے ہوئے فنا  
شاداں رہے وہ اس کا جو کوئی دوستدار ہے  
ہیں کہیں دعا بہ ہدایت سے سن ملک  
یہ ہی تیرے سے عرض اے پروردگار ہے  
ترتیب:-

”۲۲ محرم شعبہ ۱۲۸۰ نو شہر شد۔“

اسی ترتیب پر یہ مجموعہ ختم ہوتا ہے۔

(۱۰۴) ماحویہ نظمیں [۱۶۲]

اوراق - ۶ - ۲۴ شعر فی صفحہ -  
تقطیع - ۸ x ۵ - خط نستعلیق شکستہ -  
مصنف - افسق - سنہ تصنیف ۱۲۸۰ھ -  
کاتب - افسق - سنہ کتبت ۱۲۸۰ھ -

اس مجموعے میں ہدایت کے دو مجموعہ قصیدے اور ایک  
شمس شامل ہے۔ اس میں شاعر نے اپنا تخلص بجائے ہدایت

پہ کے بعد جب طغیانی کا زور گھٹا تو لوگوں کو المینان ہوا۔  
اس واقعہ کے بعد ایک روز علی الصبح وہ بخوبی مجھے پھر  
نظر آیا۔ میں نے پوچھا ”اے جھوٹے اتنی بڑی جھوٹ کیا ضروری تھی  
بیٹ کو مانگ لیتا تو مل جاتا۔ نہ وہ کبھی گری، نہ وہ خورشید چھپ گیا۔  
نہ آسمان سے سانپ اور پھوگرے“ اس نے جواب دیا ”اے  
صاحب! یہ سب غضبِ الہی محض اس شخص کی وجہ سے نازل  
ہو رہا تھا جس کے ظلم و ستم سے اس غمہر کی مخلوق نالاں ہے اور  
جوانی ملک کی دولت پر قبضہ کر کے مغرور بن گیا ہے۔ لیکن جو ناک  
شعیرہ؟ صف جاہ بندہ پرور، سخی، کریم، اور ذات حق کی صفات  
سے مہر میں اس لئے ان کی نیت کی وجہ سے یہ بٹائیں سب  
وہ ہو گئیں۔“

آغاز:-

گوشِ دل سے سوا اے اہلِ شعور تازہ حیدر نگر کا ایک مذکور  
مند سے ایک دن جو نکلا اک بخوبی وہاں زراد دور  
اختتام:-

سب حسنِ نیت اس شہر کے ہوں بلیات یہ جہاں سے دور  
سن کے یہ بات اے ہدایت تب دل کو مائل ہوا بہت سرور  
نوی ترتیب نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی قصیدہ گلشن بہار شروع کر دیا گیا ہے۔  
۵۔ قصیدہ گلشن بہار۔

اس قصیدے میں نواب تنج جنگ شمس الدولہ شمس الملک  
شمس الامرا کے فرزند نواب امام جنگ کی شادی مکتب یعنی تقریب  
بسم اللہ خوانی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور اس طرح شاعر  
نے اپنے ممدوح اور ان کے فرزند کو اس تقریب میں مبارک باد  
اور دعا کی نذر دی ہے۔ اس میں (۶۵) اشعار ہیں۔

پہلے بہار یہ تبغیب لکھی ہے جس کا گریز اس شعر  
سے کیا ہے:-

اختتام :-

جہاں آباد میں ساجد تھا ایک جو اخرج  
یہ بیٹا اس کا دکن میں ہے بے حیا بدنام  
زباں نموش اے افسق نہ کر تو اس کی اچو  
کہ ہو گا اس کے نواسے سے اب تجھی کام

ترقیمہ :-

”۲ بیح الادل سلاطین رد و کشتہ بہ وقت عمر نوشتہ شد“

## ۲۔ محسن شب خوں ٹیپو سلطان

اس محسن میں ۱۲ ابن ہیں اور اس میں اس تاریخی  
شب خوں کا ذکر ہے جو بمقام شاہ نور ۱۱ صفر ۱۲۰۳ ہجری کو  
ٹیپو سلطان والی میسور نے حیدر آباد اور مرہٹوں کی متحدہ  
فوجوں پر مارا تھا۔ تاریخوں میں اس واقعہ کا ذکر ہے لیکن  
اس کی تفصیلات درج نہیں ہیں۔ حسن اتفاق سے اس  
شاعر نے محققین کے لئے اس کی تفصیل بھی محفوظ کر دی ہے  
اس لئے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

ابند میں شاعر اپنے زمانے کے ظلم و ستم کی شکایت  
کرتا ہے۔ اور غالباً اسطو جاہ کو ملک کی ساری خرابی کا باعث  
گردانتا ہے۔ اسی سلسلے میں وہ ظالموں کو رات بھر  
بد دعا دیتا رہا اور صبح ہی کہتا ہوا باہر نکلتا تو معلوم ہوا کہ  
شہر میں ایک قاصد آیا ہے جو یہ خبر لایا ہے کہ :-

”فلان طرف تہر خدا نازل ہوا۔ ایسی گولیاں عین  
کہ اس شب خون کے دیا میں سب پیرو جواں ڈوب گئے۔  
جو زندہ بچے وہ قید ہو گئے اور جو مر گئے وہ رنج سے  
چھوٹے۔ ۱۱ صفر ۱۲۰۳ء کو جب دونوں لشکروں (یعنی مرہٹہ  
اور نظام) کو غافل پاکر ٹیپو نے شب خون مارا تو اہل سپاہ  
برہنہ سر بھاگے اور راستوں پر لوگوں نے جمع ہو کر پوچھا شروع کیا۔

افسق لکھا ہے۔ لیکن کاغذ، قلم، طرزِ تحریر وہی ہے جو اس سے  
پہلے کے دو مجموعوں کا ہے۔ اس لئے جیسا کہ ہم نے مخطوطہ نمبر ۱۰۳  
کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ہدایت اور افسق ایک ہی شاعر ہے۔  
ہو یہ نظموں میں وہ افسق تخلص کرتا ہے اور دیگر کلام میں ہدایت۔  
ان تینوں نظموں میں بھی شاعر نے ایسی باتیں لکھی  
ہیں جو اُس زمانے کی تاریخ و کن پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔  
اس لئے ان کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے :-

## ۱۔ قصیدہ ہجو اخرج

اس میں ۱۱۶ اشعار ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ  
”مصنف شیعہ مذہب کا پیرو تھا اور اس کے زمانے میں بھی  
مہدیس ہوا کرتی تھیں جن میں شیعوں کے علاوہ سنی اور غار جی  
بھی شرکت کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایام عاشورہ میں ایک مجلس  
میں گیا تھا وہاں ایک شخص نے یزید پر بدعت بھینچنے سے انکار  
کر دیا۔ جس کی بناء پر مذہبی معاملات پر مباحثہ ہوا۔ شاعر اس  
شخص کی تفصیلی ہجو لکھتا ہے جس میں اس کے باپ سعادت  
نانا گھنسام اور اس کی بیوی مبارز خاں کی کنیز کے متعلق بھی نہایت  
محسن اشعار شامل ہیں۔ مصنف نے مرزا رفیع سودا کی ہجو سودی  
ساجد کی تقلید میں یہ قصیدہ لکھا ہے۔ اور اس کی طرف آخری  
اشارہ میں اشارہ بھی کیا ہے۔

آغاز :-

ہے یہ سوال دراتجہ سے چرخِ نافر جام  
خلل یہ کیسا ہے تجھ سے بہ دینِ خام  
دو فرقے خلقتِ حق سے جو ہیں گے آدم سے  
سولینے اہل کشتت اور صاحبِ اسلام





ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اسی طرح ایک بڑا دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ اس نسخے میں تین قصیدے درج ہیں۔ ۱۔ حمدات زمانہ ۲۔ تزلزل آفاق ۳۔ تنزل آفات۔ ان میں سے دوسرا قصیدہ اسی شاعر کے دو اور مجموعوں (دیکھو مخطوطہ نمبر ۱۰۲ و ۱۰۳) میں درج ہے اور اس کا تفصیلی ذکر مخطوطہ نمبر ۱۰۲ میں کیا جا چکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مصنف ایک طویل اور معرکتہ آئنا رقصیدہ ہونے کی وجہ سے بہت اہمیت دیتا تھا۔ اس لئے اپنے تین مجموعوں میں دوسرے قصائد کے ساتھ اس کو بھی نقل کیا ہے۔

بقیہ دو قصیدوں کی تفصیل یہ ہے :-

#### (۱) قصیدہ حمدات زمانہ

یہ (۵۱) اشعار کا قصیدہ ہے جس میں تاریخ دکن کے ایک مشہور واقعہ کو قلمبند کیا گیا ہے جو ۱۱۲۵ھ کے جشن سالگرہ آصف جاہ ثانی سے متعلق ہے۔ اس سال آصف جاہ ثانی نے گولکنڈے میں ایک نیا محل (جو آج کل موتی محل یا نوح محل کہلاتا ہے) بنایا تھا اور اسی میں مقیم تھے۔ نئے مکان کی کھربانی کی تقریب میں یہاں ایک مینا بازار قائم کیا گیا جس میں نفائس و جواہر کے علاوہ ہاتھی اور گھوڑے بھی بغرض فروخت ہیا کئے گئے تھے۔ آصف جاہ ثانی اور ان کے امرا اس مینا بازار کی دلچسپی میں منہمک تھے کہ ایک پالتو بندر نے حضور کے ہاتھ کو زخمی کر دیا جو ایک ہینے کے بعد اچھا ہوا۔ اس کی خوشی میں غسل صحت و سالگرہ کا جشن قرار پایا جس کی تیاری ذاب ارسلو جاہ کر رہے تھے کہ ایک روز دربار میں حیدر علی بیگ جمدار (ملاقا ارسلو جاہ) نے اپنی جاگیر کی ضلعی اور قرضداری کی شکایت کی اور اپنے ہمراہیوں کو نذر کے لئے پیش کرتے کرتے اپنی کٹار نکال لی اور ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا کہ ”حضور یا تو مجھے اس سے ذبح کر دیں یا مقدمہ جاگیر و تنخواہ سپاہ کا فیصلہ فرمائیں“ ارسلو جاہ

دل کی دل ہی میں رہ گئی ہوگی کیونکہ ارسلو جاہ آخر دم تک مختار و ممتاز رہے اور نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے ان کی لڑائی کی شادی دلی عہد سلطنت سے کر کے ان کو اور بھی مغتر فرمایا۔ آغاز :-

بارش جو رنگ کے دیکھتے دے زارے

جوش موج غم۔ کیوں نہ بزدل اکیلے

خشک ہو جب قحط بے آبی دے دریاے خوشی

ماہی بے آب ساتھ کیوں نہ ہر اک تلمیذ

اختتام :-

تا بد رہوے سلامت آصف شاہ جہاں اور بلا اسکی ہوا خواہوں کسبہ پر تلے  
دولت اقبال کا باجے سدا اوس کے بل سکہ نقش ریاست اوس کا نامہ شریطے  
کوئی ترقیہ نہیں۔

#### (۱۰۵) دیوانچہ [۱۷۴]

اوراق ۱۳۔ سطور ۲۴ فی صفحہ۔

تطبیق ۵۰ خط نستعلیق۔ عنوان اور جدولیں سرخی میں۔

مصنف۔ افسق۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۰۳ھ

کاتب۔ ۔۔۔ سنہ کتابت ۱۲۱۳ھ

اس مجموعے میں افسق کے تین قصیدے ہیں۔ افسق اور ہدایت

ایک ہی شاعر کا تخلص ہے۔ اسی شاعر کے تین اور مجموعوں کا ذکر اس سے پہلے کر چکا ہے۔ وہ تینوں مجموعے مصنف کے ابتدائی مسودے تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کتابت کے بارہ سال بعد مصنف کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان پر نظر ثانی کر کے ذرا خوش خط لکھے۔ چنانچہ یہ مجموعہ خاص اہتمام کے ساتھ سوخ جدولیں کھینچ کر لکھا گیا ہے لیکن خط ان چاروں مجموعوں کا ایک ہی ہے۔

اس مجموعے کا نام مصنف نے دیوانچہ رکھا ہے جس سے

ہوتا ہے یہاں آیا وہ شخص پہلے تو ٹھیک طور پر ملا لیکن بعد کو اتنا ستایا کہ آخر کار اپنے گھر میں ناخوری کی خدمت دہل روپے ماہوار پر قبول کرنے کی خواہش کی اور کہا کہ اگر اس سے زیادہ کی خواہش ہے تو اس ڈینا کو یاد کرو تو تم میری دادی صاحبہ کے ہاتھ سے چھین لے گئے تھے اور جو کروڑ روپے قیمت کی تھی۔

میں اس کی جھوٹ پر خاموش ہو کر چلا آیا لیکن ہزاروں لکھائیاں دل میں دیتا رہا۔ اس کے ایک ملازم نے ہا کہ میاں منظور تمہاری کیا ضمانت آتی تھی جو تم ایسے انسان کے بھروسے پر چلے آئے جس کی بدی سے شیطان بھی عاجز ہے۔

ابھی ہم میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ چوک میں لوگوں کی جھگڑا جج گئی اور شور ہوا کہ امیر کے گھر میں تلوار چلی رہی ہے۔ راستوں سے زخمی جانے لگے۔ معلوم ہوا کہ حمید بیگ نے دارکار ریاست پر فتنہ و فساد کی غرض سے نذر دینے کے بہانے سے تلوار کھینچی ہے۔ اہل کار ریاست نے جرات کر کے ٹالنا چاہا تو اس کا

ہاتھ زخمی ہو گیا۔ اس پر تلوار چلی اور دو چار وہیں گر گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ حیدر علی بیگ کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ زخمیوں کو فید کر کے حضور کے حکم سے قلعہ گو لکنڈہ بھیج دیا گیا اور ان کے گھر لوٹ لائے گئے۔

یہ حال سن کر خواجہ سرا میاں منظور نے کہا کہ اگر ظالم کی جان بچ گئی تو کیا جو اس کی خصلت تو بد ہے۔ اب اس کے خزانے میں زر نقد اور اصطلیل میں ماش صدقے فی داخل ہو گئی۔ ایسی صورت میں اگر محتاج لوگ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگیں تو کیا عجب کہ جو شخص نادک تیر جفا سے کسی کے دل چھیدا ہے اس کے بدن کا ہر زخم سونا سوربن جائے۔ اور اس کے زخم میں سرہم کا فہر زہر کا کام کرنے لگے۔“

اس تمام قصے میں ارسلو جاہ کا کہیں نام نہیں لیا۔

درمیان میں آکر کن پھینے لگے اور اس کو شش میں ان کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ خون بہتا دیکھ کر ان کے ہوا خواہوں نے حیدر علی بیگ اور اس کے بعض ساتھیوں کو وہیں قتل کر دیا۔ اور حضور نے ارسلو جاہ کی صحت تک جشن کو ملتوی کر دیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو نظام سلی خاں از سراج الدین طالب ۱۵۶)

اس واقعے کو افسق نے شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ لیکن بجائے گو لکنڈے کے اس کو خاص شہر حیدر آباد کے واقعے کے طور پر پیش کیا ہے چونکہ وہ اس وقت شہر میں نہ چود تھا اسلئے اس کا بیان اہم ہے اور آئندہ بہرین تاریخ کو اس سے مدد ملے گی اس لئے اس قصیدہ کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ”میں صفحہ کاغذ پر زمانے کے صدقات بیان کر رہا ہوں۔ اس زمانے میں ظلم ہلاکو، طوفانِ نوح اور غور غور دو کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔

میں لوگوں کے ظلم و جفا پر سوچ رہا تھا کہ کسی ضرورت سے چوک کی طرف گیا وہاں شمالی ہند کے ایک دوست، خواجہ برامیاں منظور سے ملاقات ہوئی۔ وہ پریشان حال کھڑے تھے میں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کل کی بات ہے کہ تم ملک ہند میں امیر با مقدر تھے اور آج ایسی کیا گزری کہ پھٹا پرانا جوتا پہننے پر مجبور ہو۔

میاں منظور نے رد کر تیرہویں صدی کی شکایت کی اور کہا کہ میں ایک دوست کی تلاش میں ہند سے نکل کر متھرا کی طرف آیا تو معلوم ہوا کہ وہ تاج کل کار دکن پر معور ہے۔ اس کی دادی جو شوخ مزاج اور وحشیہ تھی محل خاص کی اسیلوں میں تھی اور ایک وقت خراب پوشیدہ کام کی وجہ سے پکڑی گئی تھی تو میں نے اس کی جان و آبرو بچالی تھی۔

غرض اس بھروسے پر کہ نجیب آدمی اپنے محسن کا مشکور

لیکن اصل میں اپنی کی جو مقصود ہے کیونکہ اس وقت وہی کار  
ریاست پر موقوف اور اپنی کا ہاتھ حیدر علی بیگ کی کٹار سے  
زخمی ہوا تھا۔  
آغاز :-

کروں ہوں عفو کا عندیہ قلم سطور سنو زمانے کے صدقہ کا نیا مذکور  
اٹھاپل میں بلا اپنی جس کے صدقہ سے ہوئے نمود علامات روز نفع نشہ  
انتقام :-

ستم کی تیغ سے زخمی ہو چکی جان بسر ہو زہر اس کی جراحت پہ مرہم کا فور  
بشاش زہر ہو سر سبز نیک اہل کرم اے آفتن اونکے درے گھر کو پہنچاؤت

## ۲۔ قصیدہ تنزل آفات

(۱۳۰) اشعار کا ذوالطلبین قصیدہ ہے جس میں شیر الملک  
اسلو جاہ کی تفصیلی جو لکھی ہے۔ ابتدا میں زمانے کی حالت بیان  
کرتا ہے کہ آج کل خواہ کوئی ہنر اختیار کریں پریشانی اور نقصان کا  
باعث ہے۔ یہاں بے ہنر کو ہنرور سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی دودن  
کی زندگی کے تئیں کے واسطے ایسے دارالمہام کی ملازمت کرے جو  
خیر خواہان آصف جاہ کا بد خواہ ہو تو کیا فائدہ۔ اس کے بعد دوسرا  
مطلع شروع کرتا ہے کہ :-

میرے کلام کی اس شوخی کو دیکھ کر غصہ نے کہا کہ کیوں  
نہیں ایسے دارالمہام کی ایک زبردست جو لکھتا۔ اس کے بعد جو  
شروع کی ہے جس کے اکثر شعر فحش ہیں۔

اسلو جاہ کی پیدائش سے لے کر اس باپ اور استاد کے ساتھ بڑاؤ  
تعلیم کی حالت، شادی کا ایسے روز ہونا جس روز کے نادر شاہ نے  
ہندوستان میں قتل عام کیا تھا بہر حال تمام نوجوتیں اور برائیاں بیان  
کی گئی ہیں۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ اُن کے گھر پر ایسا اثر و عام رہتا  
جیسے کوئی مر گیا ہے۔ پھر اُن کے جسم، حلیہ، چال، آواز، گھوڑے

ہاتھی، مکان، تہ خانے اور باغ کی تفصیلی جو لکھی ہے۔ ان کے  
مکان کی تعمیر کی تاریخ لفظ دارنظم (۱۱۹۷ھ) سے لکائی ہے۔

ان کے ملازمین اور سپاہیوں کی بھی جو لکھی ہے اور کہتا ہے کہ  
یہ سب محمد نظام کی برادری کے لوگ ہیں۔ انہوں نے دھوبی کو رسالہ  
اور جو لاپے کو پیشکار بنایا ہے۔ اس کے بعد ان کے ہتھیاروں کی جو

اُن کے دفتر میں دیوان، بخشی، کوتوال، عرض بیگی، قاضی  
اور بخشی وغیرہ ایسے لوگ ہیں جن کے باپ کا نام تو عبدالشکور ہے اور

مال بینگی ہے۔ کسی کی ذات مومن ہے، کسی کا وطن گنن پورہ ہے۔  
کسی کی بیوی کسی ملایا امام کی داشتہ ہے۔ یہ لوگ دن کو تو خدا کا نام

لے کر مزدوری کر لیتے ہیں لیکن رات کو محمد کے نام کی بھیک مانگتے ہیں۔  
دوسرا شکر تو ندی کے پار نکل جاتا ہے اور یہ لوگ ابھی

گھاؤں ہی میں کوچے یا واپسی کی خبر پوچھتے رہتے ہیں۔ ان کا بخشی  
قصاب کی اولاد سے ہے جو گائے کی چربی چرا لیتا ہے۔ اسی طرح  
ہر عہدہ دار کی تفصیلی جو لکھی ہے۔

پھر اسلو جاہ کی سواری کا ڈھنگ، دستخط کی شکل، عادات  
و اطوار، غرض ہر بات کی تفصیل درج ہے جس سے مورخین کو بڑی  
مدد مل سکتی ہے۔ آخر میں اُن کے مذہب کے متعلق لکھا ہے کہ :-

کیونکہ کہیے شیعہ کہو اس پلید کو  
ضبطی میں بارگاہ رکھے جو امام کی

اس کے بعد دو تین شعر شمس الملک اور بالاجی رائے کی  
درج میں لکھے ہیں۔ کیونکہ اپنی کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام سے زندگی  
بسر کر رہا ہے۔ اپنا تخلص اس شعر میں لکھا ہے :-

افق زباں نموش بس آئنگے سخن نہ کہہ  
خصت زدے تو فکر کو طول کلام کی !

## آغاز :-

ناہ نے عزت میں اپنی تمام کی چھوٹی نہ فکر شیخ سے اکل دوام کی

نواب اعظم جاہ کا مقرب رہا ہے۔ اس کے والد نواب موصوف کے استاد تھے اسی لئے ان کو یا مکی کا اعزاز دیا گیا تھا۔ لیکن شاعر کو اس مثنوی کی تصنیف کے وقت تک یہ اعزاز نصیب نہ ہوا تھا۔ چنانچہ جگہ جگہ اس کے حصول کی آرزو کی گئی ہے۔ شاعر کو اپنی ہنگامی اور قرض داری کا بھی شکوہ ہے۔ پہلے وہ بندھا خانہ کا دارو نہ تھا۔ لیکن نواب اعظم جاہ کا۔ فرمایا۔ لکھنے کی خاطر اس عہدے کو چھوڑنا پڑا۔ شاہی دربار کے مشہور شاعر اظمی نے نادے سنن گوئی میں اصناف لی تھی۔ بادشاہ کے اگرچہ کئی استاد لیکن نادر کے والد کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ وہ ان کے متعلق لکھتا ہے۔

میرے باپ شہ کے جو استاد تھے! فقیر اہر حافظ خوش آزاد تھے  
نئے خوش سال شہ کی عنایت سے وہ رہے تا دم لیت عزت سے وہ  
ہدایت تھے تائب ہر اک صبح و شام نہ ہرگز طمع سے نفا دنیا کا کام  
نفا یاد الہی میں منت ان کا دم رہ جنت میں بے شک تھے ثابت قدم  
موت بعد آشاہ کے خواب ہیں ہوئے ساعی ہم سب کے سب اب ہیں  
اس کے بند لکھا ہے کہ مرحوم نواب ارکات میرے والد کے  
مکان پر کئی بار آئے اور ان کی اتنی عزت کرتے تھے کہ کبھی ان کا  
کوئی سوال رد نہ کیا۔ شاعر کو اس امر کی شکایت ہے کہ دوسرے  
استاد رادوں پر عنایات کی بارش ہوئی اور میں محروم رہ گیا۔  
یہ سفر نامہ حمد، نعت، تعریف اصحاب کبار، مناقب محبوبانی  
اور مدح امیر الہند والا جاہ نواب اعظم جاہ کے عنوانات سے شروع  
کیا گیا ہے۔ موثر الذکر عنوان کے تحت اعظم جاہ کی بہت تفصیلی  
تعریف لکھی ہے جس میں ان کی سیکم، اور والدہ اور بھائی محمد علی خاں  
عظیم جاہ کے اوصاف بھی بیان کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد  
اعظم نگر یعنی مدراس کی تعریف شروع کی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔  
اعظم جاہ کے جملہ اہل اکا تو صیغ ایک نئی سرخی کے تحت

عام نے غری کی کتابیں پڑھا تو کیا حرص دہوا کی ترکی: اپنی تمام کا  
اختتام :-  
بدخواہ جو ترے ہوں قدر دان قدر کے ہووے مل نصیب اولیا کج بزم کی  
کیا کام تجھ کو خرم جفا کار دہر سے! ہووے عمر طراز دکن کے نظام کی  
ترقیمہ :-

”تمت ۲۱ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ درود مستحبہ۔ تحریر

اتمام میں دیوانچہ سلخ ماہ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ پنشنہ  
واقعہ معتمد۔“

## (۱۰۶) مثنوی نادر [۸۲]

اوراں ۲۲ - سطور ۱۱ -

نقلیہ  $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$  خط نستعلیق نہایت اعلیٰ عنوان سرخی

مصنف نادر - سنہ تصنیف ۱۲۳۸ھ

کتابت وسط تیرھویں صدی ہجری -

یہ کہنے کو تو نواب اعظم جاہ والی ارکات کا سفر نامہ ہے  
لیکن اس میں ان کے عہد کے اکثر مشاہیر کی خصوصیات اور  
عاجی و معاشی کیفیات بھی محفوظ ہو گئی ہیں۔ مصنف کے حالات  
کسی تذکرے میں درج نہیں البتہ ”مدراس میں اردو“ میں  
نصیر الدین صاحب اشقی نے اس کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے یعنی  
۱) مثنوی رشک قزویمہ جیسے ۲) مثنوی نادر یا سفر نامہ اعظم جاہ  
ان دونوں کے نسخے کم یاب ہیں۔ زیر نظر کتاب کا مخطوطہ شاید  
ہی کسی اور کتب خانے میں موجود ہو۔

اس کتاب سے مصنف کی نسبت جو معلومات حاصل  
ہوتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

شاعر کے باپ اور دادا دونوں نواب صاحب ارکات  
کے ملازم اور مقرب تھے۔ اور خود شاعر بچپن ہی سے

شہر مدراس اور جنوبی ہند کی معاشرت اور سیاست کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ گویا یہ سفرنامہ ایک طرح کا تاریخی ذخیرہ ہے۔ اس کا ابتدائی ورق (یعنی پندرہ سطر پہ) غائب ہیں۔

آغاز :-

ہمال بھئی تھہ فیض و نونہال گرہ میں ہے غنچے کی زر مال مال  
مہر و ہر بخشش سے تیری سدا کشام و شفق کا دوش لالہ لیا  
اختتام :-

کیا ہے سفر جب شہ نیک خو کہ بار اسوا ٹھٹھیاواں سنہ تھا وہ  
اوس ہی سن میں کہ فکر نظم کلام کیا اس سفر نامے کو اختتام  
بدل جب کہ تاریخ کی فکر کی ندا ہاتھ غیب نے نب یہ دی  
صلہ اس کا تجھ کوٹ بہترین یہ نادر ہوئی مثنوی آفریں  
ترکہ قیمہ :-

”مالک علیہ بنت مہنہ اللہ بن محمد غوث بن ناصر الدین محمد

عفا اللہ عنہم غلام محمد شرف الدولہ بہادر۔ مالک، عبدالقادر

شرف الدولہ“

یہ عبارت کتاب کے آخری ورق پر درج ہے۔ یہ نسخہ مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی کا عطیہ ہے۔ سرورق پر ان کے دستخط اس طرح ثبت ہیں۔

”تحفہ بہ کتب خانہ ادارہ ادبیہ۔ ہاشمی ۲۲۔ ۹۔ ۱۴۷۰ ق“

(۱۰۷) وہ مجلس (۷۲)

اوراق ۱۲۱۔ سطور ۱۲ فی صفحہ۔

تقطیع ۳ x ۵ ۳/۴۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ فاضل۔ سنہ تصنیف ۱۲۲۲ھ

اس مثنوی میں تقریباً تین ہزار ابیات ہیں۔ حمد و نعت کے بعد ہی پہلی مجلس شروع کر دی گئی ہے۔ ہر مجلس کسی ایک موضوع

لکھی گئی ہے۔ اس میں ممتاز الامراء، اعظم الملک، حفیظ اللہ خاں، شرف الملک، معتز بنگ، عبد الحمید خاں، وجیہہ اللہ خاں اور قادر حسن کے حالات آئندہ الگ لکھے ہیں۔ پھر عالموں، مشائخوں اور طبیبوں کا ذکر کیا ہے۔ طبیبوں میں صرف باقر حسین خاں اور شعرا میں اطہری کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

ان شخصیتوں کے تذکرے کے بعد اعظم جاہ کے قصہ اور باغ ”ہمایوں محل“ کی تعریف لکھی ہے۔ اور اس کو آبادی میں حیدر آباد سے تشبیہ دی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حیدر آباد اس زمانے میں اپنے باغات اور آبادی کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ شاعر کہتا ہے :-

وہ بستی سے یوں باغ آباد ہے گویا باغ میں حیدر آباد ہے  
نمل کی روشنی، آرائش اور تصویروں کے تذکرے کے بعد دوبار اور مسند شاہی کا ذکر کیا ہے۔ اصل موضوع ورق ۲۰ سے شروع کرتا ہے۔ سفر کی تیاری، انگریزوں کو حکم امیروں اور پامپوں کی ہمراہی، ڈیروں اور قنائوں کی تفصیل، ایک سفری مسجد اور حوض کی شان و شوکت غرض جملہ امور وضاحت سے درج کئے ہیں۔

اعظم جاہ کے سفر کا اصل مقصد درگاہوں کی زیارت اور نذر و نیاز قرار دیا گیا ہے۔ ناگور شریف میں قادر ولی کے مزار کی زیارت اور عرس کے اختتام کو خاص عقیدت اور تکلف سے قلبند کیا ہے۔ یہاں کے قیام کے زمانے میں لشکر میں دیا بھٹ پڑی اور اس کی وجہ سے اہل لشکر اور امرا میں جو ہلچل مچی اس کو بہت دلچسپ طریقہ سے پیش کیا ہے۔

ناگور سے متھر نگر کی طرف کوچ کیا گیا اور راستے میں جن جن معائب یا مسرتوں سے سابقہ پڑا سب کی تفصیل درج کی ہے۔ مصنف بھی اس سفر میں نواب کے ہمراہ تھا اور یہ سفرنامہ منظوم کر رہا تھا۔ اس کے مطالعے سے اس زمانے کے

نے لے مختص ہے جس کی صراحت درج ذیل ہے :-

- ۱- وفات سید المرسلین (م ب) ۲- وفات سیدۃ النساء (م ب)
  - ۳- شہادت امیر المومنین (م ب) ۴- شہادت امام حسن (۱۳۳ و ۱۳۴)
  - ۵- مسلم بن عقیل (م ب) ۶- محمد و ابراہیم پیرا عقیل (۱۵۵)
  - ۷- حر بن یزید (۱۶۵) ۸- قاسم (۷۶ ب)
  - ۹- عباس و علی اکبر (۱۸۶) ۱۰- امام حسین (۹۲ ب)
- دسویں مجلس کے خاتمہ پر ورق ۱۰۱ سے شہادت کے ہر بیان کے ختم پر پڑھنے کے لئے ایک منظوم دعا درج کی گئی ہے جس کے بعد کہ ورق ۱۰۳ سے اہل حرم کا احوال سفر ختام لکھا ہے جو ورق ۱۱۵ پر ختم ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے اہل حرم کا مدینہ جانا اور چہلم کا ذکر کیا ہے۔

شاعر نے تخری ابیات کے علاوہ کتاب میں اپنا تخلص جہا

ابیات میں استعمال کیا ہے وہ یہ ہیں :-

گنہ گاران امت ہے یہ فاضل اُسے جنت ہو یا شیعہ حاصل (م ب)  
یا خدا بہر حیدر کر آر ہے جو فاضل ترا ذلیل و قوار (۱۰۲ ب)  
شاعر اور اس کی اس کتاب کی نسبت مزید معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔  
البتہ اس کے مذہب کے متعلق ان ابیات سے اندازہ ہو سکتا ہے :-

واسطے چار یار ایل صفا اور وہ جن کے دل میں ہے نہ ریا  
واسطے سید محی الدین ! کہ وہ ہیں بادشاہ خلد بریں  
(ورق ۱۰۲ و ۱۰۳)

اور جو شخص چار یار ی ہیں جن کو کہنے غرض کہ سنی ہیں  
نہ انہوں کو خوشی دے غفار اور نہ محتاج ان کو کر زہنار  
(ورق ۱۰۲ ب)

آغاز :-

مکھوں ہوں حمد اول کہ یا کی کہ جس نے ہم کو دانائی عطا کی  
حواس دہوش اور فہم و فراست ادب تمیز اس نے کی عنایت

اختتام :-

رولاؤ اور رو با تافیا مت مہ جو کریں سب کی شفاعت  
بس اب آگے نہ ہو غاموش فاضل تجھے جنت مقرر ہوگی حاصل  
قطعہ تاریخ پنج وہ مجلس

دہ مجلس مندرجہ حرم کہ کر تاریخ کی فکر کی جو میں نے  
ہاتھ نے کہا کہ تو نے فاضل یہ مال غنم امام لکھا اچھا  
۱۱۲-۱۱۱ھ

کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ یہ کتاب مولوی نصیر الدین صاحب ام آبی فی  
بکرار اردو عثمانیہ انسٹیٹیوٹ کالج گلبرگر کی عطیہ ہے۔

(۱۰۸) نامہ حضرت سلطان (۶۵۱)

اوراق ۳- سطور ۶

تفصیل ۸ x ۸ - خط ثلث

مصنف - عبدالملک عبد زمانہ تصنیف اوائل کیا چھیں مٹھ چری  
کاتب " " " کتابت " "

انک بھروچی شاعر عبد الملک کی نظم مولود نامہ (مترجمہ) کا ذکر اور پرگنہ رچکا ہے۔ (دیکھو مخطوطہ نمبر ۶) تقریباً پچاس ابیات کی یہ مثنوی بھی غالباً اُسی عبد الملک کی تصنیف ہے۔ اس میں شیخ سید عبد القادر محی الدین جیلانی محبوب سبحانی کی مدح کی گئی ہے۔ آخری بیت میں شاعر نے اپنا نام و تخلص بھی لکھ دیا ہے۔

آغاز :-

محی الدین سلطان قادر ہے مجھ کو جان کرے یاد ماضی ہے  
محی الدین سا چا توں سلطان ہے دیون ہارتوں دان ایمان ہے

اختتام :-

جو اس کی طرف سون ہو امنج عیاں دویم کا گنج میں کیا ہو بیاں  
سو عبد الملک قبد بندہ کہیں ! حقیقت خداوند سو ..... (کرم خود)

ترقیمہ :-

"نعت نام شد - کارمن نظام شد - کاتب المودن فی عبد الملک ..... (کرم خود)

سریق پر حسب ذیل دو بیتیں سید میراں کی درج ہیں -

میں ملی شہنشی نبیہ ہوا پکھوراول تے کرم انوکے تابع مریداں کو کھوراول آئے  
سید میراں تو جوگی ہونا تو توں راول بندہ ذکر فکر سوں محبت لانا نہ دے گور کور دھنا

(۱۰۹) مدح شاہ میراںجی [۶۵۲]

اوراق ۶ - سطور ۸ -

تقطیع ۴ x ۸ - خط ثلث -

مصنف - کریم - زمانہ تصنیف اوائل گیارہویں صدی ہجری -

کتابت - اوائل گیارہویں صدی ہجری -

یہ ایک ترکیب بند ہے - اور ہر بند میں پانچ یا چھ مصرعے ہیں  
جن کے آخر میں وہی ایک شعر درج ہے جو نظم کی ابتدا میں لکھا گیا ہے -  
جلد چھ بند ہیں - ان میں شاہ میراںجی شمس العشاق بیجا پوری  
کی مدح ان کے ایک مرید کریم نے قلمبند کی ہے -

آغاز :-

ارے طالب ہونا طلب خدا

جے حق تے آیا یہی ندا !

جب روح کوں تن کا سنگ ہوا بھل اثروں اس کے دنگ ہوا  
جب گیان ترنگیں ننگ ہوا یہاں یاد بسر یک رنگ ہوا  
اوشاہد دلبر تنگ ہوا ! ارے طالب ہونا طلب خدا

جے حق تے آیا یہی ندا !

اختتام :-

پیر شہ میراںجی آن ملے منج پر مویں اپنے لائے گلے  
سبتن من جو کے چول کھلے اس خوش بولی سوں جو ٹھلے  
یوں سب میں دیکھے دیلے دیلے سب رخ کرینا پیو ملے !

ارے طالب ہونا طلب خدا

جے حق تے آیا یہی ندا

کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی کسی وکھنی شاعر حافظ کی  
نوٹو اشعار کی دو غزلیں درج ہیں جن کے مطلع اسے مقطع یہ ہیں :-

مطلع - شاہی منجے مبارک ہو حسن لایزال ! منجو کوں اچھو گدائی ہو عشق لایزال !

مقطع - کرگل بڑھا کون جس ہر بو کریم تھے دنیا داغ تازا کرکے ہیں گل بہا لای !

مطلع - دیکھو پیاسکی نے کیا سحر منجو کرکے دل ستدل ملا کر دل جین منجہ بسر گئے

مقطع - عشاق جدو ہوئی ہوں غلط تر دھن گئے کئے لکھ بس بول تل میرے اوپر گزر گئے

اس نسخے کی کتابت اوائل گیارہویں صدی ہجری کی معلوم ہوتی ہے -

(۱۱۰) توصیف نامہ میراںجی الدین [۶۵۳]

اوراق ۸ - سطور ۱۳ فی صفحہ -

تقطیع ۴ x ۸ - خط ثلث -

مصنف - فیروز - سنہ تصنیف قبل ۹۷۲ھ

کتابت - اوائل گیارہویں صدی ہجری -

یہ ایک ناقص الآخر مثنوی ہے جس میں بحالت موجودہ سو  
زیادہ ابیات ہیں - اس میں حضرت محبوب بہانی عبد القادر جیلانی  
اور مخدوم جی شیخ محمد ابراہیم کے اوصاف تفصیل سے قلمبند کئے گئے ہیں -  
اس کتاب کا مصنف گوکلندہ کا مشہور شاعر فیروز تھا جو  
عہد ابراہیم قطب شاہ (۹۵۵ھ تا ۹۷۵ھ) میں گزرا ہے - ادب جس کی  
استادی اور کمال کی شہرت قطب شاہی دور کے خاتمے تک عروج پر تھی -

مہدی محمد قلی قطب شاہ کے ملک اشتر و جہی نے اپنی کتاب قطب شتری (جلد اول) میں اس باکمال شاعر کا بڑی عقیقت سے ذکر کیا ہے۔  
وہ لکھتا ہے :-

کہ فیروز خواب میں رات کوں دعا دے کے چوڑے مرے ہا کوں  
لکھا ہے توں یو شہر ایسا سُرس کہ چڑنے کوں عالم کرے سب ہوں  
تویں کر کہ خلعت یونج آئے نا کہ توں خوش اچھے ہو کہے بھائے نا  
توں ایسی طرزدن تے پتیا فوی کہ دُسرے کریں سب تری پیروی  
دجہتی تراز دہن جیوں برقعہ ہے تجھے ہو بر بعضیاں میں لمی فرق ہے  
(یعنی جب یہ کتاب لکھنی شروع کی تو فیروز رات کو خواب میں آئے  
اور دعا دے کر ہاتھ چوڑے اور ہمت افزائی کی کہ تو نے ایسے  
دلچسپ شعر لکھے کہ تمام عالم ان کو پڑھنا چاہتا ہے۔ اور نصیحت  
کی کہ تو ایسی خوبی نہ پیدا کر کہ خود تو خوش ہو اور دوسرے پسند  
نہ کریں۔ بلکہ تو ایسی نئی طرز اپنے دل سے نکال کہ دوسرے  
بھی اس کو پسند کر کے تیری پیروی کریں۔ اسے دجہتی تیرا دہن  
برق کی طرح ہے۔ اور تجھ میں اور دوسروں میں بڑا فرق ہے۔)  
ملک اشتر و جہی کے ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ  
فیروز کو وہ اپنا بزرگ سمجھتا تھا۔ کیا تعجب کہ فیروز و جہی کا  
استاد ہو۔ جب ہی تو اس کے خواب میں آکر دعا دیئے نصیحت کرنے  
اور تعریف و ہمت افزائی کرنے کا تذکرہ کرتا ہے۔

دجہتی کے ایک عرصے بعد علامہ میں گوگنڈہ کے ایک ادب  
شاعر ابن نشاطی نے اپنی تنوی پھولن میں بھی استاد اشتر و فیروز کا  
ذکر کیا ہے۔ وہ اس امر پر اظہارِ فہم کرتا ہے کہ اس زمانے میں  
استاد فیروز موجود نہیں ہیں جو میری شاعری کی سچی داد دیتے۔ اس کا  
شعر ہے :-

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد جو دیتے شاعری کا کچھ مرے داد  
اس شعر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فیروز اپنے زمانہ کی بڑی ہونہار

کیا کرتا تھا اور اشتر اس کی داد کو شاعرانہ کمال کا اصلی صلہ سمجھتے۔  
یعنی جس شاعر کی وہ تعریف کر دیتا اس کا کمال مستند و مسلم ہو جاتا۔  
گوگنڈہ کے اس عظیم الشان شاعر کو اردو دنیا گذشتہ  
دو صدیوں میں بھول چکی تھی۔ سب سے پہلے اس کو اردو شہ پار  
میں رہنا سمجھا گیا اور اس کے کچھ عربی بعد دکن میں اردو اور  
اردو نے قدیم کے دوسرے ایڈیشنوں میں اس کا ذکر شریک کیا گیا۔  
اردو شہ پارے میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے کہ :-

”دجہتی نے بھی قطب شتری کے دیباچے میں اس کو اردو شاعری  
کا استاد بتایا ہے۔ دجہتی اپنی شاعری کی خواہ خواہ تعریف نہیں کرتا  
بلکہ اس کا بیان ہے کہ فیروز نے خواب میں آکر اس کی شاعری  
کو تسلیم کیا اور اس کی شاعری سے خاصہ اثر لیا۔“

دجہتی جیسے معرود شاعر کا جب یہ خیال ہو تو ظاہر ہے کہ  
فیروز بہت بڑا شاعر تھا۔ لیکن یہ نہایت بد قسمتی ہے کہ ان  
دونوں شاعروں (فیروز اور محمود) کے حالات اور ان کے

کارناموں کے متعلق ہمیں اس سے زیادہ اور کچھ معلوم نہیں“ ص ۸۲  
ہماری یہ بد قسمتی ٹھیک چودہ سال بعد خوش قسمتی میں  
بدل گئی جب ادارے کے کتب خانے میں خود فیروز کی یہ کتاب  
”توصیف نامہ“ داخل ہوئی۔ اور ہم اس قابل ہوئے کہ  
اس استاد شاعر کے کچھ حالات اور اس کے کلام کا نمونہ پیش  
کر سکیں۔ اردو شہ پارے کی اشاعت کے بعد سے جن جن  
کتابوں میں فیروز کا ذکر کیا گیا وہ انہی ابتدائی معلومات پر  
مبنی تھا جو اردو شہ پارے میں درج کی گئیں اور کسی کو یہ شرف  
حاصل نہیں ہوا کہ فیروز کی نسبت معلومات میں کوئی اضافہ کرے۔  
فیروز کی زیر نظر کتاب تاریخ ادب اردو کے ایک اہم

علا کو چر کرتی ہے۔ اب تک سلطان محمد قلی قطب شاہ سے  
قبل کے بہت کم شاعروں کا پتہ چل سکا ہے۔ اور گوگنڈہ کے



کسی ایسے شاعر کا کلام نہیں ملتا جس کا تعلق عہد ابراہیم قطب شاہ سے ہو یا جو محمد قلی قطب شاہ سے پہلے گذرا ہو۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ خود فیروز کی اس مثنوی سے اس کی نسبت کچھ معلوم حاصل ہو گئیں اور کیا تعجب کہ اس کتاب کی طرح اس کی اور دوسری کتابیں بھی موجود ہوں اور بعد کو ہمیں دستیاب ہو جائیں۔

فیروز ملائی کا ہم عصر اور ابراہیم قطب شاہ کے عہد کا بڑا شاعر تھا۔ یہ کتاب اس نے محمد قلی قطب شاہ کی پیدائش سے پندرہ سال قبل لکھی تھی۔ وہ بیدر کے مشہور مصونی اور صاحب نصاب عالم محمد بن شیخ محمد ابراہیم کا معتقد اور مرید تھا۔

مخدوم جی شیخ محمد ملتان کے بڑے صاحبزادے اور بیدر کے مشہور و معزز مشائخین میں سے تھے۔ مشکوٰۃ النبوة اور دوسری کتابوں میں ان کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ وہ صاحب کشف و کرامات اور خارق عادات تھے۔ تصوف کے مسائل میں کئی کتابیں لکھی تھیں۔ تذکرہ اولیاء کن میں لکھا ہے کہ ”بدو بکسری تمام شب عبادت کرتے تھے۔ آپ عالم فاضل و دل کمال تھے۔ جامع کمالات انبی و فضائل روحانی تھے۔

دکن میں آپ کے خوارق مشہور ہیں“ ص ۱۲۸  
اس کے بعد چند خوارق عادات نقل کئے ہیں جن میں سے ایک کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

ایک ضیہ امیر شاہ جی الخطاب صدر جہاں کو سنی دیویشوں سے کوئی اعتقاد نہ تھا مخدوم جی کی شہرت سن کر ان کے امتحان کی خاطر دل میں یہ خیال کر کے آیا کہ اگر وہ حضرت علی کے فضائل بیان کریں گے تو میں ان کو درویش کامل سمجھوں گا۔ جب وہ مخدوم جی کی خدمت میں پہنچا تو وہ حضرت علی کے

فضائل ہی بڑی خوبی سے بیان کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بڑا معتقد ہو گیا اور اکثر ان کی خدمت میں آتا رہا۔

مخدوم جی اپنے والد کے سجادہ نشین تھے۔ ایسوں سے بہت کم ملتے اور کسی دنیا دار کے یہاں نہ جاتے۔ ان کے ذکر و شغل کی شہرت بیدر سے نکل کر گوگنڈے تک پہنچ چکی تھی۔ یہاں کے اکثر لوگ ان کے یہاں جاتے اور فیض پاتے۔ ان کے کمالات کا شہرہ سن کر ایک وقت ابراہیم قطب شاہ نے بھی ملاقات کی درخواست کی تھی لیکن انہوں نے گوگنڈہ آنے سے انکار کر دیا۔ یہ بادشاہ ایسے بزرگوں کا بڑا معتقد تھا چنانچہ اپنے حاکم ان کی اکثر لڑکیاں مشائخین اور صوفیا سے بیاہ دی تھیں اور اپنے بڑے لڑکے شاہ عبدالقادر کی شادی بھی بیدر کے مشائخ خاندان میں کی تھی۔ اسی اعتقاد کی بنا پر عرض کرنا کہ مخدوم جی بیدر سے تشریف نہ لاتے ہوں تو غلطی ہی بھیج دیں تاکہ میں غلطیوں سے مشرف ہوں۔ مخدوم جی نے کہنا بھیجا کہ سلاطین درویشوں سے دعا چاہتے ہیں میں آپ کو تمام مسلمانوں کے ساتھ دعائیں شریک کرتا ہوں یہ کافی ہے۔

مخدوم جی نے ۲۲ شوال ۱۰۹۹ھ کو وفات پائی اور بیدر ہی میں مدفون ہوئے۔ فیروز نے اس زیر نظر مثنوی میں مخدوم جی کے ساتھ انتہائی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں نے خواب میں حضرت محبوب سبحانی کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مخدوم جی ہو ہو دیسے ہی ہیں۔ اسی لئے وہ ان کو جگہ جگہ محی الدین ثانی لکھتا ہے۔ وہ دعا کرتا ہے کہ وہ عرصے تک زندہ رہیں تاکہ میں ہمیشہ بے ودعت چتا رہوں۔ وہ اپنے مرشد کا ذکر اس طرح کرتا ہے :-

### مدح مخدوم جی

ابراہیم مخدوم جی جیونا کہ مئے صرف ودعت صدایونا  
ابراہیم مخدوم جی جگ منے منگوں نعمتاں (میں سدا اس گئے

رتن خاص فیروز: جب پایا پدک دل سے لال بسلا کیا (ہ) ب  
انسوس ہے کہ سسٹہ ناقص الآخر ہے اور یہ معلوم نہ ہو سنا کہ اصل مثنوی  
کتنی ابیات پر مشتمل تھی۔  
آغاز:-

تہیں قسب اقطاب جگہ پر ہے تہیں غوث اعظم جہا مگیر ہے  
تہیں چاند باقی ولی تارے ہیں توں سلطان سردار بسیارے ہیں  
اختتام:-

نہبان یہ اتوں بچہ رکھ لگاہ بچے دوے دشمن تھے نیز اپناہ  
بستہ پیر محمد جی پاک ہے اسے دین و دنیا میں کہا پاک ہے  
مے پیر محمد جی سائیاں دھرے۔۔۔

### (۱۱) فقر نامہ [۶۵۴]

اوراق ۲۔ سطور ۱۶۔

تقطیع ۱۶م ۲۸ ۱/۲ خط نستعلیق معمولی۔

مصنف کا تعلق:- زمانہ تصنیف تیس ۱۱۹۵ھ

برہہ اسو ابیات کی مثنوی ہے جس میں ایک مثنوی شاعر کا تعلق نے  
فقر و فقیری کے قواعد و ضوابط اور اسرار و لوازم کے متعلق اپنے مرشد  
رحمت اللہ کے خیالات کو منظوم کیا ہے۔

گجرات و دکن کے صوفیائے کرام میں دو بزرگ بہت مشہور ہوئے  
جن کا نام رحمت اللہ تھا۔ (۱) شیخ رحمت اللہ جشی جو سلطان محمود  
بیگراہ کے مرشد تھے اور ۲۶ جمادی الثانی ۹۶۵ھ میں وفات پائی  
اور شیخ پورہ گجرات میں مدفون ہوئے۔ (۲) خواجہ رحمت اللہ بگانی  
جو کراچی میں قیام پذیر تھے اور وہاں سے اودگیر آئے اور  
۲۶ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ ہجری میں فوت اور رحمت آباد میں دفن ہوئے۔

یہ کتاب جن بزرگ کے ملفوظات پر مشتمل ہے وہ مورخ الذکر رحمت اللہ  
ہوں گے کیونکہ اس کی زبان زیادہ قدیم نہیں ہے۔ نیز یہ کہ مورخ الذکر

کرتیں منجھ اپر بسیار ایسے پو بگ  
جانیو تھے تو ہمن باس ہے  
ہی چول جس چول کی باس توں  
سو توں روک ہے دین کا بار دار  
بجو منجھ اپر پچا نو تیرا جرم !  
لریا اکی مجلس کرامت تجے  
سدامت مدہوش دیدار کنا  
مھی الدین محمد دم جی جاگنا  
اچے پیر محمد دم جی جائیا !  
تجے راوے جگ راتا جہنم  
مجے دان دے دین دل شاوکر  
نہبان میرا توں بیج رکھ لگاہ  
بستہ پیر محمد جی پاک ہے  
یہ ابیات مسلسل نہیں بلکہ مختلف مقامات سے منتخب کی گئی ہیں۔

وران سے محمد جی کے متعلق تاریخوں کے ان بیانات کی تصدیق  
ہوتی ہے جو اوپر درج کئے گئے ہیں۔ البتہ اس واقعہ کا بھی علم ہوتا ہے  
کہ محمد جی گو گنڈے کے اس شاعر کو بہت چاہتے اور اس پر بڑے  
بہرہ بان تھے۔

فیروز کی زبان محمد علی قسب شاد سے ملتی جلتی ہے لیکن محمد علی  
نے پنڈتوں اور ہندو ماہرین موسیقی کی صحبت میں ہندی کا عنصر  
زیادہ کر دیا تھا۔ فیروز کے کلام کی روانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پرانا  
ناتی تھا اور اس مثنوی سے قبل اس نے شاعری میں کمال حاصل  
کر لیا تھا۔

شاعر نے اپنا تخلص ان ابیات میں لکھا ہے:-  
تو فیروز خستہ کو رات امان دے منگوں دان تچ کن (قل ایام) (۳)  
سو فیروز خستے میں پایا رتن ! رکھیا سورتن ڈجا بگ جیو پورتن (ہ) ب

خود بھی مصنف اور کئی مصنفوں کے مرشد اور استاد تھے۔

شاعر نے اپنے مرشد کا ذکر ان ابیات میں کیا ہے :-

کیا رحمت اللہ نہ ہے مجھ پر کرم      بلکہ مجھے راہ سب دم قدم (آ)  
مرا پیر ہے رحمت اللہ امام      کہینہ ہے کتر یہ کامل غلام (مب)  
جو کچھ رحمت اللہ سوسنت تھا چلو      قلم بند کر کر میں رکھنا تھا یوں  
: مجھ کوں سکت تھی اسے بولنے      نہ تھی مجھ سکت اس زبان کھولنے  
دل ہوں فیروزاں سواں یک کرتیا      جو اون کے کرم سوں کہا بہترین  
عنایت فیروز کی دایم اچھو      جو رحمت دے سر پر قائم اچھو  
(ورق ۱۷ ب)

ان آخری ابیات سے سب تالیف ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے  
مرشد کے ملفوظات کو شاعر ساتھ ساتھ قلم بند کرتا جاتا تھا۔  
مصنف نے اپنا تخلص ان ابیات میں بھی لکھا ہے :-  
یہ کامل فیروزاں کا ہے پائے خاک      کریم کر کرد اس کوں سب میر ہو پاک  
یہ پیر ہے رحمت اللہ امام !      کہینہ ہے کتر یہ کامل غلام (ب)  
(۱۲ ب)

اسی طرح آخری بیت میں بھی اپنا نام لکھا ہے۔

کتاب کا نام ان ابیات میں درج ہے :-

دو دانگتا ہوں میں سب طرف سوں      کہوں ”فقرا نامہ“ میں خوش حرف ہو (ب)  
یہ کچھ عقل نیت نہیں اسے جواں      کہا فقرا نامہ یو کامل عیاں ! (۱۲ ب)

شاعر کی نسبت تو مزید معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ البتہ اس کے

مرشد کا تفصیلی حال تذکرہ اولیائے دکن جلد اول ص ۲۶۳ تا

۲۶۷ میں درج ہے۔ وہ توراتی الاصل اور سادات حسینی سے تھے۔

ان کے والد نواب آصف جاہ کے ہمراہ رہے۔ اور بعد کو موضع

بدگاؤں ضلع بیجاپور میں مقیم ہو گئے۔ رحمت اللہ وہیں پیدا ہوئے۔

بڑے ہو کر حاکم کرنول کے ملازم ہوئے۔ لیکن سید علوی بیجاپوری

کے مرید ہونے کے بعد دنیا داری ترک کر دی۔ بعد کوچ کے لئے

روانہ ہوئے اور سید اشرف کی سے فیض حاصل کیا۔ واپسی میں

مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے کرطہ آئے۔ جس کے قریب

ادوگیر کے قلعہ دار عبدالقادر خاں نے ان کے نام پر رحمت آباد

کو آباد کیا۔ ادوگیر میں فوت ہوئے لیکن رحمت آباد میں دفن کیا گیا۔

خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی ایک

اردو کتاب تنبیہ النساء کے کئی نسخے اور اسے یہ محفوظ ہیں۔ جن کا ذکر

آئندہ درج ہو گا۔

آغاز :-

کہوں حمد اللہ کوں دل شاد کر      خزائن رکھیا جس نے آباد کر

و قادر ہے قدرت کا پروردگار      کہا کُن ہو اسب جہاں آشکار

اختتام :-

جو کوئی پڑے اس فقر نامہ کوں      مجھے یاد کر خیر انجام سوں !

ہو ا فقر نامہ جو کامل تمام      بحق محمد علیہ السلام !

## (۱۱۲) گنج محضی [۶۵۵]

اوراق ۴ - سلور ۱۳ ابیات فی صفہ -

تقطیع ۱۲ x ۱۲ - خط نستعلیق -

مصنف معظم - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۱۱ھ

یہ ایک ناقص الاول نسخہ ہے جس میں تقریباً ۱۰ ابیات ہیں۔

مصنف شاہ امین الدین اعلیٰ بیجاپوری کا مرید ہے اور اپنی کے

ملفوظات کو اس مثنوی میں منظوم کیا ہے۔ اس میں درویشوں

اور صوفیوں کے اوصاف و اسرار بیان کئے گئے ہیں۔

مصنف کی نسبت اس کتاب سے اور کوئی معلومات حاصل

نہیں ہوئیں۔ دکن میں اردو (۱۱۱۱ھ) میں معظم کو سکندر عادل شاہ

کے عہد کا شاعر قرار دیا گیا ہے۔ ہاشمی صاحب نے اس کی دو کتابوں

(شجرۃ الاتقیاء اور گنج مخفی) کو سرسری طور پر ایک کتب فروش کے یہاں دیکھا تھا۔ اور چند ابیات بھی نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گنج مخفی کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے :-

اہل بیتیں قادر ذوالجلال تو صاحب جمیل و یکب الجلال  
سمیع و بصیر و عظیم و حکیم نون خالق توں رازق و رونا لکیم  
ادارے کے نسخے کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے۔

دیکھو حق سوں رہتے ہیں بے نیاز دیکھو حق ہے ان پر اپس بانیاز  
مرہی کی خدمت فرض جانتے مرہی کو معبود کر مانتے !  
حضور رسوں او غائب ہوتے نہیں غبت دم او ناپیچہ کھوتے نہیں  
اختتام :-

مرے پر یوسب راز کھولے اتین حقیقت او فوٹا یو بولے اتین  
انشا لوگ برحق عباب ہیں دیکھ فقیری ایو پر غریب ہے دیکھ  
معظم نے تب آکے سجدہ کیا سداون کی نعلین سر پر لیا  
یہ نسخہ وسط بارہویں صدی کی کتابت معلوم ہوتا ہے۔ کسی اور کتب خانے میں اس کا پتہ نہیں چلا۔

اس نے اپنے والد شیخ محمود کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ محمود تخلص کے دو شاعر مشہور ہیں۔ پہلا عبد ابراہیم قطب شاہ میں گذرا ہے جس کا ذکر مخطوط نمبر ۱۱۰ میں سرسری طور پر آیا ہے۔ اور دوسرا ظفر نامہ کا مصنف تھا جس کا ذکر اس فہرست کے مخطوطہ نمبر ۹۶ میں درج ہے۔

ایک تیسرے شاعر شیخ محمود کی نسبت کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں البتہ اس کا کچھ کلام ادارے کے ایک نسخے میں محفوظ ہے جس کا ذکر آئندہ درج کیا جائے گا۔ چونکہ یہ نسخہ ایک ساتھ لکھے گئے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ یہ شاعر اس تیسرے محمود کا فرزند ہو جو غیر معروف ہے یہ کتاب حمد و نعت سے شروع کی گئی ہے اور اصل موضوع کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے :-

کہے شیخ حمزہ کوں حضرت نبی کہوا یہ وصیت امت کوں سچی  
کہے شیخ حمزہ یو پیداں تمام سُنیا ہوں نبی سوں علیہ السلام  
اس کے بعد لکھا ہے کہ شیخ حمزہ نے جمہرات کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ میری امت کو میری یہ وصیتیں سنا دو۔ اس کے بعد امت کے لئے نصیحت کی باتیں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ کلام سے پتہ چلتا ہے کہ مصطفیٰ ایک معمولی درجے کا شاعر تھا۔

آغاز :-

اہل بیتیں پاک پروردگار ! بچن کوں زباں تے کیا آشکار  
خداوند توں ہے بڑا مہرباں تو پیدا کیا ہے یو جملہ جہاں !  
اختتام :-

قبول کر اہل مناجات کوں تو بر لیا ہمارا ہے حاجات کوں  
کمینہ بندے پر اہل سدا عنایت کی تشریف دے اے خدا  
خداوند یو مصطفیٰ کے اوپر کرم سوں نظر کر کرم کی نظر  
ہوں فرزند میں شیخ محمود کا جو دھرتا ہوں امید معبود کا

## (۱۱۳) وصیت نامہ [۶۵۶]

اوراق ۶۔ سطور ۵۱ فی صفحہ۔

تقطیع ۵ x ۸۔ خط نستعلیق شکستہ۔

مصنف شیخ مصطفیٰ زائد تعین قریب ۱۲۸۰ھ

یہ ڈیڑھ سو ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں آنحضرت رسول خدا کی وہ وصیتیں درج ہیں جو شیخ حمزہ کو کی گئی تھیں۔  
سربوح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وصیتیں عربی عبارت میں تھیں شیخ مصطفیٰ نے دکنی زبان میں ترجمہ کیا۔

شاعر کا تخلص مصطفیٰ آخری ابیات میں درج ہے جہاں

ترقیمہ :-

”کاتب الحرمین محمد حسین برزنجی شہر صفر بوقت اشراق

تمام شد“

اوائل تیرہویں صدی کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

آغاز :-

بسم اللہ ذاتی نانوں قرآن پر کیا ٹھاؤں

کل شے یواس کی چھاؤں دیکھو سلطان سبحان

ہیں نانوں پوہیں قربان

اختتام :-

نکر کر فاروخی لیاے سب سہاگنیاں پائے

شاہ کا جلوہ دل الٹا دیکھو سلطان سبحان

ہیں نانوں پوہیں قربان

(۱۱۴) چکی نامہ (۶۵۷)

وراق ۲ - سطور ۱۲

تقطیع ۴ x ۶ ۱/۲ خط ثلث شکستہ۔

مصنف فاروخی - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۰۰ھ ہجری

حضرت خواجہ بندہ نواز اور شاہ میراں جی خداوند خدا نما کے

چکی نامے کے نسخے بھی ادارے کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

اور ان کا تذکرہ خطوط نمبر ۳۶ و ۴۰ میں لکھ کر رکھا ہے۔ یہ

چکی نامہ بھی غالباً انہی کی تقلید میں لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا

مصنف ایک بندہ میں خداوند خدا نما کا اور ایک بندہ میں ان کے

مرشد امین الدین اعلیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ وہ بند درج ذیل ہیں:-

خداوند شاہ دیں قدرت ایسا ہم میں نے کچھ قدرت

پیر ملے رسول حضرت دیکھو سلطان سبحان

ہیں نانوں پوہیں قربان

ہمین دین اعلیٰ آئے ہمناسیدی مارگ لائے

اللہ رسول ہیں پائے دیکھو سلطان سبحان

ہیں نانوں پوہیں قربان

اس چکی نامے میں اسی طرح کے ۱۶ بند ہیں۔ آخری

بند میں شاعر کا تخلص فاروخی (قی) درج ہے۔ یہ کوئی غیر معروف

شاعر ہے اور غالباً خداوند خدا نما کا مرید ہے۔

(۱۱۵) مدح میراں (۶۵۸)

وراق ۳ - سطور ۱۶ فی صفحہ۔

تقطیع ۴ x ۶ ۱/۲ خط ثلث معمولی۔

مصنف شہ میر۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۰۰ھ ہجری

یہ پندرہ ابیات کی ایک نظم ہے جس کا ہر شعر چار کلمات میں

منقسم ہے۔ اس نسخے میں یہ نظم دو بار لکھی گئی ہے۔ پہلے زشت خط

ثلث میں بے ترتیب نقل کی گئی ہے اور پھر ازسرنو بہ عنوان

”مدح غوث الاعظم“ خط نستعلیق میں صاف اور ترتیب

کے ساتھ قلمبند ہوئی ہے۔

اس نظم کا ایک اور نسخہ مولوی نصیر الدین خاں صاحب ایم اے

ناظم دفتر دیوانی و مال کے خانگی کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ

ایک بیاض میں شامل ہے جس میں عبداللہ قطب شاہ کی موسیقی

کی نظمیں اور وہدی، غواصی اور شہاب الدین قریشی کا منتخب کلام

بھی درج ہے۔ لیکن اس نسخے میں آخری شعر جس میں شاعر نے

تخلص لکھا ہے موجود نہیں ہے۔ ادارے کے دونوں نسخوں میں

تخلص شہ میر موجود ہے۔

## (۱۱۶) بیاض دکنی [۶۵۹]

۱۱۶ رقی ۶ - سطور ۱۶

تفطیح نم ۲۷۲ - خط ثلاث معمولی -

مصنف محمود - جعفر - نحوی وغیرہ -

زبان تصنیف قریب ۱۱۰۰ھ -

اس بیاض میں بعض دکنی شاعروں کے کلام کے منتخبات

شامل ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :-

### ۱ - مثنوی شیخ محمود

یہ ۳۲ ابیات کی مثنوی ہے جس میں روح اور تن کا

مکالمہ درج کیا ہے۔ یہ شیخ محمود غالباً وہی ہیں جن کا ذکر ادارے

کے ایک مخطوط نمبر ۱۱۳۶ میں وصیت نامے کے مصنف

شیخ مصطفیٰ نے کیا ہے۔

### آغاز :-

اپس حکم تے پاک پروردگار وجود ہو رہیہ کوں ملا ایک ٹھار

دنیا مانے بھی جاتے تیری برات بلانے کا وعدہ کیا دیں سنگات

### اختتام :-

ترے ساتھ سوں منج یہ قصہ کھڑیا آنر جواب دینا سو مشکل پڑیا

کے شیخ محمود سن یو اصل قیامت میں پوچھیں گے دونوں مل

### ۲ - غزل جعفر -

یہ ۶ اشعار کی غزل ہے۔ مصنف کی نسبت کوئی معلومات

حاصل نہ ہو سکیں۔ آتنا ضرور ہے کہ یہ نہایت قدیم دور کے شاعر ہیں۔

مطلع - بند و بھوت لئے سا تو شہ کہ منزل دور جانا ہے

بزاں بھی کوئی نالیا سے لے جائے سوچ کھانا ہے

مقطع - رہو تہلکی قداسوں ملانکو بانہ کو سوسوں دل

کر و جعفر سوں یوں حاصل یہی کچھ کام آتا ہے

یہ نظم حضرت محبوب سبحانی کی مدح میں لکھی گئی ہے اور

معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ بڑی مقبول تھی اور اسی لئے

کثرت سے اس کی نقلیں کی گئی تھیں۔ مگر تعجب اس کا ہے کہ شاعر

خود محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی کو قادری لکھا ہے حالانکہ

ان کے متوسلین ان کے نام عبدالقادر کی نسبت سے قادری

کہلاتے ہیں۔ اگر اس نظم پر عنوان لکھا ہوتا تو یہی سمجھا جاتا کہ یہ

نظم یا تو شاہ میراں قادری جو (مدفون قریب لاگڑو ض) کی

مدح میں ہے یا شاہ میراں شیخ شمس العشق کی مدح میں۔

شاعر کی نسبت معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ غالباً کوئی

مثنوی بزرگ ہیں۔ ایک شاہ میر عبدالہمید قصبہ شاہ میں

بزریر اعظم اور محمد علی قطب شاہ کا خسر تھا۔ لیکن وہ غالباً اردو کا

شاعر نہیں تھا۔ قصبہ راہوتی میں ایک مثنوی شاہ میر گدڑے میں جن کا

رسالہ توحید مشہور ہے۔ ممکن ہے یہ نظم انہی کی ہو۔

### آغاز :-

سرست ہے معبود کا یا قادری میراں مدد

محبوب ہے موجود کا یا قادری میراں مدد

توں قلب ربانی صبی محبوب سبحانی صبی

یعنی ابوالقاسم صبی یا قادری میراں مدد

### اختتام :-

محی الدین ولی ہے پیار کا، معشوق ہے کرتار کا

عاشق ہے حتی دیدار کا یا قادری میراں مدد

مثنوی منجے ہوئے دیر کاتب مدح کوں میں پیر کا

سچ پیر توں شہ میر کا یا قادری میراں مدد

## ۳۔ غزل محرقی۔

یہ ۵ اشعار کی غزل ہے جس میں زیادہ تر مذہبی مضمون

بافر سے کہنے ہیں۔ یہ بھی کوئی عظیم شاعر ہیں۔ شاہ بیر اللہ مجرمی بیجا پوری نے سلسلہ میں ملاذیبی کا سب اس کو نظم میں تلمیذ کیا تھا۔ لیکن اس شاعر کا تخلص مجرمی ہے اور زبان کے لحاظ سے وہ مجرمی سے بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔

مطلع۔ جہ دین کہے ہیں مرداں احوال میں ہے تن کا

ان کی نظموں میں دنیائے دینی چڑیوں کے تنکا  
مطلع۔ اول توں توحتمی ہوا اپنے وجود سیمتی

بعد از خبر جو ہوئے تجھ انس ہو رجن کا

## ۴۔ مناجات محمود۔

یہ ۵ ابیات کی مثنوی ہے جس کا مصنف غالباً وہی محمود ہے جس کی غزل کا تذکرہ اوپر گزر چکا۔

آغاز :-

الہی تو کر تو رحمن رحیم الہی تو داد و داد کریم  
الہی تو صاحب سکت کا کریم کرم کر کریمیاں غفور الرحیم  
اختتام :-

منگوں دان ہر دم میں ایمان کا توں بیج دان دے امن ایمان کا  
دے دیدار تیرا شفاعت رسول مناجات محمود کی کرتوں قبول

## ۵۔ غزل میراں

یہ ۵ اشعار کی ایک مصرع غزل ہے جس کے ہر شعر کے ابتدائی تین رکن ہم قافیہ ہیں اور آخری رکن دوسرے مصرع کا آخری حصہ ہے۔ اس غزل کو اس نسخے میں رباعی کے طور پر لکھا ہے۔

اس غزل کے مصنف میراں کی نسبت قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کون سے میراں ہیں۔ اس نام کے کئی بزرگ دکن میں گنتے ہیں۔ شاہ میراں جی شمس العشاق بیجا پوری کا بھی یہی

تخلص تھا۔ لیکن ان کی زبان بہت قدیم ہے۔ ممکن ہے کہ یہ غزل شاہ میراں جی خداوند خدا نما حیدر آبادی کی ہو جن کا چکی نامہ ادارے میں محفوظ ہے اور اس فہرست کے نسخہ نمبر ۴ میں اس کا تذکرہ لکھا جا چکا ہے۔

مطلع۔ (نظم غورقہ) جو لکھیا قیمت سو آہیں ہو ہزارا ہے

فہم عاجز عقل حیراں تردد کیا بچارا ہے !  
کہ جب لک بخت کا بل ہیں سو شکل عقل کو حل نہیں

مقدور کوں مبدل نہیں، سخن یو آشکارا ہے  
مقطع۔ فکر ہمت حرف گیراں تو مارے بول ہمیں تیراں

عمر یو بے فنا میراں دنیا کا کس پتیارا ہے !  
اس سلسلے میں کاتب نے شاہ برہان اور شیخ محمود کی نظموں کے چند شعر لکھے ہیں۔ خطا نہایت زشت ہے۔ ادا بھی غلط ہے۔ چنانچہ جعفر کو زافر وعدہ کو دادا وغیرہ لکھا ہے۔ کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

## [۶۶۰] (۱۱۷) کفایت الاسلام

اوراق ۱۱۔ سطور ۱۴۔

تفصیل ۶ x ۹۔ خط نستعلیق۔ عنوان فارسی میں۔

یہ غالباً اسی نام کے فارسی رسالہ کا ترجمہ ہے۔ مصنف اور اس کے نام کا اس نسخے سے کوئی پتہ نہ چل سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے نقل کرتے کرتے نام کی حالت میں اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے آخر میں کوئی ترقیمہ بھی نہیں ہے۔ بحالت موجودہ اس مثنوی میں تقریباً ۲۸۰ ابیات ہیں۔

کتاب حمد و نعت و منقبت اصحاب کی سرخیوں سے شروع کی گئی ہے۔ ان کے بعد ”در تعریف کتب گوید“ کا عنوان لکھا کہ

جلد ۸ باب ۱۰۱ ان کے تحت ۳۷ عنوانات میں تقریباً دو سو اشیا کو تقسیم کر کے ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور آخر میں باضابطہ طریقہ پر ہر ست بھی دے دی ہے۔

۱۔ اہل حق غائب ہے اس لئے پہلے باب کے چند اشعار محفوظ ہیں رہے۔ ابواب کی تفصیل یہ ہے۔

- |                   |                      |
|-------------------|----------------------|
| ۱۔ در توہدات مسلم | باب ۲۔ درجہ انات لحم |
| ۲۔ در بیات        | ۳۔ در طیرات و جاج    |
| ۵۔ در اکونات      | ۶۔ در بقولات         |
| ۷۔ در گلہا        | ۸۔ در متفرقات        |

پوری کتاب تقریباً ۹۰۰ (نوسو) ابیات پر مشتمل ہے۔

آخر میں اختتام کتاب کے عنوان یہ کتاب کا نام اور رسمہ تالیف و ج کیا گیا ہے۔ آخری مصرع میں نعمت اللہ اس طرح لکھا ہے کہ گویا وہ مصنف کا نام ہے۔ لیکن یہ یقینی نہیں۔

آغاز :-

دانتوں کے تین طو تو کرے د. داس کا دور

کا لاء مرج بھی .. کے پھل سوختہ فرد

بلغم کے تین دفع کرے مرج سیہ کے سات

پتوں کے واسطے اے دو نو کھا یہو سنگات

اختتام :-

نام خدا سوں جلد ہوا نسخہ ایے تمام

جو فیض یویں اس سے دکن میں غام عام

داخل نہیں ہے ایک دو اسب غذا ہے دیکھ

لیکن مسالجات غذائی بجا ہے دیکھ

اسم است خزانہ نعمت و تاج ہست ہم

خور نعمت اللہ یکن شکر دم ب دم

ہم کے فوائد گنائے گئے ہیں اور اسی سلسلے میں کتاب کا موضوع بیان کیا گیا ہے جو "ارکان و احکام اسلام" ہے۔ مصنف نے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ میں اس کتاب کو دکنی زبان میں منتقل کر رہا ہوں۔ اسی سلسلے میں نام بھی لکھ دیا ہے۔

اس نسخے کی چند ابیات یہ ہیں :-

ہمیں جس بوقت علم فارسی! ہے دکنیاں کو دکنی زبان آتی  
 ہوسلیاں کہیں دکنی کیا اس سبب سمجھ بیگم ہو دے۔ کینے یا دسبب  
 کہ سبب اس میں ارکان حکم ہم کہ نام اس کفایت الاسلام ہے  
 (ورق ۱۲)

زبان کے لحاظ سے اور خراباں جوں صدی ہجری کی کتاب  
 عام ہو قلم ہے۔ سہ سہ معمولی درجے کا شاعر تھا۔

آغاز :-

اہل دے توفیق انسان کوں جو بندگی کرے نیری دل جان سوں  
 تو یہ کیا محض بندگی کے نہیں سوا و پھوڑ پکڑے میں گندگی کتیں  
 اختتام :-

منازین پکارے دیا آہ کئے ٹٹنے کا اگر آہ یا واہ کئے  
 بنی ٹٹا ہے درواں کے رونے نہیں کرے گا نعل یک کثیر جنے (۱)

## ۱۱۸۱) تھوان نعمت [۷۱]

اوراق ۳۵۔ سطور ۱۲۔

تقطیع ۵ x ۸ ۱/۴۔ خط نستعلیق شکستہ۔

عنوانات مرغی میں۔ مصنف نعمت اللہ (۲)

سنہ تصنیف ۱۲۱۷ھ۔ سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ

یہ ایک طویل دکنی مثنوی ہے جس میں کھانے پینے کی جملہ اشیا کو طبی خصوصیات نہایت خوبی سے قلمبند کی گئی ہیں۔ اس میں



ترقیمہ :-

ادارے کے نسخہ ۵ کا خاتمہ جن ابیات پر ہوتا ہے ان کے بعد بھی مزید دو بیٹیں اس نسخے میں اضافہ ہیں ۔

آغاز :-

بنا دل کروں حمد خدا میں      زباں او پر اپس کی ابتدا میں  
کیا قدرت سوں ظاہر اپنی قدرت      بنا کر جگ دکھایا اپنی مکت

اختتام :-

بقائیں ہے سمجھ یو بحر فانی !      لکھا ہوں تار ہے میری نشانی  
لکھا ہوں میں وثا حضرت کا سارا      جہاں میں اس کی تہیں کر آشکارا  
دے اپنے فیض تے توفیق یارب      پٹے سب لوگ اس نیلے کتیں سب  
مکن ہے کہ یہ آخری دو بیٹیں خود کاتب نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہوں !

ترقیمہ :-

” قریب دو پہر بروز دو شنبہ تبادیع نوردہم شہر جمادی الاول ۱۲۸۰ھ  
” از کتب خانہ حضرت قادری بی صاحبہ تھتہ بہ کتب خانہ  
ادارہ ادبیات اردو “

یہ کتاب حضرت قادری بی مرحومہ بنت حافظ عبد السلام کی فرمائش پر غالباً قصیدہ بھینسہ ضلع ناندیڑ میں نقل کی گئی تھی۔ موصوفہ مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ معین المہام امور مذہبی کی حقیقی مانی اور مرتب فہرست ہذا کی حقیقی پڑنانی تھیں۔ ان کو علم و فضل کا خاص ذوق تھا اور کئی کتابیں انہوں نے لکھیں اور لکھوائی تھیں ان میں سے اکثر ارقم الحروف نے ادارے کے کتب خانے میں بطور عطیہ داخل کر دی ہیں۔ موصوفہ کا ذکر آئندہ متعدد نسخوں میں بھی درج رہے گا۔

” تاریخ دوازدہم شہر شوال المکرم ۱۲۵۱ھ ہجری “  
کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ اس ترقیمہ کے نیچے ٹیپو سلطان کی شہادت کی تاریخ کا یہ شعر درج ہے ۔

تاریخ بیت دہشتم ذی قعدہ تھا مہینہ  
جمعہ کار در حفت شہید ہو گئے سلطان

(۱۱۹) وفات نامہ سرور کائنات [۹۱]

اوراق ۱۱ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۶ x ۹ خدا نستعلیق

مصنف دریا - سنہ تصنیف ۱۱۱۱ھ

سنہ کتابت ۱۲۸۰ھ

یہ تقریباً ۲۳۰ ابیات کی فتویٰ ہے۔ اس کا ایک اور نسخہ جو ۱۱۶۵ھ کی کتابت ہے ادارے کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (دیکھو فہرست ہذا مخطوطہ نمبر ۱۵)۔ اسی موضوع پر ایک اور شاعر امجدی کی فتویٰ کا تذکرہ صفحہ ۲۰ پر درج ہو چکا ہے۔

فہرست ہذا کے نسخہ ۵ میں مصنف نے جس بیت میں اپنا تخلص لکھا ہے وہ اس نسخے میں بھی موجود ہے لیکن اس میں تخلص درج نہیں۔ دونوں نسخوں کی یہ بیت ذیل میں درج ہے جس سے دونوں کا اختلاف ظاہر ہوگا۔

نسخہ نمبر ۱۵      نسخہ نمبر ۱۱۹

کیا دریا رسالہ نظم سوں سانچہ | کیا پورا رسالہ نظم سوں یو  
یو بتیاں ہیں دو صد دولت پر پائی | یو بتیاں ہیں دو صد دہس پر دو  
اس نسخے میں بھی تاریخ تصنیف کی بیت درج نہیں ہے البتہ جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں یہ بیت موجود ہے (دیکھو فہرست جامعہ ص ۵۷)

## (۱۲۰) وفات نامہ رسالت پناہ [۲۱۷] (۱۲۱) دین و سپک [۱۲۲]

اوراق ۱۰ - سطور ۱۳

تقطیع  $\frac{1}{2} \times \frac{5}{8}$  - خط نستعلیق -

مصنف دریا - سنہ تصنیف ۱۱۱۱ ہجری -

کاتب غلام احمد الدین - سنہ کتابت ۱۲۸۳ھ -

یہ بھی خطوط نمبر ۱۵ و ۱۹ کا ایک اور نسخہ ہے۔ لیکن اس میں ۳۵۰ سے زیادہ آیات ہیں۔ مصنف اور زمانہ تصنیف کے لئے دیکھو ہجرت ۱۲۸۳ھ۔ اس کے کاتب غلام احمد الدین عرف حاجی میاں محمد بھینہ کا ذکر آئندہ اور خطوط میں بھی درج رہے گا۔

آغاز :-

بنا اول کردن حمد خدا میں زباں او پر اپس کی ابتدا میں  
کیا قدرت ہوں ظاہر اپنی قدرت بنا کر بگ دکھایا اپنی حکمت  
اختتام :-

کچھ ہوں میں وفات حضرت کا سارا جہاں میں اس کے تیں کر آشکارا  
دے اپنے فیض تے توفیق یارب پڑے سب لوگ اس نسخے کے تیں سب  
ترقیمہ :-

ہے کاتب اس رسالہ کا پچھا غلام احمد الدین نام جانو  
لکھا ہوں واسطے قادری بی کے جو بنت مافظ عبد السلام کی ہے  
تھی خیم ماہ جمادی آخری کی قاعدہ و خیمہ میں پورا کیا جی  
ہزار و دو صد و ہشتاد و سال کے ہجرت رسول اللہ خوش حال  
یہ نسخہ راقم الحروف نے ۱۳۵۵ھ میں ادارے کو عطیہ دیا ہے۔

اس کے ترقیمہ کے نیچے میرے دستخط اس طرح ثبت ہیں :-

”یہ کتاب میری جدہ امجدہ حضرت قادری بی سماج کے

کتب خانہ کی ہے۔

سید محمد الدین قادری زور ۱۳۵۵ھ“

اوراق ۸۴ - سطور ۱۶

تقطیع  $\frac{1}{2} \times \frac{5}{8}$  - خط نستعلیق پاکیزہ -

مناجات سرخی میں بعض صفحات کرم خوردہ -

مصنف محمد علی شاہ الفت حیدر آبادی -

سنہ تصنیف قبل ۱۲۲۲ھ - سنہ کتابت ۱۲۲۲ھ -

یہ تقریباً ڈھائی ہزار آیات کی ایک فولی مذہبی مثنوی ہے جس میں امامیہ عقاید کے مطابق دین کے پانچ اہم مسائل (یعنی توحید، عدل، نبوت، امامت، معاد و بشر) کی وضاحت کی گئی ہے۔ مصنف نے پوری کتاب کو ۲۰ ابواب میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے

- |                 |                  |                |
|-----------------|------------------|----------------|
| ۱۔ توحید        | ۲۔ عدل           | ۳۔ ایجاد النام |
| ۴۔ نبوت         | ۵۔ امامت         | ۶۔ معاد        |
| ۷۔ ایمان        | ۸۔ شرائط         | ۹۔ فسق و فساد  |
| ۱۰۔ کفر و مشفاق | ۱۱۔ توبہ و معیاد | ۱۲۔ سلطنت      |
| ۱۳۔ طہارت       | ۱۴۔ نماز و عبادت | ۱۵۔ زکوٰۃ      |
| ۱۶۔ لکھا        | ۱۷۔ روزہ         | ۱۸۔ حج         |
| ۱۹۔ جہاد        | ۲۰۔ امر معروف    |                |

تدوین و منقبت علی و منقبت یا زوہ امہ کے بعد اردو رسم خط کو صحیح پڑھنے کے قاعدے کے لئے ایک عنوان قائم کیا ہے۔ یہ بالکل نئی چیز ہے۔ اس میں یائے معدوف دیائے مجهول اور زیر زبر وغیرہ لکھنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اور تاکید کی ہے کہ جو کوئی اس دین و سپک کو نقل کرے گا اس کو چاہئے کہ اس قاعدے پر عمل کرے تاکہ کتاب صحیح پڑھی جائے۔ چھٹی سرخی دیباچہ و سبب تالیف کے طور پر لکھی ہے جس میں کتاب کے موضوع اور ابواب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ تقدیم دکنی مثنویوں

اداسے کے کتب خانے میں محفوظ ہے جس کا ذکر آئندہ صفحات میں درج ہے۔  
الفت اپنے زمانے میں کافی مشہور ہو چکا تھا چنانچہ اردو شعرا  
کے تذکروں (عمدہ مفتخبہ، صبح وطن، بہرست کتب خانہ جاناہان اور  
دیگرہ میں اس کا ذکر درج ہے۔ عمدہ مفتخبہ کو نواب اعظم الدولہ  
میر محمد خاں سرور نے سنہ ۱۲۱۶ و ۱۲۱۷ کے درمیانی زمانے میں  
قلینڈ کیا تھا اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ الفت حیدر آباد کے  
قریب کے رہنے والے تھے۔

انہوں نے کہ خود الفت نے اپنی کتابوں میں اپنے مستقل سوانح  
اپنے اور اپنے فرزند احمد علی کے نام کے اور کچھ نہ لکھا۔ اتنا ضرور  
معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک عالم و فاضل آدمی تھے اور امامیہ مذہب  
کے پیرو۔ اثنائے ثنوی میں جگہ جگہ قرآن کی آیتیں، احادیث، اور  
اقوال آئمہ بھی نقل کئے ہیں۔ یہ غالباً ان کے ہم پیری کی تصنیف  
رسالہ الحنینہ (جو اس سے قبل کی تصنیف ہے) کا ذکر آئندہ صفحات میں  
درج ہے۔

آغاز :-

کردن حمد اللہ سے ابتدا ! یہ نامہ کے تئیں میں بنام خدا  
کردوں لکھا اوس کو شکر و سپاس کیا گوہر علم انعام ناس (اکرم خوردہ)  
اختتام :-

محمد علی شاہ الفت فقیر کیا ہے گنہ ہم کبیر و صغیر  
نہ توشہ ہے نیکو عمل کا اوسے نظر تیری بخشش پہ دائم و صرے  
نہ طاعت عبادت نہ حسن عمل وے غلام علی از ازل !  
تو اس کے گناہاں پہ نا کر نگاہ نظر اپنی بخشش پہ رکھ یا الہ  
ترقیمہ :-

”تمام شد کتاب دین دیکہ بتاریخ ہنم شہر ریح الثانی ۱۲۲۵ھ

روز جمعہ بوقت یک و نیم ہر روز بلند شدہ“

یہ خطوط نواب عنایت جنگ بہادر کا علیحدہ ہے۔ پہلے اور آخری ورق پر

(علی نامہ وغیرہ) کی طرح اس کا ہر باب ایک شعر سے شروع ہوتا ہے  
اس طرح کہ اگر سب اشعار کو ایک جگہ لکھ لیا جائے تو ایک قصیدہ بن جائے۔  
مثال کے طور پر چند سرزیاں درج ذیل ہیں۔

باب اول توحید کے ہے گامیاں میں بر محل  
جو ترک کے تئیں دور کر تحقیق کا بوسے عمل  
(۲ ب)

ہے باب ہفتم ذکر میں ایمان کے جس کی صفت  
کس وجہ سے ہے اور کیوں آوے کف دور از فضل  
(۳۲ ب)

ارکان میں روزے کے ہے مذکور باب ہفتم  
ہے واجبی و سنتی ہم صحت و باطل جل !  
(۶۸ ب)

بیسٹم جو باب ہے ہے امر میں معروف کے  
اور نبی نہ کرے سدا ہے ہونماں کا یہ عمل  
(۸۳ ب)

مصنف نے کتاب کا نام ان ابیات میں لکھا ہے :-  
ہے اس یزدیک میں سب بول لکھا تامل سے پڑھنا ہے اس کو بھلا  
(ورق ۱۳)

جو دینی مسائل سے روشن ہے سب کیا دین دیکہ اسے نام اب  
(ورق ۱۴)

کتاب کے آخر میں مصنف نے اپنا پورا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے :-  
محمد علی شاہ الفت فقیر کیا ہے گنہ ہم کبیر و صغیر  
(ورق ۸۴ ب)

الفت کے متعلق کتاب سے زیادہ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔  
یہ کتاب ۱۲۲۵ھ ہجری میں نقل کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ الفت  
اوائل تیرھویں صدی کا شاعر ہے۔ اس کی ایک اور کتاب ”حنیہ“

ان کی بیغوی ہر ”مصدر اللغات و معانی حسین ۱۳۳۶ھ“ ثبت ہے اور ابتدا میں ان کے حسب ذیل دستخط بھی ہیں :-

”دین دیک - محمد علی شاہ الفت حیدر آبادی عنایت ۱۳۴۰ھ“

## (۱۲۲) ایمان درپن [۱۰۳]

اوراق ۷۹ - سطور ۱۶ -

تعلیق ۱/۵ x ۱/۶ - خط نستعلیق پاکیزہ -

عنوانات سرخی ہیں - آخری ۷۷ اوراق کا اجڑی حصہ کرم خورو -

مصنف محمد علی شاہ الفت - سنہ تصنیف قبل ۱۲۲۲ھ -

سنہ کتابت ۱۲۲۲ھ -

یہ مثنوی محمد علی شاہ الفت مصنف دین دیک کی غالباً

پہلی تصنیف ہے - اس میں مصنف نے اپنا نام صرف محمد علی الفت لکھا ہے - شاید بعد کو وہ اپنے نام کے ساتھ شاہ بھی لکھنے لگے تھے -

الفت نے اپنے فرزند احمد علی اور ایک دوست حسن بیگ علی

کی فرمائش پر ابراہیم استر آبادی کے فارسی رسالہ حنیفہ کو ایمان درپن کے نام سے اردو میں منتقل کیا ہے - وہ اپنی زبان کو جگہ جگہ ہندی لکھتے ہیں -

سبب تالیف کی چندابیات یہاں نقل کی جاتی ہیں جن سے الفت کا

اسلوب اور اس کتاب کے عربی و فارسی نسخوں کا حال معلوم ہوگا -

محمد علی اب تو مطلب طرف ! زبان کھول چل بحث مذہب طرف

سبب اس رسالے کی تالیف کا بیان کر یہ نسخے کی تصنیف کا

کہ احمد علی نور چشم ایک روز کیا مجھ سے اظہار وہ دلفروز

جو ہے حنیفہ کا رسالہ جلیل ہے بحث مذہب میں روشن دلیل

زبان عرب سے یہ نسخہ اتھا ! عجم میں سمجھ جس کا مطلق نہ تھا

سو ابراہیم استر آباد نے عربی کتب فارسی کر لکھے

سو بہرہ کیے اوس سے حاصل تمام عجم میں بسی از خواص و عوام

جو باشند ہند ہیں بالتمام علی دلی کے ازل سے غلام

اویں سے اکثر غلام و کنیز نہیں جن کو ہے فارسی کی تیز

نہیں اوس کو بہرہ یہ دولت سے نہیں اوس کو لذت یہ نعمت سے

یہ ہندی زبان تم کرو ترجمہ کہ حاصل کریں یہ سعادت ہمہ

کیا ترجمہ کا ارادہ عیاں ! اتھا فکر میں اوس کے میں یک ذراں

اوی دن براہ بدل تو اماں جو ہے نام باجمی حسن بیگ خاں

لغات کو آئے سن یہ نوا کیا عرض یوں در کمال صفا

کہ منظوم اگر ہوئے تو یہ بیان طبائع کو خوشتر ہے ہندی زبان

کتاب کا اور اپنا نام مصنف نے ان ابیات میں لکھا ہے :-

ارادہ کیا جب یہ لکھنے کتاب دیا اس کو ایمان درپن خطاب

نور علی الفت اب ہو خوش ! ہے آگے تجھے بھوت جوش و زوش

رسالہ کا موضوع :- ہے کہ ہارون رشید کے عہد میں ایک تاجر

کے ہاں یک کنیز حنیفہ تھی جو اہم ششم کے حرم میں دس سال رہنے

کی وجہ سے علوم دین میں ماہر کا مل ہو گئی تھی - تاجر جب نہایت

مفلوک الحال ہو گیا تو حنیفہ کو بیچنے کے لئے ہارون کے یہاں لے گیا

اور ایک لاکھ دینار قیمت طلب کی - ہارون رشید نے نجیب سے اتنی

بڑی قیمت کا سبب پوچھا تو اس کو معلوم کرایا گیا کہ یہ کنیز بڑی عالم و

فاضل ہے - ہارون رشید نے دینی معاملات میں اپنی سلطنت کے جملہ

بیرونیان مذہبی سے اس کا مباحثہ کرایا - چنانچہ پوری کتاب سی کی

تفصیل کے لئے وقف ہے -

ہارون رشید بغداد کا مشہور عباسی خلیفہ ہے - اس رسالہ

میں اس کی سادات دشمنی کی وضاحت کر کے اس کو بہت برا لکھا گیا ہے مثلاً

وہ غاصب اتحادین حق کا عیند وہ ملعون کا نام ہارون رشید

جو موسیٰ کاظم تھے مہتمم امام کیا ہے شہید ان کو دے زہر جام

موالی سادات اکثر وہ زشت چنایا بہ دیوار جیوں سنگ و خشت

وہ ملعون پر تباہ روز جزا ! ہزاراں سے نفیر و لعنت سدا

(دوق ۲ ب)

## (۱۲۳) پندنامہ [۲۱۲]

اوراق ۵ - سطور ۱۲

تقطیع ۸۸۵ - خط نستعلیق

سنہ تصنیف ۱۰۸۶ھ -

کاتب شیخ ستان - سنہ کتابت ۱۲۶۸ھ

یہ ۱۰۵ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس کو کسی نامعلوم مذہبی شاعر نے ۱۰۵۸ھ میں فارسی سے دکنی اردو میں ترجمہ کیا۔ اس نسخے کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اصل مثنوی شروع ہی اسی طرح کی گئی تھی یا چند ابتدائی ابیات غائب ہیں۔ یہ حمد و نعت ہے اور نہ سبب تالیف۔ البتہ مصنف نے آخر میں مثنوی کا نام تعداد ابیات اور تاریخ تصنیف نہایت وضاحت سے بیان کر دی ہے اس حصہ کتاب کی چند ابیات یہ ہیں :-

امت کوں محمد علیہ السلام نصیحت کئے پندنامہ تمام  
سو پندنامہ سنئے تو ثواب ہے اتنا کہ ناہو سے گور کا عذاب  
سو اس وجہ بھی فارسی سے کتاب کسب ہو دکن سلطنت شتاب  
سبب کیا جو کوئی معنی فارسی نہیں پایا کہ کر میں کیا آرسی !  
ہوئے ایک سو پانچ بیتاں تمام ز صدق محمد علیہ السلام  
انخاص چھے اوپر اسی ایک ہزار بیس الاول ماہ دن ابتوار !  
اس کتاب میں آنحضرت سرور کائنات کی ان نصیحتوں کو  
تکبیر کر دیا گیا ہے جو آپ نے ایک شخص کے استفسارات کے جواب میں  
دین اسلام کی وضاحت کے طور پر کی تھیں۔

آغاز :-

کہیک دن محمد علیہ السلام لے اصحاب بیٹھے مرینہ تمام  
کہیک شخص نے آنہی کو سلام کیا ہو رکھنے لگا یو کلام

اس مثنوی میں الفت کی دوسری کتاب دین دیکھ کی طرح حمد و نعت و منقبت کے لئے سطر و سطر سرخیاں نہیں قائم کی گئی ہیں۔ بلکہ حمد و نعت کے لئے ابتدا میں چند ابیات وقف کر کے ساتھ ہی اصل کتاب شروع کر دی گئی ہے۔ تقریباً سوا دو ہزار ابیات کی مثنوی ہے لیکن اس میں ہے کہ اس نسخے کے آخری ۷۷ اوراق اوپر کی طرف سے ضائع ہو گئے ہیں۔ آخری بیت میں تاریخ تصنیف بھی درج تھی لیکن ضائع ہو جانے کی وجہ سے صاف طور پر پڑھی نہیں جاتی۔

آغاز :-

کردن بسم اللہ سے ابتدا یہ نامہ کہتیں باہزاراں ثنا  
صفت اوس کی طاقت بشر کا کہلا نہ مقدور کہنے کے تیں یہ بیاں  
اختتام :-

بھی لطفی و ملبی مرے والدین او نو کو بخشا برائے حسین  
تمام آشنایاں کو کر منفرت خصوصاً جو تھے صاحب تعزیت  
ایں سب کا کر حشر شہد انتی بختی بنی دوستی علی !!  
نہاں کی خدمت میں ہے التماس یہ ایمان درپن جو دیکھیں نجما  
اس کے بعد پانچ بیٹیں ادھیں جو ضائع ہو گئیں۔  
ترقیمہ :-

”بتاریخ نوردہم شہر جمادی ..... ۱۲۶۲ھ ہجری بوقت

یک پیر شب گذشتہ روز شنبہ کتاب ایمان درپن با تمام رید“

یہ نسخہ ذاب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ ابتدائی اور آخری

اوراق پر ان کی ہر ”مصدر الطاف و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ“

ثبت ہیں۔

اختتام :-

تمہد یو کیا ہوں مبارک گھڑی      عنبر کی طبع لے کھڑی فشری  
ہزاراں درود و ہزاراں سلام      زما بر محمد عبیدہ السلام  
ترقیمہ :-

”کاتب الحروف فقیر کترین خاکپاؤے عالمین شیخ مدنی  
والشیخ انگ سکند بھینسہ بیاس چھوٹے صاحب برخوردار  
پیش امام قصبہ بھینسہ - مرقوم بتاریخ چہارم ذیقعدہ  
۱۲۶۵ ہجری تحریر یافت“

یہ نسخہ حضرت قادری بی کے کتب خانہ کا ہے۔ چھوٹے صاحب فرزند  
پیش امام صاحب بھینسہ جن کی فرمائش پر یہ نسخہ نقل کیا گیا ہے غالباً  
ان کے بھائی تھے۔ ادارے کے کتب خانے میں راقم الحروف نے ۱۳۵۰ھ  
میں بطور ہدیہ داخل کیا ہے۔ قادری بی کے متعلق دیکھو نسخہ ۱۱۹۔

انتخاب کر کے ترجمہ ہمارے زبان ہندی میں صاف صاف  
بینا کرتا ہے تاہم ایک کو فارسی عام ہوئے۔ ... مسلمان لوگ  
اس رسالہ کو بھی تجویز و تکفین دیت کریں۔

معہ نف قلندہ اودگیر اقریب یہ۔ ایک قافیوں میں سے تھے۔  
ان نے فارسی مالیت اور شجرہ نسب ”مشاہیر قندہار و کن“ (۱۳۸  
۱۵۸-۱۶۱) میں درج ہیں مولوی قاضی زین العابدین صاحب نے  
اپنے سہی ایس ناظم آبکاری سہر آباد کا تعلق اسی خاندان سے ہے  
محمد شمس الدین ناسی اور اردو کے شاعر بھی تھے شمس نفس  
ان کی اور کتابیں بھی ادارے میں محفوظ ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا اس  
رسالے کے آخرین پر انہوں نے تزییناً ۲۵ آیات کی ایک اردو مثنوی  
اور رقم پر ۱۰ اشعار کی ایک فارسی مناجات بھی لکھی ہے۔ اردو مثنوی  
کے آغاز و اختتام کی آیات یہ ہیں :-

آغاز :-

خدا قرآن میں فرمایا ہے یار      کہ اپنے طرف سے نیک تم کار  
مروج نیکیوں کے جتنے ہیں کار      نہ اون کو چھوڑ پویا و خبردار  
اختتام :-

دوے اے دل بہت تقریر کو طول دعا کر یہ رسالہ ہووے مقبول  
قلم کو شمس اب یہاں سے اٹھالے یہ وقت جمع ہے سر کو جھکا لے  
اصل رسالہ نثر کا آغاز و اختتام ان عبارتوں سے ظاہر ہوگا :-  
آغاز :-

”شروع کرتا ہوں میں نامہ سے حق سبحانہ جل شانہ کے کہ  
پیدا کرنے والا اور مارنے والا اور جلانے والا مختار اپنے ملک کا ہے  
خواہ کسی کا بیٹا چھینے خواہ کسی کی بیٹی کسی کو حکم میں اوس کے  
ہم کرنے کی طاقت نہیں“

اختتام :-

”شکر حق سبحانہ جل شانہ کا کہ یہ رسالہ احوال میت کا

## (۱۲۴) رسالہ احوال میت [۶۶۱]

اوراتی ۱۵ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۱/۲ ۵/۴ ۸/۴ - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں - قدرے کرم خوردہ -

مصنف محمد شمس الدین شمس - سنہ تصنیف ۱۲۰۰ھ -

کاتب شیخ احمد عرف کالے خاں - سنہ کتابت ۱۲۵۶ھ -

یہ رسالہ اردو نثر میں لکھا گیا ہے اس میں تجویز و تکفین و نماز جنازہ  
اور زیارت قبور وغیرہ سے متعلقہ جملہ مسائل کو آیات و احادیث کی روشنی  
میں مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اور جرعتوں کی مخالفت کی گئی ہے۔

مصنف نے حمد و ثناء کے بعد سبب تالیف یوں بیان کیا ہے :-

”محمد شمس الدین بن محمد عظیم الدین قاضی اودگیر خدمت میں صاحبزادہ

کے عرض کرتا ہے کہ رسالہ احوال میت کا کتبہاں معتبر ہے۔

مدوان کی اور اون کے احباب کی یہ حیدر ترے پر جو ہر باب کی  
اس بیت کے بعد ہی اپنا اور اپنے والد اور مرشدوں کا نام اس طرح  
درج کیا ہے :-

”فیقر اللہ شاہ بن محمد سبکی علی منہا یا پوس سلسلہ مالیتہ قادریہ  
وسا لمت یہ اللہ فوق یدیم کہ قدم گیر حضرت رحمن شاہ بن  
محمد بشیر قدس سرہ دہ خذیر (رحم) حضرت شاہ رفیع الدین بن  
شمس الدین الکفنی القندہاری رحمت اللہ علیہ کا۔“

مصنف نے اپنی ایک اور کتاب ”نظم نور“ کے آخری حصے میں بھی  
اپنے اصلی نام حیدر اور مشہور عام لقب فقیر اللہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔  
جسے تو نے حیدر کا دے پہلے نام فقیر اللہ کر اب پکارا ہے عام  
نظم نور کا نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے۔ اس کا ذکر  
آئندہ صفحات میں درج ہے۔ اس ”نظم نور“ میں حیدر نے حمد و ثناء  
و منقبت کے بعد شاہ رفیع الدین قندہاری کی توصیف ایک عمدہ عنوان  
میں لکھی ہے اور اس سے قبل بیان کیا ہے کہ کس طرح گزیر گئیں  
خواجہ بندہ نوازؒ نے خواب میں آکر شاہ رفیع الدین کا مرید ہونے کے  
لئے حکم دیا۔ اس حصے کی منتخب آیات اور سرائی یہ ہے :-

”در توصیف مرشداں و کیفیت مرید و فیقر شاد بنامندان  
چہا ر طریق از حضرت رحمان شاہ دمولوی رفیع الدین قدس سرہ“  
میں دیکھا نجاست میں بالکل بھلا رہا ہوں نجاست میں اب تک رُلا  
کہ شاہ رفیع دین قندہارئیے وہ تھے حاجی سیاح کے وارئیے  
حسین و حسن کی بہن کے نشان تن رفیع اور رفیع ان کی جاں  
نہ عالم تھے تا شرف علما تھے او فقیری میں خود فخر فقر تھے او  
مجاہد مشاہد اقبہ ہمیں مدرس معلم مواہب ہمیں  
کئے خواجہ رحمت اللہ کی دید تھے رحمان شاہ خادم ان کے رخ  
کہ رحمان درمیان اللہ رحیم کی جس طرح بسم کو مسنون  
اویسی طرح رحمان فقیر رفیع کئے ہیں فقیر اللہ او پرہیز

گیر محوی تاریخ ۱۰ مہابک رمضان ثریب میں وقت  
قبل جمعہ کے سہ بار آٹھ بجری میں تیار ہوا۔ منہ و کرم۔“  
اس کے بعد مناجات فارسی لکھی ہے جس کے آخر میں ترقیہ ہے۔  
ترقیمہ :-

”بعوذ تنالی بتاریخ ہفتم شہر ذی الحجہ ۱۲۵۷ ہجری بخط  
احقر العباد شیخ احمد عربی کا مے خاں ساکن مہرگ کش آباد  
تحریر یافت۔“

## (۱۲۵) تناولی [۱۵۶]

۱۱ راق ۹۱ - سطور ۱۲ -  
تقلید ۶ x ۱ ۱/۲ - خط نستعلیق شکستہ -  
مصنف فقیر اللہ شاہ حیدر ربیع تصنیف ۱۲۴۴ھ  
کاتب حسین بارشاہ - تاریخ کتابت ۱۲۶۶ھ  
یہ اردو نثر میں ایک ضخیم قصہ ہے جو نہال چند لاہوری کے  
قصہ بکاولی (مذہب عشق) کو پیش نظر رکھ کر اس کے جواب میں لکھا گیا ہے۔  
بکاولی کا قصہ اصل میں شیخ عورت اللہ بنگالی نے ۱۲۱۸ھ میں فارسی  
زبان میں لکھا تھا اور اس کا ترجمہ نہال چند لاہوری نے ۱۲۳۸ھ  
میں ڈاکٹر گلگرسٹ کی فرمائش پر فورٹ ولیم کالج میں کیا تھا۔ اس کا  
ایک قلمی نسخہ ادارے کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ دیکھو فہرست ہذا  
نسخہ نمبر ۹۶۔

تناولی کے مصنف کا نام غالباً محمد حیدر تھا اور جب وہ  
مولانا شاہ رفیع الدین قندہاری اور ان کے خلیفہ رحمن شاہ کا مرید ہوا  
تو فقیر اللہ شاہ لقب اختیار کیا اور اپنی تحریروں میں اسی کو بطور نام  
کے رائج کیا۔ لیکن اشعار میں حیدر ہی تخلص کرتا تھا۔ چنانچہ اس کتاب  
کے آغاز میں جو حمد (ثنوی کی شکل میں) لکھی ہے اس کی آخری بیت  
یہ ہے :-

کہاں لگ تجھے شان و شوکت کی چال رہی بس کی ہے شان و شوکت ببال

(دورق ۱۰)

اب آمل کتاب تناولی کے سبب تالیف کا حال خود مصنف کی زبان سے :-

”بیت تہذیب کے کتاب و کتابی کا پرچہ خاک و مچھڑا ہوا ہے۔

فہرست آثار کے درمیان پہنچتا ہے۔ فقیر کو اس کتاب کے مطالعے

کا شوق بھی از سر نو۔ ہوا۔ بفضل خدا ایک روز اس کتاب کا

مدد سے حیدر آباد میں پڑھنے میں آئی۔ جب مشائخ لاڈلے حسینی بن

قبول اللہ حسینی صاحب اور پیرا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ قلم و کلام

میں تشریف فرمائے فقیر ملازمت اور سے حاصل کر کے ادھر ادھر کی

گفتگو میں تذکرہ کتاب لکھائی دہرادریش کا بھی موافق استماع

کے نکالتے ہی معاصرانہ مدح ترانے کہ ہمارے یہاں یہ کتابیں

حاضر ہیں ہم نہیں عنایت فرماتے ہیں“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فوراً وہیم کالج کی اردو کتابیں پندرہ بیس سال

کے اندر ہی اتنی مقبول و شہور ہوئیں کہ ان کے نسخے حیدر آباد، انگل

اور احمد ندری تک پہنچ گئے اور ان کا چرچا ہر جگہ ہونے لگا۔ چنانچہ

ان مشائخین نے راجندر ری پینچ کر ڈاکٹر کلرکسٹ کی قواعد اردو دیکھنے

کا بھی وعدہ کیا۔ کیونکہ فقیر اللہ نے ان سے کہا کہ وہ زبان اردو سے

کم واقف ہے۔ اسی طرح ان مشائخین نے بھی اس زبان سے اپنی

کم آگاہی کا تذکرہ کیا۔

یہ ایک عجیب واقعہ ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دکن

شمالی ہند کی اردو کو اس زمانے میں کتنی اچھی اور غیر زبان سمجھتے تھے۔

مصنف نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ درج ذیل کیا جاتا ہے

کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سو سال قبل دکنی اور شمالی اردو

کتنی جدا جدا سمجھی جاتی تھیں۔ مصنف لکھتا ہے :-

”کتاب زبان اردو میں۔ اور اس فقیر کو کم واقفیت اس زبان

سے۔ پس فہم والامیر انہیں کے بیٹھ پڑھنا شروع کیا۔ اور خود

نکات جگر رحمت اللہ کے مطلب مرتب ہیں دلخواہ کے

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شاہ رفیع الدین نے

خواجہ رحمت اللہ رنائب رسول اللہ سے فیض حاصل کیا تھا اور

ان سے شاہ رحمان نے کیونکہ وہ رفیع الدین کے فقیر تھے۔ اس طرح

رفیع کے فقیر نے حیدر کو فقیر اللہ بنا کر نکات رحمت اللہ سکھا دیئے۔

مولانا شاہ رفیع الدین نے سلمہ میں بمقام قند ہار شریف وفات پائی

اور یہ کتاب تناولی ان کی وفات کے تین سال بعد ۱۳۳۵ھ میں طبع ہوئی تھی

اس اثناء میں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خلیفہ شاہ رحمان بھی فوت

ہو چکے تھے کیونکہ حیدر نے ان کے نام کے آگے قدس سرہ لکھا ہے۔

حیدر کی ان دونوں کتابوں (تناولی اور نظم نور) سے

مصنف کے متعلق اور بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں مثلاً اس کی

عمر سیر و سیاحت میں بسر ہوئی۔ کبھی وہ حیدر آباد میں بمقام موتری لگی

اسفندیار جنگ کی ڈیوڑھی میں مقیم تھا اور کبھی کلرک کی تقریر کر رہا تھا

کبھی قند ہار شریف گیا اور کبھی انگل میں لاڈلے حسینی کے یہاں قیام پذیر

ہوا۔ اپنی اس بیاضی کا وہ خود بھی نظم نور کے آخر میں تذکرہ کرتا ہے اور

اس کا سبب پیری مریدی کو قرار دیتا ہے۔ یعنی پہلے تو پیری کی تلاش

میں سیاحت کی اور بعد میں وہ سروں کو مرید بنانے کے لئے سفر

اختیار کیا۔ اس کی چند بیانات ہیں :-

ہو سیاحت ہر طرف گرداں کیا ہر یک جائے ہر طرز بساں کیا

رہا آخر شیش پور شہر وطن کہ جو آصفی کے بت گھر کا صنی

درنگل کے قلعے میں مسکن کیا لئے طالبوں کے توطن کیا

نظم نور ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسفندیار جنگ اور خواجہ خیر الدین خاں

داماد محمد الدولہ نیر شاہ بلخ حیدر کے تدریس دان تھے۔ موزا ذکر کی مدح

ہیں جو بیانات لکھی ہیں ان میں سے ان دو بیہوشوں میں بھی اپنی سیاحت

کی طرف اشارہ کیا ہے :-

ارسلے جہاں گرد دنیا بغل کہاں اور کہ ہر تو لگیا مشغل



## اختتام حصہ نثر :-

”ورد اکبر کا دورہ تسبیح میں پھر (پڑھ) ادا کرنے آوے۔ ایسا  
شاہزادہ نہ پیدا ہوا ہے نہ ہوگا۔ اور دنیا بہ ہزاروں  
نہ وٹائے گا۔“

## ترقیمہ :-

تمت تمام شد بتاریخ بیت و چہارم نوال ۱۲۳۵ ہجری ۔  
دریکشنبہ ۔ و تاریخ کتاب اصلی چہارم بیج الاول ۱۲۳۵  
و تاریخ مسودہ و کواہ ذیحجہ ۱۲۳۵ ۔ این کتاب برائے  
خود نوشتہ بتاریخ ہجری ۱۲۳۵ ہجری ۱۲۳۵ روز نہ شنبہ  
بوقت قریب سپہر با تمام رسید ۔ کتاب المردف حسین بادشاہ ۔  
اس ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ۱۲۳۵ میں اصل مسودہ  
لکھا اور تین ماہ بعد ۱۲۳۵ ہجری میں بمبئنہ کیا جس کے بعد یہ نسخہ  
درنگل ہی میں محفوظ رہا اور اس کی یہ نقل درنگل ہی کے ایک شاہج  
حسینی بادشاہ نے اپنے لئے ۱۲۳۵ ہجری میں لکھی ۔ حسین بادشاہ خود بھی  
شاعر اور ادیب تھے ان کی بعض کتابیں موجود ہیں جن کا ذکر بعد کو  
کیا جائے گا۔

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا علیہ ہے ۔ ترقیمہ کے برابر  
ان کی ہر ”مصدرالطاف و عنایت حسین“ ثبت ہے ۔

کچھ تعلیم کر خزانے کو مجھے بھی خوب اس زبان میں دیک نہیں۔

..... فیہر سات آٹھ روز کے عرصے میں

بکادلی اور چہار درویش کے دونوں ایک ہی جلد میں تھے دیکھ لیا۔

بارے کچھ کچھ و ۱۰ زبان سے وقف ہوئی اور چہار درویش والا تو

لیفیت بھی اوس زبان کی لکھتا تھا کہ شکر کی زبان ہے زبان اردو

اور اردو شکر خاص بادشاہی کو کہتے ہیں“ (دوق باب)

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک دکن میں اس زبان کے لئے  
اردو کا لفظ عام نہیں ہو ا تھا۔ ۱۱۔ حیرت اس کی ہے کہ جس ملک میں  
عہد قباب شاہیہ میں اس زبان کے ایسی ترقی پائی تھی وہیں کے  
باشنہ سے آصفی عہد کے ابتدائی سو سال میں فارسی کے رواج کی  
وجہ سے اس زبان کو غیب سمجھنے لگے تھے۔ حالانکہ ان کی بول چال  
اور گھروں کی زبان اردو ہی تھی لیکن وہ اس کو دکنی کہتے اور شاید  
اس کو اردو سے ملکہ ایک غیر زبان سمجھتے تھے۔

اسی سلسلے میں مصنف اپنے احساس کمتری کے پیش نظر

یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ :-

”اگر اس کتاب کو بھی درنگی زبان کی دیئے برابر بکادلی کے

چرا ہو سکتا ہے“

اس قصے کو ماوراء النہر کے بادشاہ سریرالملک کی شان و شوکت کے  
بیان سے شروع کیا ہے۔ ہر فصل کا نام داستان رکھا ہے۔ کل ۳۲  
داستانیں ہیں۔ خاتمے میں قصیدہ مناجات کے طور پر ۵ اشعار لکھے ہیں۔  
جن میں پہلا اور آخری شعر یہ ہے۔

مطلع ۔ اے ہم جہاں کی زندگانی کیا خوب کیا تو اس وجہ جانی

مقطع ۔ دیکھا : سوائے آصفی گھر ہے پتر الملک کا ب اوٹانی

آغاز :-

باسمے کہ ہے اسم کل اسم کا مجسم ہے او جسم ہر جسم کا  
شہنشاہ شاہاں او شاہجہاں کشا ہنشنوں کا ہے اوس سے نیلا

## (۱۲۶) نظم انور [۱۵۵]

اوراق ۱۱۰ - سطور ۱۰ -

تقطیع ۲ ۱/۴ - خط نستعلیق شکستہ -

عنوانات - سرفا میں -

مصنف - فقیر اللہ شاہ حید - سنہ تصنیف ۱۲۲۷ھ -

کاتب - سید مظہر علی عوف میرجاں - سنہ کتابت ۱۲۶۶ھ -

مقام حکم - بیٹ -

یہ دو ہزار سے زیادہ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں چار  
بھائیوں زکس، سنبلی، نسترن اور یاسمن کی داستان بیان کیا ہے  
مصنف کے حالات اور اس کی ایک اور کتاب تناولی کا ذکر ابھی نسخہ  
۱۲۵ میں گذر چکا ہے -

داستان شروع کرنے سے قبل 'حمد'، 'نعت'، 'وصف صحابہ' و  
'بہمن'، 'مناجات'، 'قبولِ سخن'، 'قیامِ بڑی وڑھی'، 'اسفند یار جنگ'،

بیانِ جلوسِ عرسِ خواجہ بندہ نوازؒ، 'مریدی'، 'توصیفِ نظام علی خاں'  
درجِ خواجہ خیر الدین خاں جیسے عنوانات کے تحت تقریباً ۲۰۰ ابیات  
لکھی ہیں - انہی عنوانات میں مصنف نے اپنے بعض حالات بھی قلمبند  
کر دیئے ہیں جو قصہ تناولی کے تذکرہ میں درج کئے گئے ہیں -

یہ تعجب کی بات ہے کہ مصنف نے توصیفِ نظام علی خاں کی  
سرفنی خاتم کر کے آصف جاہ ثانی اور ہمارا چندولاں کا ذکر اس طرح  
کیا ہے کہ جس سے بجائے مدح کے ذم کا پہلو نمایاں ہے - اور پھر یہ بھی  
سمجھ میں نہ آیا کہ نظام علی خاں کی وفات (۱۱۸۷ھ) کے تیس سال بعد  
مصنف نے ان کی توصیف یا ہجو کیوں لکھی - اسی طرح عرس  
خواجہ بندہ نوازؒ کے جو حالات بیان کئے ہیں ان میں بھی اکثر جگہ سو ادب  
و رعایتی نمایاں ہے -

کتاب کا سنہ تصنیف خود اس کے نام نظم انور (۱۲۷۷ھ) سے

نکلتا ہے چنانچہ آخر کتاب میں تاریخ بھی درج ہے - اثنائے مثنوی  
میں جگہ جگہ غزلیں بھی لکھی ہیں - اور شادی کے بیان میں وہ تمام  
رسم و رواج بیان کئے ہیں جو دکن میں رائج تھے - خطبہ نکاح اور  
جلوس کی انہیں غزلوں اور قطعوں کی شکل میں لکھی ہیں - یہ کتاب  
قلم برزخ میں تصنیف ہوئی ہے کیونکہ آخر زمانے میں مصنف وہیں  
وطن پذیر تھا -

آغاز :-

رہے پہلے توصیفِ یزداد اہم نصایف پر تو کروں میں رقم  
کو جو وعاہ ہے کل کائنات اوتے ذات اوس کی تمامی صفات  
اختتام :-

آؤ ذکر ہے جان عالم یثیبی گروہ قیفت غیر تیری نہیں  
کرم سے دینا و قیفت جس طرح کرم کر کے داخل بھی ہو اس طرح  
تکل سند میں لائے نظم انور کا نام ۱۰۰۰ دہجے کے وقت تمام  
سہرہ حق کے یہ نظم و ناطم کا نام پس تے کہوں کیا ہنر و اسلام  
تشریح :-

"وقت تمام غلام سید میر مظہر علی عوف میرجاں دیکھ مٹ در ملاقات  
سید لاؤے حسینی صاحب ہمارے نام ماہ شعبان ۱۲۷۷ھ رجبہ بنت  
یہ نسخہ نواب مدائنہ بنگاہ ہر کا عقیبہ ہے ان کے دستخط و ہر ہیں  
ابتداء اور آخری اوراق میں ثبت ہیں -



ترقیمہ :-

## (۱۲۹) چار درویش

اوراق ۲۱ - بطور ۱۵ -

تفصیل ۱/۵ x ۸ - خط نستعلیق -

مصنف - سید حسین علی خاں - زمانہ تصنیف ۱۲۵۰ھ -

کاتب - - - - - کتابت -

یہ اردو نثر میں قصہ چار درویش کا ایک ناقص الآخر

نسخہ ہے۔ اور چونکہ مصنف کا سودہ ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ

شاید مصنف نے اس کو ناتمام چھوڑ دیا تھا۔ بحالت موجودہ اس نسخے

میں پہلے درویش کا قصہ پورا درج ہے۔ اور دوسرے درویش کے

قصے میں صرف تین صفحے لکھے گئے ہیں۔

مصنف کے حالات نسخہ نمبر ۱۲۷ میں درج ہیں اس کی

اور دو کتب میں مرغوب الطبع اور بیستہ بہار بھی ادارے میں محفوظ

ہیں۔ یہ سب قصے ہیں جن سے یہ جملتا ہے کہ مصنف کو قصوں اور

داستانوں سے بہت دلچسپی تھی۔

سبب تالیف میں مصنف بیان کرتا ہے کہ چار درویش

کے قصے کی آج کل بڑی شہرت ہے لیکن یہ کیا ہے اور میرے

فرزند ولایت علی خاں کو دستیاب نہ ہوا اس لئے اس کی فرمائش

پر میں خود یہ قصہ قلمبند کر رہا ہوں۔ اس حصہ کتاب میں سے ذیل

کی عبارت بطور نمونہ نقل کی جاتی ہے۔ اس سے مصنف کے اسلوب

لئے علاوہ سبب تالیف بھی ظاہر ہو گا :-

”بندہ کو پانچ فرزند تصدق بیچن پاک عطا فرمائے ہیں۔ بندہ

ان کو اپنے حواس منہ جانتا ہے اور چنگا نہ میں جناب الہی سے

ادب کی صحت کی دعا مانگتا ہے..... غرض ان میں سے

برخوردار ولایت علی خاں طالب اللہ عمرہ و قدرہ تعریف قصہ

چار درویش کی سننے اور نہایت شغاف ہوا کہ کہیں سے

”بتاریخ نهم شهر رمضان المبارک روز پنجشنبہ ۱۲۵۰ھ ہجری

از مسودہ صاف شد“

یہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عہد ہے۔ ابتدا اور آخر میں ان کے دستخط

اور ہر ثبت ہیں۔

## (۱۲۸) مرغوب الطبع

اوراق ۷۵ - بطور ۱۵ -

تفصیل ۱/۴ x ۱۰ - خط نستعلیق پاکیزہ -

عنوانات - سرخی ہیں -

مصنف - سید حسین علی خاں - سنہ تصنیف ۱۲۴۸ھ -

کاتب - - - - - سنہ کتابت ۱۲۵۳ھ -

یہ نسخہ نمبر ۱۲۷ کی ایک دوسری نقل ہے جو خود مصنف نے

پانچ سال بعد زیادہ صاف اور پاکیزہ خط میں لکھی ہے۔

آغازی و اختتامی عبارتیں بعینہ ہی ہیں جو نسخہ ۱۲۷ میں

درج کی گئی ہیں البتہ ترقیمہ میں مصنف نے اپنا نام بھی بطور کاتب

لکھ دیا ہے۔

ترقیمہ :-

”تمت بتاریخ بیست و سوم جمادی الاول ۱۲۵۲ھ ہجری

بخط خام عاصی بیچن علی خاں تحریر یافت“

یہ نسخہ بھی نواب عنایت جنگ بہادر کا عہد ہے۔ چنانچہ اس کے

ابتدائی اور آخری اوراق پر ان کے دستخط اور چہرے ”مصدر الطبع

و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ“ ثبت ہیں۔

عادل، دانا اور باؤل اوس کے عہد دولت میں باز کا مقدر  
نہ تھا کہ صعوہ کو بد نظر دیکھے۔

پہلے درویش کا قصہ ان جہلوں پر ختم ہوتا ہے :-

”اوس خضر راہ نما کی ہدایت سے یہ معصوم تم محمدیوں کی

خدمت میں آچو نچا ہے اب دیکھتی تھائی بادشاہ وقت سے

کب ملاتا ہے۔ بندہ کی یہ سرگزشت تھی جو عرض کی :-

یہ مخطوط اس عبارت پر ختم ہوتا ہے :-

”ہیں اوس کے خون کی دمعار سے کہ ہی اوس کا سراغ تھا

اوس کے عذب روانہ تھا۔ بعد وہ آہو داس ایک کوہ میں

غائب ہو گیا۔ میں ہر پہاڑ طرٹ اوس کی جستجو میں رہا مگر وہ

نہ ملا آخر اوسی پہاڑ پر او :-

کوئی ترقیہ نہیں۔ ابتدا اور آخر میں نواب عنایت جنگ بہادر کے دستخط

اور ہر سب میں۔ یہ نسخہ اپنی کا عطیہ ہے۔

## (۱۳۰) ہمیشہ بہار (۱۳۳)

اوراق ۱۸۲ - سلور ۱۵ -

تہ تیغ ۱/۴ x ۹/۴ - خط نستعلیق - عنوان سرفخی میں -

مصنف - سید حسین علی خاں - زمانہ تصنیف ۵۱۲۵ -

کاتب - ” - سنہ کتابت ” -

یہ اردو نثر کی ایک ضمیمہ کتاب ہے جو دراصل شیخ عنایت اللہ

کی فارسی بہار دانش کا ترجمہ ہے۔ مصنف کی دوسری کتابیں

مربوط الطبع اور چار درویش کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے۔ اول الذکر

کتاب ۱۲۵ھ کی تصنیف ہے اس لئے یہ کتاب بھی اسی قریبی زمانے میں

لکھی گئی ہوگی۔

زیر نظر نسخہ ناقص الآخر ہے اس لئے سنہ تصنیف و

قصہ چار درویش بہم پہنچے کہ خریدوں یا مستعار طے تو نقل ہوئی  
کردن گردستیاب نہ خوا۔ تب بندہ نے اون کی گرائی خاطر سے

اندیشہ کیا اور دلی سے کہا کہ تم کو کچھ شغل دینا سوائے بیکاری

کے نہیں ہے۔ نثری مشہور ہے بیٹھے سے بیگار بھی ۔۔۔۔۔

یہ خیال کر کے اردو کی کہ قصہ چار درویش فارسی زبان میں نظم کرو

پھر اوسی بر خور دار لے کہا کہ بندہ چاہتا ہے کہ اس قصے کو زبان

اردو میں آپ تمہیںد فرماویں کہ خواص و عام اور ضیع و ثریف

سمجھیں اور وقت پائیں۔ خیر امور محبوبہ۔ اس واسطے یہ

قصہ اگرچہ سابق ہی زبان اردو میں لکھا گیا ہے اور بھاپ

بھی ہوا ہے اور حال میں ہندی میں نظم بھی کیا گیا ہے۔

بہ بھی بہ پاس خاطر ع۔ پر خوردار معزز لکھتا ہے کہ جو

سنے لذت یاد دے۔

اس عبارت میں مصنف نے حال میں چار درویش کے قصہ کے منظوم  
ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ غالباً تہذیبی خاں شوق کے ”منظوم چار درویش“

کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر مخطوطہ نیر۱۰ میں گذر چکا ہے۔ اصل

کتاب حمد و ثناء و منقبت ائمہ سے شروع ہوتی ہے جو فارسی میں ہے۔

اس کے بعد ہی عبارت شروع ہوتی ہے جو اوپر درج ہے۔ مصنف نے

اپنا نام اس میں نہیں لکھا لیکن خط وہی ہے جو حسین علی خاں کے دوسرے

مکتوبہ نسخوں میں ہے اور سرورق پر نواب عنایت جنگ بہادر نے بھی

”چار درویش مصنف حسین علی خاں“ لکھی ہے۔ اس لئے اس میں

کوئی شبہ نہیں کہ اس کا مصنف سید حسین علی خاں ہی ہے۔ اصل قصہ

اس طرح شروع ہوتا ہے۔

”آغاز قصہ بنخلندان حکایات چار درویش در ہم ہندان

جراحت دلہائے ربیہ قصہ چار سلطان درویش نام اس طور

سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا ہمارا تمہارا خدا اور

خدا کا رسول بادشاہ شہر روم اوس کا دار السلطنت تھا

سنہ کتا بت معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ ابتدا میں مصنف نے اپنا نام اور سبب تالیف بیان کیا ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ انگریزوں کی فرمائش سے بہت سی کتا ہیں ہندی میں ترجمہ ہوئی ہیں لیکن انکے شیخ عنایت اللہ کی بہار دانش کا ترجمہ نہیں کیا گیا اس لئے اپنے دوستوں کی فرمائش پر میں بہ کام انجام دے رہا ہوں۔ اسی سلسلہ میں نواب ناصر اولہ (دقائق ثلاثہ) کی مدح بھی کی ہے۔ اس حصے کے بعض اقتباس یہ ہیں :-

”کتاب بہار دانش شیخ عنایت اللہ نے زبان فارسی میں جوت عبارت رنگین، مسلسل، دقیق، و نفیس عجائب و کمالات اور فصیح جو وزیر، امیر و حکیم و ندیم و امراء و حیان چنانہ اور سلطان کے پیش بے وفائی و عیوب کی کی نہیں لکھی ہیں۔ اکثر اوقات مجلس میں متعلیٰ اس کتاب کا راجہ تھا اور سب اہل محفل کو جو بہرہ علم سے رکھتے تھے بناشت حاصل ہوتی تھی اور لایعلم اس کی فہم کی لذت سے محروم رہتے۔ کئی صاحبوں نے کہے کہ اگر اس کتاب کا ترجمہ زبان ہندی سے ہوتا تو سب با علم و بے علم کی سمجھ میں جو یہ کہانیاں و نقلات جو رنگین ہیں آئیں گی۔ اور کی منشیوں نے جوت سی کتا ہیں فارسی کی بوجہ فرمائش انگریزوں کے ترجمہ ہندی سے جو قریب الفہم ہوتا ہے کئے ہیں۔ مجھے جو بے کاری و غمانہ نشینی تھی اپنے وقوف کے موافق دقائق و طول کلامی کو موافق کر مطلب چیدہ کر کے ہندی جو زبان اپنی فنی وہ ہی بول چال سے ترجمہ کیا عہد میں منشی نواب کیواں جناب ملا انصاری رستم و دراز قائم نماں۔“

ہست کیواں جناب و نجم پاہ زین بخش سریر و چتر و کلاہ جانشین سکندر ثانی ! ناصر لدولہ یعنی آصف جاہ قائم رکھے اللہ تعالیٰ اسے مع اولاد و سلطنت کے تا دور قیامت۔“

سخاوت اس کی اگر حاتم زندہ رہ کر آٹھوں سے دیکھتا تو آپ کو ایک ادنیٰ میلہ برداروں سے جانتا کہ کیسے دم تو گری کا مارتے ہیں۔ برداشت و پرورش اعلا دادنی و میکن و فیقہ و مالک و مجدد کی بدرجہ لطف و ہمت اور اس کی دست خوا کے آئے اشرفی علم خرچہ کا رکھتی ..... مترجم اس کا سید حسین علی خاں جو زاد بوم بھی شہر فردہس و شکہ ..... ہمیشہ بہار نام رکھا۔“

یہ سونو خود مصنف کا مکتوب ہے۔ جس میں علی خاں کی جملہ کتا ہیں جو ادارے میں محفوظ ہیں سب مصنف ہی کے قلم سے لکھی ہوئی ہیں۔ اور ان کے نسخے اب تک کسی کتب خانے میں نظر سے نہ گذرے۔ غائبانہ یہ نادہ خطوط ہیں۔ ان سب کا خط اور پنج تحریر ایک ہی ہے۔ یہ کتاب مصنف کا مسودہ معلوم ہوتی ہے۔ اور چونکہ ناقص الاخر ہے اس لئے پتہ نہ پیل سکا کہ مصنف نے اتنا ہی ترجمہ کیا تھا یا کتاب مکمل کر لی تھی۔ آغاز :

”حمد ثنا زبان بہت سے ادا ہو قاصر زبان مالک بہت آساکت اس کی شائق قلم جو کچھ آج کہوں یہ دو زبان خواہش آدھو زبان کی ہے حمد و ثنا جناب یہاں آفریں کی زبان بشر کو قدرت نہیں جو بیان کرے اور اگر قلم حرات لکھنے کی کرنا ہے تو زبان شق ہو جاتی“

احتمتام :-

”وہ مرد متعلیٰ کہا کہ اسے شرو تیریں : جنوں کے میں مرد زراعت پینہ ہوں عمر بھر جنگل میں دانہ چھوکتا رہا۔ کر اور دام سے آسان کے کنارے وہ مقام غلک نے میرے مزدعہ عال میں سوائے تخم نادانی کے نہ بویا۔“

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ ابتدا اور اختتام پر ان کے دستخط اور جہ میں ثبت ہیں۔

”حمد و ثنا اوس کی سے باہر نکلے اور جو حق لکھنے کا ہو لکھ کے“  
اختتام:-

”ہو چکا اب یہ رسالہ اختتام! درہزارہ و دوصد و پنجاہ تمام  
بس قلم کو شمس اب یہاں سے اٹھا ہو چکا اتم تیرا مدد  
ترقیمہ:-“

”ہزار شکر اوس جناب اقدس الہی کا کہ یہ رسالہ ترتیب النکاح  
روز شنبہ تاریخ دویم صفر المظفر ۱۲۵۵ھ میں رسالہ از دست  
شیخ احمد عت کائے غاں بچتہ خود تحریر ہو نہ فوت تمام شد“  
اس ترقیمہ کے نیچے ہی سے رسالہ ترتیب نماز شروع کر دیا گیا ہے۔

## (۱۳۲) ترتیب نماز [۶۶۲ ب]

اوراق ۳- سطور ۱۳-

تقطیع ۵ x ۸- خط نستعلیق- عنوان سرخی میں۔

مصنف محمد شمس الدین شمس (۱۲۵۱)۔ زمانہ تصنیف غالباً ۱۲۵۵ھ۔

کاتب شیخ احمد عت کائے غاں۔ سنہ کتابت ۱۲۵۵ھ۔

یہ مختصر رسالہ مختلف نمازوں اور اس کے لوازم کے متعلق طلبہ  
کیا گیا ہے۔ اس میں بھی ترتیب النکاح کی طرح علی پہلو پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

مصنف کا نام اور سنہ تصنیف درج نہیں لیکن ترتیب النکاح کے  
ساتھ ہی لکھا گیا ہے اور اسلوب بھی وہی ہے اس لئے غالباً اس کا  
مصنف بھی محمد شمس الدین ہی ہے۔

آغاز:-

”بیت وضو- وضو کرتا ہوں واسطے وہ بونے حدیث کے اور جائز ہونے نماز کے“

اختتام:-

”سبحان ربی الاعلیٰ ہی قدر بوجہ آئین تمام گزار دے بعد اتحیات

تمام از لفظ سلام میر دل آید“

## (۱۳۱) ترتیب النکاح [۶۶۲]

اوراق ۹- سطور ۱۳-

تقطیع ۵ x ۸- خط نستعلیق- عنوان سرخی میں۔

مصنف محمد شمس الدین شمس۔ سنہ تصنیف ۱۲۵۰ھ۔

کاتب شیخ احمد عت کائے غاں۔ سنہ کتابت ۱۲۵۸ھ۔

نکاح کے موضوع پر اردو و نثر کا یہ رسالہ محمد شمس الدین ادوی

کی تالیف ہے جن کی ایک اور کتاب احوال میرت کا تذکرہ (مخطوطہ نمبر ۱۲۴)

میں گذر چکا ہے۔ انہی کی ایک اور کتاب ترتیب نماز کا ذکر اس کے بعد

ہی درج ہو گا۔ مصنف کی نسبت معلومات بھی مخطوطہ ۱۲۴ کے سلسلہ میں

ملاحظہ ہوں۔

یہ کتاب نہایت مفید اور ضروری معلومات پر مشتمل ہے اور اس کی

ترتیب بھی نہایت عمدہ ہے۔ پہلی فصل ترغیب النکاح کے لئے وقف ہے۔

اور دوسری فصل میں مسائل و ترتیب النکاح بیان کی گئی ہے۔ قرآن شریف

احادیث اور بزرگان دین کے اقوال سے جگہ جگہ کتاب میں کام

لیا گیا ہے۔ آخر میں خطبہ النکاح بھی لکھ دیا ہے۔ علی نقطہ نظر سے یہ

کتاب نہایت مفید ہے اور اس قابل ہے کہ شائع کر کے عام طور پر

تقسیم کی جائے۔

ابتداء میں حمد و نعت کے بعد سبب تالیف بیان کیا ہے

جس میں مصنف نے اپنا نام اور کتاب کی ترتیب کے متعلق ضروری

باتیں لکھی ہیں۔ کتاب کا اختتام ۱۵ آیات کی ایک مثنوی پر ہوتا ہے

جس کی آخری بیتوں میں مصنف کا تخلص اور سنہ تصنیف بھی درج ہے۔

آغاز:-

”لایق حمد و پاس وہ خالق اکبر ہے کہ ایک ذات آدم علیہ السلام

خلعت بے شمار پیدا کیا۔ اور اولاد کو ان کی خلعت فائز و طالب کم

من النساء سے سرفرازا کیا۔ غار خشک مفر کا کیا مقدود کہ عہد سے

ترقیمہ :-

”تت تمام نہ کارم نظام شد۔ خط الفیہ غیر ذنب العاصی من  
دنب و التغبیر شیخ احمد عث کالے خاں جسے خود تحریر فرمودہ سند۔  
بتہ، سیوم، و ذہار شہد در ماہ صفر حشہ ہجری سہ چہار گوی  
روز باقی ماندہ ہو۔“

وطن اور زمانے کو متعین کرتے ہیں۔ ایک شعر میں اس نے دلی کا ذکر  
اس طرح کیا ہے :-

دلی من یہ منزل عاشق کینشیں کہتا اگر جوتا  
را کر سگم ہو تو دایم بتی کے آستانے کا  
معلوم ہوا ہے کہ عاشق دیر رہا دین اپنے ایک ہم سفر شاعر میر نواز شملی  
شیدہ کا بڑا معتقد تھا۔ پہلی غزل کے مطلع میں شیدہ کا ذکر اس طرح  
کیا ہے :-

بہ شیدہ اساکوئی استاد صاحب معرفت

خوب ظاہر ہوئے عاشق بید عشق اللہ کا  
اس جوئے کی بعض غزلیں دلی کی زمیوں میں ہی گئی ہیں۔ کلام نہایت  
پختہ اور رنگین ہے یقین ہے کہ عاشق اپنے زمانے میں بہت مشہور ہو گا۔  
لیکن اس کے کلام کا کوئی نسخہ اب تک دستیاب نہ ہوا تھا۔  
آغاز :-

سفر دل پر کتبت کر کے بسم اللہ کا تمہد صلوات لکھتا ہوں رسول اللہ کا  
بندہ مومن بنی سے فرما میں حضرت رسولؐ جی میں اہلنا ہو بندہ خاص اس دیکھا  
اختتام :-

یارو شفی میں بلوب گیا آفتاب سب رکھ اوس ختم کے طرہ زنتار کی تلک  
عاشق بو گلگون میں نہیں ہوتی کی عجب سن یارن زبان میں مجھ اشعار کی تلک  
تنگ کرتا ہے سر سب کا تغافل رنگ رنگ  
پیش دیتا ہے پریشانیوں کو کامل رنگ رنگ

ترقیمہ :-

”تحریر ۱۲۲۰ ہجری -

ایں کتاب مرزا احسان اللہ بیگ خاں پسر نیاز بہادر خاں“

## (۱۳۳) منتخب دیوان عاشق [۲۱۰]

ایراق ۹ - سطور ۱۸ -

تلفیظ پہلے ۸۸۸ خطہ تخلیق شدتہ آمیزہ پاکیزہ۔

عنوان سرخی میں۔

مصنف عاشق۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۶۵ھ۔

سنہ کتبت ۱۲۲۰ھ۔

یہ تقریباً ۴۵۰ جزلوں اور ۳۵۰ اشعار کا منتخب دیوان ایک  
ایسے اعلیٰ پایہ شاعر کا ہے جو اب تک غیر معروف رہا۔ میر کی خدمت عاشق علی  
عاشق برہان پور میں پیدا ہوا لیکن حضرت آصف جاہ اول کی رفاعت  
میں دکن چلا آیا۔ اور شاہی منصب داروں کے زمرہ میں شامل ہو کر  
اپنی عمر حیدر آباد ہی میں گزار دی۔ علم و فضل اور انشا پر دازی کی وجہ سے  
اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اردو شاعری کا بے مدد لداہ تھا۔  
اور اس کے کلام کو اتنی شہرت حاصل ہو گئی تھی کہ فتح علی حسینی گوردیزی  
نے اپنے تذکرہ (مرتبہ ۱۲۱۵ھ) میں اس کا حال درج کیا۔ اور اس کے  
علاوہ علی ابراہیم خاں، عشقی، اور ذکا کے تذکروں میں بھی اس کا ذکر  
آتا ہے۔ عبد الجبار خاں صوفی نے محبوب الزمن جلد دوم (صفحہ ۸۴۲ و  
۸۴۳) میں بھی اس کے حالات اور نمونہ کلام شامل کیا ہے۔ اور  
بڑی تعریف کی ہے۔

عاشق کے اس منتخب کلام میں بھی چند شعرا ایسے ہیں جو اس کے



## (۱۳۴) تنبیہ النساء (۱۳۰)

اوراق ۳۶ - مطبوعہ ۱۰ -

تطبع ۱۵۵۸ - خط نستعلیق -

مصنف خواجہ رحمت اللہ - زائے تعین قبل ۱۱۹۵ھ -

سنہ کتبت ۱۲۷۰ھ -

یہ مثنوی دکن کے ایک مشہور مثنوی خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ

کی تصنیف ہے۔ ان کے مختصر حالات اس فہرست کے مخطوطہ نمبر ۱۱۱ (فقرنامہ کاشی) میں درج کئے گئے ہیں۔ کیونکہ فقرنامہ کا مصنف انہی کا مرید تھا اسی طرح مخطوطات نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۶ کے مصنفین بھی ان کے متبعین میں سے تھے۔ خاص کر فقیر اللہ شاہ حیدر کی نظم انور (۱۲۶) میں مرح شاہ رفیع الدین قندھاری کے سلسلے میں ان کا بھی ذکر آگیا ہے۔ مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری ان کے خلیفہ تھے اور ان کے توسط سے شاہ خواجہ رحمت اللہ کا فیض دکن میں دور دور پہنچا۔

شاہ رفیع الدین خود بھی مصنف تھے اور ان کے ایک خلیفہ مولانا حافظ شہناغ الدین بھی ایک معتقد مصنف اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ ان دونوں کی اردو و فارسی تصنیفات کے قطعی نسخے بھی ادارے میں محفوظ ہیں۔ اور ان کا ذکر آئندہ درج رہے گا۔

چونکہ خواجہ رحمت اللہ کا مختصر حال اس فہرست میں (صفحات ۱۳۷-۱۳۸) درج ہو چکا ہے اور تذکرہ اولیائے دکن، انوار الفقہاء اور مناقب شہاعیہ میں بھی ان کے حالات چھپ چکے ہیں اس لئے یہاں ان کی اس کتاب کی نسبت ضروری باتیں درج کی جاتی ہیں۔ اس مثنوی کے کئی نسخے ادارے کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

یہ کتاب راقم الحروف کے چمن میں بہت مقبول تھی اور وہ ایسی کئی خواتین سے واقف ہے جنہیں یہ پوری کتاب حفظ تھی اور ان کے گھر کے غلاموں اور بچوں کو بھی اس مثنوی کی بیسیوں ابیات یاد تھیں۔

مسلمان عورتوں کی اصلاح کے لئے اس سے بہتر کوئی کتاب اردو میں نہیں بکھی گئی۔ اور نہ اتنی مشہور و مقبول ہوئی۔

اس کتاب کا موضوع خواتین کی اصلاح ہے۔ اس میں مسالحتی

اور نرم جی دونوں قسم کی برائیوں کو نہایت سخت اور تلخ الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔ اردو زبان میں ترقی پسند ادب کا جو نظریہ زمانہ حال میں روشناس ہوا ہے اس کا یہ مصنف لفظ بلفظ قائل ہے۔ انسانی

نفس کی نہایتوں اور اخلاق و اعمال کی گتہ گتوں کو خواجہ رحمت اللہ

نے نہایت عریاں اور واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ اور عورتوں اور مردوں دونوں کی بری طرح خبر لے ہے۔ ان کے زمانے میں جتنے برے رسم و رواج تھے ان میں سے ہر ایک کو تفصیل سے بیان کیا اور ان کی سختی سے مذمت کی اور مضحکہ اڑایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ طنز نگاری میں ماہر تھے۔ ان کی اکثر ابیات باوجود زبان کی قدامت کے اب بھی تیر و نشتر کا کام دے سکتی ہیں۔

انہوں نے چند نصیحت کرنے یا ایک ثقہ و غلط قلمبند کرنے کی بجائے تمام بری باتوں کو نرم و حجاب کے بغیر کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں:-

بد رسم او ان کے چھڑانے کے بدل میں کیا مشرک رسم سارے نقل  
کفر کے چن چن رسم بویا ہوں میں شک شبہ کے سب گرہ کھولیا ہوں میں  
جو سخن سا پنا تھا برحق تمام بے لاطحہ ہو کہا مطلق تمام  
فاصلوں کو بات یہ نا بات ہے باہلاں کرتی جگر میں لات ہے  
مصنف نے اپنا اور مثنوی کا نام کتاب کے آغاز میں عنوان ”حکایت  
کہ سب تصنیف ایسا کتاب افتادہ است“ کے تحت ان ابیات میں  
لکھا ہے:-

نام تنبیہ النساء اس کا دھروں مشرکوں کے رسم سب ظاہر کروں  
یا الہی اپنی رحمت فضل کر! رات اور دن رحمت اللہ کے اُپر

سبب تالیف بیان کیا ہے۔ افوس ہے کہ سنہ تصنیف درج نہیں کیا چونکہ مصنف نے ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی اس لئے یہ نسخہ اواخر بارہویں صدی کی اچھی اور مفید کتابوں میں سمجھا جاتا گا۔  
آغاز :-

حمد بے حد ہے ادسی سبحان کو جو کیا پید اجسم اور جان کو  
دو جہاں کا نافع اور دایم ہے وہ سب فنا آخر کے تئیں قائم ہے وہ  
افتخار :-

ہم دکھنا رہتی درکار ہے کوئی چلو کوئی نا چلو خنار ہے  
گر چلیں گے تو خدا دیوے جزا نا چلیں گے تو یقین پاوے سزا  
ترقیمہ :-

” تحت الکتاب یون الملک الوباب - این تنبیہ النساء —

سیوم ماہ رجب المرجب روز جمعہ بوقت صبح مناسک جاری انتظام یافت

این کتاب فاطمہ بیگم دیکنی سیلو کوئی پرگنہ نٹور ہنترہ صدی

مشت خاں - برائے اوشاں خریدہ شد

کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔ اس کے بعد دوسرے صفحہ سے حضرت  
شیخ عبدالقادر کی ایک فارسی نظم لکھی ہے جس کے آغاز و اختتام پر عربی  
عبارتیں ہیں۔ اس حصے کا عنوان خطبہ اول لکھا ہے۔ اور اس کا  
ذکر فارسی خطوط کی فہرست میں درج رہے گا۔

شکوئی کے زیر نظر نسخے میں وہ بیت درج نہیں ہے جس میں  
تقداد آیات والو اب کا اظہار کیا ہے لیکن ایک دوسرے نسخے (نمبر ۱۳۶) میں کتاب کے آخر میں یہ بیت شامل ہے۔

پانچ سو ستر جو ہیں بیتاں اسے باب پندرایا در کہ دل میں اسے  
لیکن یہ بیت خود مصنف کی نہیں معلوم ہوتی غالباً کاتب کا اضافہ ہے۔  
بہر حال اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شکوئی میں تقریباً ۵۷۰ بیت  
ہیں اور اس کو ۱۵ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب کا عنوان فارسی  
میں لکھا ہے۔ اور درمیان میں قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کو بھی درج  
کیا ہے۔

مصنف نے سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ ایک روز عشرہ  
محرم میں ایک شخص اپنی بیوی کو عاشور خانوں کا تماشا دکھانے لے گیا۔  
ان ایام میں سڑکوں، گیلوں اور عاشور خانوں میں جو بکھیر ہوتی ہے  
اس میں عورتوں کی شرکت سے بڑی بدنامیاں اور مذموم حرکتیں  
رونما ہوتی ہیں۔ مصنف نے اس شخص کو اس حرکت سے منع کیا تو  
اس نے ان قدیم رسوم کی تائید میں مصنف سے بحث شروع کی۔  
آخر کاجب راہ راست پر آیا تو کہا کہ میں تو قایل ہو گیا لیکن میری  
بیوی نہیں مانے گی اس لئے آپ ان باتوں کو لکھ دیں تاکہ سب  
عورتیں ان کو پڑھیں اور مضر رسم و رواج سے باز آئیں۔ اس طرح  
یہ کتاب لکھی گئی اور اسی لئے ہر بیان مصنف نے سہاگن سے مخاطب  
ہو کر شروع کیا ہے مثلاً

سن سہاگن پذیر حق دل جان سے میں کہوں احادیث اور قرآن سے (۱۵)  
سن سہاگن بات میری کر قبول میں کہوں فرماے مو حضرت رسول (۹)  
سن سہاگن یاد رکھ باتاں تمام پڑھ دعواد پچھڑے گیتاں حرام (۱۵)  
سن سہاگن حق سستی ملحوظ ہو ! کرے ملیس کے محفوظ ہو (۱۸)  
کتاب کی ابتدا احمد و نعت سے کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد اصل موضوع  
کا تعارف بعنوان ”بیان کفر و رسومات بد“ کیا گیا ہے۔ اور پھر

## (۱۳۵) تنبیہ النساء (۶۶۳) (۱۳۶) تنبیہ النساء (۸۶)

اوراق ۲۷ - سطور ۱۳ -

تقطیع  $\frac{1}{4} \times 5 \times 9$  : خط نستعلیق پاکیزہ -

معلومات - برخی میں کرم خوردہ -

مصنف - خواجہ رحمت اللہ - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ -

کاتب شیخ احمد عرف کالے خاں - سنہ کتابت ۱۲۵۶ھ -

بہ نام حیدر آباد -

یہ محمولہ نمبر ۱۳۴ کا ایک اور نسخہ ہے جو خاص اہتمام اور

نفاست کے ساتھ اس سے ۱۴ سال قبل حیدر آباد میں نقل کیا گیا۔

اسی کاتب کی نقل کی ہوئی اور کتابیں بھی ادارے میں موجود ہیں -

رویکو نمبر ست ہذا نسخہ جات نمبر ۱۲۴، ۱۳۱، ۱۳۲ (

اس نسخے میں تقریباً ۶۵۰ ابیات ہیں - لیکن اس میں وہ نہیں

درج نہیں ہیں جن میں مصنف نے اپنا نام اور تعداد ابیات و ابواب

درج کی ہے -

آغاز :-

حمد بے حد ہے اوسی سبحان کو جو کیا پیدا جسم اور جان کو

دو جہاں کا خالق و دائم ہے او سب فنا آخر کے تیں قائم ہے او

اختتام :-

ہم دکھانہ نبی درکار ہے کوئی چلو نا کوئی چلو مختار ہے

گر چلیں گے تو خدا دیوے جزا نچلیں گے تو یقیں پاوے سزا

ترقیمہ :-

”تمت تمام شد سال تنبیہ النساء تاریخ بست دوم ذی الحجہ ۱۲۵۶ھ

بخط فقیر حقیر شیخ احمد عرف کالے خاں بہ بلدہ فرخندہ بنیاد بروز

دوشنبہ بعد مغرب تحریر یافت“

اوراق ۲۹ - سطور ۱۲ -

تقطیع  $\frac{3}{4} \times 5 \times 9$  - خط نستعلیق -

مصنف خواجہ رحمت اللہ - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ -

کاتب میراں صاحب استاد - سنہ کتابت ۱۲۶۱ھ -

یہ محمولات نمبر ۱۳۴ و ۱۳۵ کا ایک اور نسخہ ہے - اس میں جگہ جگہ

ابیات کا اضافہ ہے - چنانچہ ذکر کتاب میں ۹ بیتیں ایسی زیادہ ہیں جو

دوسرے نسخوں میں درج نہیں ہیں - اس کاتب نے ایک اور کتاب

اردو نثر میں (سوالات گلدین عیسوی وغیرہ) اسی کے ساتھ نقل

کی ہے - اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا - (دیکھو صفحہ ۱۸)

آغاز :-

حمد بے حد ہے اوسی سبحان کہ جسے کیا پیدا جسم و جان کو

دو جہاں کا خالق و دائم ہے او سب فنا آخر کے تیں قائم ہے او

اختتام :-

عرض میری تم سنو اے باشعور فصل سے اپنے مجھے بخشے غفور

پانچ سو ستر جو یہ بیتناں اسے باب پند را یاد رکھ دل میں اسے

ترقیمہ :-

”تحریر فی التاريخ بست و سوم شہر ذی القعدہ بروز دوشنبہ

وقت ظہر اتمام یافت ۱۲۶۱ھ - کاتب المحروف میراں صاحب

استاد این کتاب برائے خواہش طبع لاڈلے صاحب زردی

نوشتہ شد“

## (۱۳۷) تنبیہ النساء [۶۶۴] (۱۳۸) تنبیہ النساء [۱۹۱ب]

اوراق ۲۶۔ سطور ۱۳۔

تقطیع ۳ ق ۸ ۸۔ خط نستعلیق۔

تنوانات سرخی میں۔ بعض صفحات بوسیدہ۔

مصنف خواجہ رحمت اللہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ۔

کاتب مرزا دوست محمد۔ بمقام پلاننگ۔

تنبیہ النساء کا ایک مکمل خوش خانہ نسخہ ہے جو شہر پلاننگ میں

شیخ احمد پاشا لائٹ کمپنی ۲۴ رجسٹر کی فرمائش پر کئی اور کتابوں

(قیامت نامہ، ہدایت المؤمنین وغیرہ) کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ ان

سب کتابوں کا اگر آئندہ درج ہوگا۔ ہر کتاب کے آخر میں کاتب نے

بعد اجداد ترقیہ بھی لکھ لیکن اس انتہام کے باوجود افسوس ہے کہ

سنہ کتابت درج نہیں کیا۔ غالباً اوّل خزیر صوبی صدی کی

مانست ہے۔ اس نسخے میں بھی مصنف کے نام کی بیت شامل نہیں ہے۔

”تب کا نام اسی جلد کی کتاب قیامت نامہ کے ترقیہ میں درج ہے۔

آغاز:-

”ہے وہی سب جان کوں جسے کیا پند جسم اور جان کوں

اوپر ہاں کا خالق و راز فی ہے او سب فنا آخر کے تئیں قائم ہے او

اختتام:-

”ہم دیکھا ناراہ بنی درکار ہے کوئی چلو یا ناچلو مختار ہے

گر چلیں گے تو خدا دیوے جزا ناچلیں گے تو یقیں پاوے سزا

ترقیہ:-

”تمام شد نسخہ تنبیہ النساء بپاس خاطر شیخ احمد تحریر یافت“

”نسخہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ ہندستان کے باہر پلاننگ میں

لکھا گیا ہے۔

اوراق ۵۔ سطور ۴۔

تقطیع ۱ ق ۵ ۹۔ خط نستعلیق شکستہ۔

مصنف خواجہ رحمت اللہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ۔

سنہ کتابت۔ ۱۲۶۶ھ۔

یہ محکومات مہر ۱۳۸۲ تا ۱۳۸۱ کا ایک ناقص الاخر نسخہ اور سندی

کی ایک نظم کے اردو ترجمہ کے ساتھ ایک ہی جلد میں شامل ہے۔ کاتب

نے اپنا نام نہیں لکھا۔

آغاز:-

”سب ہم ہی میں رکھے مشرک کی یاد بت پرست شدے پرست ہو زیادہ

فی الحقیقہ مومنوں سے دور ہیں کافروں کے ساتھ او محشر ہیں!

اختتام:-

”ہم دیکھا ناراہ بنی درکار ہے کوئی چلو کوئی ناچلو مختار ہے

گر چلیں گے تو خدا دیوے جزا ناچلیں گے تو یقیں پاوے سزا

ترقیہ:-

”تمام شد این رسالہ تنبیہ النساء، تصنیف مولانا حضرت

خواجہ رحمت اللہ قدس سرہ بتاریخ سنہ چہارم، ہجری المظفر

۱۲۶۶ ہجری اختتام پرداخت“

## (۱۳۹) کشف الخلاصہ [۱۳۱]

اوراق ۲۲ - سطور ۱۳ -

تفصیل ۱/۵ ۱/۶ ۱/۷ - خط نستعلیق -

مصنف میر شجاع الدین - سنہ تصنیف ۱۲۳۲ھ -

کاتب محمد امیر الدین - سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ -

یہ پشتوی حضرت حافظ میر شجاع الدین حسین (۱۱۹۱-۱۲۵۶ھ)

کی تصنیف ہے جو مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری کے مرید و خلیفہ اور  
میدرآباد کے مشہور صوفیائے کرام میں سے تھے۔ ان کے حالات زندگی  
”مناقب شجاعیہ“ میں قاضی امیر اللہ برادر نواب فضیلت جنگ الوارثین  
قندھاری نے قلمبند کئے ہیں۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ تاریخ ادبیات دکن  
میں عبد الباقی صوفی لکھاپوری نے بھی تفصیل سے ان کا ذکر  
لکھا ہے (دیکھو جلد دوم صفحات ۱۰۲-۱۰۱)۔

حافظ شجاع الدین شہر حیدرآباد میں چارمینار کے قریب  
جامع مسجد میں قیام پذیر تھے اور یہ مسجد انہی کی وجہ سے آباد ہوئی۔  
ان کے شاگردوں اور مریدوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب بھی میر جلد کے  
طالب کے قریب ان کا گنبد زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ ان کی تصانیف  
حسب ذیل ہیں :-

(۱) جوہر النظام - عربی میں فقہ کار سالہ (۲) رسالہ علم قرات - اردو میں

(۳) رسالہ رویت - فارسی میں رویت الہی کے موضوع پر (۴) رسالہ فوائد مجتہد - فارسی میں۔

(۵) ”ہجرت قدس“ - ”رضا و تسلیم“ - ”۶۷۰“ - ”سماح“ - ”

(۶) ”اختلام“ - ”(۸) رسالہ تادیب - فارسی میں ذکر و اشغال

(۹) ”سلوک و تقویٰ“ - ”ذکر و اشغال“ (۱۰) مناجات ختم قرآن عربی میں۔

(۱۱) خطبہ عربیہ خطبوں کا مجموعہ (۱۲) غزلیات فارسی -

(۱۳) مسامات - فارسی میں (۱۴) مکتوبات و تصانیف -

(۱۵) کشف الخلاصہ - اردو میں۔

کشف الخلاصہ اصل میں فقہ کا ایک فارسی رسالہ تھا جو غالباً ۱۱۵۸ھ

میں تالیف ہوا تھا اور جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں۔ اس کو  
مفتیہ پاکر حافظ شجاع الدین صاحب نے اردو میں منتقل کیا۔ چنانچہ وہ  
کہتے ہیں :-

اس رسالے کی زبان تھی فارسی صاف اور پاکیزہ جیسے آرسی  
اختصار اس کا بیاں کوئی لیا کرے جیسا کوئی دیکھ کوڑے میں بھرے  
تھا مصنف اس کا مدہل دل دل بحق مشغول ظاہر آب و گل  
با وجود اس کے کہ تھا عالی مقام نام اپنائیں لکھا ایسے نیک نام

اور جو اس کا ترجمہ ہندی کیا بندہ مسکین ہے تجھ درگاہ کا  
کتاب کی آخری بیت میں مصنف کا نام اس طرح درج ہے :-

ہے شجاع الدین حافظ کا کلام تم سنو یہ سب خلاصے کوں تمام  
تاریخ تصنیف اس بیت میں درج ہے جو آخری حصہ کتاب میں شامل ہے۔

ختم پر گزرتے تھے جو ہجرت ۱۲۳۲ھ

مصنف مناقب شجاعیہ نے صرف نام کشف الخلاصہ کے اعداد

سے ۱۱۵۸ھ جری تاریخ ترجمہ بیان کی ہے (۶۷۰) جو غلط ہے کیونکہ

اس وقت تو حافظ شجاع الدین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور خود

مناقب شجاعیہ (۶۷۰) میں ان کی تاریخ پیدائش ۱۱۹۱ھ درج ہے۔

اسی غلطی کی تقلید میں پروفیسر سردی نے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی

فہرست اردو خطوط (۵۶) میں اس کتاب کا سنہ تالیف ۱۱۵۸ھ

بیان کیا ہے۔ یہ سنہ اصل فارسی کتاب کی تصنیف کا ہو گا۔

یہ رسالہ فقہ کے مسائل میں ایک مستند تالیف سمجھا جاتا ہے

اور بقول صاحب مناقب شجاعیہ ”اگر یہ رسالہ کسی کو حفظ ہو تو وہ

حالم فقہ کا ہے“ اس میں جلد ۳۸۳ بیات ہیں۔ حمد، نعت، اور

منقبت صحابہ کی سرخیوں سے ابتدا کی گئی ہے۔

یہ مثنوی یا تو کسی بڑی مثنوی کا ایک حصہ ہے یا اس سے قبل مصنف نے کوئی اور کتاب لکھی تھی چنانچہ حمد و نعت کی ابیات کے بعد وہ لکھتا ہے کہ :-

دیگر بار جو یوں سنو یک قصا وفات جگہ سو پائے میں خیر النساء  
اس میں حضرت فاطمہ خاتون جنت کی وفات کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ زبان اور اسلوب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف بڑے پائے کا شاعر نہیں تھا۔ ادارے میں اس کا ایک اور نسخہ موجود ہے مگر اکثر ابیات میں لفظی اختلافات ہیں۔

آغاز :-

کہوں ابتدا میں بنام خدا دُمارے دُپائے جلاوے سدا  
محمد نبی سید المسلمین حبیب خدا رحمت العالمین !

اختتام :-

قیامت جس وقت وہاں آویں گے جو پہچان کیا ہے سو وہاں پاویں گے  
قیامت میں طاعت و تقاضا کر لیں گے شفاعت تجھے پہنچتے !  
ہزاراں درود ہزاراں سلام نبی بر محمد علیہ السلام !

ترقیمہ :-

”کاتب الحرمین محمد غلام احمد الدین حسین محاسب بحسب فرائض  
سماۃ قادری بی دختر عاتقہ عبدالسلام پیش امام مہم تبایخ  
تشم ثمر جمادی الثانی ۱۳۸۳ ھ مطابق ۱۲۸۲ھ فصلی ۱۲۸۲ھ  
بقلم آقا“

یہ نسخہ رقم الحرمین کا مطبع ہے اور اصل میں قادری بی صاحبہ کے کتب خانے کے خطوط میں شامل تھا۔ ان کا تذکرہ اس فہرست میں پہلے گذر چکا ہے۔ (دیکھو نسخہ ۱۱۹ و ۱۲۳)

آغاز :-

سب ثنا ہے حضرت رحمان کو جان و عقل و دیں دیا انسان کو  
نفل سے اپنے ہیں قرآن دیا اس میں مروی سب روشن کیا  
اختتام :-

بعد ازاں سب مومنات و منہیں متعجب مولائے رب العالمین  
ہے شہاب الدین حافظ کا کلام تم سنو یہ سب خلاصہ کون تمام  
ترقیمہ :-

”دقت تمام شد کشف الخلاصہ من تصنیف مولوی شہاب الدین حنا

بتاریخ بیت و خیم ماہ ربیع الثانی روز شنبہ ۱۲۹۲ھ جری تمام یافت“

اس ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا لیکن اس کے بعد ہی اسی کاتب نے کتاب ہدایات ہندی شروع کر دی ہے جس کے آخر میں اس نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے :-

”کاتب الحرمین محمد امیر الدین ساکن اطراف درگ آباد برائے

صلی و علی صاحبہ و آئندہ بر وی دام اقبالہ تحریر یافت“

(دیکھو فہرست ہذا صفحہ ۳۳)

## (۱۴۰) وفات نامہ خاتون جنت [۸۸]

اوراق ۵ - سطوری ۱۳ -

تفہیم ۱/۴ x ۸ ۱/۴ خط نستعلیق -

سنہ تصنیف ۱۲۲۴ھ -

کاتب محمد غلام احمد الدین حسین - سنہ کتابت ۱۲۸۳ھ -

یہ تقریباً ۱۲۰ ابیات کی مثنوی ہے جس کے مصنف کا نام معلوم :-

نہ سکا اور سنہ تصنیف بھی زیر نظر نسخے میں درج نہیں ہے۔ البتہ

جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں ۱۲۲۴ھ ہجری درج ہے -

(دیکھو فہرست اردو خطوط - جلد ۵۹)

## [۷۹] وفات نامہ خاتون جنت [۷۹]

ادان ۶ - سطر ۱۲

تقطیع ۱/۵ x ۸ - خط نستعلیق معمولی -

مصنف تصنیف ۱۲۲۳ھ - سنہ کتابت ۱۲۷۸ھ -

یہ مخطوطہ نمبر ۱۴۰ کا ایک دوسرا نسخہ ہے۔ اس میں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ یہ بھی حضرت قادریؒ کی فرمائش پر نقل کیا گیا ہے۔ موصوفہ کو سلم دین کا خاص ذوق تھا اور انھوں نے اس قسم کے رسائل کثیر تعداد میں نقل کرائے تھے اور نوٹیں میں تقسیم کئے تھے۔ اس نسخے اور نسخہ نمبر ۱۴۰ میں انہی اختلافات کثرت سے ہیں جو آغاز و اختتام کی ابیات ہی سے ظاہر ہو سکتے ہیں :-

آغاز :-

کیا ابتدا میں بنام خدا ! کہ مارے جلا دے وہ پالے سدا

محمد نبی سید المرسلین ! حبیب خدا رحمت العالمین

اختتام :-

دگر میں تو بے مد ہی خوار ہو دو گے جو کچھ یہاں کرو گے سو وہاں پاو گے

قیامت میں طالب شفاعت کے دن شفاعت سے بخشے تجھے پنجمن

ہوایہ مراتب تمامی تمام درود بر محمد علیہ السلام

ترقیمہ :-

”مردوم ۱۸ ماہ شعبان المعظم ۱۲۷۵ھ روز سہ شنبہ“

## [۸۱] معجزہ خاتون جنت [۸۱]

اوراق ۱۱ - سطر ۱۱

تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق معمولی -

مصنف قادر - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۱۰ھ -

زمانہ کتابت قبل ۱۲۸۷ھ -

یہ تقریباً ۲۲۵ ابیات کی مثنوی ہے جس میں قادر نے حضرت فاطمہ خاتون جنت کا ایک معجزہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے ایک کافر کے گھر میں شادی کی دعوت میں شریک ہو کر کس طرح دو لہذا اور دو لہسن کو مسلمان بنایا۔ حالانکہ میزبان چاہتا تھا کہ ان کو تمام جہانوں کے سامنے ان کی ہمتی دستی اور مغلسی کی بنا پر ذلیل کرے۔

یہ روایت اصل میں عربی زبان میں لکھی گئی تھی بعد کو فارسی

میں اس کا ترجمہ ہوا جس سے اس مصنف نے اردو میں منتقل کیا۔

چنانچہ لکھا ہے کہ :-

روایت ہے یہ حضرت عباسؓ سوں لکھے ہیں کتابوں میں اخلاص سوں

لکھے ہیں عاقبتی سوں ہے در کتاب کئے ترجمہ فارسی در جواب !

کیا فارسی کا میں دکنی کلام یہ معلوم ہونا مگر خاص و عام !

کتاب کا نام اس مصرعہ میں درج ہے :-

یو ہے معجزہ فاطمہ کا تمام

مصنف نے اپنا نام کتاب کے آخری حصے میں اس بیت میں لکھا ہے :-

اے قادر شاہ دلنا صبح و شام شفاعت بحق نبی السلام

قادر تخلص کے دو شاعر و کن میں مشہور ہوئے ہیں جن میں سے ایک

امین الدین اعلیٰ کے خلیفہ شاہ عبد الغادر معروف بہ قادر لنگا تھے۔

آقا حیدر حسن صاحب کے کتب خانہ کی ایک بیاض میں ان کا کلام

محفوظ ہے۔ یہ سنہ ہجری سے قبل گزرے ہیں۔

اس نام کے ایک دوسرے شاعر تقریباً پچاس سال بعد کن میں موجود تھے۔

داخل کیا ہے جس کی وجہ سے اکثر مصرعوں کا وزن معلوم نہیں ہوتا۔  
یہ کسی قدیم شاعر کا کلام ہے۔ زمانہ تصنیف اواخر بارہویہ  
صدی ہجری معلوم ہوتا ہے۔

آغاز :-

اول حمد سبحان کا دم دم جی نعت بر محمد شفیع الام جی  
کہوں ایک قدمیں اہل رسول جی کہ حضرت کی دختر خاتون تولد جی  
اختتام :-

ہوا گلستا نامہ بی بی کا تمام جی محمد نبی پر درود اور سلام جی  
جو کوئی گلستا نامہ پڑھے یا سنے جی خدا دن کے گھر میں برکت کرے جی  
ہزاراں درود و ہزاراں سلام زما بر محمد علیہ السلام  
ترقیمہ :-

”تم تمام شد فقہ گلستا نامہ حضرت بی بی خاتون جنت

بہ پاس خاطر قادر بی بی صاحبہ نوشتہ شد۔ کاتب الحدوث

فقیر حقیر سید اسد اللہ فرزند قوالین صاحب بتایخ یا زدم

شہر چادای انشانی ۱۲۷۵ ہجری“

## (۱۲۲) نصیحت المسلمین [۶۶۵]

اوراق ۲۸ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۵ ۳ x ۸ ۱/۲ - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں۔

مصنف خرم علی۔ سنہ تصنیف ۱۲۳۸ھ -

کاتب مرزا دوست محمد۔ بمقام پلانگ -

یہ اردو نثر میں ایک رسالہ ہے جس میں ہندوستانی مسلمانوں کی  
شرک مشرکی کے خلاف اصلاحی قدم اٹھایا گیا ہے۔ چنانچہ مصنف  
سبب تالیف کے تحت لکھتا ہے کہ :-

یہ مرتبہ گوئیے اور ۱۶۹۱ ہجری سے قبل وفات پائی تھی۔ اردو شہ پار  
درکن میں اردو میں ان کے حالات درج ہیں۔

یہ مثنوی غالباً پہلے قادر کی تصنیف ہے کیونکہ اس کی زبان قدیم ہے۔

آغاز :-

روایت کتا ہوں سنو اے عزیز سنو دل کے کانوں سے تم بانیز  
صبح یو روایت بوقت رسول دل و جان سوں بتا کرنا قبول  
اختتام :-

گناہ پرچارے نکو کر نظر نظر کر تو اپنے محسوسہ اوپر  
ہے۔۔۔۔۔ شعی محمد رسول الہی یو ہے عرض کرنا قبول  
اے قادر ثنا پونا صبح و شام شفاعت بحق نبی السلام !  
ہزاراں دروداں ہزاراں سلام بحق محمد علیہ السلام !  
ترقیمہ :-

”تم تمام شد میں معجزہ حضرت خاتون جنت“

یہ کتاب حضرت قادر بی بی کے کتب خانہ کی ہے۔ اس ترقیمہ کے بعد  
زیوروں کی ایک فہرست شروع کی گئی ہے جس پر حسب ذیل سنہ درج ہے۔

”بتایخ غرہ ماہ رجب المرجب ۱۲۸۷ھ“

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس تاریخ سے قبل نقل کی گئی ہے۔

## (۱۲۳) گلستا نامہ خاتون جنت [۱۱۸]

اوراق ۵ - سطور ۱۰ -

تقطیع ۵ ۳ x ۸ ۱/۲ - خط نستعلیق -

کاتب سید اسد اللہ۔ سنہ کتابت ۱۲۷۶ھ -

یہ تقریباً ستوا بیات کی ایک مثنوی ہے جس کا سنہ تصنیف معلوم  
ہو سکا اور نہ مصنف کا نام۔ کاتب نے بھی نہایت غلط سطر نقل کیا ہے۔  
اور ہر مصرع کے آخر میں شاید گانے والیوں کی خاطر لفظ ”جی“



آغاز :-

خدا فرما چکا قرآن کے اندر مرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر  
ہیں طاقت سوا میرے کسی میں کہ کام آدے تمہاری بے کسی میں  
اختتام :-

فدا یہ اور بھی سن رکھئے حضرت جو ناحق پر پہلے اوس پر بھی لعنت  
تو اپنے مال میں کچھ سوچ غیوم زباں اب بند کرد اللہ اعلم !  
ترقیمہ :-

”وقت تمام شد نہ نصیحت المسکین پیاس خاطر شیخ احمد

پیشن سپاہی تحریر یافت۔ دہشہر پلاننگ“

کاتب کا نام اسی جلد کی دوسری کتاب قیامت نامہ کے ترقیمے میں  
مرزا دوست محمد درج ہے ۔

## (۱۴۵) قیامت نامہ [۶۶۶]

اوراق ۲۶ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۳۵ × ۸ ۱/۲ - خط نستعلیق -

مصنف محمد عبداللہ - سنہ تصنیف ۱۲۳۹ھ -

کاتب مرزا دوست محمد - بمقام پلاننگ -

یہ اردو نثر میں ایک رسالہ ہے جس کو محمد عبداللہ نے مولانا  
شاہ رفیع الدین دہلوی کے فارسی قیامت نامہ سے اردو میں منتقل کیا۔

مصنف نے اپنی زبان کا نام ریختہ ہندی لکھا ہے۔ سبب تالیف کا کچھ

اقتباس درج ذیل ہے تاکہ مترجم کے اسلوب کا اندازہ ہو :-

”ایک روز خاک رزہ بے مقدار محمد عبداللہ معنی اللہ عنہ کے غاغر

فاز میں یوں گزرا کہ یہ قیامت نامہ کو جس کو مولانا شاہ

رفیع الدین مراد دہلوی نے عبارت فارسی میں تالیف کیا ہے

زبان ریختہ ہندی میں ترجمہ ہو تو ہر ایک خاص و عام کی سمجھ میں

”اب ہندستان میں محب ایک بلا پھیل گئی ہے۔ امت محمدی میں

بہوت لوگ شرک میں گرفتار ہیں۔ لیکن اکثر مسلمان بے چارے سبب

بے علمی کے اور ناداری کے مایوس ہیں تو اس واسطے بندہ عاجز

خرم علی کے دل میں آیا کہ اس شرک کی برائی قرآن شریف سے

ثابت کیجھا اور ہر آیت کا ترجمہ ہندی زبان میں صاف صاف

بیان کرئیے۔ .... الحمد للہ کہ سنہ بارہ اسے اڑتیس

ہجری میں یہ رسالہ بنا چکا اور اس کا نام نصیحت المسکین لکھا۔“

پوری کتاب پانچ فصلوں پر منقسم ہے جن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) شرک کس کو کہتے ہیں (۲) شرک کرنے والوں کی حماقت۔

(۳) وہ چیزیں جو صوفیہ کی تعظیم کے لئے مخصوص ہیں۔

(۴) رسومات شرک (۵) شرک کی برائی اور اس کی سزا۔

مصنف نے جگہ جگہ اپنی زبان کو ہندی لکھا ہے۔ کتاب کے آخر میں

۲۸ بیات کی ایک فہرست بھی ہے تاکہ بچوں کو یاد کرادی جائے

اور اس طرح بچپن ہی سے لوگ شرک سے بچیں اور ظان مذہب بدعت سے

دفعہ ہیں۔ یہ نظم راقم الحروف کے بچپن میں بہت مقبول تھی اور اس کی ایسا

اکثر بوڑھی خواتین کو یاد تھیں۔

آغاز :-

”سبحان اللہ کیا صانع ہے کہ بغیر مدد دوسرے کے اتنے بڑے

آسمان اور زمین کو کس خواہ ضرورتی کے ساتھ پیدا کیا اور کسی بنی

دل کو اپنے کارخانے میں کچھ اختیار نہیں دیا“

اختتام :-

”خصوصاً لڑکوں کو یاد کرادینے کے واسطے بہت خوب ہے

تاکہ لڑکپن سے عقیدہ صاف ہو رہیا اور برائی شرک کی

خوب دل میں بیٹھ جاوے“

اس کے بعد جو فہرست لکھی ہے اس کی آغازی و اختتامی بیات یہ ہیں :-

## (۱۴۶) ہدایت المومنین [۶۶۷]

اوراق ۳۰ - بطور ۱۳ -

تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق -

عنوان - سرخی ب -

مصنف - جن قنوجی - سنہ تصنیف ۱۲۴۳ھ -

کاتب - مرزا دوست محمد - بمقام پلانگ

اردو نثر کے اس رسالے میں تعویذ کی برائی بیان کی گئی ہے۔

اس کا مصنف حسن قنوجی سبب تابعین میں بیان کرتا ہے کہ مندرجہ

کے مسلمانوں میں بہت سی بدعتیں اور مشرکانہ رسوم جاری ہو گئے ہیں۔

وہ چاہتا تھا کہ ان کے خلاف لکھے لیکن کتاب نفعیت المسلمین (۱) کی

نسخہ نمبر ۱۴۴ میں اس کو منت اور قہر پرستی کے خلاف مضامین لکھے ہوئے

ملے اس لئے اس نے صرف تعویذ کے خلاف لکھنا مناسب سمجھا۔

سبب تالیف کے حصہ سے چند اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں

تاکہ کتاب سے متعلق معلومات کے علاوہ مصنف کا اسلوب بیان بھی

ظاہر ہو۔

”جب مسلمانوں کو سب سے بڑی گرفتار دیکھا تو بندہ خیر خواہ

حسن قنوجی نے کہ اللہ اس کو حسن حسین کے طریقہ اور محبت

بہا رکھے چاہا کہ اپنے سے والوں کو اور جس کو خدا تو نیک

دے، برائی ان رسموں کی سمجھا دیوے.....

اس لئے اس وقت میں کہ سنہ بارہ سو تینا بیس ہجری ہے

یہ رسالہ ہندی زبان میں لکھا تاہر کوئی اپنی بولی میں سمجھ کر

بات نکلتی ہو جائے اور سوچھ پکڑے.....

اور منت پوچھ کے بیان میں رسالہ نفعیت المسلمین لکھا پایا

اس واسطے اس رسالے میں فقط برائی تعویذ کی صاف صاف

بیان کی..... اور نام اس رسالہ کا ہدایت المومنین لکھا۔“

اور بے خدا کے تھے تو نیک شخص وہ قیامت کے حال سے

خوب واقف ہو کر راہ ہدایت کی پادے۔ ہر چند اس کم استعداد

کو محاورہ ہندی میں تمام نہیں ہے.....

ان کتاب میں مترجم نے قطعاً تاریخ ترجمہ بھی درج کیا ہے۔

آغاز:-

مہر سے باہر ہیں گے انعام خدا کس سے ہو سکتا ہے شکر ادا کا

کی عطا جس نے ہی اپنے لطف سے کل شئی غفلت شمس ہدیٰ !

”لطف اور احسان اس رب الناس کا بے حدود کیا کر چکے

جس نے ہماری ہدایت کے لئے اپنے حبیب خاص محمد ﷺ

صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔“

اختتام:-

”غدا قبر و مدفنہ حشر سے محفوظ رکھ کر جنت میں پہنچا دے۔

اور وہاں اپنی دیدار لایکہ لالہ صاف سے شرف کر کر تمام مضامین

ابدان آباد مستقر و برقرار رکھے۔ صدقہ صاحب لولاک اور اس کی

آل پاک کا۔ آمین ثم آمین۔“

جب ہوا تعبیر سے اس قصہ کے فارغ قلم جس میں ہر جانب کو ہے مفتوح باب آخرت

عقل نے دیکھ اس میں آئین تیار آشکار رکھ دیا نام آگ کا تاویز دابہ الآخرت

ترجمہ:-

”نہم شد کار من نظام شدہ نسخہ قیامت نامہ یہ پاس خاطر

شیخ احمد سپاہی ٹیٹ کمپنی ۲۴ رجمنٹ..... از خطام

مرزا دوست محمد تحریر یافت

اسی کاتب نے تنبیہ النساء نفعیت المسلمین اور ہدایت المومنین وغیرہ

کتب میں بھی بمقام پلانگ نقل کی ہیں جو ایک ہی جلد میں شامل ہیں۔

مولوی رفیع الدین دہلوی کے رسالہ قیامت نامہ کا ایک اور

صاحب نے بھی اردو نثر میں ترجمہ کیا تھا۔ اور یہ نسخہ بھی ادارے میں

محفوظ ہے دیکھو فرست ہذا نسخہ نمبر ۱۵۳۔

اختتام :-  
اگر اس پر نہ بوجھو بوجھل ہو  
خدا نے فخر ہے دل پر بٹھائی  
خسب خاموش ہو اتنا بہت ہے  
جسے چاہے خدا دیو سے سچائی  
ترقیمہ :-

”شکرا اللہ تعالیٰ کہ اوس کے فضل و کرم سے بخیر و خوبی یہ کتاب

ہدایت المومنین کی تمام ہوئی۔“

(۳) تعزیر کی برائی قرآن اور حدیثوں کی رو سے۔

کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے بلکہ ساتھ ہی اردو منتر کا ایک اور رسالہ (اعمال بد) شروع کر دیا ہے جس کا ذکر آگے درج ہے۔

میں اپنا تخلص لکھا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

جس نے یارب کو حسن کو عطا  
راہ حین ابن علی پر عطا (۲)

حسن خاموش ہوا نہایت ہے  
جیسے چاند خدا کو سجائی (۳۰)

کتاب کا آغاز ان اہیات سے ہوتا ہے :-

شکوہ جس نے بنایا ہمیں  
 غم میں ہمیں صبر کی تعلیم کی  
 شکر کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :-

”قبل شروع مطالب کتاب کے پوچھنا مقدمہ کا ضرور ہے تا اختلاف

عالم بہ خوبی دل نشیں ہو۔“

حصہ نثر اس عبارت پر ختم ہوتا ہے :-

”ہم تو تم کو محض خدا کے واسطے بتاتے ہیں۔ اور جو اس میں رکھی نہ سمجھو

تو بھاڑ میں جاؤ اور اپنا سر کھاؤ۔ موت قریب ہے منکر کفر میں

”سمجھا دیں گے۔“

اس کے بعد جو نظم درج ہے اس کا آغاز و اختتام یہ ہے :-

## آغاز :-

تہنہاری ہم نے کی ہے خیر خواہی اگر سمجھ تہنہاری ہے بھلائی!

اور دنیا میں دولت سے بچو گے اور عقیقہ میں دفع سے رہائی

ان کاموں کے گرد نہ جائیں۔“

(۱۴۷) رسالۂ اعمال بد [۶۶۸]

اوراق ۵۔ سطوح ۱۳۔

تقطيع  $\frac{3}{4} \times 5 = \frac{1}{4} \times 8$  - خط استعین

مصنف غالباً مرزا دوست محمد ۔

یہ مختصر سا رسالہ حمد و نعت سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد

سبب تا لیس بیان کیا گیا ہے لیکن مصنف نے نہ اپنا نام لکھا اور نہ

برائے کا۔ اور نہ سنہ تالیف ہی درج کیا ہے۔ غالباً اس کا مصنف

مرزا دوست محمدؒ ہی ہے جس نے اس جلد کی جملہ کتابیں (یعنی تبہیہ النساء

نبیوت المسلمین، قیامت نامہ، ہدایت المینین (نقل کی ہیں)۔

سبب "تالیف کے سبب ذیل حلقے اس کتاب کے موضوع کو واضح کر گئے۔

”برے کاموں سے منع فرمایا جس کی تفصیل عام و خاص موبین

کے بوجھنے کے واسطے اس کتاب میں لکھی جاتی ہے۔ باقی اس پر

اور باتوں کا قیاس کر کر اپنے تئیں بچائیں.....

جن باتوں کا افعال اس ملک ہندوستان میں زیادہ رواج

جو گیا ہے اون کو بھی جاگ بجا نام لکھ دیا کہ مسلمان اس کو سمجھ لو کہ

ان کاموں کے گرد نہ جائیں۔“

## آغاز:-

چھوڑ دیتا ہوں۔ اصحاب اور اہل بیت نے اپنا اپنا گوشت پیش کیا  
لیکن باز نے انکار کر دیا۔ جب انحضرت اپنا گوشت کاٹنے لگے تو باز نے  
ہاتھ پکڑ لیا اور اصل واقعہ بیان کیا کہ ہم فرشتے ہیں اور آپ کی  
سماعت آواز آئے تھے۔

”حمد اور شکر اس خداوند کو لائق ہے کہ جس نے ہم کو اپنی قدرت  
سے بنایا اور ہماری ہدایت کے واسطے اپنے پیڑھی راہ سے سیدھی  
راہ کی طرف بلانے اور دوزخ سے بچا کر بہشت میں لے جانے اور  
حلال و حرام پہنچوانے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے  
محبوب کو جن اور انس کی طرف بھیجا۔“

## اختتام:-

مصنف کی زبان بہت قدیم ہے جس کی وجہ سے یہ قلمی نسخہ  
سے قبل کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ یہ کتاب بھی حضرت قادری بی کی  
فرمایش پر لکھی گئی تھی اور کاتب نے آخری درجہ پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ  
موصوفہ اور کن کن کتابوں کی نقل کرنا چاہتی ہیں۔

”جانے بوجھ نقصان کو خریدار سے ظاہر نہ کرنا۔ مسلمانوں کے  
محبوب ڈھونڈھنے۔ مگر جو فاسق ہو اس نیت سے کہ وہ فسق سے  
باز آوے کسی مسلمان کو دوزخ کی کہنا۔ کبیروں کو اڑانا۔ مع رزنا۔“

## ترقیمہ:-

”یہ کتاب تمام ہوئی۔ شیخ احمد سپاہی بیٹ کپنی کے واسطے لکھی گئی۔  
..... نوٹسہ خط خام احقر العباد مثنیٰ دوست محمد  
بوقت نماز عصر بتمام پانچ گنج تحریر یافت۔“

## آغاز:-

فضائیں کہیں یکہ بنی خاص کا دو عالم کے صاحب کے اخلاص کا  
کہ یکہ روز محمد نے بازاں سنگات مدینے کی مسجد میں کرتے تھے بات  
اختتام:-

چلے گئے فرشتے یہاں سے مگر کئے جا خدا کو یہ ساری خبر  
اپنی ہمیں کیا تو تعریف کر۔ کہ پیارے حبیب کی صفت کیا کہ  
سخن صفت اوس کا سب اثبات ہے کہ سب حال میں پاک اوقات ہے  
کہیں کہ زبانوں جو تعریف ہم کہ دریا بھر نور ہے در فہم !  
ہزاراں درود و ہزاراں سلام زما بر محمد علیہ السلام !  
ترقیمہ:-

## (۱۴۸) باز و فاختہ [۹۷]

اداق ۴ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۵۰۰ ۱/۴ خط نستعلیق شکستہ -  
زمانہ تصنیف قبل ۱۱۱۵ھ -

کاتب عبدالغادر زمانہ کتابت غالباً ۱۲۷۵ھ ہجری -

”دراش حضرت معظمہ مدد الطاف مومن اشفاق حفرة  
قادری فی صاحبہ اس کہ کتاب لعل و گوہر و یلیٰ مجنوں و  
گل بکاوی از برائے مطالعہ ضرور است۔ انشاء اللہ تعالیٰ بوجہ  
فرائض حاضر کردہ شود۔ حررہ من سیدی بعد الغادر“  
حضرت قادری بی راقم الحروف کی پر نانی تھیں۔ ان کا ذکر دوسرے  
خطوط میں بھی گذر چکا ہے۔ یہ کتاب انہی کے کتب خانہ کی ہے۔  
راقم الحروف نے ادارے میں داخل کر دی ہے۔

یہ تقریباً ۷۰ ابیات کی مثنوی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خادوت کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز جبرئیل اور عزرائیل  
باز اور فاختہ کی شکل میں آنحضرت کے یہاں آئے۔ فاختہ نے فریاد کی کہ  
باز مجھے کھانا چاہتا ہے۔ آنحضرت نے اس کو منع کیا تو اس نے کہا کہ  
آپ اپنے خسا کا گوشت اس کے بدلے میں کھلائیں تو میں فاختہ کو

## (۱۴۹) اسوال گڈوین وجواب ہادی [۶۳]

اوراق ۶۳۔ بطور ۱۰۔

تطبیق ۱۰ x ۸ ۱/۲۔ خط نستعلیق۔

مصنف غالباً محمد ہادی۔ سنہ تصنیف ۱۲۴۲ھ۔

کاتب میراں صاحب استاد۔ سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ۔

درد و نثر کا یہ رسالہ بطور سوال و جواب لکھا گیا ہے۔ اس کا موضوع اور سنہ تصنیف خود اس کے آغازی جملوں سے ظاہر ہوگا۔

مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا۔ غالباً محمد ہادی ہی اس کا مصنف ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی دعوت میں ایک عیسائی صاحب بھی مدعو تھے۔

مسلمانوں نے ان کو علیحدہ کھلایا اس لئے انہوں نے بحث شروع کی اور آخر کار قائل ہو کر مسلمان ہو گئے۔

آغاز :-

”یہ رسالہ بیان میں سوالات گڈوین عیسوی اور جوابات

محمد ہادی محمدی کے اور اس عیسوی کے مسلمان ہونے میں واسطے

معلوم ہونے مسلمان بھائیوں کے سنہ بارہ سو بیالیس ہجری

نبوی میں لکھا گیا“

اختتام :-

”میں آج سے توبہ کرتا ہوں اور اپنے باطل مذہب سے

باز آتا ہوں۔ تم گواہ رہو۔ تب اس کو کلمہ محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا پڑھایا اور احکام دارکان مسلمانوں کے سکھائے

اور نام اس کا مرزا ہدایت بیگ۔

ثنوی۔

اس رسالہ کا جب کہ جوے بیاں عیسوی سن کے جوڑیں گے شاداں

دین اسلام میں دے آویں نزد اور محمد پیر دل سے بھیجیں درد

رباعی۔

اگر کوئی اس رسالے کو کرے یاد رہے گا اپنے وہ اسلام پر شاد

ہے اس میں آگہی علم سوالات جو ابوں سے وہ ہوگا شخص آباد

اس مخطوط کے آخر میں کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی

ثنوی تنبیہ النساء (صفحہ نمبر ۱۳۶) شروع کر دی گئی ہے۔ جس کو جلد بند

کے وقت علیحدہ کر دیا گیا۔ دونوں مخطوطے ایک ہی کاتب نے لکھے ہیں۔

اور ان کا ترقیہ یہ ہے :-

”تحریر فی تاریخ بخت وسیم شہر ذیقعدہ بروز دوشنبہ

وقت ظہر اتمام یافتہ۔ کاتب الحدود میراں صاحب

استاد این کتاب برائے خواہش طبع لاڈلے صاحب زردی نوٹہ شد“

## (۱۵۰) کتاب ہدی [۶۶۹]

اوراق ۵۷۔ بطور ۱۵۔

تطبیق ۶ x ۹۔ خط نستعلیق۔ عنوان سرخی میں

مصنف۔ مشتاق۔

یہ کتاب ایک ناقص الاول دا آخر ثنوی ہے جس میں بحالت موجودہ

سو کہ سو سے زیادہ آیات ہیں۔ ابتدائی صرف ایک ورق غائب ہے۔

مصنف نے اپنا تخلص مشتاق حسب ذیل آیات اشعار میں استعمال کیا ہے :-

یہ باتوں سے مشتاق کی ہونفا کہو دین میں ایسا کہ ہے رواج (۴۳ ب)

الہی تو اپنے نبی کے لئے ! گاہوں کو مشتاق کے بخش دے (۴۰ و)

اگر بولے شتان حق بات تو یقین ہے کہ کر دی گئے غلق کو (۴۲ و)

یہی تم کو تا کیہ مشتاق ہے کھن دیں سے تم پھڑنا نہیں (۴۳ ب)

کتاب میں حمد، نعت، بیج اصحاب، النہ اربعہ، علمائے ملت، کی

سرخیوں کے بعد پیدائش آدم و حوا کی سرخیاں قائم کی گئی ہیں۔ آخر میں

”خاتمۃ الکتاب“ کے عنوان سے کتاب کے موضوع کی وضاحت کی ہے

## ۱۵۱) رسالہ اصلاح مسلماناں [۱۶۵]

اوراق ۱۳ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۹ ۱/۲ x ۶ ۱/۲ - عنوانت سرخی میں -

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۴۵ھ -

کاتب سعید قاسم سنہ کتابت ۱۲۴۵ھ -

یہ اردو نشر کا ایک رسالہ ہے جس کے مصنف اور سنہ تصنیف کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ حمد و نعت سے ابتداء کی ہے۔ اور پھر سبب تالیف بیان کیا ہے۔ مسلمانوں میں جو بدعتیں ابا مخصوص قبر پرستی اور تعزیر، علم پرستی کی (عام ہو گئی ہیں ان کی مخالفت کی ہے۔ آخر میں نکاح بیوہ و ن پر بہت زور دیا ہے۔ مرشدوں اور پیروں کی بھی خاص طور پر مذمت درج ہے۔

درمیان میں نظیں بھی لکھی ہیں مثلاً ایک نظم کے ابتدائی اور آخری شعر یہ ہیں :-

اگر چاہے کہ تو بچ جائے محشر کے فسادوں سے

تو پھر موقوف کر لےنا یہ مشرک پیر زادوں سے

وہی ہے بندہ اللہ وادب ہے محمد کی

جو باز آوے خلوت شرع منت اور مردادوں سے

رسالہ کے اختتام پر بھی ایک مثنوی (۹ ابیات کی) لکھی ہے جس کی

پہلی اور آخری بیتیں یہ ہیں :-

نکاح بیوہ کو معیوب جانتے ہیں سب

کجس کا وصف تو قرآن میں کرے ہے رب

وگرنہ دیکھو مستی چہ جس دن آوے گی

عز و گھر میں ترے آگ پھر لگا دے گی

آغاز :-

”سب غیباں اللہ ہی میں ہیں اور اللہ کے ہوتے دوسرے کی تعزیر کرنی اللہ کی قدر دانی سے بعید ہے“

س جسے کی دوسری بیت میں غالباً کتاب کا نام اس طرح لکھا ہے :-

سے لئے از برائے خدا لکھی میں نے خاصی کتاب ہفتی

یہ کتاب عورتوں کی عام معلومات اور دینی اصلاح کے لئے

لکھی ہے۔ اور ہر عنوان اور ہر بیان کے آغاز و اختتام پر عورتوں

و مخاطب کیا گیا ہے۔ مثلاً نعت کی پہلی بیت ہے :-

ہاں بیاں تم کو معراج ہے بنی تو گئے تھے ہمیں آج ہے

ح اصحاب کے بیان کو اس طرح شروع کیا ہے :-

اں کہ تم سنو عنقریب ہو گئے کا صندل تمہارا نعیم

لرح چند اور مقامات کی بہتیں درج ذیل ہیں :-

بیبیاں جاہلہ منت بنو کچھ احوال اب عالموں کا سنو (۱)

بیبیاں دین کی ثویبہ قدم ہے تم کو یہاں یہ بیاں (۲ ب)

میسو آدمی زاد یو! سنو حضرت آدم کی بنیاد کو (۸ ب)

میسیاں سچ مسافر ہنم تمہیں منزلیں پانچ ہیں کلمہ (۱۳)

میسیو خوب سے جاگو یہ دنیا سے دیں کی طرف بھاگیو (۱۶)

مصنف کے حالات اور کتاب کا ٹھیک نام اور سنہ تصنیف

کا پتہ نہ چل سکا۔ البتہ زبان اور اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ

منہ دکنی شاعر ہے اور تیرہویں صدی ہجری میں یہ کتاب لکھی

ہے۔ کاتب اور سنہ کتابت کا بھی علم نہ ہو سکا۔

اثنائے کتاب میں نظیں (یعنی قطعے) قصیدے اور

ہن وغیرہ ابھی جگہ جگہ شامل کی گئی ہیں۔

از :-

اسیوں کو اسے بندہ نواز سبھی بندگوں پیچ کر سرفراز

ایک بہتر سی نعمت دیا نہ ایسی کسی کو عنایت کیا

نام :-

میل میں آپ مشغول ہو لیا جان وہ ازتر لیاں میری دھو

مانا اس کو نہ ہو وقت پر تو وہ دوڑ کو مینجنا میرا سر

اختتام:-

## (۱۵۲) رسالہ شرک و بدعت (۱۶۶)

اس رسالہ کا اختتام توفیقی پر ہوتا ہے جس کی دو آیات اوپر  
رج ہوتی ہیں۔ انہی شرک جس عبارت پر یہ رسالہ ختم ہوتا ہے وہ یہ ہے:-  
”مسلمان کہ خدا ہے کہ اگر عورت یہ وہ اپنی قیاد کی ہو دے تو  
اوس کا اکلان زبردستی اپنی سعادت و عورت جان کر کر دے۔  
اور جو قیاد کی نہ ہو دے اوس کو بیعت بہت سی کرے۔ اور  
جو اوس سے بھی نہ مانے تو اس کی طاقات لینا دینا بات چیت  
موقوف کر دے۔ اس واسطے کہ وہ رسول خدا کی ہوسریوں کو  
عیب لگا کر آپ اثرات بن کر بیٹھی ہے۔“

ترجمہ:-

اس رسالہ کے بعد ہی ایک دوسری کتاب ”شرک و بدعت“  
اسی کتاب نے شروع کر دی ہے۔ اور اس کے بعد جو ترجمہ لکھا ہے  
وہ یہ ہے:-

”تمام شذر اللمباک بخط عامی الراجی الی نبی بعروہ  
و ثنائے اعدا صم مید تاسم جب فرایش صاحبی شفق کر می  
غلام محی الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بتاریخ مستم شہر رضا شریف  
۱۳۳۵ ہجری نبوی ترقیم یافت۔“

دونوں رسالوں کا خط نہایت یکبرزہ اور اعلیٰ درجہ کا نسخ ہے۔ نسخہ  
مولوی عبدالحی صاحب محتسب بنو لہ کا خط ہے جو مولوی ابو سعد  
سید اسمعیل صاحب ثوراپوری کے توسط سے ادارے کے کتب خانے  
پر داخل ہوا

اوراق ۳۴ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۱/۴ x ۹/۴ - خط نسخ - عنوان سرخی میں -

مصنف خرم علی - زمان تصنیف قبل ۱۲۴۵ھ -

کاتب - سید قاسم - سنہ کتابت ۱۲۴۵ھ -

یہ اردو نشر کا ایک طویل رسالہ ہے جس کے سنہ تصنیف کا پتہ

نہ مل سکا۔ حمد و ثنوت کی طویل عبارتوں کے لکھا ہے:-

”ب آگے عرض یوں ہے کہ اس رسالے میں پانچ فصلیں ہیں

شرک و بدعت ہیں۔“

اس کے بعد فصلوں کے عنوانوں کی وضاحت کے بغیر پہلی فصل

شروع کر دی گئی ہے۔ ان فصلوں کی حسب ذیل تفصیل سے کتاب

کا موضوع ظاہر ہو جائے گا۔

(۱) شرک فی العقیدہ (۱۶ تا ۲۴ ب) (۲) شرک فی العبادات (۲۴ تا ۳۵ ب)۔

(۳) شرک فی العادات (۳۵ تا ۴۱ ب) (۴) بدعت (۴۱ تا ۴۲ ب)۔

(۵) نکاح (۴۲ تا ۴۴ ب)۔

جمل مسائل قرآن کی آیتوں حدیثوں اور مشہور بزرگوں کے  
اقوال سے ثابت کئے گئے ہیں۔ مگر جگہ مشہور شرکاء غلوں کو مسخ کر کے  
ذہبی مسائل کے لئے موزوں کر لیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر چند اشعار  
درج ذیل ہیں:-

پوچھتے ہو کیا ہم سے تم ان لوگوں کے دین و مذہب کو

تبر کو پوچھا پیر سے مانگا کب کا ترک اسلام کا

مٹ سے ہم ہوئے بھٹکے شرک کی راہ میں پھرتے تھے

آتے آتے آخر کو توحید کے گھر میں مقام کیا!

بندہ جس کا ہووے خرم بندگی اوس کی لازم ہے

سارے اصحابوں نے مل کر اپنے نبیؐ کو سلام کیا

## (۱۵۳) قیامت نامہ [۵۷]

اوراق ۱۲ - سطور ۱۳ -

تقطیع: ۶ x ۱۱ خط نستعلیق - کرم خوردہ -

زمانہ آئینہ قبل ۱۲۵۰ھ

کاتب: شیخ خمد - سند کتابت ۱۲۵۵ھ -

بمقام سکندر آباد دکن -

اردو نثر کا یہ ضخیم رسالہ مولوی رفیع الدین دہلوی کے فارسی

رسالہ کا ترجمہ ہے۔ مترجم نے اپنا نام نہیں لکھا اور نہ سنہ تالیف ہی درج کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد لکھا ہے کہ:-

”یہ رسالہ ترجمہ قیامت کا ہے زبان ہندی سلیس میں کہ

جسے مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن

اور احادیث صحیح سے زبان فارسی میں جمع کیا تھا“

مولوی رفیع الدین دہلوی ہندستان کے مشہور مجدد و مانے جاتے ہیں۔

ان کا یہ رسالہ بہت مقبول ہوا۔ چنانچہ اردو نثر میں اس کا ایک اور

ترجمہ محمد عبداللہ نے ۱۲۳۹ھ میں کیا تھا۔ اس کا نسخہ بھی ادارے

میں محفوظ ہے (دیکھو فہرست، پراسن نمبر ۱۲۵)

آغاز:-

”و اوند ہزاروں شکر تیرے کہ تو نے محض اپنی عنایت سے

احوال قیامت کا اور کیفیت و وزخ اور بہشت کی ہم پر ظاہر کی۔

اب ہم کو توفیق دے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ و آلہ و صحابہ وسلم

کے طریق پر چلیں“

اختتام:-

”اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں اور دوستوں کے ساتھ ہمارا خاتمہ

ساتھ ایمان کے کرے اور حول و ہوش سے نجات بخفے اور عذاب

سے محشر کے اپنی عنایت سے محفوظ رکھے۔ اور اپنے فضل و کرم

گر ہادی و گریہ رہنا ہے گناہ خدا و مصطفیٰ ہے

سب مولویوں کی سن نہ لیم شیطاں بھی اپنی میں آچھا ہے

نیا کرتے مواعتار اس کا جو آدمیوں نے خود کھا ہے

اس رسالے کے مصنف کی ایک کتاب کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ

بہن نظموں کے آخر میں ختم تخلص لکھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ

یہ رسالہ کا مصنف وہی ہے۔ ذیل میں ایسے دو شعر نقل کئے جاتے ہیں

ن میں یہ تخلص موجود ہے:-

ندہ جس کا ہووے خرم بندگی اس کی لازم ہے

سارے اصحابوں نے مل کر اپنے نبیؐ کو سلام کیا (۲۹)

ترجمہ رواج شرک ہوا ورنہ ہے کہاں !

جزوات پاک حق کے مسلمان کی قسم (۳۵ ب)

آغاز:-

”اللہ ہمارا بہت دور ہے شرکوں سے اگرچہ لوگ اپنی عقل میں

آدم مشتبہ خاک کو اس مالک عرش و انلاک کا شریک جانتے ہیں

اور اس غبار ناپائیدار کی تعظیم برابر اس پاک پروردگار کے

کرتے ہیں“

اختتام:-

”جو اللہ کا بندہ اللہ سے ڈرتا ہووے اور دنیا کو لپکا لہ او

بسمتہا ہووے اوس کو ضرور ہے کہ یہ پانچ باتیں موقوف کر دے

اللہ: اوس کو دنیا اور دین میں ہر جگہ آدم دیوے گا۔ بیت

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو اب آگے چاہو تو تم مانو نہ مانو

ترجمہ:-

نسخہ نمبر ۱۵۷ کے آخر میں درج کیا گیا ہے۔ یہ خوش خط نسخہ بھی

مولوی عبدالحق صاحب محتسب بولہ کا عطیہ ہے جو مولوی ابوسعد

نور پوری کے توسط سے ادارے میں داخل ہوا۔



مشرف کیا توحید آبادی کے ہو رہے۔ اردو، فارسی غزلیات و قصائد کے کلیات مرتب کئے تھے اور کئی اردو مثنویاں بھی لکھی تھیں جن میں ”چھو منتر“ مشہور ہے۔ گلزار آصفی میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ :-

”تعالیٰ از بیع ولایت مانند او جامع علوم و کمالات احدی دیگر نہ آمد“ (۲۱۱)۔

محبوب الزمیں ہں ان کے حالات رجلہ دوم ص ۱۱۵ میں درج ہیں۔ مگر صاحب محبوب الزمیں نے ان کی مثنوی ”تلمیح حبیری“ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی میر اکبر علی خاں نے محمد میرزا سے خواہش کی کہ تم کو صفحہ بہت چاہتے تھے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان کا جو کام باقی رہ گیا ہے اس کی تم تکمیل کرو۔ اس فرمائش کی بنا پر محمد مرزا نے حلا حیدری کی جلد دوم کا ترجمہ کیا۔

محمد مرزا کے والد بھائی علی شاہ دکن کے ایک مشہور شاعر تھے۔ تاریخ نگاری کے علاوہ فن مصوری، خوش نویسی اور تصوف میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ فارسی زبان پر بھی ایک اہل زبان کی طرح قادر تھے۔ اردو اور فارسی دونوں میں شعر لکھتے تھے۔ آصفیہ ثانی اسطو جاہ شمس الامرا اور سردار الملک گھانسی میاں ان کے بڑے قدر دان تھے۔ دکن کے بہت سے شاعر ان کے شاگرد تھے جن میں شیر محمد خاں ایمان جیسے استاد سخن بھی شامل ہیں۔ بھائی نے ۱۲۵۲ھ میں وفات پائی۔ مرقع سخن، محبوب الزمیں اور گلزار آصفی میں ان کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ موخر الذکر دونوں کتابوں میں ان کے فرزند کا نام مرزا محمد درج ہے۔ محبوب الزمیں میں لکھا ہے :-

”آپ کے خلف الصدق مرزا محمد تخلص میرزا یادگار تھے“

(جلد اول ص ۳۲)

گلزار آصفی میں لکھا ہے :-

”مرزا محمد مرزا تخلص..... یادگار علوم معروضہ

کے ساتھ بیچ سلامت جنت کو پہنچا دے اور رضامندی اپنی روزی کرے برائے خاتم النبیین وآلہ الصابرین۔ آمین آمین  
یارب العالمین“

ترقیمہ :-

”وقت تمام شدہ اس نسخہ قیامت نامہ بتاریخ بیروز ہم شہر مسافر المظفر بروز یکشنبہ ۲۵۵۰ ہجری۔ دہچاؤنی کند آلود (کہ از) حیدر آباد ذکر وہ واقع است کمتر بندہ کمترین درگاہ صہ شیخ احمد سکند بلکہ .. ...“

## (۱۵۴) حلا حیدری [۱۵۰]

اوراق ۲۱۴ - سطور ۱۵۰ - (بعض صفحات میں ۱۲)

تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق عنوان سرخی میں -

مصنف محمد مرزا مرزا - سنہ تصنیف ۱۲۶۰ھ -

چھ ہزار سے زیادہ ابیات کی یہ ضخیم مثنوی دراصل اسی نام کی فارسی کتاب کی جلد دوم کا اردو ترجمہ ہے۔ فارسی حلا حیدری کی جلد اول کا ترجمہ میرزا ذوالفقار علی خاں صفحا لکھنوی نے کیا تھا۔ دوسری جلد کا بھی ترجمہ کرنا چاہتے تھے کہ ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی اور یہ کام نامکمل رہ گیا جس کو دکن کے ایک مشہور شاعر، خوش نویس اور مورخ شاہ تجلی علی بکلی کے فرزند محمد میرزا نے مکمل کیا۔ یہ نسخہ ناقص آخر ہے اس لئے سنہ تکمیل اور کاتب کا نام وغیرہ معلوم نہ ہو سکا۔

صفحا میر تقی میر کے شاگرد تھے۔ لکھنؤ سے بنگالہ گئے اور

وہاں سے چیتا پٹن میں کچھ عرصہ قیام کر کے نواب ابوالقاسم میر عالم کی دیوانی میں حیدر آباد آئے اور میر صاحب کے یہاں ملازم ہوئے۔ بعد کو جب راجہ چند لال نے پانسو روپے ماہوار اور اپنی مصاحبت سے

بخدمت ممدات فائز گشت . مرد و جمیعہ در فن سپہ گری

نیز ماہر بود (۳۸۳)۔

لیکن اس قلمی نسخے میں عنوان ہی پر مصنف نے اپنا نام محمد میرزا لکھا ہے۔ اس طرح کہ :-

”عاصی سراپا حاصی محمد میرزا پسر تہلی علی شاہ“

گزار آسمنی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا عالم آدمی تھے اور ممدات کے عہد سے تک ترقی پائی تھی۔ نیز یہ کہ وہ نگار و تصنیف کے زمانہ تالیف (۱۲۵۲ھ تا ۱۲۵۷ھ) تک فوت ہو چکے تھے۔ اگرچہ نگار آصفی کا سنہ تالیف مفید میر میں ۱۲۵۸ھ لکھا ہے۔

لیکن موانع نے اس کام کو ہم جہادی اللہ فی سلسلہ میں تکمیل کو پہنچایا تھا جیسا کہ اس کے خاتمے میں درج ہے۔ (مطبوعہ ۱۲۶۷ھ)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیر نظر مخطوطے کے مصنف محمد مرزا سنہ ۱۲۵۸ھ جہادی اللہ فی سلسلہ سے قبل وفات پائی تھی اور یہ مثنوی اس سے قبل ہی لکھی گئی تھی۔ اور اگر مصنف کی تاریخ وفات سلسلہ ہجری ۱۲۵۸ھ مندرجہ محبوب الزمن) صبح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا نے چھ ہزار سے زیادہ ابیات کی یہ مثنوی صرف چند ہی جمعوں میں لکھی تھی۔ اور اس لحاظ سے وہ واقعی ایک بڑے اور پُر گوشتا و شاعر تھے۔ لیکن انہوں نے ان کے حالات اور دیگر کلام کے متعلق کسی اور ذریعے سے معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ اور نہ ہی یہ نسخہ کسی اور کتب خانے میں نظر سے گذرا۔

کتاب کا آغاز سبب تالیف ہی سے ہوتا ہے۔ حمد و ثناء وغیرہ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا اس کو ایک علاحدہ کتاب نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ مصنف کی کتاب کے متن کے طور پر لکھا تھا۔ انہوں نے سبب تالیف کا بیان ابتدائی ابیات میں مختصر طور پر کیا ہے اس لئے اس حصے کی منتخب ابیات درج ذیل ہیں :-

مہ آسمان علوم و ذکا سخن شیخ اعلیٰ جناب صفحا

زباں اس کی جان کشان سخن سخن پہلوان، پہلوان سخن

کیا ریختہ ”حلمہ میدری“ تو اردو سے سرفہ سے سارگری

گہر بزر جب اس کا خام ہوا تو اتمام سال یمامہ ہوا

ہوئی بطراہل بخوبی تمام کیا خلق میں اپنا مشہور نام

ندی آگے فرصت ابی نے ادس کہ ہر طرح اتمام ادس کو کرے

جو سبائی ہیں اون کے ذہن پہلی شہج و سخن میرا کبر علی

کہا جو سے اس طرح اسے میرزا کہ تھا چہ بہ الطاف اون کا سدا

در عالم میں ہوگی تری برتری کر انجام تو حلمہ میدری

الرحمہ یہ بات آئی دل کو پسند وے کم بغضت کو تھا فکر کند

یقینی سخن ہشتولش میر تے سخن کا ملانچہ آسان نہیں

اوسی طرح سے حلمہ فارسی ادس اپنی آنکھوں کی کڑی

الرحمہ کہ ہے وقت اصل و شروع کہا کہ کہ بسم اللہ میں بھی شروع

اس حصے در میان میں کئی ابیات چھوڑ دی گئی ہیں۔ اس کے بعد

مرزا نے غزوہ فیہ کی داستان شروع کی ہے۔ جس کی پہلی بیت یہ ہے :-

دلاورد کر نام پر دو رنگار کلاکوں حصاروں کا ہے یہ حصار

تمام عنوان اردو نثر ہی میں لکھے گئے ہیں۔ یہ اس مثنوی کی ایک

خصوصیت ہے کیونکہ اس عہد تک مثنویوں کے درمیان عنوان بالعموم

فارسی نثر میں لکھے جاتے تھے۔ یا اردو نظم میں۔

آغاز :-

”پہنا خلعت اختتام کی کتاب حلمہ میدری کو بعد انتقال

جناب فیض آب سید ذوالفقار علی خاں بہادر المتخلص بصفا

عاصی سراپا حاصی محمد میرزا پسر تہلی علی شاہ“

اس کے بعد وہی ابیات شروع کر دی گئی ہیں جو سبب تالیف کے

سلسلہ میں ابھی اوپر نقل ہوئے ہیں۔

اختتام :-

بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر چند عنوان درج ذیل ہیں :-

ہر ایک صورت میں آکر وہ نیا جلوہ دکھاتا ہے  
کہیں یوسف کہیں بیل کہیں عذرا بناتا ہے (بے)  
امیر وقت کی کہتا صفت ہوں جو کہ عالم میں  
نظر سے آسمان کے جو گرے اس کو اٹھاتا ہے (جے)  
صفت استاد کی لکھنا مجھے لازم ہوا اسے دل  
کہ بے استاد بزم شعریں الزام پاتا ہے (جے)  
پدم کی آہ ہم زاووں کی صورت یہ دل محروں

مجھے کس کس طرح گلگت کی رغبت دلائے (۱۲)  
طویل حمد و نعت کے بعد عبرت نے اپنے پیر سید حسن شاہ کی مدح  
لکھی ہے اور اس کے ساتھ ہی امیر وقت فیض اللہ خاں کی مدح  
بھی شروع کر دی ہے جس کی چند ابیات یہ ہیں :-

مدح نواب فیض اللہ خاں

لکھوں اب مدح فیاض زماں کی خدیوہ فیض اللہ خاں کی  
کہاں ایسا ہواں ہوتا ہے پیدا کو نوکر میں گے جس کے زہد نقوا  
بیرہ خلق و قدر دانی زمانہ کا ہے عالم گیر ثانی !  
نہیں ہے عہد میں اوس کے کوئی پیا دل عاشق سدا زار نالاں  
کسی کا حکم نہیں دیکھا تھا ایسا کنت بے دست و پا چلتا ہے بیسا  
میں اس کی خوابیاں کیا کیا بتاؤں غزل ایک فارسی پڑھ کر سٹاؤں  
مطلع - چو دہیجا بکف خنجر گرفتہ عدو دست اماں بر سر گرفتہ  
مقطع - بساں آفتاب عالم افروز دلش عبرت بکف خاں گرفتہ  
عبرت نے اپنے استاد نواب محبت خاں محبت مطلق حافظ رحمت خاں  
کی بھی تفصیلی مدح لکھی ہے اس حصہ کے چند ابیات یہاں مدح کی باقی ہیں :-

مدح نواب محبت خاں

مضامین کس طرح کرتا میں ایجاد نہ ہوتا اگر محبت خاں سا استاد  
کہوں کیا میں وہ نواب زماں ہے قلم اسکا سر نکتہ داں ہے

اگر ان پہ ہوتا تھا دشمن کا زور اوٹھاتے تھے اوس تختہ پل کو بوز  
عرب میں نہ مانی تھا اوس کا کہیں رکھا پستہ پر چرودہ حصن حصین  
چونکہ یہ نسخہ ناقص الاخر ہے اس لئے کوئی ترقیہ نہیں ہے -  
ابند اور آخر میں نواب عنایت جنگ بہاد کی مہر ”مصدر الطاف و  
عنایت حسین“ ثبت ہے - اور پہلے ورق پر ان کے دستخط  
”عنایت جنگ حیدر آباد ۱۳۴۲ھ“ درج ہیں - یہ نسخہ انہی کا  
علیہ ہے -

(۱۵۵) پداوت [۱۷۲]

(شمع و پردانہ)

اوراق ۱۵۲ - سطور ۱۲ -

تفصیح ۱۰ x ۸ - خط نستعلیق - عنوانات سرخی میں -

مصنف - عبرت و عشرت - سنہ تصنیف ۱۲۱۱ھ - ۱۲۵۱ھ -

سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ - کرم خوردہ -

چار ہزار سے زیادہ ابیات کی یہ مثنوی رتن سین اور پداوت  
کے عشق و عاشقی کی داستان ہے جس کو ضیاء الدین عبرت رام پوری  
نے شروع کیا اور بارہ سو ابیات لکھنے کے بعد وفات پائی - اس  
نا تمام قصہ کی تکمیل مولوی قدرت اللہ شوق (مولف تذکرہ شرف  
رینند) کی فرمائش پر ان کے ایک دوست میر غلام علی عشرت نے کی -  
اصل مصنف ضیاء الدین عبرت ایک اچھے پائے کے شاعر  
معلوم ہوتے ہیں - انھوں نے مثنوی کو خاص اہتمام سے لکھنا  
شروع کیا تھا - ہر عنوان کا آغاز ایک منظوم سرخی سے کیا ہے -  
اور قدیم و کئی مثنویوں کی طرح یہ عنوانات ایک ہی زمین میں اس طرح  
منظوم کئے گئے ہیں کہ اگر انہیں مسلسل لکھا جائے تو ایک قصیدہ

آخری مصرع میں یا تو مثنوی نادر (دیکھو فہرست ہذا مخطوط نمبر ۱۰۶) کی طرح شہر حیدر آباد کی معموری اور سرسبزی سے تشبیہ دی ہے یا پھر اپنے مدوح کے دل کو حُب علیؑ سے آباد بنا چاہتا ہے۔

سبب: ایف کے سلسلہ میں پہلے شاعر نے اپنے کمال کی تعریف کی ہے اور پھر لکھتا ہے :-

ہے دل میں تاکہ میں ہو کر نواساز نکالوں پردہ دل سے ایک آواز  
برائے خاطرِ یادان بے کہیں! لکھوں اک داستان شوخ رنگیں  
کروں خورشید ساں طبع ازبائی شہابی کی بنادوں روشنائی  
سلامت کے میں پوچھوں محلِ شکو کہ کرنا ہوں بیانِ عشق ہندو  
لے کوئی کہ عبرتِ مسلمان ہو اسے عشقِ کافر سے سخنِ راں  
اس سلسلہ میں مزید شاعرانہ خود ستائی کی ہے اور کہتا ہے کہ  
میں جس قصہ کو چاہوں لکھ سکتا ہوں لیکن بہتر یہ ہے کہ اپنے  
وطن کا کوئی قصہ لکھوں۔ کیونکہ اب تک تو عرب و ایران کے  
بہت سے قصے اور داستانیں ہمارے شاعروں نے لکھی ہیں۔  
اس سلسلہ میں ہندوستان کی جو تعریف کی ہے وہ خاص طور پر  
اہمیت رکھتی ہے کیونکہ بالعموم اردو شاعروں پر یہ اعتراض  
کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے وطن سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے  
عبرت کی حبِ ذیلِ ابیات اس خیال کی خود بخود تردید کر دے گی۔

توصیفِ ہندوستان

لیکن قصہ کہتا ہوں وطن کا کہ ہوں میں عندلیب اپنے چین کا  
سودا ہند کو اے مونسِ جاں بناؤں سربہ چشمِ صفا ہاں  
کروں ہندوستان کا وصفِ نغمہ مجھے جس سے عرب کے ملک میں دھوم  
ہے شعلہ عشقِ ہندی کا شہرِ بیز کہ ہے گاتاقاب اس جانبِ نیز  
کہ سوزِ عشقِ ہندی تیز تر ہے عرب کے عشق سے خوریز تر ہے  
جم میں ہند کا ہے عشقِ خونخوار قیامتِ ہند کی کالی ہے تلوار  
لکھوں ہندوستان کی گرینِ توصیف تو دفترِ ایکِ محترمہ ہوئے تصنیف

اصول و منطق اس کی ہند باں پر ہے فنِ شاعرانہ اس کا جوہر  
سخن کے سقم کا ہے وہ غلاطوں! کہ ہوں کے ہاتھ میں ہے بعض مضمون  
کرے صلاح یہاں تک وہ سخن کو کہ معنی آپ ہووے آفریں کو  
غزل کے اس کے مطلع کو نظر کر خجل ہے مطلعِ خورشیدِ انور  
وہ بھر کر نقشہ مضمون رنگیں کرے ہے منتظم جوں عقدِ پرویں  
دل و بازو چشم اس کے میں عبرت سخاوت اور شجاعت اور مروت  
خدا اس کو رکھے دلشاد و ایم بحق پنجتنِ پاکِ معظم!  
نواب محبت خاں اردو کے ایک اچھے شاعر اور شاعروں کے  
سرپرست تھے۔ فارسی میں مرزا فخر کین اور اردو میں مرزا جعفر علی  
سرت کے شاگرد اور صاحبِ دیوان تھے۔ یک مثنوی ”سسی پو“  
لکھی تھی۔ ان کے استاد بھائی اور مشہور شاعر جرات نے ان کی  
وفات کا جو قطعہ تاریخ لکھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے  
سلسلہ میں وفات پائی۔ ان کے شاگرد عبرت نے یہ مثنوی  
ان کی زندگی ہی میں لکھی تھی اور اپنے استاد کی مثنوی ”سسی پو“  
ہی کی بحر اس کے لئے اختیار کی ہے۔ محبت کے حالاتِ اردو کے  
تقریباً جملہ تذکروں میں درج ہیں۔

مدح محبت کے بعد عبرت نے غلام مصطفیٰ خاں کی مدح  
لکھی ہے کیونکہ وہ تین پشتوں سے ان کا نمک خوار تھا۔ اس حصہ  
کی چند ابیات یہ ہیں :-

### مدح غلام مصطفیٰ خاں

ز ہے نوبادہ باغِ جوانی! چمن آراے سرورِ نگانی!  
ر ہے کیونکر نہ اس کا ہاتھِ ظالی کہ ہے رسم اس کی بخشش کی زالی  
کسی نے ایسا دیکھا ہے الواحزم کہ جاگزم کو سمجھ ہے بتِ برم  
بڑا کیونکر نہ ہوا اس کا ارادہ کبیر شیخ ہوئے جس کا دادا  
بہنکی جب یہ نام اس کا ہو برہا کہ کہتے ہیں غلام مصطفیٰ خاں  
نی کا اسمِ بیارادہ... (کرم خورہ) ہے اس کا کشورِ دل حیدر آباد

بھی درج ہیں۔ لیکن اس مثنوی میں خود انہوں نے اپنی نسبت کافی معلومات پیش کر دی ہیں جن سے ان کی ملازمت، شاگردی مریدی وغیرہ کی تفصیل ظاہر ہوتی ہے افسوس ہے کہ ابتدائی حصہ میں کافی شرح و بسط کے باوجود عبرت نے سنہ تصنیف نہیں لکھا۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ ان کی آخری تصنیف ہے۔ انہوں نے غالباً اپنے استاد محبت کی زندگی ہی میں ۱۲۱۸ھ میں وفات پائی۔

مثنوی کا بقیہ اور بڑا حصہ میر غلام علی عشرت نے لکھا ہے۔ لیکن ان کی ابیات میں وہ زور اور جوش نظر نہیں آتا جو عبرت کے لکھے ہوئے حصے میں ہے انہوں نے اسی انداز بیان کو باقی رکھنے کی کوشش کی ہے اور عنوان بھی اسی ردیف و توافیق میں منظم لکھے ہیں۔ عشرت نے اپنا حصہ یوں شروع کیا ہے :-

کہا یہاں تک یہ قصہ بس ضیاء الدین عبرت نے

اور اب یہاں شوقِ ہر دم چھو کہ یوں رغبت دلا تا ہے  
کہ عشرت پی کے تو الفت کا ایک عالم مری خاطر تہ کر دے اس کو انام  
کہ اس میں روح ہی عبرت کی ہوشاد و عانی خیر سے تہ کو کرے یاد  
غرض قصہ ادھر وارہ نہ جاوے جو ہیں مشتاق ادن کے کام آوے  
سو میں نے شوق کی خاطر یہاں سے کہ میں شوق مرے عالی جہاں سے  
اوٹھا کر اپنے کلک زلفشاں کو کیا تحریر یوں اس داستان کو  
کس کے سب بیانِ وخت ایگز ہوئی الفت کی آتش دل میں بس تیز  
جو دو ایک دن میں دن پوجا کا آیا پدم نے یہ بہانہ خوب پایا (۵۴۱)  
اسی طرح داستان کے اختتام پر بھی عشرت نے مولوی قدرت اللہ شوق  
کی فرمائش کا ذکر کیا ہے اور شوق کے علم و فضل، تربیت و طریقت آشنائی  
اور کسب کمالات کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور سنہ تصنیف بھی لکھ دیا ہے۔  
عشرت غالباً بریلی کے رہنے والے مرزا علی لطف کے شاگرد  
اور صاحب دیوان تھے عیار الشرا، عمدہ منتخبہ اور طبقات سخن میں  
ان کا ذکر درج ہے۔ اسپرنگر نے فہرست کتب خانہ جات شاہان اودھ

نہایت طول یہ مذکور ہو جائے ہزاروں کو س مطلب دودھو جائے  
غرض آتش ہے اس کی آتش دل ہوا اس کی ہے ریح مرغِ بسل  
بتاؤں اس کا پانی آدھ کیا ہے مگر طوفان کا پانی رہ گیا ہے  
جلی پروانہ کی ہے خاک وہاں کی کہ عشق افزا ہے ہاک ہندوستان کی  
جو کوئی عاشق و مثنوی یہاں سے دولی ہرگز نہ آن کے دیباں ہے  
برنگ شعلہ دس کرتے ہیں ساتھ جو مرتے ہیں تو دو مرتے ہیں ساتھ  
اسی سلسل میں اپنے موضوع کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے :-

مجھے اس پر جو تائید سخن ہے جنوں سرمایہ عشقِ رتن ہے  
رتن کے عشق کا شعلہ تھا کشت پدم کے بھی دکائی دل کو آتش  
ہوا۔ ان کا میں نے کچھ کر قصہ بزمِ مثال شمع پروانہ رکھا نام  
آخری مدد میں مثنوی کے نام کی مناسبت کا اظہار کیا ہے۔ اصل  
قصہ کا آغاز اس بیت سے کیا ہے :-

سمند خامہ طوفانِ حائیز ہوا جوں اشکِ کلکول گرمِ حمیز  
غیرت نے ان ابیات پر اس مثنوی کو نامکمل چھوڑ دیا تھا  
رہا جو منظر اس کا سحر شام سقید انگھیں ہوں جوں مغرب نام  
گپے بیٹھا تھا اور گکا ہے بگڑتا نصیب اور دل تو خدا دن را بملتا  
معلوم ہوتا ہے کہ موت نے مصنف کو اتنی جہالت بھی نہ دی کہ وہ  
اس ذیلی عنوان کو مکمل کر سکتا۔ اور رتن کے جوگی بن کر آنے کی خبر  
پدم تک پہنچا سکتا۔

درمیان میں موقع محل کے لحاظ سے شاعر نے اپنی غزلیں بھی  
لکھی ہیں مثلاً جب رتن دیا میں سیاح بن کر پدم کو ڈھونڈھنے نکلتا  
ہے تو وہ فراقِ یار میں عبرت کی یہ غزل پڑھتا ہے :-

پدم کے واسطے وہ جان پر غم غزلِ عبرت کی پڑھتا تھا وہ ہر دم  
مطلع۔ بے تاب کوئی شے نہیں سیانہ کی مانند پروہ بھی ہوگا دل بے تاج کی مانند  
مقطع۔ عبرت تو عجیب طرح سے ہر مقام ہر بحرِ غزل میں دُر خوش آب کے مانند  
میرضیاء الدین عبرت کے حالات عیار الشرا اور عمدہ منتخبہ میں

میں بھی ان کا مختصر حال لکھا ہے۔

آغاز :-

ہر اک صہرت میں آکر وہ نیا جلوہ دکھاتا ہے

کہیں یوسف کہیں بلی کہیں غذا بتاتا ہے

بتاؤں عشق کی کیا اب میں نیرنگ جو دیکھوں میں اوی نیرنگ کے ڈھنگ

زور یا موج گونا گوں برآمد زبے چونی برنگ چوں برآمد

اختتام :-

لکھی یہ داستان عشق ساری کہ ہے دنیا میں یہ (ایک ایسا بگاہی

یہ کہہ کر مثنوی کی میں نے چرغور کوئی یازم کیے اس کی خوش طور

کیا دل نے اسے دیکھے جو شاعر بلا شک جانے تصنیف دو شاعر

اور اس کو پیہر کر دیکھے جو طالب تو نے شک جانے تحریر و کتاب

ترقیمہ :-

لکھی مثنوی یہ بجلدی تمام کریں اسطالعہ سبھی خاص عام

(۱۵۶) اُتاولی [۴۰۷]

ادراق ۸ - سطور ۲۰ -

تقطیع ۶ x ۱۶ ۱/۲ خط تعلق شکستہ عنوان سرخی میں -

مصنف سید حسینی بادشاہ (م) - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۶۱ھ -

کاتب - سید حسینی بادشاہ - سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ -

یہ تقریباً چار سو پچاس ابیات کی ایک ناقص الآخر مثنوی ہے

جس میں عورتوں کے مکروں کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے مصنف

غالباً سید حسینی بادشاہ ابن سید شاہ نور اللہ قادری ہیں جو دکن کے

شاخین سے تھے اور فقیر اللہ شاہ حیدر کے مرید۔ چنانچہ انہوں نے

اپنے مرشد کے رسالے تناوولی کو بھی نقل کیا تھا۔ اس کا تذکرہ محظوظ

نمبر ۱۲۵ میں گذر چکا ہے۔ غالباً تناوولی نقل کرنے کے بعد ہی

حسینی بادشاہ کو اس مثنوی اُتاولی کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔

وہ اپنے مرشد کی طرح، نگل ہی میں سید لاڑے حسینی کے مکالمے میں

قیام پذیر تھے

یہ مثنوی ناقص الآخر ہے۔ سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ اور

چونکہ اس بناء میں کئی اردو فارسی رسالے خود حسینی بادشاہ کی تصنیف ہیں

اس لئے غالباً یہ مثنوی بھی انہی کی ہوگی۔ حسینی بادشاہ نے ۱۲۶۱ھ

سے قبل وفات پائی ان کے فرزند اور مرید سید سلطان محی الدین بادشاہ

نے اپنی کتاب نکات الواعظین (مصنفہ ۱۲۶۱ھ) میں ان کو مرموم

لکھا ہے۔ (دیکھو محظوظ نمبر ۱۶۰)۔

اس کا آغاز حمد، نعت اور گردش افلاک کی نہ خیوں سے کیا گیا ہے۔

جن کے بعد عورتوں کے مکروں کا بیان لکھ کر اصل داستان کا آغاز

کیا ہے۔ اس داستان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک عرب

عورت نے مکروں کے ایک خوشترہ مرد کو اپنے ساتھ شادی پر

مجبور کیا۔ اس میں شادی کے بے جا رسوم اور آخر کار میاں بیوی

کی لڑائی کا بھی پُر اطف حال بیان کیا ہے۔ جھانڈوں اور میراثوں

کے کانے کے سلسلے میں جو غم میں لکھی ہیں ان کے بعض شعر بے حد

ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ حسینی بادشاہ بھی اپنے مرشد فقیر اللہ شاہ حیدر

کی طرح تلخ گوئی اور معایب کی عریاں پیش کشی کی طرف مائل تھے

جو عہد حاضر کے ترقی پسند ادیبوں کی جدت سمجھی جاتی ہے۔

آغاز :-

لکھوں وصف توحید رب العلا کیا کُن سے وہ جس نے ارض و سما

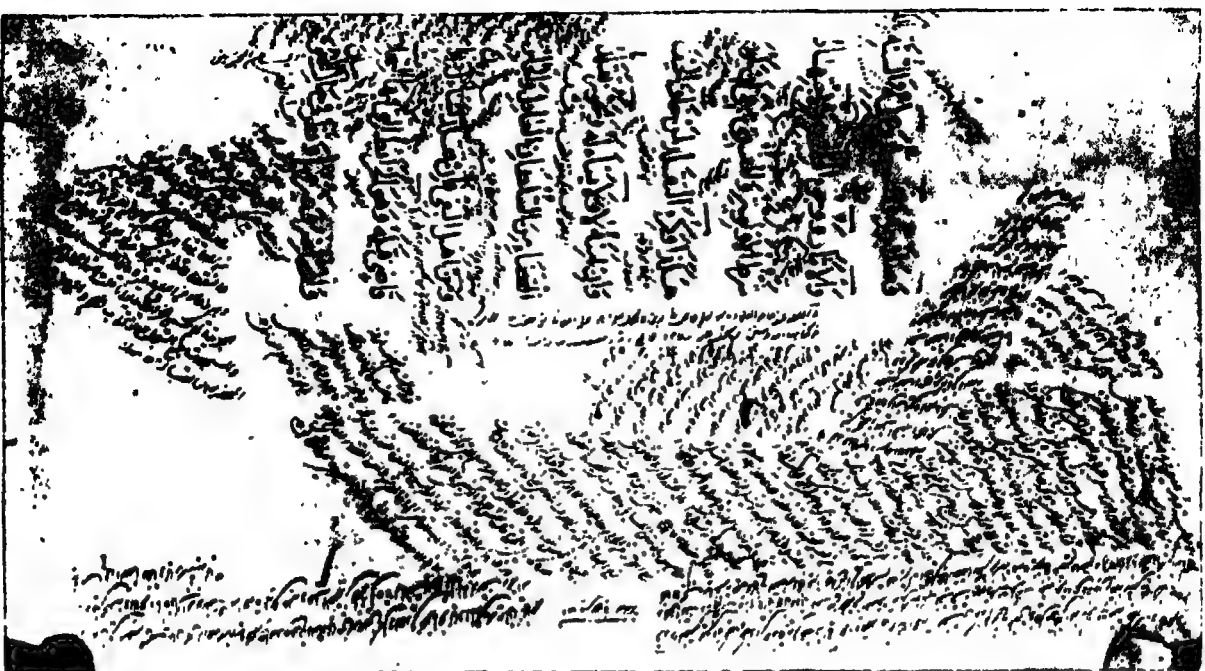
ہوئی کل تفتش سے مخلوق سب تناسل تو اصل کا پایا سبب

آغاز داستان :-

عرب میں تھا کوئی ایک عالی ہنم رکھا اس نے بیٹی بہت بے شرم

غریبی سے لاچار تھا او جواں ایک ایک وقت تھے یک سال اس پر





کوز الد قاین - جس پر لگی ہیزگوں کے حواشی ہیں -



رسالم شاہ ظہور الدین - جس میں عسائل انصوف





## (۱۵۸) چار کرسی طریقت [۸۱]

۱. اوراق ۲ - ۱۱ اشعار فی صنفہ -

تفہیم ۶ x ۱۲ - ۱۱ اشعار فی صنفہ -

عنوان سرئی میں -

مصنف فقیر اللہ شاہ بیدر - زمانہ تصنیف قریب ۱۲۵۰ھ -

کاتب حسین بادشاہ - سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ -

یہ نظم تقریباً ۷۰ اشعار کا ایک تصنیف ہے جس میں فقیر اللہ شاہ

سنہ ۱۲۵۰ھ تا ۱۲۶۰ھ تک نظم اور دیکھو (۱۱) طریقت

سلام کے ضروری ارکان کی وضاحت کی ہے۔ نمبر ۱۲۶۲ھ تک تصنیف

نہ ہو سکا چونکہ مصنف کی دوسری کتابیں ہوا دارے میں

نہ تھیں ۱۲۶۲ھ و ۱۲۶۳ھ کی تصنیف ہیں اس لئے یہ کتاب بھی

نہ بنانے میں لکھی گئی ہوگی مصنف کا تخلص: خری بیت میں

میں ہے -

حسینی بادشاہ فقیر اللہ شاہ کے مرید تھے اور یہ نظم انہوں

نے دوسرے رسائل کے ساتھ ۱۲۶۲ھ میں نقل کی ہے -

نظم کے آخری حصے میں مصنف نے واضح کر دیا ہے کہ

۱۲ رسالے میں ۳۰ مسائل درج ہیں - اس کی بڑی کڑیاں

یہ ہیں -

۱. حب طریقت ۲. وضو ۳. غسل ۴. مہمانی طریقت -

۵. اراکام دارکان طریقت - ۶. ایمان طریقت - ۷. نماز پنجوقت

۸. ہفتہ رکعت ۹. عارفان -

آثار :-

۱. چار کرسی کا دھڑلے طریقت میں خبر

کرنابچھانت تن منے ایزچوں شیر و شکر

یو چار کرسی یاد رکھ بولیا ہوں تم سے چند سب

مشکل کٹھن ادبات ہے چلنا طریقت کے اوپر

اختتام :-

یارب تبارک ایاض کربس یار جزاں پرستہ

بیت تہذیبی اسے نور ہیں آسان کرو روز حشر

نغمہ ترانہ ذاتہ شوشاں ہم بولا ہے آواز

دانتہ رہی جہاں کون دتے ہے اوچ سب کون راہبر

اس کے ساتھ ہی ایک ندری نقل شروع کر دی گئی ہے جس کے اختتام

پر لکھا ہے :-

”تمہارا نام شد المرقوم ہفتہ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ“

۲. نوک و نواب عنایتہ جنگ بہار کا حلیہ ہے -

## (۱۵۹) وہ مجلس منشر [۱۶۱]

اوراق ۳ - سلور ۳ -

تفہیم ۶ x ۱۲ خط نستعلیق -

زوائد سرئی میں - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ -

یہ کوئی اردو نثر کی کتاب ہے جس کے مصنف اور سنہ

تصنیف کا پتہ نہ چل سکا زبان و اسلوب کے لحاظ سے ادنیٰ

بارہویں صدی کی تصنیف معلوم ہوتی ہے - آخر میں کوئی ترقیم

بھی نہیں ہے - کاغذ اور ہنچ کتابت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اواخر

بارہویں صدی میں نقل کی گئی ہے - فضلی نے بھی اردو نثر میں ایک

ایسی ہی کتاب تقریباً اسی زمانے میں لکھی تھی لیکن یہ کسی ٹیٹھ کئی

مصنف کی دہ مجلس ہے حسیا کہ زبان و اسلوب سے ظاہر ہوتا ہے -

ہر مجلس ایک نئے صفحے اور عنوان سے شروع ہوتی ہے - ان

جگہ جگہ کے موضوع یہ ہیں :-

مرید تھے جن کی دو اردو کتابوں (دیکھو محمولات ۱۵۶ و ۱۵۷) کا ذکر اس فہرست میں گزر چکا ہے۔ یہ ایک اتفاقی کی بات ہے کہ اس سلسلے کے صوفیائے کرام کی اکثر نقلی کتابیں ادارے میں محفوظ ہیں۔ رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

سلطان محمد الدین بادشاہ غوث نما فرزند و مرید سید حسنی بادشاہ مرید فقیر اللہ شاہ حیدر مرید شاہ رفیع الدین قندھاری مرید شاہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ۔

ان بزرگوں کی حسب ذیل اردو کتابیں ادارے میں محفوظ ہیں۔ (فارسی کتب کی فہرست فارسی محمولات کے تذکرے میں درج رہے گی)۔

- ۱۔ شاہ رحمت اللہ تنبیہ النساء (۵ نسخے)
- ۲۔ فقیر اللہ شاہ حیدر۔ تنادلی۔ نظم اور۔ چار کرسی۔
- ۳۔ حسینی بادشاہ۔ اتاولی۔ لاٹ و کپور اور قاضی۔
- ۴۔ سلطان محمد الدین بادشاہ۔ نکات الواصلین۔ توحید مطلق۔
- ۵۔ حافظ شجاع الدین خلیفہ شاہ رفیع الدین۔ کشف الخصال۔
- مؤخر الذکر بزرگ بھی اسی خاندان کے متوسل تھے اور ان کے مریدین نے بھی سلسلہ تعریف و تالیف کو جاری رکھا۔

زیر نظر محلوٹے کے مصنف سید شاہ میر المعروف شاہ میاں صاحب قادری چشتی کے بھی مرید تھے۔ آخری حصہ کتاب میں اپنے مرشد سید حسینی بادشاہ کے ساتھ ان کا بھی نام لکھا ہے۔ یہ شاہ میر غالباً وہی ہیں جن کی ایک نظم مدح میرزاں قادری کا تذکرہ اسی فہرست کے محلوٹ نمبر ۱۱۵ میں لکھا گیا ہے۔

سلطان محمد الدین بادشاہ کی اور تین کتابیں ادارے میں موجود ہیں جن میں سے ایک فتویٰ وجدان الحق توحید مطلق کا ذکر اس کے بعد ہی کیا جائے گا۔ اور بقیہ دو (مستزاد عطاء وغیرہ)

- ۱۔ شہادت رسالت پناہ (۱-۹) اوراق ۲۔ شہادت خاتون جنت (۱۰-۱۵) اوراق
- ۳۔ شہادت حضرت علیؑ (۱۶-۱۲) ۴۔ امام حسن (۲۳-۲۴)
- ۵۔ حضرت سلم (۳۱-۳۱) ۶۔ فرزندان مسلم (۴۱-۵۱)
- ۷۔ ابن مسعودؓ (۵۲-۵۹) ۸۔ حضرت عباس (۶۱-۶۳)
- ۹۔ حضرت علیؑ (۶۴-۶۷) ۱۰۔ امام حسین (۶۸-۷۳)
- پہلی مجلس کا آغاز اور آخری مجلس کا اختتام یہ ہے۔۔
- آغاز:-

”راوی روایت کیا ہے کہ ساں دہم ہجرت کے جناب سید غفر اللہ علیہ وسلم جنت الوداع سے فارغ ہو کر حج سے مراجعت فرما کر ایک منزل میں آن کر اترے کہ اس منزل کا نام غدیر خم بنتے ہیں۔ اسیں جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ آیت کریمہ بنا پ کہ یا علیؑ اے اے“

اختتام:-

”اہل بیت طاریہ نام نائب رونے تھے و بیٹھے رہتے تھے اور وقت صبح وہاں سے کہ حج کی طرف شام کے راہی ہوئے پلے چلے۔ اللہ وانا الباقیہ راجعوں“

کوئی ترقیم نہیں ہے۔

## (۱۶۰) نکات الواصلین [۲۰۶]

اوراق ۱۹۔ سطور ۱۱۔

تفصیل ۳۲ تم ۱۰۰۰ خط تعلیق۔ عنوانات سرخی میں۔ مصنف۔ سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری غوث نما۔

سنہ تصنیف ۱۲۷۹ھ۔ بمقام مدراس۔

کاتب۔ مصنف۔ سنہ کتابت ۱۲۷۹ھ۔

یہ اردو نثر کا ایک رسالہ ہے جس کے مصنف سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری غوث نما اپنی سید حسینی بادشاہ قادری کے فرزند اور

انتخاب رسالہ رفیع الدین فارسی ہیں اس لئے فہرست فارسی مخطوطات میں ان کا بیان درج رہے گا۔

اس کتاب میں حمد و نعت کے مضامین خاص صوفیانہ انداز میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے بعد سبب تالیف کے طور پر مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ان کا تخلص، لقب، سلسلہ نسب اور مرشدوں کا حال نیز کتاب کا نام معلوم ہوتا ہے اس لئے اس حصہ کا اقتباس درج ذیل ہے :-

”فیقر حقیر فاکر پائے صوفیہ رحمہم اللہ سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری التخلص بہ سالک مشہور بہ فوت نما فرزند حضرت سید حسینی بادشاہ قادری بن حضرت سید شاہ نور اللہ واقف اسرار اللہ قادری ابن حضرت سید جمال الحق والحق والدین قدس اسرار ہم کے کہتا ہے کہ یہ رسالہ ایک مسمی بہ نکات الراصلین واسطی طالبان حق اور ارادت مند ان صافی کے مد سے مرشد کامل ہادی کامل عارف باللہ واقف اسرار اللہ ..... حضرت سید حسینی بادشاہ و مرشد روشن ضمیر سید شکر حضرت سید شاہ میر المعروف شاہ میاں صاحب قدس سرہا کے“ (ورق ۴)

غرض محمد الدین بادشاہ نے یہ رسالہ اپنے مریدوں کی ہدایت کے لئے لکھا ہے اور اس میں کلمہ شریعت کا مطلب، شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے مطابق بیان کر کے مسائل ستہ قلبیہ کئے گئے ہیں۔ جگہ جگہ آیات قرآنی اور احادیث وغیرہ سے کام لیا گیا ہے مصنف ایک جید عالم اور علم تصوف کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔

اس کتاب کے آخری حصے میں مصنف نے اپنی دیگر تصانیف کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس حصے کا اقتباس یہ ہے :-

”یہ فیقر اس رسالہ مختصر میں حقیقت منور (من عت) کی نہیں لکھا کیونکہ حقیقت اس کی ارشاد والہامین فارسی اور دوز اعظم فارسی اور بنان طریقت ہندی اور وصل نامہ ہندی وغیرہ میں صاف بیان کیا۔

اگر خواہش اس کی ہو تو مطالعہ کریں۔ اور بیان سلوک و اذکار اور اشغال وغیرہ کا بھی اس رسالہ مختصر میں درج نہیں کئے گئے۔ کس واسطے کہ وہ سب بیان مفصل مرات المعرفہ، کثرت السبب وغیرہ جو اس فقیر سے ہے اس میں صاف لکھا ہوں۔ ہندی اور فارسی زبان میں“ (ورق ۱۸)۔

اس کے بعد اس رسالے کی اتنی تعریف کی ہے کہ خود ستائی کی بات آتی ہے۔

آغاز :-

”الحمد للہ شروع اس کتاب کا نام سے اُسی کے ہے جو وہ ہر صبا موجود ہے اور جملہ مخلوقات کا معبود ہے سوائے اس کے کوئی وجود نہیں رکھتا۔ سب اس سے موجود ہیں“

اختتام :-

تمام ہوا رسالہ نکات الراصلین مدو سے مرشد کامل کی۔ جب اس جائے قلم پہنچا لکھنے سے بند ہوا۔ معلوم ہوا کہ ارادہ حق تعالیٰ کا یہاں تک ہی تھا۔ اگر آگے ہوتا تو اور کچھ لکھا جاتا۔ اللہم اغفر لی ولوالدیہ و لمرشدنا و مشایخنا و مولانا۔ ... حضرت سید حسینی بادشاہ قادری و حضرت روشن ضمیر سید شاہ میر المعروف شاہ میاں صاحب قادری البیت قدس سرہا۔ آمین“

ترجمہ :-

”تمام شد کتاب ہذا در ۱۲۹۹ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در شہر نعمتہ اساس مدراس“

یہ نسخہ خود مصنف کا مکتوبہ ہے سرورق پر ان کے دستخط ”سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری“ اور آخری ورق پر ایک مستطیل جہر ”سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری ۱۲۷۷ھ“ اور ایک مدور جہر ”غوث نما ۱۲۸۰ھ“ ثبت ہے۔

## ترجمہ :-

”تمام شد رسالہ وجدان الحق توحید مطلق در سنہ یک ہزار

و دو صد و ہشتاد و یک بوقت چاشت“

اس کے بعد وہی تہری (مستطیل سید سلطان محی الدین بادشاہ

قادر ۱۲۷۷ھ و بعد در غوث نما ۱۲۸۰ھ) ثبت ہیں جو

رسالہ نکات الواصلین کے آغاز و اختتام پر بھی ہیں۔

نوروقی پر مصنف نے کتاب کا نام ”رسالہ توحید مطلق

مسمی بہ وجدان الحق“ لکھا ہے۔ یہ کتاب خود مصنف نے

نقل کی ہے کیونکہ اس کا خط و دھما ہے جو نکات الواصلین کے

نسخہ کا ہے اور جس کے آغاز میں مصنف نے اپنے دستخط بھی

کئے ہیں۔

اس مثنوی کے بعد نئے صغے سے مصنف نے اپنی فارسی

مترادیں لکھی ہیں جن کا ذکر فہرست فارسی خطوط میں

درج رہے تھا۔

## (۱۶۱) وجدان الحق [۲۰۸]

(توحید مطلق)

اوراق ۷۔ سطور ۱۱۔

تقطیع  $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2}$  خط نستعلیق۔

مصنف سید سلطان محی الدین بادشاہ قادر سالک

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۸۱ھ۔

کاتب مصنف۔ سنہ کتابت ۱۲۸۱ھ۔

یہ ۱۲۵ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں وعدہ الوجود کے

مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے مصنف سید سلطان محی الدین

بادشاہ سالک ہیں جن کے حالات ان کی ایک اور کتاب نکات الواصلین

(۱۶۰) کے تذکرے میں درج کئے گئے ہیں۔

مصنف نے اپنا تخلص آخری صفحہ مثنوی میں اپنے مرشد

شہنشاہ کے تخلص کے ساتھ اس طرح لکھا ہے :-

میں وہی سالک وہی شہنشاہ مصطفیٰ وہ غوث وہ اویز پروہ

اس کے بعد ایک اور بیت میں اپنا نام بھی لکھا ہے کہ :-

محی الدین اب ایک پس پر رکھ فلم جان لے تو پیریم اللہ ہم !

کتاب کا موضوع اس بیت سے واضح کیا ہے :-

یہی توحید کا سارا بیان اک سمجھ اور ایک کہہ اور ایک جان

آغاز :-

اے خدا تو وحدہ ہے لاشریک دونوں عالم میں نہیں نیزاشریک

ذات سے تو ایک ہے آذوالجلال اور صفاتوں میں بھی اک نیزاجمال

اختتام :-

میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں میں نہیں ہے وہی موجود ہے چوں میں نہیں

نہا وہی ہو گا وہی ہے اب وہی سب وہی ہے سب وہی ہے سب وہی

## (۱۶۲) رسالہ بے نماز [۶۴]

اوراق ۷۔ سطور ۱۳۔

تقطیع  $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2}$  خط نستعلیق۔

تصنیف۔ اوائل تیرہویں صدی۔

کاتب۔ غلام احمد الدین حسین عون حاجی میاں محتسب بھینہ۔

سنہ کتابت ۱۲۸۳ھ۔

یہ تقریباً ۱۵۰ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں نماز کے

نوافل و نماز باجماعت کے ثواب بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف

کے نام یا تخلص کا پتہ نہ مل سکا۔ اس میں جگہ جگہ بے نمازوں

کو مخاطب کیا گیا ہے مثلاً :-

اس ترقیہ میں حضرت قادر بی بی اور ان کی دختروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ قادر بی بی کے مزید تذکرے کے لئے دیکھو محظوظات نمبر ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶ وغیرہ۔ اور اس نسخے کے کاتب سے متعلق دیکھو محظوظات نمبر ۱۲۰ اور ۱۲۱۔

ترقیہ کی فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قادر بی بی نے اپنی دو دختروں احمدی بیگم اور عمدہ بیگم کے لئے یہ رسالہ ۲۴ شعبان ۱۲۸۳ھ کو نقل کروایا تھا۔ عمدہ بیگم نے عالم دوشیزگی میں اکٹھا انتقال کیا۔ اور پہلی دختر جو راقم کی حقیقی نانی تھیں مولوی وقار الدین خطیب بوضن و تعلقہ ارعلاقہ پالگاہ آسماں جاہی سے بیابھی گئی تھیں۔

یہ نسخہ انہی کے کتب خانہ کا ہے اور اس کو راقم الحروف نے ۱۳۵۵ھ میں ادارے کے کتب خانہ میں داخل کیا ہے۔



### (۱۶۳) الراجع عناصر الوجود (۱۷۵)

اوراق ۴۔ سلور ۱۵ فی صفحہ۔

تقطیع  $\frac{1}{4} \times 8$ ۔ خط نستعلیق معمولی۔

زمانہ تصنیف او آخر تیرھویں صدی۔

اس مختصر سے رسالے میں وجود آدم کے چار عنصر یعنی شریعت

طریقت، حقیقت اور معرفت کا بیان کیا گیا ہے۔ اور ان سے

متعلق وجودوں یعنی واجب الوجود، ممکن الوجود، متمتع الوجود اور

عارف الوجود کی منزلیں اور خصوصیات پر بحث ہے۔

مصنف کوئی دکنی صوفی ہیں جن کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

پورے رسالے میں سوال و جواب کے طور پر نقوش کے اسرار

سمجھائے گئے ہیں۔

اب تو سراپا جھکا اے بے نماز روبرو مالک کے باعجز و نیاز  
مر جھکامت کر غروی بے نماز اب تو آ اس..... اپنے سے باز  
فتویٰ نے درمیان بلکہ عکس قرآنی آئینیں بھی درج کی گئی ہیں۔  
مصنف کوئی مذہبی شاعر معلوم ہوتے ہیں۔

اعتماد کتاب پر کاتب نے خود بھی اسی بحر میں بعنوان  
”چند ابیات تصنیف کثیف“ کیا رہے ابیات بطور ترقیہ لکھی ہیں۔  
آغاز :-

بعد حمد پاک رب العالمین ! اور درود ہیتمہ للعالمین !  
مال اپنا اب سنو اے بے نماز کیوں رہے مالک کے فرمانے سے باز  
اعتماد :-

اے خداے وہ جاں پروردگار ہم گنہ گاروں کا بیڑا کر دے پا  
از طفیل حضرت خیر البشر ! خاتمہ بالخیر عاویہا سب بشر  
ترقیہ :-

یہ رسالہ ہے نصیحت بے نماز تم عبادت کو کرو، ہو سرفراز

نام قادر بی بی ہے جس کا خدا رکھو عبادت پر اسے شام و صبا

عمر کی ہووے ترقی سب نروں رہوے خوش خوم ہمیشہ شاد و صفا

اتھری عمدہ ہیں دونوں دام ہو ترقی مرتبہ نیکی کے کام

واسطے ان کے نقل میں نے کیا اگر اس کا ہووے ہر دو کو خدا

یعنی طریقہ اور لکھنے والے کو بخش سارے دے گنہ اور عفو

رورسہ شبہ کا تھا چوبیسویں ماہ شعبان تھا لکھا میں سکھیں

سہ تھا بار امدا پرستی پونین جب کئے ہجرت شفیع المذہبیں

عاجز و کتر نہایت ہوں کثیف ناؤں امت محمدیہ نجف !

ہوں سراپا غرق دیا جرم میں اور حیراں ہوں ہر اک آن شرم میں

چم کو لطف و فضل سے تو اے جیم عاقبت بالیر کر تو ہے کریم

”کاتب الحروف ہذا نسخہ غلام احمد الدین حسین عرف حاجی سیال

محبوب قصبہ بھینہ۔ تحت تمام شد۔“

آغاز:-

سیوم مقام جبروت، چہارم مقام لاہوت، وغیرہ

اختتام:-

”جان اے عارف سدرۃ المنتہا گنج مخفی بیت المعمور و  
بیت المقدس نظرو ح علوی روزیشاق، آواز روح سلی  
دم قبلہ چڑھتا اترتا ہے۔ دم موہند سے بولتا ہے۔ پیالہ  
محبت شراب عشق اور است ہو کر دم۔ دم کہا کر لا الہ الا اللہ  
محمد رسول اللہ۔“

کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی ”رسالہ معرفت حق“ شروع  
کر دیا گیا ہے۔

واضح ہو کہ یہ رسالہ اربع عناصر الوجود آدم صلی اللہ علیہ السلام  
و برزخ حضرت محمدی روح الانسان بنیاد و نیاز ہے۔  
جان اے عارف وجود حضرت آدم علیہ السلام کا اول شریعت  
خاک واجب الوجود منزل ناسوت، عبادت ذکر ملبی، پیر بہتر  
جبرئیل علیہ السلام گھر دل مقام مولیٰ علی دوازہ منہ ہے۔

اختتام:-

واجب الوجود کہنا ممکن الوجود پھر نا (پڑھنا) منتخ الوجود  
ویکنا، عارف الوجود پہنچنا، واجب الوجود بے خود رہنا،  
ناسوت کا مقام عقل، ملکوت کا مقام وجود، جبروت کا  
مقام دل، لاہوت کا مقام نظر، باہوت کا مقام ذات۔  
نعت بانجیر واللہ علم بالصواب۔“

کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی رسالہ ”رمز محل“ شروع  
کر دیا گیا ہے۔“

## (۱۶۵) معرفت حق [۱۷۷]

اوراق ۲ - سطور ۱۵ -

تقطیع  $\frac{1}{5} \times 8$  - خط نستعلیق معمولی -

زمانہ تصنیف اواخر تیرہویں صدی -

اس مختصر رسالے میں خدا کی پہچانت کے بعید بتائے  
گئے ہیں۔ زبان و طرز بیان وہی ہے جو رسالہ بات  
اربع عناصر و رمز محل کا ہے۔  
آغاز:-

”بعد حمد خدا و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھ اے  
عارف عین پہچانت خدا کی ہے سو کیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے من عرف نفسه فقد عرف ربه۔  
ترجمہ جس نے پہچانا اپنی روح کو اپنے نفس کو پس اوس نے پہچانا خدا کو“  
اختتام:-

غیر چیز کا خطرہ دل میں آنے نہ دینا اپنی موت کو یاد کرنا  
اسی کو حضور دل بولتے ہیں۔ اے طالب یہ باتیں تجھے

## (۱۶۴) رمز محل [۱۷۶]

اوراق ۲ - سطور ۱۵ -

تقطیع  $\frac{1}{5} \times 8$  - خط نستعلیق معمولی -

زمانہ تصنیف اواخر تیرہویں صدی -

اس چھوٹے رسالے میں تصوف کے نو مقامات کی وضاحت  
کی گئی ہے۔ زبان اور اسلوب کے لحاظ سے اس کے مصنف بھی  
وہی ہوں گے جو ”اربع عناصر الوجود“ کے ہیں۔

آغاز:-

”بعد حمد خدا و نعت رسول کے سمجھ اے عارف کہ نو مقام ہیں  
سویہ ہیں۔ اول مقام ناسوت، دوم مقام ملکوت،

مثل طہقات پیٹے۔ اور مثل سرور قدم، سول چلے۔  
چمڑ درخت، شاخ حضرت ابو بکر صدیق، برگ حضرت عمر  
اور مثل حضرت عثمان اور میوہ حضرت زعلی رضی اللہ عنہم  
اجمعین۔“

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس کے بعد رسالہ چہل تن نقل کیا گیا۔

بغیر مرشد کامل معمول نہ ہوں گے۔ وہ توفیقی الایمانتہ  
تو کلمتہ والیہ ایجب۔ تمام ہوا یہ رسالہ۔“  
کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی رسالہ وجودیہ شروع کر دیا گیا ہے۔

## (۱۶۶) رسالہ وجودیہ [۱۷۸]

اوراق ۳۔ سطور ۱۵ فی صفحہ۔

تقطیع  $\frac{1}{4} \times 5$ ۔ خط نستعلیق معمولی۔

زمانہ تصنیف اور آخر تیرہویں صدی ہجری۔

اردو نشر کا یہ رسالہ بھی اسی مصنف کا لکھا ہوا ہے جس کے  
تین رسالوں زلیح، عناصر، رمز محل، معرفت حق کا تذکرہ  
اس سے قبل لکھا جا چکا ہے۔ اس رسالہ میں انسانی جسم کی  
بناوٹ اور اس کی خصوصیات صوفیانہ نقطہ نظر سے بیان  
کی گئی ہیں، دوا اور رسالے وجودیہ میراں جی حسین خدا نما اور نور دریا  
سے منہور ہیں۔ لیکن زیر نظر رسالہ کی زبان اتنی قدیم نہیں ہے  
کہ اس کو خدا نما یا نور دریا یا قادری کا رسالہ قرار دیا جاسکے۔  
آغاز:-

”بعد حمد خدا و نعت رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

واقع ہو کہ یہ رسالہ وجودیہ بمید تن من کا قال النبی

صلی اللہ علیہ وسلم انا من نور اللہ کل شیء من نوری۔

اسے عارف جان تو کہ تحقیق چہارتن ہیں۔“

اختتام:-

اللہ تعالیٰ یہ تن میں نبوت اور ولایت بنایا ہے۔ منہ مسجد

ناک ممبر، کچھ نبوت، سر محراب اور اللہ صاحب نے یہ تن میں

چار پیر بنایا ہے۔ سر غوث خواجہ۔ منہ طہقات، چھاتی

سرور قدم رسول۔ یعنی مثل غوث کھڑا ہے۔ مثل خواجہ بیٹھے۔

## (۱۶۷) رسالہ چہل تن [۱۷۹]

اوراق ۲۔ سطور ۱۵۔

تقطیع  $\frac{1}{4} \times 5$ ۔ خط نستعلیق معمولی۔

زمانہ تصنیف اور آخر تیرہویں صدی۔

اس رسالہ کی زبان و طرز بیان بھی اس سے قبل کے  
چار رسالوں کی طرح ہے۔ افوس ہے کہ ان میں سے کسی  
رسالہ میں بھی مصنف کا نام یا سنہ تصنیف درج نہیں ہے  
اور نہ کاتب ہی نے کوئی ترقیمہ لکھا ہے۔

اس رسالہ میں تصوف کی ایک اصطلاح چہل تن کی  
تشریح اور تفصیل بیان کی گئی ہے۔

آغاز:-

”بعد حمد و نعت کے روشن ہو کہ والہ چہل تنوں کے دحبہ

کلبی تھے۔ اور والدہ کے اسم میں اختلاف ہے۔ بعض

داعدا النساء لکھتے ہیں اور بعض نے مارہ لکھا ہے۔“

اختتام:-

”حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ العزیز کتب حلیۃ الابدال

میں فرماتے ہیں کہ جو کوئی نماز پنج گانہ کے بعد ان کو یاد کرے گا

اس نے نماز مکہ معظمہ اور کعبۃ اللہ میں گزارا۔ اسی طرح

ان راویوں نے روایت کیا ہے یعنی ابو ہریرہ و ابو داؤد و



اور ارادے اسی قرآن کو اس کام کے لئے موزوں سمجھا۔  
جب شاہ روم شہزادی چین کو قرآن پڑھا رہا تھا تو  
ایک روز وہی آیت پڑھانی پڑی اور اس سلسلہ میں  
اس نے اپنا واقعہ شہزادی کو بھی مجبوراً بیان کر دیا۔

شہزادی نے یہ از بادشاہ اور اس کی بیگم سے بیان کیا  
اور شاہ روم کے ساتھ شادی کرنے پر مضبوطی نتیجہ ہوا کہ  
شاہ روم بچان لیا گیا اور جب وہ اپنی ماہن کو لے کر اپنے  
ملک کو روانہ ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی فوجوں کی  
توں اس کے انتظار میں کھڑی ہے اور یہ سب واقعہ چشم زدن

میں پیش آیا۔

آخر میں مصنف نے تکرار و غرور کے منتقل ایک خاص سرخی قائم کر کے  
۱۳ آیات لکھی ہیں۔ اس قصے کے مصنف کا نام غالباً آدم تھا  
جیسا کہ آخری بیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مصنف تصنیف کا پتہ نہ مل سکا۔  
البتہ ابتدا کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ۱۲۶۹ھ  
میں برقامت بمبئی چھپ چکا تھا یہ عبارت بطور ترقیمہ نیچے درج ہے۔  
آغاز :-

ہو کس سے حمد یا رواں خدا کی کہ جس نے عرش اور کرسی بنا کی  
کیا عینے کو یوں قدرت تو قیوم رکھا ہے بے ستوں افلاک دائم  
اختتام :-

چلا مرضی میں جو بندہ میاں کی او سے نعمت ملی دونوں تہاں کی  
کہاں رہزن کہاں اس شاہ کی ذات دیکھا یا حق نے قدرت کا طلسمات  
کسی سے حال آدم اپناست کہہ خدا کی یاد میں مشغول ہو رہ  
ترقیمہ :-

”عاصی علی بھائی بن اتمان جی کی کمپنی نے اپنے مطبع حیدری

میں چھپایا ۱۲۶۹ھ“

یہ عبارت اس نسخے کے عنوان پر درج ہے۔ کاتب نے غالباً

و عبد اللہ بن زبیر اور معاذ بن جبل والو سعید مدی و  
عبد اللہ بن عمرو اش بن ملک والو ذرغامی و عبد الرحمن  
بن ابوبکر صدیق و عبد اللہ بن سعود و ابو سفیان ثوری  
و نجیم نساری رضی اللہ عنہم جمعین :-

ترقیمہ :-

”تمام ہوا یہ رسالہ چھپل تن کا :-“

## (۱۶۸) قصہ بادشاہ روم [۲۰۲]

اوراق ۷ - ۲۶ آیات فی صفحہ -

توفیق ۱/۲ x ۸/۲ خط متعلق -

مصنف - آدم -

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۶۹ھ -

یہ تقریباً ۳۲ آیات کی ایک متنوی ہے جس میں حمد  
و نعت کی سرخیوں کے بعد شاہ روم کا قصہ بیان کیا گیا ہے  
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

شاہ روم تلاوت قرآن کرتے وقت جب نعر من تشاء وفذل  
من تشاء کی آیت پر پہنچا تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا  
کہ میں اتنا بڑا بادشاہ ہوں اور دوسرے تمام بادشاہ مجھ سے  
اتنا ڈرتے ہیں جس کو چاہتا ہوں میں عزت دیتا ہوں بھلا  
مجھے کون ذلت دے سکتا ہے۔ اتفاق سے ایک روز وہ  
ہرن کے شکار کو بارہ سو سوار جلو میں لے کر نکلا تھا کہ راستہ  
بھٹک کر ملک چین میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک قراق کے شعبہ میں  
گرفتار کر لیا گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ وہ  
ذکر و شغل میں اپنا وقت گزار رہا تھا کہ شاہ چین کی بیٹی کو  
قرآن شریف پڑھانے کے لئے ایک معلم کی ضرورت پڑی۔

جو مدنی سے اس کو نقل کیا ہے لیکن : اپنا نام لکھا  
اور : نسخہ کتابت ۔ اس کے بعد رمضان شاہ کا ایک قطعہ  
یہ ہے ۔ دیکھو خطوط ۵۲۷ اس قطعے کے آخر میں جو عبارت شامل ہے  
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی بمقام نرسا پور تعلقہ زل  
من کی گئی ہے ۔

نوبہار است جنوں چاک گریباں مدوے  
آتش افتادہ بجای جنبش داماں مدوے  
اس کے محاذی ”در زبان ہندوستانی“ کے عنوان سے ایک  
نسخہ لکھا ہے ۔ جس کے آخر میں درج ہے ۔  
”نرسا پور زل تعلقہ“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ نرسا پور میں لکھا گیا ہے ۔  
کاتبہ کا نام اور نسخہ کتابت درج نہیں ہے ۔

## ۱۶۹ قطعہ رمضان شاہ [۲۰۲]

اوراق ۲۰ سطور ۲۰

تقطیع ۱۸ ۸ ۶ ۱/۲ خط نستعلیق ۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۶۹ھ ۔

(۹۵) دُرر اسرار (۱۰۷)

اوراق ۶ سطور ۱۶

تقطیع ۱۰ ۸ ۶ ۱/۲ خط نستعلیق شکستہ معمولی ۔

مصنف خواجہ بندہ نواز (۲) ۔ نسخہ تصنیف قبل ۱۲۵۵ھ

خواجہ بندہ نواز سے منسوب ایک رسالہ محراج العاشقین

شائع ہو چکا ہے ۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے

کئی نثر میں متعدد رسالے لکھے تھے ۔ ان کے بعض اقوال

و مواعظ کو ان کے معتقدین و مدبرین نے جی کتابی

شکل میں لکھ کر ان کے نام معنون کر دیا ہے ۔

زیر نظر کتاب بھی اردو نثر میں ہے لیکن ٹھیک طور پر

نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خواجہ بندہ نواز ہی کی زبان ہے ۔

مکن ہے کہ ان کے کسی معتقد نے ان کے مقولوں یا ان کے

فارسی کے کسی رسالہ کو اردو کا جامہ پہنایا ہو ۔ اس کے

عنوان پر لکھا ہے :-

”یہ رسالہ دُرر اسرار ہے ۔ لؤ درہیں ۔ تصنیف خواجہ

بندہ نواز صاحب کی ہے“

زبان کے لحاظ سے یہ اوائل گیارہویں صدی کی کتاب

یہ ۲۰ اشعار کا ایک قطعہ ہے جس میں ایک مذہبی  
زیگ رمضان شاہ نے مذہب و طریقت کے امور بیان کئے ہیں ۔  
”مزم ہوتا ہے کہ یہ کسی بڑی کتاب کا ایک حصہ ہے ۔

آغاز :-

بصدق دل سے مومنو اللہ کی باتیں تم سنو

اللہ کو حاضر تم گنومت بھولو اس کو ایک دم

سے مومنو پیدا کیا تم کو خدا نے از کرم

تم کیوں نمازیں چھوڑ کر کرتے ہو اپنے پرستم

اختتام :-

نوٹ : کام آوے وہاں غیر از عمل رمضان شاہ

یا مصطفیٰ ہووے شفع یا بخشنے مولے از کرم

نہائی کو بھائی چھوڑ دے بیٹی کو مائی چھوڑ دے

خاندان لگائی چھوڑ دے ایسی پڑے کھل بلہم

”ا کے بعد“ ”ولہ“ کی سرخی قائم کر کے دو فارسی شعر لکھے ہیں

نرسا سے پہلایہ ہے :-

”ایضاً کیفیت یہ حدیث دلیل کرنا عارف سے خلاصہ کرنا“

معلوم ہوتی ہے۔ اور کتابت اواخر تیرہویں صدی کی ہوگی۔  
کاتب نے نہ اپنا نام لکھا اور نہ سنہ تصنیف۔

## (۱۷۱) ہدایت المؤمنین (م) [۶۷۳]

اوراق ۴۱ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۱/۵ x ۹/۱ - خط نستعلیق - عنوانات سرخی میں۔

زمانہ تصنیف قبل سنہ ۱۱۰۰ھ -

یہ قدیم دکنی نثر میں ایک مذہبی رسالہ ہے جس کے مصنف اور سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ زبان سنہ ۱۱۰۰ھ سے قبل کی ہے۔ ابتدائی ایک ورق غائب ہے پہلے طویل تمہید لکھی ہے جس کے بعد ابواب شروع کئے گئے ہیں۔ چونکہ ناقص الآخر ہے اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ کل کتنے ابواب تھے۔ بحالت موجودہ ابواب کی تفصیل یہ ہے:-

- ۱۔ فرض مسلمان
- ۲۔ اپنے کو سمجھنے کا بیان
- ۳۔ خدا کو دیکھنا
- ۴۔ معراج کا بیان
- ۵۔ موت حیات
- ۶۔ ایمان
- ۷۔ عشق
- ۸۔ شریعت، طریقت، حقیقت
- ۹۔ نیت
- ۱۰۔ وضو
- ۱۱۔ کلمہ
- ۱۲۔ نماز
- ۱۳۔ قبلہ
- ۱۴۔ روزہ
- ۱۵۔ حج
- ۱۶۔ زکوٰۃ
- ۱۷۔ تین قسم کا آدمی
- ۱۸۔ دنیا
- ۱۹۔ نفس
- ۲۰۔ فقر و فقیر

۲۱۔ وجود جو حقیقی

ہر باب میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی، ملفوظات صحابہ کرام

”پہلا درگفت گنیز یعنی فاجیتہ ان عرف فخلتہ الخ“

یعنی آں مسلمان اپنی ذات کی دریا میں چار اس گنج رکھنا بقا کے موتیوں سوں بھر کر۔ اور اس حال میں بیکانیک اس گنج کی طرف نظر کیا۔ اس موتیوں کا اوبالا دیکھ کر عاشق ہوا۔ مصلحت تجویز میں لایا۔ جو لاج کے موتیاں چھو پا کر رکھنا خوب نہیں۔ بلکہ عاشقان کے بازار میں ظاہر کرنا بھلا ہے

اختتام:-

واجب الوجود کی باث شریعت کا مقام نفس امارہ ہے ذکر جلی زبان سے بولنا۔ اللہ تعالیٰ منع کیا سو نہیں کرنا۔ اور پیر منع کیا سو نہیں کرنا۔ سب سے بہتر ذکر قلبی ہے اور اللہ..... محبت زیادہ رکھنا۔ اور اسے تمام مشغول رہنا اور سوائے اس کی یاد کے کوئی کام نہیں کرنا..... اسی کے کام میں سمجھنا اور وہ صاحب کو سب سے بڑا و بہتر سمجھنا اور اس کے دیدار کا عشق دل میں عام رکھنا۔ آمین غم آمین“

اس کے بعد دوسرے صفحے سے بعنوان ”ایضاً“ چند احادیث اور آیات قرآنی اردو ترجمے کے ساتھ درج ہیں۔ اس حصہ کا آغاز یوں کیا گیا ہے:-

”نور برہند تصویر سے نظر آیا۔ پھر اس تصویر کو برہند رہنا مناسب نہ جانا تب حالت میں آکر کثرت وحدت سے عناصروں کی موت سے آراستہ کیا اور نام انسان کر کر دکھا۔“

یہاں باب اس طرح شروع کیا ہے :-

”باب اول مسلمان پر فرض ہے سو کہنا ہے حقیقت ہندی جہاں علی الاساس عن یعدون شیخ کلیل لا اعلان حصلاً عنہ مکان فی العجم او فی الشام (ہذا کہا فرض ہے)۔ مزید اوپر انسان کے طلب کر مرشد کامل کو اور حاصل کران سے بنی صاحب کی بوج اور اپنی معرفت“

اکیسوا باب اس طرح شروع ہوا ہے :-

”باب اکیسواں وجود جو ہر حقیقی کے بیان میں قول من عرف نفسه فهو کانہ۔ فقد عرف ربہ فهو مشرک۔ یعنی پردہ کفر میں نور محمد کو دیکھنا کفر ہے اور پردہ نور میں ذات کو دیکھنا شرک ہے۔“

یہ ناقص الآخر نسخہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے :-

”قولہ تعالیٰ خرنا بصو یک یا اللہ۔ اے بار خدا یا وجود میرا منور ذاتی کرتا تجلی پاؤں۔ ان شغلوں سے ممکن الوجود کو خدا کے حوالے کرو تاکہ اس میں شیطان داخل نہ ہو۔“

اس کتاب کا نام ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ عنوان پر جو نام درج ہے وہ مضامین کتاب کے مناسب راقم الحروف نے لکھ دیا ہے۔ یہ نسخہ کاتب نے نہایت غلط نقل کیا ہے۔

اور مشہور علما و صوفیاء مثلاً ابن القفطار، غزالی، رومی، ابوالحسن نوری، ذوالنون مصری، بایزید بلخامی، جنید، شبلی، دیرانی، معروف کرخی، ابوسعید ابوالخیر، منصور الجبین، بولعی سینا کے اقوال بطور دلیل پیش کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب اگرچہ ابتدا میں مکمل معلوم ہوتی ہے لیکن تین دو قول کے بعد درمیان میں دو ورق معرّاً چھوٹے ہوئے ہیں اس لئے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ابتدائی اوراق اور بعد کی کتاب ایک ہی ہے یا دو علیحدہ کتابوں کے برقی ہیں۔ لہٰذا ہم پہلے ابتدائی حصے کے تنزیہی و اختتامی جملے یہاں نقل کرتے ہیں :-

انعام :-

”اے طالب حق سبحانہ تعالیٰ قدرت بالغہ سے اپنے زبدہ خاک سے نبأ کو نبأ سے حیوان کو حیوان سے انسان کو انسان سے انسان کامل کو پیدا کر کر چہار روح مقرر کیا۔“

اختتام :-

”گوش جان سے سنا بیباک بہار طفلی، دھوپ کا لاجوانی، حرکات وضعی، خزاں پیری و گور نشینی ہے۔ اے طالب آواز سو گرجنا اور آنک مانند بجلی کے ہے۔ اور رونا مانند بارش کے ہے اور ساتوں آسمان مانند سات تہہ کے ہے جیسا کہ اندر سر کے مغز کے اوپر ... کیسے پنا ہے اور نیچے بھی مغز کے سات تہہ باہم کے آپس میں ملے ہوئے ہیں سو مانند سات طبق زمین کے ہیں گردانا۔“

اس عبارت کے بعد دو ورق بالکل معرا ہیں۔

بہر ابتداء صفحہ سے یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

## [۱۷۲] مراقبات سلوک [۷۵]

اور ان ۱۳ - سطور ۷ -

تقطیع ۶۶۸۸ - خط نستعلیق - عنوان سرخی میں -

مصنف محمد نعیم مسکین شاہ - سنہ تصنیف ۱۲۷۶ھ

کاتب محمد علی شاہ صدیقی - سنہ کتابت ۱۳۱۰ھ -

اردو نثر کے اس رسالے میں حیدر آباد دکن کے ایک مشہور صوفی محمد نعیم عرف مسکین شاہ صاحب نے اپنے نقشبندیہ سلسلے کے مریدوں کے لئے مراقبات کے طریقے بیان کئے ہیں -

مسکین شاہ صاحب کی تاریخ ولادت سنہ ۱۱۷۲ھ ہے اردو نظم و نثر دونوں میں ان کی تصنیفات موجود ہیں - علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے ان کی بڑی شہرت تھی - وہ نقشبندیہ سلسلہ کے مرشد تھے اور خود حضرت شاہ سعد اللہ خلیفہ شاہ غلام علی خلیفہ مرزا مظہر جان جانا کے خلیفہ اور فیض یافتہ تھے -

مسکین شاہ کی تمام عمر اذکار و اشغال میں بسر ہوئی ہزار ہا لوگ ان کے مرید و معتقد تھے - خود غفراں مکان نواب میر جوب علی خاں آصف جاہ سادس بھی کئی بار ان کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے اور جب سنہ ۱۲۱۴ھ میں وفات پائی تو خلق کے کثیر ازدحام کے ساتھ شاہ دقت نے بھی دور تک ان کے جنازہ کو کاغذ صاف دیا - اندرون دروازہ علی آباد مسجد الماس کے صحن میں مدفون ہوئے - ان کے بعد ان کے خلیفہ احمد خیر البین جتنا بہت مشہور ہوئے جو بنی خانہ واقع چٹھھی حیدر آباد میں مرجع خلافت تھے -

مسکین شاہ صاحب کی اولاد حیدر آباد میں موجود ہے ان کے فرزند تنکین شاہ ان کی جگہ قائم مقام ہوئے ان کی آل میں ڈاکٹر قاری قطب الدین صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال قابل ذکر ہیں - مسکین شاہ صاحب کے مختصر حالات تزک محبوبہ جلد دوم دفتر سوم ص ۱۷۷ میں بھی درج ہیں -

ان کے زیر نظر رسالے کے علاوہ ان کے کلام کے منتخبات کے قلمی نسخے بھی ادارے میں موجود ہیں - آغاز :-

” الحمد للہ وعدہ الصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ  
و علی آلہ واصحابہ الذین حصلوا القرب وسعدہ -

بعد حمد و صلوٰۃ کے فقیر محمد نعیم معروف سات مسکین شاہ کے مراقبات نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے تین سات زبان ہندی کے جس طور سے کہ طالبوں کو تعلیم دیتا ہے بیچ اس مختصر کے تحریر کرتا ہے ” اختتام :-

” مراقبہ لائقین وہ ذات جو لائقین ہے اوس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کی ہیئت و جدائی پر - وہاں سے فیض آتا ہے میری ہیئت و جدائی پر -

مراقبات سلوک نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ یہ تاریخ گیارہویں رجب المرجب ۱۲۱۴ھ نبوی تھے کہ اتمام کو پہنچی - اللہ تعالیٰ تصدیق سے تعین مبارک حبیب کریم اپنے صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ اجمعین مقبول قلوب پیران کبار رحمہم اللہ کرے -

آمین ثم آمین - تاریخ این رسالہ

ارشاد شمسہ سنہ  
۱۲۷۶ھ

لیکن اگر ہمیشہ مردانہ لباس میں رہتی، اور اپنی نسوانیت کو چھپا رکھا تھا۔ اور شادی کے بعد بھی تعلق زمانا شوی سے دو نہں باز رہے۔ اس موقع پر مصنف کہتا ہے کہ:-

”رہا بہت کرنے والا، اس قصہ اگر گل کا ایسا بیان کرتا

تہ کہ ان دونوں عاشق معشوق کی محبت تار و قیامت

پاک رہی“

آغاز:-

”بندہ سے تنہا حضرت استاد کی کیا ہو

منظم ہے خداوند کی وہ شان اتم کا

رایان اخبار و تقارین آثار خوشہ چینی والے اور

سخن جاننے والے زمانہ پیشین کے ایسا بیان کھنچے

ہیں کہ ایک بادشاہ تھا بہت بڑا بادشاہ عادل اور

نام اس کا فیروز شاہ“

اختتام:-

خدا جانے سچ ہے یا جھوٹ۔ واللہ علم بالصواب گنہ

بگرون راوی۔ اگر راست ہے تو اللہ کے (اپنے)

فضل و کرم سے بہاؤ شوق پاک بندوں کو نصیب کرے

برکت سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

والم۔ جو صاحب کہ اس قصہ کو پڑھیں یا ملاحظہ ہیں

لا دیں تو سہو یا خطا ہوئے تو معاف رکھنا اور اصلاح

سے دریغ نہ رکھنا۔

ترقیمہ:-

”ہذا قصہ اگر گل بتاریخ ہفتم شہر جمادی الثانی

۱۲۸۵ھ ہجری نبوی بروز چہار شنبہ مابین الظہر و العصر

خط زشت عبدالنور حلوہ اتمام پوشید“

یہ نقلی نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ آغاز و اختتام

اس رسالے کے ساتھ مسکین شاہ صاحب کے دو تین شجرے ہیں جو

انہوں نے اپنے مرید حاجی خان محمد کو لکھ دیئے تھے۔ ابتدائی ورق پر

دیکھو کہ اس طرح تاریخ کتابت درج ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

مصنف کی وفات سے قبل یہ رسالہ نقل ہوا ہے۔

(۱) ”المرقوم سلخ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ ہجری مقدسہ“

(۲) ”۱۲۲۲ھ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ روز یکشنبہ۔ محفل علی شاہ

صدیقی کان اللہ را“

## (۱۷۳) اگر گل (۱۷۳)

اوراق ۱۶۴۔ سطور ۱۷۔

تقطیع ۷ x ۱۱۔ خط نستعلیق۔

عنوانات سرخی میں۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۵ھ

کاتب۔ عبدالنور۔ سنہ کتابت ۱۲۸۵ھ۔

یہ ضخیم قصہ دکنی نثر میں ہے۔ اس میں مصنف

اور سنہ تصنیف کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ ادائل

تیرہویں صدی کی زبان معلوم ہوتی ہے۔ عام کتابوں

کی طرح اس میں حمد و نعت کے مضامین نہیں ہیں بلکہ

ساتھ ہی قصہ شروع کر دیا ہے جو شہر خنشاہ کے بادشاہ

فیروز شاہ کے واقعہ سے آغاز ہوتا ہے یہ بادشاہ فرزند

کی خواہش میں تخت چھوڑ کر جنگل کو روانہ ہوا تھا۔ یہ قصہ

داستان کے طور پر مسلسل قلمبند کیا گیا ہے۔ پریوں اور

دیوؤں سے بھی کام لیا گیا ہے۔ درمیان میں عنوانات

قائم نہیں کئے گئے ہیں بلکہ رجال داستان کے نام

برنگ سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔

گل عاشق کا نام ہے اور اگر معشوق کا۔

آغاز :-

اے توں مقبول سرور عالم : اے توں فہرست دفتر عالم  
ملوہ گر ہے توں آفتاب یقین تجھ سوں روشن ہے پیکر عالم  
اختتام :-

تو تو ہے انتخاب عالم میں جیوں کے ہے آدمی میں نطق سخن  
خوش بصارت بدل کیا جودلی گرد تیری قدم کی کھل نین !

اے امام جمیع اہل یقین

قبلہ راستاں وصیہ الدین

اس نظم کے آخر میں کوئی ترقیم نہیں ہے لیکن اس مجموعے  
میں اس سے قبل جو خواجہ نامہ نقل کیا گیا ہے اس کے  
آخر میں کاتب نے لکھا ہے :-

”بتاریخ شہر جمادی الاول روز یکشنبہ ۱۲۱۱ھ

بخط خام بندہ فیاض قلمی نمودہ“

## (۱۷۵) دیوان عاجز [۱۲۸]

اوراق ۲۳ - سطور ۱۰ فی صفحہ -

تقطیع ۱۲ x ۳ - خط نستعلیق - عنوان سرخی میں

مصنف - عارف الدین خاں عاجز - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۱۱ھ

عارف الدین خاں عاجز اورنگ آباد کے مشاہیر

شعرا سے ہیں - ان کے آبا و اجداد بلخ کے رہنے والے

تھے - عہد عالمگیر میں ان کے والد ہندستان آئے اور

غازی الدین خاں فیروز جنگ کے توسط سے شاہی

منصب دار مقرر ہوئے -

عاجز کم عمر تھے کہ ان کے والد نے وفات پائی -

اور وہ نواب لشکر خاں نصیر جنگ رکن الدولہ کی سرپرستی میں

کے اوراق پر ان کی بیضوی چہرے ”مصدر الطالع“

عنایت حسین ۱۳۳۶ھ - از سرور قی پر ان کے

حسب ذیل دستخط ہیں :-

”ہدیہ عنایت جنگ بہ اراۃ ادبیات اردو - وقت منزل

حیدر آباد دکن ۶ آبان ۱۳۵۸ھ“

## (۱۷۴) محسن ولی [۶۸۱]

اوراق ۳ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۱۲ x ۳ - خط نستعلیق شکستہ آمیز -

مصنف - ولی اورنگ آبادی -

کاتب - فیاض - سنہ کتابت ۱۳۱۱ھ -

شاہ وصیہ الدین گجراتی کی توصیف میں یہ ایک

ترکیب بند ہے جس میں حملہ پانچ (۵) بند ہیں اور ہر بند

میں دس شعر ہیں جن کے آخر میں ایک ہی شعر درج

کیا گیا ہے - وہ شعر جس کی اس نظم میں تصنیف کی گئی

ہے یہ ہے :-

اے امام جمیع اہل یقین قبلہ راستاں وصیہ الدین

یہ ترکیب بند تعبیر نامہ فال نامہ اور دیگر ادعیہ فارسی و

عربی کے ایک مجموعے میں شریک ہے جس کو فیاض نے

بطور بیاض ماہ جمادی الاول ۱۲۱۱ھ ہجری میں نقل کیا ہے -

یہ ترکیب بند مطبوعہ کلیات دلی میں بھی موجود ہے -

دلی کے کلام کے کئی اور مجموعے ادارے میں محفوظ ہیں -

ان کا ذکر اس فہرست میں محظوظات ۳۶ د ۳۷ میں

گزر چکا ہے -

پردہ نش پاتے رہے اور اپنی کی سفارش سے نواب  
آصف جاہ اول اور بعد کو نواب ناصر جنگ شہید کے  
درباروں میں باریاب اور خطاب و منصب دیا گیا  
سے سرفراز ہوئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر  
کہتے تھے۔ ان کی اردو مثنوی لعل دگوہر معروف ہے۔  
ان کا اردو دیوان سنگلاخ زمینوں اور مشکل مضامین  
کی وجہ سے شہور ہے۔ اور وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی  
شکل پسندی کی وجہ سے شہرت پا چکے تھے ان کا  
حال اکثر کتابوں مثلاً چمنستان شعرا، گلشن گفتار،  
مذکرہ تنہا، محبوب الزمین، دکن میں اردو، اردو سے قدیم  
مذکرہ شعرائے اورنگ آباد، گل رعنا، یورپ میں اردو  
محظوظات وغیرہ میں درج ہے۔ لیکن محبوب الزمین جلد دوم  
میں ان کے حالات بہت تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔

عاجز کا دیوان کیا ہے۔ البتہ مثنوی لعل دگوہر  
کئی کتب خانوں میں موجود ہے۔ وہ آخر عمر میں نابینا  
میں مقیم تھے کہ شعلہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون  
ہیں۔ انہوں نے خود ہی اپنے نام عارف الدین خاں عاجز  
سے اپنی تاریخ وفات نکالی تھی۔ وہ نہایت ظریف الطبع  
اور بذلہ گو تھے اور اتفاق سے اس عہد میں اورنگ آباد  
علی دہلوی کا مرکز تھا۔ ان میں سے اکثر عاجز کے دوست  
اور ساتھی تھے۔ عاجز نے دکن سے شمالی ہند کا بھی سفر  
کیا تھا۔ اپنی ایک غزل کے مقطع میں لکھا ہے:-

آئے دکن میں زباں کا خوب پھیرا ہے پٹا

یا علی عاجز کا تیرے ہند میں جس ہو چکا

(دق ۴۰)

عاجز کا یہ دیوان قدیم اردو کلام کی ایک بیاض  
کے درمیان (صفحات ۳۴ تا ۷۷ میں) نقل کیا گیا ہے  
اور چونکہ اس بیاض کے ادنیٰ بکے بکے سے غائب ہیں  
اس لئے افسوس ہے کہ یہ پورے دیوان نہیں ہے بلکہ  
اس میں صرف ردیف ٹریک مسلسل غزلیں درج ہیں۔  
ابتدائی حصہ دیوان بھی نہیں ہے۔

اس دیوان میں ردیف اب کی غزلیں بہت زیادہ  
ہیں جن میں تقریباً ۳۰۰ اشعار ہیں۔

یہ ردیف اس شعر پر ختم ہوتی ہے:-

گر اوس خورشید رو کی فکر جہانی کروں عاجز

سنا دوں کے بڑے کون توڑ نیلوں چاند کا ماندا (دق ۶۲)

ردیف کی پہلی اور آخری غزل کے قطع یہ ہیں:-

جب سے کیا ہوں گلبدنوں کے عرق کے وصف

عاجز ہوا ہے چہ عطر گلاب سب (دق ۶۳)

ہماری آہ کو سن آہ دست سب عاجز۔

گئے ہیں بھاگ کے فریاد دہیوں پا کے ہنپ (۶۴)

دوسری ردیفوں کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:-

ت۔ کر آس کی طرح تما شائے خوب و زخمت

دل میں کسی میں عکس نہ رکھ اے نام نہاد (۶۵)

ث۔ زب اب آؤ دل میں غم کی لگی ہے کھٹ پٹ

آنکھوں سے اشک پل پل کرتے ہیں لال پٹ پٹ (۶۷)

ث۔ نو بہار آئی نہیں آیا مرا لال انبات

آہ (کے) انگوں سے دل (گل) پھوٹے گا اس سال النیا (۶۸)

ج۔ گلزار میں بہار ہے چل بیگی لال آج

گل توڑ رنگ سیتی ہو ایوں مرا مزاج (۶۹)



مشرق میں سورج تری خوبی کو سن آیا نکل  
ہو برابر کانپ کے پیلا ہو مغرب کو کھڑا

اختتام :-

غم نے لیا ہے جب میں مجھے کھینچ میں .....  
ڈورا نشاط طبع کا من میں گیا او کھڑا  
عاجز کندم میں جگر بند جب میں ہوں  
جیوں بال بند بند بن میں گیا او کھڑا

## (۱۷۶) قصہ سیم پوش (۱۲۸)

ادراق ۱۰ - سطور ۱۶ -

تقطیع ۳ x ۲ - خط نستعلیق معمولی -

مصنف رحمن شاہ - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ

یہ ایک ناقص الاول دکنی شوی ہے جس میں  
بحالت موجودہ تقریباً ۱۵۰ ابیات ہیں۔ آخری بیت  
میں مصنف نے اپنا نام رحمان شاہ لکھا ہے۔ یہ  
غالباً وہی بزرگ ہیں جن کا ذکر اس فہرست کے  
مخطوطہ نمبر ۱۲۵ میں گزر چکا ہے۔

رحمن شاہ، مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری  
(خلیفہ شاہ خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ) کے  
خلیفہ تھے اور ان کے ذریعہ سے خواجہ صاحب کا  
فیض دکن میں دور دور پہنچا تھا۔ چنانچہ فقیر اللہ شاہ حیدر  
انہی کے مرید تھے۔ اور ان کا ذکر اپنی کتاب نظم انور  
میں بہ عنوان ”مرید و فقیر شدن بہ خاندان چہار طریقی  
از حضرت رحمان شاہ و مولوی رفیع الدین“ کیا ہے۔  
دیکھو فہرست ہذا ص ۱۶

ج۔ چن میں چل کے سمن بے حجاب ساغر کھینچ  
بہار رنگ گھٹاں کے سر میں چادر کھینچ (۷۰)

د۔ عید ہے وصل ترا جھوڑا، حرب، کی سو کند  
آشنا فی میں تھے یہی طلب کی سو کند (۷۱)  
ر۔ آجائے دیکھ جھکوں قریاں ہوں کس کی خاطر  
ماہِ چشم بسل تیراں ہوں کس کی خاطر (۷۲)  
ژ۔ تھکھ کوں دیکھ پونہ گنگن میں گیا، او کھڑا

تھکھ کوں دیکھ سر دین میں گیا او کھڑا (۷۳)

اس نامکمل دیوان میں تقریباً ۷۰ اشعار ہیں۔

اس کی اثر غزلوں کی زمینوں سے پتہ چلتا ہے کہ  
وہ مشاعروں کے لئے لکھی گئی تھیں۔ کیونکہ میر، سراج،  
منظہر جان جاناں وغیرہ کی غزلیں بھی انہی زمینوں میں  
ملتی ہیں۔ غالب کی مشہور غزل (جس کا ایک مصرع ہے :-

اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ) کی زمین میں بھی

عاجز کے یہاں ایک غزل موجود ہے جس سے پتہ  
چلتا ہے کہ عاجز کی یہ غزل انہی مشہور ہوئی تھی کہ اس کے  
سوسال بعد غالب کے زمانے تک یہ زمین رائج رہی۔  
افسوس ہے کہ یہ دیوان ناقص ہے اور کاتب نے

نہ اپنا نام لکھا اور نہ سنہ کتابت۔ ادا خیر تیرویں  
صدی کی کتابت ہے۔ اور اس بیاض میں دلی، سراج  
رحمن شاہ، مدینہ، صاحب اور سودا کے منتخب اشعار بھی  
درج ہیں۔

آغاز :-

دیکھ اس ذات نیرنگ کوں رنگوں میں گل پڑا  
..... تہااری ذات قد جیوں گھٹاں کا بندھا پڑا

حقیقت معلوم ہوئی تو نوجوان کو اپنا بیٹا بنا کر  
وزیرزادی سے شادی کر دی۔

شاعر نے منظر نگاری بہت اچھی کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے  
کہ اس مثنوی کا مصنف اعلیٰ پایہ کا شاعر تھا۔ ذیل میں  
آغاز و اختتام کے سلسلہ میں زیادہ اشعار پیش کئے  
جائے ہیں تاکہ کلام کا کافی نمونہ درج ہو۔

آغاز :-

جواں تھارہ رہ میں ثابت قدم لگا بولنے آہ کر دم بہ دم  
اگر خوبی اوس کی کہیں گے مہن خدا ایک شاہد ہے مانو تم !  
کہ چوڑا برس کی ہی وہ نار ہے زلیخا سوں خوبی میں طار ہے  
اگر وہ حسن بیچ جلوہ کرے فدائی میں سوچ بگوں پر بڑے

اختتام :-

چھپے جگ میں کیوں عشق بازی کو حقیقی اگر یا جباری کہو  
جو کوئی عشق رکھے چھپا دلی میں سر انجام رکھے اچھے خلق میں  
جواں نے کیا عشق آدھی رات کو کئے عشق نے فاش اس بات کو  
جواں جو نہیں بلکہ عشاق ہے سب پوش دختر کا شتاق ہے  
دونوں کو بادشاہ نے شتاب بلائے طرف اپنے عالی جناب  
جو کوئی خاص سلطان کے ہم دم تھے نہاں راز کے وقت محرم تھے  
وزیراں حیراں دگر بے حساب قدم بوس کرتے چلے در رکاب !  
خوشی کرتے سلطان اپنے محل ہزار آفریں کیا کیا ہے عمل !  
برسم نکاح ہربانی کئے غرض شہر کی میہمانی کئے !  
تمنا سے سوارے کتنے بے حساب سدا سے بکو کر لکھوں جو کتاب  
نکاح کر دے بانظر طاسلام کرم شاہ کا اور انعام ہے  
حتم اور رقم لاؤ لشکر دیا ادھیں منصب خوب برتر دیا  
سدا ہر ہمیشہ صبح شام کوں ہیں دونوں ہل مل کے آرام سوں  
گلے لگانے کھٹے گلے لاگ ہو سدا دل کی شادی سو سبغ کون سو

رجن شاہ کے مرشدوں اور مریدوں میں سب مصنفین  
اور شاعر گزرے ہیں۔ بیچے خواجہ رحمت اللہ اور شاہ رفیع الدین  
تو دادا پیر اور پیر تھے۔ اور حسینی بادشاہ اور سلطان فی الدین  
قادری ان کے خلیفہ اور خلیفہ کے مرید تھے۔ ان سب کی  
کتبوں کا تذکرہ اس فہرست میں درج ہے۔ (دیکھو محظوظات نمبر  
۱۳۸ تا ۱۴۴ - ۱۲۶ تا ۱۲۵ - ۱۵۶ تا ۱۶۱)

یہ مثنوی ادارے کی بیاض نمبر ۱۲۸ کے اوراق ۹۵ تا  
۱۰۵ میں درج ہے۔ اسی بیاض میں دیوان عاتق اور  
دلی، سراج اور مدتیہ وغیرہ کا کلام بھی محفوظ ہے۔  
اس مثنوی کی زبان قدیم ہے اور اس لحاظ سے  
یہ کتاب مسئلہ کے قریبی زمانے کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن  
آخری بیت میں مصنف کا نام رحمان شاہ صاف لکھا ہے  
جو مسئلہ کے قریب فوت ہوئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ  
کوئی دوسرے رحمان شاہ ہوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی اصل میں بہت طویل ہوگی  
کیونکہ ان ۱۵۰ ابیات میں قصہ کا آخری حصہ بیان  
کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

”ایک نوجوان وزیرزادی پر عاشق تھا جو چودہ سال  
کی تھی۔ جس سے ملنے کے لئے سب پوش ہو کر وہ رات  
کو چوروں کی طرح چھپ کر جاتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ  
نے چوری کے الزام میں اس کے قتل کا حکم دیا۔  
وہ رات کو وزیرزادی سے مل کر بیان کرتا ہے کہ  
کل صبح مجھے بادشاہ قتل کر رہا ہے تو سب پوش بن کر  
ماتم کے لئے سربازار نکل آنا اور جب مجھے چوک میں  
قتل کرنے لگیں تو اپنے کو ظاہر کرنا۔ چنانچہ یہی ہوا۔  
بادشاہ نے وزیر سے یہ راز پوچھا اور جب اس کو

تاریخ ادب کے محققین کے لئے سہولت کا باعث ہو۔  
۱۔ ترجیع بند۔ کسی دکنی شاعر حیرت کا کلام معلوم  
ہوتا ہے۔ علی عادل شاہ شاہی کے رنگ میں یہ  
ترجیع بند لکھا گیا ہے۔ چنانچہ ہندی الفاظ کی  
اُسی طرح کثرت ہے اور بحر بھی وہی ہے۔ بحالت  
موجودہ جملہ پانچ بند ہیں لیکن یہ کسی طویل ترجیع بند کا  
حصہ معلوم ہوتا ہے۔

آغاز:-

دچونکہ یہ ترجیع بند ناقص الاول ہے اس لئے ابتدائی  
ناقص بند کے علاوہ اس کے بعد کا پورا ایک بند بھی نقل  
کیا جا رہا ہے۔

کوئی پوچھے درد نہ میرا جی کیوں حال سویرا ایسا جی  
جب پیم پیارے آویں گے

مجھ چین امن سب بھائیوں گے

میں پیم بکھارن ہوتی ہوں لے راکھ بھوت مکھ دھوتی ہوں  
اس کارن در دھوتی ہوں دن رین نہیں میں سوتی ہوں  
جب پیم پیارے آویں گے  
مجھ چین امن سب بھائیوں گے

اختتام:-

یو لوگ سبھی رنگ راتے ہیں یو سوگ مرا اُتراتے ہیں  
یو جو رو جغاسب جاتے ہیں اٹھ حیرت پیتم آتے ہیں  
جب پیم پیارے آویں گے

مجھ چین امن سب بھائیوں گے (دورق ۳۳ ادب)

چوتھے مصرعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا تخلص حیرت تھا۔  
وہ انداز بیان سے اعلیٰ درجہ کا شاعر معلوم ہوتا ہے۔  
افسوس ہے کہ اس کا اور کوئی کلام اب تک دستیاب نہ ہوا۔

خدایا بھنی بنی الکرام ! طاہر پڑے یاران کو بشارت کام  
کیا شاہ رمان نے قصہ ترم بھنی محمد علیہ السلام !  
ترقیمہ:-

”ننت تمام شد این قصہ سید پوش“  
کاتب نے پنا نام ”درسہ کثابت نہیں لکھا۔“

## (۱۷۷) بیاض اشعار [ج ۱۲۸]

اوراق ۹۴۔ سطور ۱۶۔ کہیں ۱۰۔

تقطیع ۳۴ × ۷۔ خط نستعلیق۔

ولی، سراج، کھن، داؤد، صاحب،

سودا، قاسم، اخلص وغیرہ کا کلام۔

کثابت قبل منسلک۔

یہ ایک نہایت اہم بیاض ہے جس میں منسلک سے  
قبل کے چند معروف اور اکثر غیر معروف شعرا کے کلام کے  
مقتضات درج ہیں۔ اس بیاض کا مرتب کوئی صاحب ذوق  
علم دوست تھا جس نے اپنی پسند کے اشعار اور غزلیں  
اور ترکیب بند نقل کئے ہیں۔ کچھ اشعار فارسی اور  
ہندی بھی شامل ہیں۔

یہ مجموعہ اس لئے زیادہ اہم ہے کہ اس میں اکثر  
کلام غیر مطبوعہ ہے اور جو مطبوعہ بھی ہے اس کے اکثر  
اشعار میں کمی بیشی اور الفاظ میں تبدیلی پائی جاتی ہے۔  
بعض اوراق چونکہ درمیان میں غائب ہیں اس لئے  
چند نظموں اور غزلوں کے ابتدائی یا آخری حصص بھی  
محفوظ نہیں ہیں اس لئے اس خطوط کی جملہ نظموں اور  
غزلوں کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے تاکہ

۲۔ ترجیح بند۔ اس میں ۹ بند ہیں اور ہر بند میں  
۱۔ مصرع۔ آخری دو مصرع ہر بند میں مشترک ہیں۔  
آخری بند سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کا تخلص غالباً  
کھن تھا۔ اس کا اسلوب بھی حیرت اور علی عادل شاہ  
شاہی سے ملتا جلتا ہے۔  
آغاز:-

اوس باج سدا جیو ڈوب ہیں  
تن جیو بنا کبوں خوب رہیں  
کیا قالب کوں اسلوب میں  
کیوں عاشق بن محبوب رہیں  
کیوں طالب بن مطلوب رہیں

اے ہمد جا رہے پیہم کئے سدن کی لے جا جیہ کئے  
اختتام:-

دو موہن مراد لدا کہاں  
دو لالہ مرا عیار کہاں  
دو دلبر با اقدار کہاں  
دو راز دل اسرار کہاں  
دو کھن جانی یار کہاں

اے ہمد جا رہے پیہم کئے سدن کی لے جا جیہ کئے  
(دوق ۳۱ تا ۳۲ ب)

۳۔ غزل۔ اس کے صرف تین شعر ہیں غالباً آخری  
اشعار نقل نہیں کئے گئے۔ زبان اور اسلوب کے لحاظ  
سے عہد واتی سے قبل کا کوئی شاعر معلوم ہوتا ہے۔  
مطلع۔ تاریک کر چلے ہو جن گھر ہمارے کوں  
روشن کرے گا کون جن اس انداز کوں

مقطع۔ مدت سوں تیر غم سوں تر پتے پڑے ہیں ہم  
خوش حال کب کرو گئے سچ اپنے پیارے کوں (دوق ۳۱)  
۴۔ غزل۔ صرت چا شعر ہیں۔ اس میں بھی غالباً آخری  
شعر حذف کر دئے گئے ہیں۔

مطلع۔ پھرتا ہے یہ سرین دیکھو سکھی اگن میں  
جدیا صبح سنو برآمد کرے چین میں  
مقطع۔ کیوں کر نماز میری ہووے قبول باب

سجد کروں خدا کوں دل بھی بسے سخن میں (دوق ۳۰)  
۵۔ غزل۔ یہ ۵ اشعار کی غزل ہے۔ واتی کی غزل ہے یا  
اسی کے کسی ہم عصر کی۔

مطلع۔ کیا کروں آج یا جاؤں..... ہات کا شکار جانا ہے  
مقطع۔ یا اہلی اوساں سوں لجا راہ میں بے اختیار جاتا ہے (دوق ۳۰)  
۶۔ غزل۔ یہ واتی کی شہور غزل ہے۔ صرت ۵ شعر نقل کئے گئے ہیں۔

مطلع۔ صحبت نہیں بایا کہو دد مندوں کو گزایا کہو  
مقطع۔ پاک بازار میں ہر شہور واتی اوسے چہرے کوں چھپایا کہو (دوق ۳۰)  
۷۔ غزل سراج۔ ۶ اشعار۔

مطلع۔ دن بدن اب لطف تیرا ہم پہ کم ہونے لگا  
یا تو تھا دیبا کرم یا یہ ستم ہونے لگا  
مقطع۔ اے سخن ہر رات یہ مصرع ہو اور دسراج

دن بدن اب لطف تیرا ہم پہ کم ہونے لگا (دوق ۲۹ ب)  
۸۔ غزل واتی۔ ۵ اشعار۔

مطلع۔ شراب شوق سوں سرشار ہیں ہم  
کبھو بے خود کبھو ہوشیار ہیں ہم  
مقطع۔ واتی وصل بدائی سوں صنم کے  
کبھو صبر کبھو کاہار ہیں ہم

## ۹۔ غزل سراج - ۹ شعر

مطلع۔ ہے دل میں خیال گلِ خراسانی کا داغوں سے نجات کے ہر گز ارسی کا  
مقطع۔ ہر رات سراجِ آتشِ غم میں نہ جلے کہوں پروازِ سن جاں و ہے ہمارسی کا  
(دورق ۲۸ ب)

## ۱۰۔ غزل عاجز - ۵ شعر۔ ان کا منتخب دیوان بھی اسی خطوط

میں شامل ہے جس کا ذکر علاوہ اس کے بعد دست ہے۔

مطلع۔ عاشقی کی رہ میں آکر کچھ قدم کوں بھول جا

راہ جانباڑوں کی ہے یہاں - تنہا بچپن پر بھول جا

(پریم کون)

مقطع۔ اے پری عاجز کی باتوں پر نظر کر با طرح

بیکھ نکلیں فکر گلزارِ ام کوں بھول جا (دورق ۲۸ ب)

۱۱۔ تزیینت ہے۔ ۱۰ بند ہیں۔

آغاز:-

اے ظالمِ تجھ انکھیاں کا لہانا کیا قیامت ہے

لٹک کر سامنے آسمان دکھانا کیا قیامت ہے

لہا کر کچھ گونگھٹ میاں چھپانا کیا قیامت ہے

دھڑکی لب پر چاکریاں کھانا کیا قیامت ہے

شفقت اور شام ہونو کچھ دکھانا کیا قیامت ہے

اختتام:-

کہو میری طرف سے جا کے اس رس کی رسیلی سوں

کناری اوڑنے والی سوں اس سچ کی بھیلی سوں

لگا ہے دل مرا تجھ ہٹ بھرتا چیل چھبیلی سوں

..... ہوت تجھ سات لیکن تجھ اکیلی سوں

سمجھ سب راز پر مطلب نہ پانا کیا قیامت ہے (دورق ۲۵ ب)

۱۲۔ دو ہرے چھ دہرے ہیں جن میں سے پہلا اور

آخری یہ ہے:-

سونا لاؤں پی گئے اور سونا کر گئے دیس

سونا بھیا نا پی بھئے سو روپا ہو گئے کیس

آہ دیئے کیسے بنے ان چاہت کے سنگ

دیک کے بھادیں نہیں سو جبرِ رو پتنگ (دورق ۲۵)

۱۳۔ غزل حساسی - ۸ شعر۔ کوئی غیر معروف شاعر ہیں۔

غالباً دلی کے بعد گزرے ہیں۔

مطلع۔ اس زمانے میں کوئی مولس وغنوار نہیں

آتش بھوت دے یار و فادار نہیں

مقطع۔ تم تو صاحبِ ہمدست سوں نہیں کیا کیئے

اور حساسی کوں بجز مطلب دیدار نہیں (دورق ۲۴)

۱۴۔ غزل حیات - ۵ شعر۔ یہ بھی غیر معروف شاعر ہیں جو

غالباً دلی سے قبل گزرے۔

مطلع۔ خدا کی سوں رے خدا کے لوگو خدا کا لٹا کٹھن بھیا ہے

کس آنکھیں جا کر کوں حقیقت جگرِ غم کا وطن بھیا ہے

مقطع۔ حیاتِ غم سوں ہوا دیوانہ رور و رکت میں سورج کسا

خدا گواہ ہے نگہ کہ دیکھو نین کے خوں میں کہن بھیا ہے

(۲۳ ب)

۱۵۔ خمس قاسم - ۱۰ بند۔ دلی کا ہم عصر شاعر معلوم ہوتا ہے۔

آغاز:-

تم نے مرے مزاج کوں جا پایا نہیں مجھ کوں ہنوز تم نے چھپانا ہے یا نہیں

اس چشموں سوں مجھ کوں چھوڑا ہے یا نہیں میرے جگر کے داغ لٹانا ہے یا نہیں

اخلاص تم کوں مجھ میں بھانا ہے یا نہیں

اختتام:-

ہے ہے اہلِ آئیں کیا کیا بلا کیا مر مرے فراق میں اب لگ سبھن جیا

اور بارہا میں زہر کوں کھایا بہت پیا میرے جگر کوں دیکھ پھیر کاھیا

قاسم کہو تو تیرا دیوانہ ہے یا نہیں (۳۱ ب)

۱۶۔ غزل اخلاص - ۶ اشعار۔ یہ بھی کوئی غیر معروف شاعر ہیں جو غالباً دلی کے ہم عصر تھے ان کا اور بھی غزلیں اس مجموعے میں شامل ہیں۔

مقطع - اوس روز قیامت ہوا ہے یار کا چلنا  
مجھ دل پہ دیا داغ جدائی کا وہ ہلنا  
مقطع - ہے فضل خدا کا وہ مجھے دیکھنا تجھ کوں

امید قوی ہے کہ مجھے یار سیں ملنا (۲۱)

اس سے اوپر ایک شعر میں تخلص اس طرح لکھا ہے :-

اخلاص محبت میں رہو پیو کی سدا تم  
وہ دن کی اپس زندگی میں سب سب ملنا

۱۷۔ غزل اخلاص - ۱۰ اشعار۔

مقطع - تجھے عشق بجاں سوز کا حافظ بھی خدا ہے

تجھ ماہ دل افروز کا حافظ بھی خدا ہے

مقطع - ہے وعدہ اخلاص اگر راست توں مل آج

تجھ قول کے اقرار کا حافظ بھی خدا ہے (۲۰)

۱۸۔ غزل اخلاص - ۶ اشعار۔

مقطع - دلبر کیا دل چھوڑا ہمارا بھی خدا ہے ظلم و ستم روز ہمارا بھی خدا ہے

مقطع - نہیں شرط ہے غلام یہ ہر یک سنی ملنا گئے ہم تیں کھ موڑا ہمارا بھی خدا ہے

۱۹۔ غزل داؤد - ۵ اشعار۔ یہ اورنگ آباد کے ایک مشہور شاعر

ہیں ان کے دیوان کا ایک نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے۔

جس کا تذکرہ محظوظ نمبر ۶۶ میں اس فہرست کے صفحہ ۳۷ پر

گزر چکا ہے۔

مقطع - انتظار میں ترے نامہ کے خواب آتا نہیں

بھینچتا ہوں آہ کا قاصد جواب آتا نہیں

مقطع - تجھ کو اے داؤد یک شب اس کے ہم آغوش ....

گرچہ ہو بستر محل تو خواب آتا نہیں (۱۹)

(بوٹا)

۲۰۔ غزل سراج

مقطع - ہے گلی پیو کی بہشت اوس کوں چن کیا کہئے

نقش پا پھول سوں بہتر ہے سمن کیا کہئے

مقطع - مجلس یار میں جیوں آئینہ جیڑا ہے سراج

لابوالبی کے مکاں پہنچ سخن کیا کہئے (۱۸ اب)

۲۱۔ مستزاد - ۵ اشعار۔

آغاز :-

سینہ میں مرے کاری لگا عشق کا بھالا اے قاتلِ خونخوار

جانتے ہو کہاں اب تو بہا خون کا نالا میں ہوں لگ گئے ہار

اختتام :-

کیا نقش دیکھا مطرب دیکھا آب و ہوا ہے اور ابرو ہوا ہے

فرحت کا یہی وقت ہے عشرت میں دیکھ لیا اے ساقی دلدار (۱۸)

۲۲۔ دو ہرے - ۱۳ عدد۔

پہلا - اسی پیغم نگر کے ذکر میں دیکھی اُلٹی چال

گھائل پن چن مارے سو فونی میں جوشِ عالی

آخری بیت جو کرنا پھولوں ذات سوا تھو

مینے جو کو سہرا موڑ سکا تے ہو (۲) (۱۶ اب)

۲۳۔ غزل - ۱۳ اشعار۔

مقطع - وہ نوبین کا جس نے دیا وہ چاند چندس کا حق نے کیا

وہ سوچ ہے آپ پیا پر نور ہو مشہور ہوا

مقطع - اس خاکِ تن کوں چار کروں تیرے صدقے وار کروں

تجھ بن نہ وہ جا یار کروں سب ناظر تیں منظور ہوا

(ورق ۱۵ ۱۶ اب)

اس غزل میں بعض شعر نہایت اچھے ہیں انداز بیان

اور زبان کے لحاظ سے دہلی یا علی عادل شاہ شاہی کے

کلام سے شاہ بہ ہے - ایک شعر یہ ہے :-

دن رات بیاں سوتی ہوں دُوبیہاں بھجھو روتی ہوں  
کھ لال رکت سوں دھوتی ہوں نت رونا بھجھو رکتوں  
۲۴۔ ترکیب بند۔ اس میں ۲۶ بند ہیں۔ ہر بند میں تین  
تین شعر ہیں۔ بعض بندوں کا آخری شعر فارسی ہے۔ بطور  
واسوخت کے لکھا ہے۔ شاعر نے جملہ اشعار میں معشوق کی  
بے وفائی کا گلہ شکوہ کیا ہے۔

کیا کرے دل بھی ان آنکھوں نے اسے خوار کیا  
آپ اوس شوخ پہل اوس کوں گرفتار کیا  
خوار و سودا می بہر کوچہ و بازار کیا  
مفت میں مجھوں اس اندوہ سستی بیاں کیا  
کچھ نہ میں نے ہی کیا جرم نہ کچھ یار کیا  
خوب دیکھا تو ان آنکھیوں نے گرفتار کیا

اختتام:-

صحبت بدیں تمہیں آٹھ پہر صحبت ہے  
غیر کے ساتھ شب و روز تمہیں فلوٹ ہے  
دیکھ کر طور تمہارے مجھے یہ حیرت ہے  
... تم آدمی زادے ہو یہ کیا غیرت ہے  
واہ وا چاہئے..... مرد کو یہ رحمت ہے

ایسی برداشت کی اب کس کو میا طاقت ہے (۴ تا ۱۲ اب)  
۲۵۔ ترکیب بند۔ جملہ ۵ بند ہیں۔ اکثر بندوں میں چار شعر  
اردو اور ایک شعر فارسی شامل ہے۔

آغاز:-

.....کہوں کس سستی اپنا احوال  
زلف خواباں کے مرے دل کو ہوئے ہیں جنجال  
.....پنچ سستی دل وحشی کوں نکال  
کاشکے موت ہو یا دور ہوے مرسوں خیال

تجھ سوا غیر سوں میں اپنا نہ کھولا احوال  
تیری ہی ذات سے ہر دم ہے مرا یہ ہی سوال  
ساز آباد خدا یادوں ویرانے را.....مسلانے را  
اختتام:-

تم نے اپنے کوں کئے ہم سے کٹھن ہاے رے ہاے  
.....سے مفت لیا یہ من ہاے رے ہاے  
نہ سنا تم نے مرا ایک ستن ہاے رے ہاے  
دیکھ توں اب بھی سمجھ ہندگن ہاے رے ہاے (۱ تا ۳۴)  
۲۶۔ مخمس۔ صرف تین بند ہیں۔ کسی بڑے مخمس کا حصہ  
معلوم ہوتا ہے۔  
آغاز:-

کس ستم کا مرض و ویدیا ہو کر کیتا مڈصال  
کیا کروں اس کا بیان میں جو ہوا ایسا حوال  
لوگ سب عاجز ہوئے کہنے لگے رب جلال  
یا الہی تو شفا دے دہر کر یہ مرض کال  
سب کہیں دیکھیں رل باقی نہیں کوئی شہ گدا  
اختتام:-

میں جہاں جاتا ہوں وہاں غم چھڑتا نہیں ایک تل  
اب فکر کیا کیجئے جکوں بنا دانائے دل  
سن کہا دل نے اگر ثابت ہو تم عاشق اصل  
غمزدوں کے حق میں آیا ہے احد سے یہ مثل  
زندگی اپنی کے تیں برباد کیوں کرتا نہیں (۷۸)  
اس مخمس کے بعد بیاض میں مختلف فارسی اور اردو اشعار  
نقل کئے گئے ہیں۔ (دیکھو ۷۸ ب تا ۷۹ ب)۔

۲۷۔ غزل سودا۔ ۹ شعر۔

مطلع۔ بانیں کہ ہر گنیں وہ تری بھولی بھولیاں

دل لے کے بولتا ہے جواب تو یہ بولیاں

مقطع۔ سودا کے دل سے صاف نہ ہوتی قلی زین یار

شالے نے بیچ بڑکے گرہ اس کی کھولیاں (۸۴ ب و ۸۵)

۲۸۔ غزلیات سودا۔ ہر غزل کا پہلا مصرع درج ذیل ہے۔

۱۔ تجھ قید سے جو ہو کر آزاد بہت رویا۔ ۷ شعر۔

۲۔ جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی۔ ۳ شعر

۳۔ راتوں کو نہیں نمینہ نہ آرام سحر بھی۔ ۸

۲۹۔ غزل۔ غالباً عاجز کی ہوگی۔ مقطع نہیں ہے۔ جملہ شعریں۔

مطلع۔ یہ باد کیا ہی کہ ترے لٹ پلٹ گئے

ناگن کے بھانٹ ڈس کے مراد لٹ گئے (۸۲ ب)

۳۰۔ غزل سراج۔ ۷ شعر ہیں۔

مطلع۔ تجھ پر ہوا ہوں دل سوں خدا جان کی قسم

ثابت ہوں تیرے دین پر ایمان کی قسم

مقطع۔ سروے کہ پیہم باٹ میں مثل مرآج آج

غازی ہوا ہوں عشق کے میدان کی قسم (۸۱ ب)

۳۱۔ محسن ذوقی۔ ۵ بند۔ احمد کی غزل کی ذوقی نے تمہیں

کہ ہے جس میں مضامین تصوف نہایت شاعرانہ کمال سے بیان

کئے ہیں۔ بحر العرفان سید شاہ حسین ذوقی ایک صوفی منش دکنی

شاعر تھے جنہوں نے کئی مثنویاں مثلاً وصال العاشقین،

غوث نامہ، وفات نامہ، منصور نامہ وغیرہ لکھی تھیں۔

(دیکھو دکن میں اردو ص ۲۱۷)

آغاز:-

عشق کا پینڈا ہے دور وہ سے سیدھی باٹ جا

راہ کا توشہ ہے یو، دل کو کج بانٹ جا

حرص و خودی میل ہے پہلے او سے چھانٹ جا

عشق کبل ہے کبل اس کی نکو باٹ جا

پیٹے تو سینی منے دل کا ہو آٹ جا

اختتام۔

کاتب شکیں قلم کن سنی ماریا رقم

نکتہ قلوب بٹا یاد کجھ دم بدم

ذوقی نصیب ہے یو بیش نہ ہوئے نہ کم

عشق منے احمد جو رکھے ثابت قدم

جیب ستے جیو کے ان کے چرن چا جا

۳۲۔ غزلیات نامعلوم۔ دونوں کے مطلع درج ذیل ہیں۔

۱۔ اے سخن برہ کا کھلونا ہو عاشقی بیچ مر کے چونا ہو (۵ شعر)

۲۔ ہم سات راہ عشق میں مت کر گنگو رسوا ہیں راہ عشق میں ہم پر جو ہو سو ہو (۴ شعر)

(درج ۸۰ ب)

۳۳۔ غزل صاحب۔ ۵ شعر۔ رائے لکھی نارائن شفیق و

صاحب، فارسی اور اردو دونوں زبانوں کے مشہور اور نگار آبادی

شاعر اور ادیب تھے۔ ان کا تذکرہ چمنستان شعرا، چھپ چکا،

مطلع۔ بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا ہے خدا حافظ

نیم صبح نے دل کو ستایا ہے خدا حافظ

مقطع۔ ہزار افسوس اے صاحب کہ اوس کے طاق ابرو پر

یہ دل کا شیشہ تو نے یوں رکھایا ہے خدا حافظ (۸۰)

۳۴۔ غزلیات یقین۔ ۳ شعر۔ انعام اللہ خاں یقین

کے دیوان کے قلمی نسخے بھی اداسے میں محفوظ ہیں (دیکھو فہرست ۱۸)

صفحات ۹۷ و ۱۰۰۔

مطلع۔ عمر آخر ہے جنوں کرے بہاراں پھر کہاں

ہات مت پکڑو ماریا دگر بیاں پھر کہاں



ترا دیکھنا مجھ کو بس ہے پیا مدینہ ساعاشق تو معشوق میرا (۹۳)  
یہ تو شعر مدینہ عاشق سین میں پیار سے کیا ادا ہے جی (۹۲)  
اب مدینہ کے سخن دینا منے ظاہر جویں

دو جو عامی ہے تراؤں ہے رہا سا پنا غور (۹۲)  
آتش غم سوں دل ہوا ہے کباب اب مدینہ کو مت جلا جائی (۹۱)  
یک پل نہیں لٹا فل تجھ یا مدینہ تجھ نام کی سمن ے جیشہ کیا کرو (۹۱)  
کیا ہوں درد دل کا میں سناوے سنگ دل ظالم  
سخن عاشق مدینہ کا پسند پیاری کوں آباوے (۹۱)  
یہ دعا ہے دل میں جی کوں نثاروں تم پر

جادے مدینہ مر کر پیارا رہے سلامت (۹۰)  
اس مجموعہ میں تقریباً دو سو اشعار ہیں۔ اور یہ  
در اصل بیاض نمبر ۱۲۸ کے اوراق نمبر ۸۶ تا ۹۴ پر  
مشتمل ہے۔  
آغاز:-

یار میرا سر دھین کا ہے شمع مجھ دل کے انجن کا ہے  
دو نواکت میں مثل قد الف دو نازاں یار ہمن کا ہے  
اختتام:-

جا بجا چکی ہے چولی جھوک جاتی ہیں نین  
پھر میری آنکھوں سے آنکھیں کیوں ملا کر آئے ہو  
یک سیک اغیار ہو گئے ہم سنی پیارے تمن  
سچ کہو اب نیہ کس سے تم لگا کر آئے ہو  
کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

مقطع۔ ہے بہشتوں میں یقین سب کچھ ولیکن درد نہیں  
بھر کے جی رو لیجئے یہ جہنم گریاں پھر کہاں (۹۷)  
دوسری غزل کے اشعار کرم خوردہ ہیں۔ اس کا ایک شعر ہے:-  
باغبان در بند کر کے دگر ہم کہاں تو کہاں بہار کہاں  
اس کے بعد متفرق قافیہ سی اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں شمالی ہن کے عرب و مشہور شعرا یعنی سودا  
اور یقین کا کلام منتخب کیا گیا ہے۔ اور زیادہ تر کلام سلسلہ  
کے قریب کے ایسے دکنی شاعروں کا ہے جن میں سے  
بعض پہلی بار اردو دنیا میں روشناس ہو رہے ہیں۔

## (۱۷۸) منتخب دیوان مدینہ (۱۲۸)

اوراق ۸ - سطور ۱۶ -

تقطیع ۳۳ x ۷ خط نستعلیق -

مصنف مدینہ - قبل سلسلہ -

یہ ایک دکنی شاعر کا منتخب کلام ہے جس کا تخلص  
مدینہ ہے۔ چونکہ اس تخلص کے کسی شاعر کا اب تک  
حال معلوم نہ تھا اور خود یہ تخلص بھی عجیب و غریب ہے  
اس لئے اس کے کلام کا کافی نمونہ ذیل میں درج کیا  
جاتا ہے۔ شاعر کے دکنی ہونے کا ثبوت اس کی زبان  
کے علاوہ حسب ذیل شعر سے بھی ملتا ہے۔  
کیوں نہ مسند پہ زیب دیوے گا دو جوشہ عشق کے دھن کا ہے (۹۴)  
اس شاعر کے چند مقطع یہ ہیں:-

اے مدینہ تو یار کن بکوا سخن دام با دزن کا ہے (۹۴)  
دل بلوں کا بیاں کہوا دس میں اب مدینہ کی یہ سدا ہے یار (۹۳)  
داد خواہ آیا مدینہ تجھ کسے داد دے اوختہ دل خوار کوں (۹۳)

## (۱۷۹) قصہ رسیا [۱۲۸]

اوراق ۴ - سطور ۱۲ -

تقطیع ۳۰ x ۲۰ - خط نستعلیق -

زمانہ تصنیف قریب ۱۲۰۰ھ ہجری -

یہ تقریباً ۲۰ ابیات کی ایک ناقص الآخر متوفی ہے جو بیاض نمبر ۱۲۸ کے اوراق ۱۰۶ تا ۱۰۹ میں نقل کی گئی ہے۔ مصنف اور زمانہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ اس متوفی میں عمدہ نگریا عبدالملک گرام کا ایک قصہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

”ایک شہر عمدہ نگر تھا جس کے بادشاہ کا نام عمدہ الملک تھا۔

وہاں بہت سی سپاہی زادیاں بھی رہتی تھیں۔ ایک رسیا

سوداگر سن کی جس کے یو پار کے لئے دیاں جایا

کرتا تھا۔ وہ بہت ہوشیار اور سن کو پرکھنے والا تھا۔

ایک روز اس شہر میں کسی کی شادی ہو رہی تھی اور

ہر طرف رنگ رلیاں منائی جا رہی تھیں اس رسیا سوداگر

نے بھی ستار ہاتھ میں لے کر گانا اور بجانا شروع کیا۔ اس

شہر میں فہم نام ایک لڑکی تھی جو خوش حال اور صفا ذوق

تھی۔ اس نے رسیا کے نغمے سن لئے اور اس پر عاشق ہو گئی۔

رسیا بھی سمجھ گیا کہ میرا تیر نشانہ پر لگا۔ فہم نے اپنی ایک

سہیلی کو رسیا کے یہاں روانہ کیا اور اپنا پیام محبت کہلا

بھیجا۔ سہیلی نے تفصیل سے فہم کو خبر کا حال بیان کیا اور

اس کی بے تابی اور اشتیاق کو ظاہر کیا۔ اس کے جواب میں

رسیا نے کہنا شروع کیا کہ اے سرور نراکت تو بچیل ہے اور

دو جگہ کے لئے آفت کا باعث۔“

اس کے بعد کاتب نے نقل کرنا ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کا

پہلا صفحہ خالی ہے اور یہ مخطوطہ اسی ورق پر ختم ہو جاتا ہے۔

ابتداء میں شاعر نے عشق کی کیفیات پر چند ایات لکھی ہیں

اور پھر اصل قصہ شروع کر دیا ہے۔ حمد و لغت اور سبب

تالیف کچھ بھی نہیں لکھا۔

آغاز:-

عشق کے زور سے قصہ بناؤں ..... زناں کوں رہ پہ لاؤں

عشتا نہیں تو نماز اُن پر نہیں عشق نہیں تو دروداں بی رواں

اختتام:-

محبت کے سخن خوشیوں سے بولا دو موفی عشق کے دریا سے رولا

کو بچیل تو ہے سرور نراکت قیامت ہے بلا دو جگہ کی آفت

کوئی ترقیہ نہیں ہے۔

## (۱۸۰) چہار کرسی [۷۴]

اوراق ۵ - سطور ۱۴ -

تقطیع ۲۰ x ۸ - خط نستعلیق شکستہ -

مصنف محمد اشرف الدین۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۲۵۰ھ

بمقام بودھن۔

پنج وقتہ نماز اور اس کے لوازمات سے متعلق اردو

نثر کا یہ چھوٹا رسالہ محمد اشرف الدین عرف دامو میاں

خطیب بودھن نے غالباً اپنی دختر یا عہد ”بلکم جانی“

کے لئے تلمیذ کیا تھا۔ یہ مصنف راقم الحروف کے حقیقی

نانا فشی وقار الدین خطیب بودھن کے بڑے بھائی تھے

اور چونکہ موخر الذکر اُن سے عمر میں بہت چھوٹے تھے اس لئے

بودھن کی موروثی خطابت اپنی اولاد کی جگہ اپنی کے

تولیع کر دی تھی۔

آغاز:-

درج میں مصنف نے اپنا اور اپنے مرشد کا نام اور مشرب

”سبب تالیف“ میں اس طرح لکھا ہے :-

”سید امین فقیر بندہ شاہ خواجہ عارف گنج بخش کا۔

ہو اور اسرار ہمارا اجینی، ہو سلسلہ ہمارا خواجہ جگن

پشت، ہو فقیر ہم چشتیہ، ہو خاوند ہمارا ادھیمی،

ہو گردہ ہمارا عبدالواحد بن زید، ہو مذہب ہمارا

صوفیہ، ہو مشرب ہمارا، دیکھتے تو میں چاہتا ہوں کہ

مذکور کروں“

اثنائے کتاب میں بھی ایک جگہ مصنف نے اپنے سلسلہ

بیت کو ظاہر کر دیا ہے۔ مشاہیر و فہم کے بیان میں

وہ کہتے ہیں :-

”ہو بیچ زمانے دوسرے سانگڑے سلطان، ہو شاہ راجو

تقال، ہو خواجہ بندہ نواز ہو مانند ان کے کتے دریشیا

سلوک، ہو خواجہ بندہ نواز سے جمال مغربی، ہو ان سے

کمال بیابانی، ہو ارون سے میرا نجی شمس العشاق، ہو

اُن سے حضرت شاہ برہان صاحب ہو ارون سے

امین الدین اعلا صاحب ہو اونسے بابا شاہ حسینی صا

ہو اُن سے خواجہ من عرف گنج بخش صاحب ہو

اُن سے خواجہ عارف گنج بخش صاحب ہو وہاں سے

”ناہدا امین فقیر تک“ (ورق ۱۱ ب)

مصنف علاقہ مرہٹواری کے باشندے تھے۔ چنانچہ

حب ذیل مرہٹی اقوال کتاب میں جگہ جگہ درج کئے ہیں۔

ہو مرہٹی سن ”جسے میلا ایکلا تے ملان زہالا“

ہو مرہٹی سن ”کھان پینے جیسے ہولا سرائشی لائے استھولا“

ہو مرہٹی سن ”جامندی ناہیں گیکان نامہندونہ ملان“

”آپ میلا جگ بوڑالا“ (ورق ۳۵) (ورق ۳۲ ب)

”فرض وضو کے چہار۔ اول دونوں ہات دھونا۔ دوسرا

موا دھونا۔ اس کان کی لوکی سے اوس کان کی لوکی

تک۔ تیسرا پاؤں کا مسح کرنا۔ چوتھا پاؤں دھونا ٹخنوں تک“

انتہام :-

”نیت روزہ بان کے چہار گھڑی رات باقی رہے پرانہ ناسہ

ہی فرض نیت ہے سحان کا میں کل روزہ رکھتا ہوں رمضان کا“

اس کے بعد عربی ادویہ (انتحیات اور دعائے قنوت) درج ہیں۔

ترقیمہ :-

”ایں کتاب برخورداری یکم جانی غاں اللہ عز و قدر ہا

بقلم محمد اشرف الدین موت دامومیاں خطیب پرگنہ بوجھن“

یہ کتاب راقم الحروف نے ادارے کے کتب خانہ میں

بنواری علیہ داخل کی ہے اور اس کے آخر میں یہ دستخط

ثبت ہیں :-

”از کتب خانہ دفتر قادیانی صاحبہ تحفہ بہ کتب خانہ

ادارہ ادبیات اردو۔ سید محمد الدین قادری قدس سرہ“

## (۱۸۱) مجذوب السالکین [۶۸۰]

اوراق ۶۵ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۳/۵ × ۸/۳ خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں -

مصنف سید امین - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۳۵ھ -

ستہ کتابت قریب ۱۲۳۳ھ -

یہ دکنی نثر میں ایک ضخیم رسالہ ہے جس میں جگہ جگہ فارسی، ہندی، مرہٹی اور دکنی اشعار و اقوال اور عربی آیات و احادیث

یہ کتاب حمد و نعت کی طویل عبارتوں سے شروع ہوتی ہے اور اس کے بعد سبب تالیف کے بیان کے لئے بھی مصنف نے کئی صفحات وقف کیے ہیں۔ اس کے بعد پانچ عناصر کا حال شروع کیا ہے۔ کتاب کو باضابطہ ابواب اور عنوانات میں تقسیم نہیں کیا ہے بلکہ مسلسل لکھتا جاتا ہے۔

چونکہ اس میں مشاہیر دکنی شعرا کے اعلیٰ پایہ کے اشعار درج ہیں جو دوسری جگہ اس کثرت سے نہیں ملتے اس لئے چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

شعر: جگ کی بنایا آرسی دیکھو تو اپنا مکہ دے سے  
غیرت سے کیتا نکرو دے ہو ہر طرف سے میں بھی تو بے

رباعی: کل رات تیرے غم سے دل پائمال تھا

تو تھا دہیں اتحاد تمہارا خیال تھا

آنے میں دل میں یاد تمہارا دکا کیا

وہ بہانچہ کہیں چھپا ہے وگرنہ اٹال تھا

(۱۹ ب)

نظم: جس دل سوں پیو کی صورت مورت ہوں بسی ہے

سب صورتوں چھپا کر سب میں اپنی دسی ہے

جیو آرسی ہے پیو کی پیو آرسی ہے جیو کی

بیو جیو میں جیو پیو میں کیا بات رس مسی ہے (۲۲)

شعر: صورت یہ اعتبار نہ رکھو جیسے ہیں جیواں

وہ تو باندروم دھری یہ لائڈے باندرخاں

کتاب کا سنہ تصنیف کہیں درج نہیں ہے لیکن

زبان اور مصنف کے حالات کے لحاظ سے سنہ ۱۸۷۰ء سے

قبل کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ آخر میں کوئی ترقیم

بھی نہیں ہے لیکن حاشیہ پر کاتب نے حسب ذیل عبارت

اس کے علاوہ حضرت سانگڑے سلطان شکل ہسان کا بھی ذکر کیا ہے جو مرہٹواری کے مشاہیر ادلیا سے ہیں اور جن کی درگاہ پر ایک سے زیادہ مرتبہ حضرت سید محمد حسینی سیو دراز خواجہ بندہ ناز نے عافری دیکر فیضان حاصل کیا تھا۔ سانگڑے سلطان کا نام سید علی تھا اور یہ راقم الحروف کے جدا مجدد ہیں۔ ان کی درگاہ قندہار شریف صلیع ناڈیڑ میں زیارت گاہ خلافت ہے۔ اور ان کا ایک چلہ فکھ دولت آباد میں بھی موجود ہے۔

مصنف نے اپنی زبان کو لکھنی کہا ہے۔ وہ سبب تالیف میں لکھتے ہیں :-

”میں چاہتا ہوں کہ مذکور کردوں صوفیائے ہر دو قوم کا

بیچ دکنی زبان کے“ (درق ۳)

اس کتاب کا موضوع جیسا کہ اس اقتباس سے

ظاہر ہوا ہندو اور مسلمانوں کے مشاہیر صوفیا کے

اقوال اور ان کے متفقہ و مشترکہ ایقانات کی تشریح

ہے۔ ایک اور جگہ اس کتاب کے موضوع کے متعلق

لکھتے ہیں :-

”یوں ہر یک قوم اپنی زبان میں علمدہ علمدہ ناولں

رکھے ہیں تو میرے جیو میں آیا کہ مسلمانی ہو (ہندو)

مذہبی لفظاں حج کر کر واسطے صوفیاں ہر دو قوم

کے ایک رسالہ بناؤں تاکہ صاحب منصفوں کے

کام آئے“ (۳۳ ب)

اس سلسلہ میں دو تین صفحات کے بعد کتاب کا

نام اس طرح ظاہر کیا ہے :-

”اب مذکور کتاب کا سن کہ جس کا ناولں

”مجدوب السالکین“ رکھیا ہوں“ (درق ۲ ب)

## (۱۸۲) حقیقت الصلواة (۶۷۰)

اوراق ۱۹ - سطور ۱۱ -

تطبیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق -

مصنف سید احمد و عبدالحی - زمانہ تصنیف قریب ۱۲۳۳ھ

سنہ کتابت ۱۲۴۸ھ -

اردو نثر کے اس رسالے میں نماز کی خوبیوں اور

اس کے التزام کے بارے میں دلی بحث کی گئی ہے۔

آخر کتاب میں جو ترقیم ہے اس میں اس کتاب

کی تصنیف کے منقول لکھا ہے کہ :-

”الحمد کی تفسیر زبان ہندی میں جو حضرت رئیس امین

امام العارفین سید السلین قدوة السالکین پیرو مرشد

حضرت سید احمد صاحب نے نفع پہنچائی۔ اللہ ہم کو

اور سب مسلمان بھائیوں کو اون کی بقا سے اور

زائد کرے و فیض اور ارشاد اون کا۔ آپ اپنی

زبان فیض و ہدایت ترجمان سے فرما کے جامع

علوم ظاہری اور باطنی جناب مولانا عبدالحی صاحب

دام فیوضہ سے تحریر کرواے اور حقیقت صلواة

کی خوبیاں“

کتاب کے موضوع کے بارے میں اثنائے کتاب میں

لکھا ہے کہ :-

”حضور بی غیر تاثیر دل کے میسر نہیں۔ اور تاثیر دل

کی بدول دانستن معانی الفاظ کے حاصل نہیں۔

اسی واسطے جو کچھ نماز میں ہے معنی اس کے ہندی

زبان میں محاورے کے موافق کہے ہیں کہ اکثر غریب لوگ

جو اون معنوں سے ملحق بنے غریب سمجھ کے حضور دل سے نماز گزرتا۔“

لکھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۳۳ھ کے قریبی زمانے میں نقل کی گئی ہے۔

”دوہرہ زبان فی محمد علی شاہ مدونیش بتاریخ ۱۲۴۸ھ

۱۲۳۳ھ ہجری نظم آمد

پارس تیس گچن بھیا سو پارس کچا

پارس میں پارس بھیا سو پارس سچا“ (ورق ۱۷)

یہ محمد علی شاہ غالباً وہی ہیں جن کی دو کتابیں

”دین و دینک“ اور ”ایمان و دین“ ادارے میں محفوظ

ہیں اور ان کا تذکرہ اس فہرست کے مخطوطات نمبر

۱۲۱ و ۱۲۲ میں صفحات ۱۵۵ تا ۱۵۸ پر درج ہے۔

وہ اسی زمانہ میں موجود تھے اور ۱۲۴۲ھ ہجری سے

قبل کتاب ”دین و دینک“ لکھی تھی۔

اس کتاب کے نسخہ ۷۷ کے حاشیہ پر سوامی پرشاد

کالیستھ اقتصر کا فارسی کلام بھی بعنوان ”کبت در

فارسی ترجمہ ہندی تصنیف سوامی پرشاد کالیستھ کہ

اقتصر مخلص است“ درج کیا ہے۔

آغاز :-

”شروع کرتا ہوں میں ناؤں سے اس کے کہ اویک

ناؤں نہیں رکھتا ہے جس ناؤں سے بولاے تو سر

اوپر لیتا ہے۔ ناؤں عارفوں نے ہر دو قوم کے دس

ناؤں نکالے ہیں“

اختتام :-

”لیکن اگر مسلمانی ہو ہندوی کتاباں کا ہو ربیدوں

کا نہ کو کرتا تو عبارت دراز ہوتی۔ اس واسطے اب مختصر

بھلا ہے کہ ہر ایک کے فہم میں بیگی آدے گا“

صفحات ۲۶۵ تا ۳۷۳ پر درج ہیں۔ لیکن اس کتاب ”حقیقت الصلوٰۃ“ کا ذکر تعجب ہے کہ سید احمد شہید اور ان کے معتقدین کی تصنیفات میں کہیں نہیں ملتا۔ آغاز :-

”پیچھے حمد خدا اور نعت رسول کے رباب دانش پر ظاہر ہو چوکہ مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے اور اوس کی صفات جانے اور اوس کے کم معلوم کرے اور مرضی نامرعی اوس کی تحقیق کرے کہ بغیر اس کے بندگی نہیں اور جو بندہ کہ بندگی بجا نہ لادے بند نہیں اور بڑی بندگی نماز ہے“

اختتام :-

”وللضامین اور نہ گواہ لینے کا فرہر چند دن سے بھی کبھی کوئی حکام اللہ کی رضا مندی کا ہو جائے۔ پروان کی راہ بھی ہرگز نہیں مانگتا۔ دن کے نصیب وہ رضا مندی نہیں کہ جو آخرت میں فائدہ دے“

اس کے بعد ترقیم کے طور پر جو عبارت تھی وہ پہلے درج کردی گئی ہے۔ ایک صفحہ چھوڑ کر پھر اسی کتاب نے رسالہ جہاد نقل کیا ہے۔ لیکن اس کے آخر میں بھی نہ اپنا نام لکھا ہے اور نہ سزا کتابت۔ البتہ اسی کتاب نے رسالہ ”تقوینۃ الایمان“ ۱۲۸۸ھ میں نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کتابیں ایک ہی ساتھ حیدر آباد میں اُس وقت نقل کی گئیں جب سید محمد علی رام پوری اور ولایت علی صاحب بطیم آبادی اپنے مرشد سید احمد صاحب کے حکم سے اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے حیدر آباد آئے ہوئے تھے اور خواب مبارز انرول برادر نواب ناصر الدولہ آصف جاہ راج نے ان کے ہاتھ پر

یہ کتاب اردو نثر کے ان متعدد رسائل میں سے ایک ہے جو سید احمد شہید بریلوی کی تحریک اصلاح مسلمانوں کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ سید احمد صاحب نے بعض کتابیں اس طرح لکھیں کہ وہ کہتے جاتے تھے اور ان کے حقیقی مولوی عبدالحی اور مولوی محمد اسماعیل شہید لکھتے جاتے تھے۔ چنانچہ کتاب ”صراط مستقیم“ کی تالیف کے سلسلہ میں وقائع احمدی کے حوالے سے مصنف ”سیرت سید احمد شہید“ نے لکھا ہے :-

”سید صاحب اپنی زبان سے فرماتے اور مولانا عبدالحی صاحب مولانا اسماعیل صاحب اس کو غنی پر لکھ لیتے۔ پھر آپ کے سامنے پیش کرتے۔ آپ اس میں اصلاح و ترمیم کرتے، کبھی دوبارہ لکھواتے، ایسا بھی ہوا ہے کہ پانچ بار تفتی پر لکھ کر سید صاحب کو سنایا اور آپ کو پسند آیا۔ اور پانچ بار وہ عبارت دھوئی گئی۔ اس کے بعد آپ کے حسب دلخواہ ہوئی اور کتاب میں درج کرنے کا حکم دیا“ (ص ۹)

معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح یہ کتاب بھی مولوی عبدالحی صاحب سے لکھوائی گئی ہے جیسا کہ زیر نظر نسخے کے ترقیم کے اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب کا تعلق شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان سے تھا۔ وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے داماد اور سید احمد شہید کے خلیفہ اور سب سے بڑے معتقد تھے اپنی کی وجہ سے محمد اسماعیل شہید بھی سید صاحب کے معتقد اور رفیق ہو گئے تھے۔ انہوں نے جہاد میں سید صاحب کا ساتھ دیا اور بمقام خیر ۱۲۸۳ھ میں وفات پائی۔ ان کے حالات ”سیرت سید احمد شہید“ کے

خود مولانا اسماعیل شہید نے جہاد پر کئی طویل خطوط لکھے تھے جو بجائے خود کتا ہیں ہیں۔

آغاز:-

”کہاں تک اوس ہربان رسم، اے کا شکر بیان کیے  
اور کس مونہ سے اوس کی بڑائی کیجئے کہ بعد ایک  
مدت مدید کے پھر آئیں جہاد کی تازہ کی اور خوش خبری  
دعوت اسلام کی عالم میں بلند فرمائی“

اختتام:-

جو مال تھوڑا ہو اور بھیجنے کے لائق امام وقت کے پاس  
ہو تو لا کر ایک جگہ خلفائے معتبرین کے پاس جمع کروادیں۔  
پھر جب زیادہ جمع ہو دے تو بھوانے کی تدبیر کریں  
تا وہاں مجاہدین کے خرچ میں آوے۔ اللہ تعالیٰ  
اون کے ذمہ سے یہ فرض ساقط کرے۔ آمین اور  
مشارکت جہاد میں نصیب کرے گا۔ تمام شدہ  
کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ لیکن اسی کتاب نے مسلمانوں  
میں ”تقویت الایمان“ نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا  
ہے کہ یہ کتاب بھی اسی زمانہ میں نقل کی گئی تھی۔

بیعت کی اور حیدر آباد میں ہزاروں آدمی ان دونوں  
کے گرویدہ ہو گئے تھے۔

## (۱۸۳) رسالہ جہاد (۶۷۱)

ادراک ۳۰ - سلور ۱۱ -

تفصیل ۶ x ۹ خط نستعلیق - عنوان سرخی میں -

زمانہ تصنیف قریب ۱۲۳۱ھ -

سنہ کتابت ۱۲۴۸ھ -

یہ رسالہ مولوی سید احمد صاحب کی ایک خاص تحریک  
جہاد کے متعلق نہایت مدلل اور بسیط لکھا گیا ہے۔  
حمد و نعت کے مضامین بھی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔  
پھر سبب تالیف کے طور پر لکھا ہے کہ:-

آگے یوں عرض کرتا ہے کہ بول تو کتا ہیں ہر طرح کیس  
لوگوں میں رائج ہیں اور مضامین رنگارنگ سے ایک  
عالم اطلاع رکھتا ہے لیکن اس زمانے کے مناسب باتیں  
اور ہیں۔ کچھ اوس میں سے فقیر بیان کرتا ہے جیوں جیوں  
زمانہ گزرے گا ہمارے کلام کا مزہ لوگوں کو زیادہ ہووے گا۔  
آخر سب اسی راہ پر آویں گے ہمارے حق میں دعائے خیر کریں گے۔  
اس رسالے میں جملہ فصلیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

- ۱۔ دنیا کی ناپائیداری اور موت (۲۲ ب) - ترغیب جہاد (۵ ب)
- ۲۔ مولوی اور شرک و بدعت (۱۵ ب) - ہجرت (۱۹ ب)
- ۳۔ امام کے تابعدار (۲۱ ب) - جہاد جانی (۱۲۴ ب)
- ۴۔ جہاد مالی (۲۵ ب) - ۸ - زکوٰۃ (۱۲۷ ب)

اس رسالہ کے مصنف کا نام بھی معلوم نہ ہو سکا۔  
لیکن یہ بھی سید احمد شہید کی لکھی یا لکھوائی ہوئی ہوگی۔

## (۱۸۴) تقویۃ الایمان [۶۷۲]

اوراق - ۲۸ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق -

عنوان اور آیتیں سرخی میں -

مصنف محمد اسماعیل شہید - سنہ تصنیف ۱۲۳۵ھ -

سنہ کتابت ۱۲۴۸ھ -

اردو نثر کی یہ کتاب مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی کا مشہور رسالہ ہے جس میں انہوں نے مولوی سید احمد رضا کی تحریک کے مطابق مسلمانوں کو دین اسلام سے واقف کرایا ہے۔ اور اپنے بیانات کی تائید میں آیات قرآنی، احادیث، اور مختلف کتب دینی سے استفادہ کیا ہے۔ مولوی اسماعیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے تھے۔ سبب تالیف میں رسالہ ”حقیقت الصلوٰۃ“ کی طرح لکھا ہے کہ :-

”ابعد اوس کے سننا چاہئے کہ آدمی سارے

اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کام بندگی ہے۔

جو بندہ کہ بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں اور مصلی

بندگی ایمان کا درست کرنا ہے“

اس موقع پر ”حقیقت الصلوٰۃ“ میں لکھا ہے کہ :-

”جو بندہ کہ بندگی بجا نہ لادے بندہ نہیں۔ اور بڑی

بندگی نماز ہے“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے جملہ مشاہیر

ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے -

مصنف نے پہلے سبب تالیف کے سلسلہ میں ایک طویل

تہذیب لکھی ہے جس میں اپنے عقاید کو واضح کیا ہے جو

در اصل اس کتاب کا موضوع ہیں۔ اس کے بعد کتاب کا نام اور اس کے دو ابواب کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

”اس رسالہ کا نام ”تقویۃ الایمان“ رکھا اور

اس میں دو باب ہر ایک - پہلے باب میں بیان

توحید کا اور برائی شرک کی - دوسرے باب میں

اتباع سنت کا اور برائی بدعت کی“

یہ کتاب چھپ چکی ہے - چنانچہ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ

اس وقت پیش نظر ہے جو سنہ ۱۳۵۰ھ میں مطبع صدیقی دہلی

تیب تذکرہ الاخوان اور تہذیب الاخوان کے ساتھ چھپا تھا۔

مولوی اسماعیل صاحب نے ”تقویۃ الایمان“ میں

صرف پہلا ہی باب لکھا تھا اس لئے ان کے دوسرے

باب کی تکمیل محمد سلطان نے سنہ ۱۳۵۰ھ میں کی اور اس کا

نام ”تذکرہ الاخوان“ رکھا۔ اس کے سبب تالیف میں

لکھا ہے :-

”محمد سلطان کے دل میں ارادہ اس کے ترجمہ کا ڈالا

سو اس دوسرے باب کا ترجمہ ہندی بولی میں

شروع کیا اور تذکرہ الاخوان بقیۃ تقویۃ الایمان

اس کا نام رکھا“

”تقویۃ الایمان“ کے باب اول (یعنی زیر نظر نسخے)

میں حسب ذیل پانچ فصلیں درج ہیں :-

۱۔ شرک سے بچنے کا بیان ۲۔ اشراک فی العلم

۳۔ اشراک فی التصرف ۴۔ اشراک فی العبادت

۵۔ اشراک فی العادات

مولوی اسماعیل شہید نے یہ کتاب لکھنے کے سفر کے

زمانہ میں لکھی جب کہ وہ اپنے مرشد سید احمد شہید

کے ساتھ معتمد الدولہ کی دعوت پر راس بریلی سے



ترمیم کی ضرورت نہیں ہے..... چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہو گئی۔ اشاعت کے بعد مولانا شہید جج کو تشریف لے گئے۔“

واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب نے ایک انقلاب پیدا کر دیا اور اس کے خلاف میں کتابیں بھی لکھی گئیں اور مولانا اسماعیل شہید پر ہر جگہ سے کفر کے فتوے دئے جانے لگے۔ چنانچہ اب تک بعض علما ان کو کافر ہی سمجھتے ہیں۔ ادارے کے کتب خانہ میں بھی اس کتاب کا ایک جواب ”رد و ہابیہ“ موجود ہے جس کا ذکر مخطوطہ نمبر ۸۵ میں درج ہے۔

#### آغاز :-

”الہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور سچا دین اپنا بنایا اور صیغہ راہ پر چلایا اور اصل توحید سکھایا اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنایا۔“

#### اختتام :-

اسی طرح اپنے فضل سے بدعت اور سنت کے معنی خوب سمجھا اور مجھے رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کر اور بدعت کے بد رسول میں سے نکال سنی پاک مطہر سنت کر۔ آمین یا رب العالمین۔

#### ترقیمہ :-

”تمت تمام شد رسالہ“ ”تقویۃ الایمان“ بتاریخ ہشتم شہر ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ  
کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔

کئے تھے اور اپنے مواعظ و مباحث کی وجہ سے پورے کھنڈ میں تہلکہ ڈال دیا تھا۔ اس کتاب نے تمام ہندوستان کے علماء میں مخالفت اور موافقت کا ہنگامہ گرم کر دیا۔ اس کی تالیف کی نسبت مولف ”سیرت سید احمد شہید“ نے حسب ذیل معلومات قلمبند کی ہیں :-

”آپ نے پہلے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی اس کے بعد اردو میں لکھی۔ لکھنے کے بعد خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب، مولانا عبدالحی صاحب، شاہ اسماعیل صاحب، مولانا یعقوب صاحب، مولوی خیر الدین صاحب مراد آبادی، مومن خاں صاحب شاعر، عبداللہ خاں صاحب ملوی (استاد امام بخش مہربانی)، مولانا مملوک علی صاحب (بھی تھے اور ان کے سامنے ”تقویۃ الایمان“ پیش کی اور فرمایا کہ یہ کتاب میں نے لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے..... ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے ضرور شورش ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بند ریتج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا..... اگر آپ حضرات کی رائے اس کی اشاعت کی جو تو اشاعت کی جائے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے۔ اس پر ایک صاحب نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہئے اس پر مولانا عبدالحی صاحب..... مومن خاں صاحب نے مخالفت کی..... یہ طے پایا کہ

## (۱۸۵) رد و بابہ [۶۷۴]

اقتباس یہ ہے :-

”مولوی اسماعیل صاحب نے جب سے ”تقویت الایمان“ تصنیف کی یہ خدا ہندوستان میں پھیل پڑا کہ اس میں باتیں خلاف عقاید اور مخالف مذہب اہل سنت کے ہیں..... اس مذہب (دہائی) کا ایک رسالہ کتاب التوحید نام ہندوستان میں آگیا تھا۔ ”تقویت الایمان“ گویا اسی کی شرح ہے۔“

اس سلسلہ میں ان دونوں کتابوں کی پانچ اہم غلطیاں واضح کی گئی ہیں۔

یہ طویل بیان سن کر مصنف نے مولانا فضل الرسول سے اور سوالات کئے اور ان کے جواب تفصیل سے درج کئے ہیں۔ ہندستان کے شائیر علماء و صوفیائے مصنف نے جو راسلٹ کی تھی وہ اس کے بعد شامل کر دی گئی ہے۔

آغاز :-

بعد حمد و صلوٰۃ کے جانا چاہئے کہ اس زمانے میں عقائد و مسائل دینیہ کا اختلاف بہت پھیلا ہے۔ حقائق کا تحقیق کرنا ضرور ہوا۔ اور جو نہیں جانتے اون کو حکم ہے کہ جلنے والوں سے پوچھیں۔“

اختتام :-

”آپ کے موافقین شراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے جواب سے سکوت بہتر تھا کیونکہ احتمال تھا کہ شاید کچھ جواب ہو۔ اس جواب سے لاجواب ہونا اعتراضوں کا ظاہر ہو گیا اتنا تو مجھ کو اور ہر دیکھنے والے۔“ یہ نسخہ ناقص الاخر ہے۔ آخر میں صرف ایک ورق غائب ہے۔

لیکن اس نسخے کے پہلے ورق پر جو عبارت درج ہے وہ ترقیمہ کا کام دیتی ہے اس لئے اس کو یہاں

ادراق ۲۴ - سطور ۱۷ -

تقطیع ۱/۴ × ۵/۴ - خط نستعلیق پاکیزہ

عنوانات سرخی میں۔ قدرے کرم خوردہ  
مصنف محمد ظہور علی۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۸ھ  
سنہ کتابت ۱۲۷۲ھ - بمقام کراول۔

اردو نشر کا یہ رسالہ مولانا اسماعیل شہید کی ”تقویت الایمان“ کے جواب میں لکھا گیا ہے اور اس میں مولوی سید احمد، مولوی عبدالحی (دیکھو ہست ہذا) مخطوطہ ۱۸۲ تا ۱۸۴ اور دیگر مشائیر علمائے اہل حدیث کی غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔

سبب تالیف میں مصنف لکھتا ہے کہ آج کل مذہبی معاملات میں جو اختلاف پھیلا ہوا ہے اس کی تحقیق کے سلسلہ میں :-

”اس عاجز نے ایک شخص سے پوچھا کہ حقیقت

اس قسمے دھجھکڑے کی کیا ہے“

اس عبارت میں لفظ شخص کی وضاحت حاشیہ میں اس طرح درج ہے :-

”از لفظ شخص را ذات بابرکات جامع معقول و

منقول حاوی فروع و اصول مولانا فضل الرسول

مذللہ الواہب باید نمید“

اس کے آگے کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسالے کے مولف محمد ظہور علی، مولانا فضل الرسول بدایونی کے مرید تھے۔ اور انہوں نے اپنے شکوک رفع کرنے کا غلط طریقہ مرشد سے دریافت کیا۔ اس کے بعد مولانا فضل الرسول کا طویل جواب درج کیا ہے جس کا فروغ

## (۱۸۹) حبیب المریدین (۶۸۲)

دورات ۸۸ - کطور ۱۱-

تقطیع  $\frac{1}{5} \times \frac{1}{2}$  - خط نستعلیق

مصنف محمد حبیب علی رضوی۔

اردو نثر کے اس رسالے میں محمد حبیب علی خلیفہ حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی نے پیری و مریدی کے فوائد بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب مصنف نے غالباً اپنے حقیقی بھائی سید رضا علی رضوی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ کتاب کے آخر میں حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی کے سلسلہ ہائے بیعت کے متعدد شجرہائے خلافت بھی بخط نسخ درج کئے گئے ہیں۔

اپنے موضوع کی مناسبت سے مصنف نے کئی قدیم کتابوں سے بزرگوں کے حالات اور مریدوں کے استفادات جمع کئے ہیں۔ اس قسم کی بعض کتابوں اور رسائل کے نام یہ ہیں۔

جامع العلوم از محمد مہربانیاں جہاں گشت  
فوائد الفوائد از نظام الدین محبوب الہی  
کنکول از شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی  
ہدایت المسنیہ از شیخ محمد چشتی  
رسالہ عقبی از شیخ جمال الدین ہانسوی  
بحر الاسرار حسینہ از شیخ محمد چشتی  
حجۃ السالکین از خواجہ مودود چشتی  
حسرت نامہ از ضیاء الدین برنی  
جوامع الکلم از خواجہ بندہ نواز  
مجمع الاولیاء از خواجہ معین الدین چشتی  
رسالہ رویت از خواجہ بندہ نواز

قل کیا جاتا ہے۔

ہذا اردو ہاجیہ برائے نقل ہتھکالیہ کرنول دادہ شدہ  
بود چنانچہ جلد سید دہم جلد اول مستخرجی  
قدسی یوم چار شنبہ از کتاب شفق عصیۃ الدولۃ  
دین والملت محمد سرفراز خان صاحب سلم اللہ تعالیٰ  
نقل شدہ در آء۔ و مزد کتابت مبلغ یک روپیہ چلنی  
میدرآبادی با آشنائے صادق مذکور دادہ شد۔

و کاغذ کتابت از نزد خود دادہ شدہ بود۔

”ملک سید امین الدین قادری۔ خستہ و عشرون اوراتی“

اس عبارت سے دو باتیں اہم ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو  
کہ اس زمانے میں (۱۵۰) صفحات کی کتاب کی  
یسی پایزہ نقل صرف ایک روپیہ چلنی میں کی جاتی تھی۔  
ہد حاضر میں اتنی کتابت کے لئے کم از کم پندرہ روپے  
روٹ ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ کرنول اس عہد میں وہابیوں کا  
رکز تھا اور وہاں کا نواب اپنی عقاید کی بنا پر انگریزوں  
لے خلاف جہاد کرنے والا تھا کہ گرفتار کر لیا گیا۔ معلوم  
وتا ہے کہ اس کی گرفتاری کے بعد کرنول میں ”رد وہابیہ“  
بیسے رسالے بہت مقبول ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس کتاب  
لی نقل وہیں کرائی گئی تھی۔

اس کتاب میں مختلف مشاہیر مذہب کے (تقویۃ الایمان اور  
س کے مصنف اسمعیل شہید کے متعلق) جو بیانات اور  
تاویلی شامل ہیں وہ تاریخی اور مذہبی دونوں لحاظ سے نہایت  
اہم اور ساتھ ہی دلچسپ ہیں۔

(۱) چشتیہ نظامیہ (ص ۵) - (۲) چشتیہ نظامیہ (ص ۵) - (۳) چشتیہ نظامیہ (ص ۵)  
 بنوہ نواز (ص ۵ و ۵) - (۴) کبیلہ (ص ۵) - (۵) کبیلہ (ص ۵)  
 رشتہ (۸) چشتیہ ابو بکر صدیق (ص ۱) - (۹) چشتیہ عمر فاروق  
 (ص ۱) - (۱۰) شیخ عزیز اللہ (ص ۱) - (۱۱) (۱۰) قادیہ (ص ۱)  
 (۱۲) (۱۳) نقشبندیہ (ص ۱) - (۱۴) ہمدانیہ (ص ۱) - (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰)  
 مغربیہ (ص ۱) - (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰)

دستخط انیس

سیرالاولیاء

نثر الہیہ

بقیۃ الخیر

اسرار التوحید

لطائف اشرفی

دق ۲۱ تک اولیاء و مرشدین پیشین کے کمالات اور فیوض  
 بیان کئے گئے ہیں اور اس کے بعد مصنف نے خود  
 اپنے مرشد یحییٰ حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی کے روحانی  
 کمالات و خرق عادات (دق ۲۹ تک) درج کئے ہیں  
 اور پھر ان کے شہر ہائے طریقت آخر کتاب تک نقل کئے ہیں۔  
 کتاب کے آخری ورق کی حسب ذیل عبارت  
 ”ماشاء اللہ۔ حبیب النواد۔ مستلمہ ہجری۔ رحیدر آباد  
 لمج شدہ“  
 سے اندازہ لگتا ہے کہ شاید یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

آغاز:-

”ابا بعد کہتا ہے بندہ گنہگار شرمسار بے مقدار خاک  
 فدام درویشاں اہل خاک کا ہے ان کا محمد حبیب علی  
 غفر اللہ ذلہ و ستر محبوبہ کہ یک طرفہ بگوشتوں سے  
 فیج المشرع سید السادات شمس الاولیاء سلطان الاصفا  
 المرشد الہادی حضرت مولانا استاد خواجہ حافظ محمد علی شاہ  
 چشتی الخیر آبادی قدس سرہ العزیز المبارک کا ہے“

اختتام:-

”نزد حضرت ما اس قدر سلسلے ہیں کہ تفصیل اس

کی ایسی ہے“

اس کے بعد حسب تفصیل ذیل طریقتی شجرے درج کئے ہیں:-

## (۱۸۷) کشف الحاجۃ [۶۸۳]

اوراق ۳۳ - طور ۱۳

تقطیع ۵۸ x ۹ خط نستعلیق

عنوانات - سرخی میں

مصنف محمد نور الدین چانگامی - سنہ تصنیف ۱۲۶۲ھ

زمانہ کتابت اواخر تیرہویں صدی ہجری -

اردو نثر کی یہ کتاب ترجمہ ہے ”مالا بدمنہ“ مولفہ قاضی

ثناء اللہ پانی پتی کا۔ اس کا مصنف محمد نور الدین ولد محمد اثرن

اسلام آباد عرف چانگام کارہنہ والا تھا اوائل عمر میں

تحصیل علم کے لئے ہندستان کا سفر کیا اور وطن واپس

ہوتے وقت جب کلکتہ میں پہنچا تو وہاں اس کے ہم وطن

دوستوں نے ”مالا بدمنہ“ کے ترجمہ کی فرمائش کی اور مصنف

نے اس کام کو وسیلہ نجات سمجھ کر مکمل کیا۔ اور کشف الحاجۃ

اس کا نام رکھا۔ یہ سب واقعات مولف ہی نے سبب تالیف

کے طور پر بیان کئے ہیں۔

یہ کتاب نو حصوں اور مختلف فصلوں میں تقسیم ہے جن کی

تفصیل یہ ہے:-

اور کوئی اوراق غائب نہیں ہیں۔ ابتدا عربی حمد و نعت سے کی گئی ہے۔

آغاز:-

”بعد حمد اور صلوٰۃ کے فقیر عسکریاں آگئیں محمد نور الدین ولد محمد اشرف غفر اللہ لہ دلو اللہ بہ منوطن اسلام آباد عرف چانگام کا حضرت اہل دین کی خدمتوں میں عرض کرتا ہے کہ عاصی پُر معاصی علوم تحصیل کرنے کے قصد سے اول عمر میں حسب تقدیر ملک ہندوستان میں گیا تھا۔“

انتہام:-

”اگر مقتدی ایک عورت ہے تو نماز دونوں کی فاسد ہوگی اور اگر مقتدی ایک لڑکا تو اوس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نماز امام کی فاسد نہ ہوگی اگر عورت یا لڑکے کو خلیفہ نہ کیا ہو۔“

یہ کتاب اُس علی ذوق اور ترجموں کے شوق کو ظاہر کرتی ہے جو کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کے ترجموں کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ اور جس کے نتیجے کے طور پر دکن میں بھی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا تھا جس کا ذکر اس فہرست کے صفحات ۱۶۰ تا ۱۶۷ پر درج ہے۔

(۱) کتاب الایمان۔ نماز کے بیان میں ایک ہی فصل ہے۔

(۲) کتاب الطہارۃ۔ فصلیں ۱۔ وضو ۲۔ وضو توڑنے والی چیزیں

۳۔ غسل ۴۔ واجبات غسل ۵۔ نجاست

۶۔ نجاست مکی سے طہارت ۷۔ نجاست

حقیقی سے طہارت ۸۔ پانی جاری اور خشک

۱۰۔ کنواں

(۳) کتاب الصلوٰۃ۔ فصلیں ۱۔ نماز کے اوقات ۲۔ نماز کی شرائط

۳۔ نماز کے ارکان ۴۔ واجبات نماز۔

۵۔ عیدہ سہوا و جماعت و امامت۔

۶۔ نماز کا طریقہ سنت ۷۔ نماز میں حدیث ہونا۔

۸۔ قضاء نماز ۹۔ نماز کے مقدمات و کمالات

۱۰۔ بیمار کی نماز ۱۱۔ مسافر کی نماز ۱۲۔ نماز مجبوعہ

۱۳۔ واجب نمازیں ۱۴۔ نغلیں۔

۱۵۔ سجدہ تلاوت۔

(۴) کتاب الجنائز۔ فصلیں ۱۔ شہید ۲۔ ماتم ۳۔ زیارت قبور۔

(۵) کتاب الزکوٰۃ۔ فصلیں ۱۔ مصرف ۲۔ صدقہ فطر ۳۔ صدقہ و نفل

(۶) کتاب الصوم۔ فصلیں ۱۔ تقنا اور کفارہ ۲۔ نفل روزے ۳۔ احتکاف

(۷) کتاب الحج۔ ایک ہی فصل میں۔

(۸) کتاب التوقیٰ۔ فصلیں ۱۔ کھانے کی چیزیں ۲۔ لباس ۳۔ وحلی۔

۴۔ کسب اور تجارت ۵۔ متفرقات اور

آداب معاشرت اور حقوق الناس۔

(۹) کتاب الاحسان والتقریب و خاتمہ۔ کلمات کفر اور بدعت کے

بیان میں۔

لیکن اس ناقص الآخر مخلوطے میں صرف تیسرے حصہ

(یعنی کتاب الصلوٰۃ) کی ساتویں فصل تک ترجمہ شامل ہے۔

اس کے بعد کاتب نے لکھتے لکھتے نامکمل چھوڑ دیا ہے۔

## ۱۸۸، ثنوی محرمات شرعی [۶۸۵] و ثنوی تعزیر

ادراق ۲ - سطور ۱۲ -

تقطیع ۳/۴ x ۱/۲ - خط نستعلیق شکستہ -

مصنف محمدی مرید امین الدین و بحر زمانہ تصنیف قریب ۱۲۵۳ھ

کتابت ۱۲۷۸ھ

یہ دو چھوٹی اردو فتویاں ہیں جو دو فارسی رسائل، نثر  
مفصل المذاهب اور مکتبہ الشافعیہ کے درمیان نقل کی  
گئی ہیں۔

پہلی ثنوی کل ۲۶ ابیات پر مشتمل ہے اس میں حضرت امین الدین  
کے مرید محمدی نے محمد اکبر کی خاطر سے ان عورتوں کی تفصیل  
بیان کی ہے جن سے نکاح حرام ہے۔  
آغاز:-

پیشتر حمد تو خدا کی کر نعت بعد اوس کے مصطفیٰ کی کر  
کیونکہ تو ہے محمدی شہور چاہئے تجھ کو حمد و نعت ضرور  
اختتام:-

حمد پر یہ تمام کرتا ہوں قطع اپنا کلام کرتا ہوں  
جو کوئی اس کو پڑھے کہ ہوندا کرے مجھ کو دعائے خیر باد  
اس کے ساتھ ہی دوسری ثنوی شروع کر دی ہے جس میں  
۱۳ ابیات ہیں۔ اس کے مصنف بحر میں جو لکھنؤ کے ایک مشہور  
شاعر تھے۔ اس میں تعزیر داری کا مفصلہ فحش طریقے پر اڑایا  
گیا ہے۔

آغاز:-

لکھنؤ کا میں سناؤں ماجرا رافضی یک تعزیرہ داروں میں تھا  
تھا مکلف رافضی کا ایک مکان تھے وہاں موجود سب پیر و جوان

اختتام:-

کھل گیا سارا تجلی کا گلاس مفصل تقارافضی ہر اک وہاں  
تجربہ اب تبھی کر قطع کلام ایسے کر اب اس حکایت کو تمام  
ترقیمہ۔ ان دونوں ثنویوں کے آخر میں تو کوئی ترقیمہ نہیں ہے  
لیکن ان سے قبل اسی کتاب نے مفصل المذاهب کا جو فارسی  
رسالہ لکھا ہے اس کے آخر میں تاریخ کتابت اس طرح درج کی ہے:-  
”تمت الرسالة المسمیة بمفصل المذاهب برز و دوم صفر  
۱۲۷۸ھ ہجری“

اس بلد کی فارسی کتابوں کا تذکرہ نہرست فارسی محظوظات میں  
درج ہوگا۔

## ۱۸۹، کہانی وقصہ [۶۸۷]

ادراق ۵ - سطور ۱۲ -

تقطیع ۹/۱۰ x ۱/۲ - خط نستعلیق -

مصنف - مکتبہ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۳۶ھ

سنہ کتابت ۱۲۳۶ھ ۱۲۳۶ھ بمقام بنارس۔

یہ تقریباً ۱۰۵ ابیات کی ایک اردو ثنوی ہے جس کے  
مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا اس کو دولت رام نے ۲۴  
جمادی الاول ۱۲۳۶ھ ۲۸ فروری ۱۸۲۱ء کو بمقام بنارس  
ایچا یک دست لالہ کندہ ہاتھ کی فراہم پر ایک فارسی کتاب  
”قصہ عجائب و غرائب“ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ مغلزادہ کر کا  
حال نہرست فارسی محظوظات میں ملاحظہ ہو۔

اس ثنوی کا نام ہی ”کہانی وقصہ“ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ  
ابتدائی و آخری ابیات سے ظاہر ہوگا۔

اس ثنوی میں موسیقی اور شاعری کا اثر دکھایا گیا ہے۔ یعنی

## (۱۹۰) مناقب عادل (۳۳)

اداق ۱۳ - سلور ۱۰  
تعلیق ۳۷ ۷۲ x ۱/۲ م - خط نستعلیق - حاشیہ سرخی میں  
مصنف عادل

زمانہ کتابت اوائل تیرہویں صدی ہجری -

یہ ایک بیاض ہے جس میں کسی اچھے شاعر عادل کی چھ  
نظموں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں دو مسدس ہیں اور چار مخمس۔  
شاعر غیر معروف ہے لیکن کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاق  
اعلیٰ پایہ کا شاعر ہوگا۔ زبان کے لحاظ سے اوائل تیرہویں  
صدی کی نظموں معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:  
۱۔ مسدس - ۷ بند ہیں ہر ایک بند کا تیسرا شعر قافیہ ہے۔

آغاز:-

سر و گلزار بخت ملک دیں گے شہسوار داد و داد کنت کنت حضرت و لدل سوار  
اے امام ہر دو عالم شافع روز شمار جانشین مدظلے اتم راہ حق پر ہونثار

منظر جل و علا اے مجمع ہشت و چہار!

خاطر ملس شاد کن اے نائب پر ہنگار

اختتام:-

کو کب برج رسالت ہر چرخ آتما قوت دین محمد ہادی راہ ہدا  
دو جہاں کے تم ہو بے شک یا علی عاقل عاقل عاقل کتہ تمہارے نام اوپر ہے ندا  
نقد جاں کردم خدا بر اسم تو بیل و ہمار  
جام کو خرگن عطا دو روز محشر بار بار

۲۔ مخمس - ۷ بند ہیں۔

آغاز:-

ہے علی خیر خدا منظر سبحان بے شک گوہر بحر کرم کو کب ایمان ملک  
تج کلاں کے اگر دیکھے کوئی بار و جھلک الحمد رائے بھی جن و بشر و ملک

ایک بادشاہ کی مصل میں ایک گلفام رقاص نے صرف تین مصرع  
لکھا کہ ایک نوجوان شہزادے کو اپنے حکمران باپ کے قتل سے اور  
ایک نوجوان شہزادی کو مصمت فروشی سے بچالیا۔ وہ تین مصرع  
یہ ہیں:-

بہت کٹ جو گئی تھوڑی باقی رہی

گزر جاتی ہے یہ بھی اک آن میں

نہ غافل ہوا اے جان ارمان میں

قصہ بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ مصنف باکمال شاعر  
معلوم ہوتا ہے۔ آخری مصرع میں ممکن ہے تخلص مودب و نج ہو  
لیکن کاتب نے ادب لکھا ہے۔ لیکن یہ لفظ اس شہزادی کی  
بحر میں بھی نہیں آتا۔

آغاز:-

ہنو خواب غفلت میں آدل نگار کہ بیدار ہے پاک پروردگار

کہانی و قصہ بھی ہے "و" مگر حروف شیریں میں کچھ ہے فروغ

اختتام:-

یہ سن کر کہ سلطان والا جناب تبسم کیا اور ہوا لاجواب

یاد کیا چاہئے اختصار کہانی و قصہ کا کیا اعتبار

ترغیم:-

"تمام شد کار سن نظام شد۔ بست چہارم جادی الاول۔

۱۲۳۶ ہجری روز چہار شنبہ برائے خاطر داشت لاکھنؤ قافل

تحریر یافت۔ ہر کہ دعویٰ کند باطل گرد و ہر کہ بدیں نسخہ نظر بد

کند کو رشود چشم شکم در کند۔ بخط خام دولت رام"

جاوے خوردنید کی بھی دیکھ لے سب کچھ چمک

اختتام :-

دست برداری کا لہجہ تو تم عادل ہے وہ خوردنید کا ہر کرم عادل  
ملاؤ خدا میرم اے عادل ! سرور چشم بہشت خاک قدم عادل  
منجبت شاہ ولایت کا پڑھا کر تو کر دک

۳۔ محسن ۔ ۷ بند ہیں ۔

آغاز :-

جزیاء حق و ضائع کوئی اپنا دم کرے محرم ہے دم سے نہ تو اہم کرے  
سر پہ عاشقی میں مثال قلم کرے بعد از خیال دعویٰ ہل ستم کرے  
راضی رہے رضا پر اگر کوئی ستم کرے

اختتام :-

جو ندوی بنی دلی ہے گا عادل اب محرم دی بہ راز رہی ہے گا عادل آ  
برائے کلف تری ہی ہے گا عادل آ غلغ زمرس و کر سخی ہے گا عادل آ  
نت سجدہ خدا میں دو گردن کو خم کرے

۴۔ محسن ۔ ۷ بند ہیں ۔

آغاز :-

منظر نور خدا معنی قرآن حیدر زور بازو سے نبی کے پہلو حیدر  
شاخ روز ہذا معدن احساں حیدر ہے وہ خوردنید تعاسب کا گہبا حیدر  
محرم ہر خفی شکل آساں حیدر

اختتام :-

سب میں جو آپ کے ہر دل و چہیتہ معمور اوس کو راضی ہیں نبی اور وہ اللہ غفور  
بہی ہر ہزار کھئے نہ جگہوں رنجور ! آپ کے گھر کا یہ عادل ہے جہاں میں شہور  
اوس کے بر لاو تمام دل کے تم اراں حیدر (ب)

۵۔ مسدس ۔ ۷ بند ہیں ۔ ہر بند کا تیسرا شعر ایک ہی ہے ۔

خدا کے سجدے میں سر کو اپنے مجھو ہر دم رکھا کر دیں گا  
وہ نعمت احمد کو لوح دل پر بہ کلمہ اپنا لکھا کر دیں گا

میں نام حیدر مثال سہم بصدق دل سے چا کر دیں گا

فدائے خیر انسا و جنیں ہمیشہ دل کو کیا کر دیں گا

بہ جب آل نبی میں دل کو سنبی اپنے ضیا کر دیں گا

باسم ہدی امام آخریہ نقد جاں کو فدا کر دیں گا

اختتام :-

بفضل مولایہ مدح یکنیں کیا جو ہم نے نگاہ عادل

امام ہدی ہیں تیرے اب تو وہ جلا عانت برادر عادل

تجھے مدد ہیں امام بار اہمیشہ میل و نہار عادل

عدو میں خستہ و دوست خرم غطف و لال سوار عادل

بہ جب آل نبی میں اپنے سنبی دل کو ضیا کر دیں گا

باسم ہدی امام آخریہ نقد جاں کو فدا کر دیں گا

۶۔ محسن ۔ ۷ بند ہیں ۔

آغاز :-

جلوہ دین نبی تا بہ حشر باقی ہے معجزہ اوس کا عیاں شوق ترقی باقی ہے  
شام گر ہو چکے تجھ پر تو سحر باقی ہے عالم طبع ہوا انگے قہر باقی ہے  
کن تو وہ کہہ چکا پر حرف دگر باقی ہے

اختتام :-

لطف فراہم تیرے حال پہ مولاعادل خوف محشر کا نہیں تجھ کو ہے اسلامادل  
ہے گام سیدان میں جو عودیکہ ناجعلا عادل نفس سرکش کو زبس مار کے ڈالا عادل  
ملک اشج میں ترانہ نشر باقی ہے

ترقیمہ :-

”تمام شد۔ عنایت جنگ ۸۱۳۴۔ حیدر آباد“

یہ نسخہ نواب صاحب ہی کا عطیہ ہے ۔ تمام شد کا تلب نے لکھا ہے  
اور اس کے آگے نواب عنایت جنگ بہادر نے اپنے دستخط  
ثبت کیئے ہیں ۔



یہ سلسلہ ورق ۱۱۵ پر ختم ہو جاتا ہے۔  
آغاز:-

مراسینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا  
طلوع صبح محشر پاک ہے میرے گریباں کا  
کسی خورشید رو کو جذب دل نے آج کھینچا ہے  
کہ نور صبح صادق ہے غبار اپنے بیاباں کا (ورق ۸۲)  
اختتام:-

سیر گلشنِ منت سمجھ گلگشت اے نازک حلاج  
باغ و بہتاں اور ہے گنج شہیداں اور ہے  
فرق ہے شاہ و گدا میں قولِ ناسخ ہے یہی  
خیر قابلیں اور ہے شیر نبیساں اور ہے  
کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس کے بعد جو متفرق آیات فارسی  
وارد درج ہیں وہ اس فارسی شعر پر ختم ہوئی ہیں۔  
ہیمو ہندو زن کسے در عاشقی مردانہ نیست  
سو غمت بر شمع مردہ کار ہر پردانہ نیست  
یہ نسخہ محبوب علی خاں صاحب کا عطیہ ہے جو ۲۰ دے لاکھ  
کو ادا دے میں داخل ہوا۔

## (۱۹۲) دیوان دوم ناسخ [۱۴۲]

اوراق ۸۲ - سطور ۱۴

تقطیع ۹ x ۶ - خط نستعلیق - حاشیہ سرخی میں۔  
مصنف - شیخ امام بخش ناسخ - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۹  
کتابت اواخر تیرہویں صدی ہجری۔  
یہ ناسخ (متوفی ۱۲۵۴ھ) کا دوسرا دیوان ہے۔ ان کا  
پہلا دیوان بھی اسی جلد میں محفوظ ہے۔ (دیکھو مخطوطہ ۱۹۱)۔

## (۱۹۱) دیوان اول ناسخ [۱۴۱]

اوراق ۸۶ - سطور ۱۴

تقطیع ۹ x ۶ - خط نستعلیق شکستہ۔  
مصنف - شیخ امام بخش ناسخ - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵  
کتابت - اواخر تیرہویں صدی ہجری۔  
شیخ امام بخش ناسخ (۱۱۸۶ھ - ۱۲۵۴ھ) - لکھنؤ کے شاہیر  
شعرا سے ہیں۔ اور دراصل اپنی کی کوششوں اور استادانہ شہرت  
نے لکھنؤ کے ایک علمہ و دبستاں کی بنا ڈالی۔ انہوں نے معانی و  
مطالعہ سے زیادہ زبان اور محاورے پر زور دیا۔  
اس زیر نظر مخطوطے میں تقریباً سات سو چالیس اشعار ہیں۔  
اور یہ ناسخ کے دیوان دوم (دیکھو مخطوطہ ۱۹۲) کے بعد ایک ہی  
جلد میں (ورق ۸۲ سے) درج ہے۔ دیوان دوم خاص اہتمام  
کے ساتھ خوش خط نقل ہوا ہے۔ لیکن یہ دیوان کسی معمولی اور  
کم سود کاغذ پر نقل کیا ہے جس کا خط خراب اور اطلاق ہے۔  
ساتھ ہی مسلسل اور مکمل دیوان اول کی نقل بھی نہیں معلوم  
ہوتی بلکہ غالباً انتخاب ہے جس میں کاتب نے ترتیب ردیف کا بھی  
خیال نہیں رکھا۔ چنانچہ ابتدا میں ۱۰ صفحات مسلسل الف کی  
غزلیں لکھ کر ردیف شروع کر دی گئی ہے۔ ردیف الف  
اس شعر پر ختم کی ہے:-

بن گیا خمیازہ ناسخ خندہ جام شراب جب خیال آیا کسی کی زگرہ مخمور کا  
اس کے بعد ر کی ردیف کی ایک غزل لکھ کر مختلف ردیفوں  
میں بے ترتیب غزلیں لکھنی شروع کر دی ہیں۔ درمیان میں  
کہیں کہیں ربا عیاں بھی درج ہیں۔ یہ سلسلہ ورق ۱۰۹ اب  
پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد مختلف شعرا مثلاً صوفی سرمد، سودا  
ناسخ وغیرہ کے فارسی، اردو اور ہندی کلام کے انتخابات لکھے ہیں۔



فیض کے ایک جانشین مشرف جنگ فیاض کے فرزند اور  
دوسرے جانشین میراج علی عمر کے شاگرد ہیں۔

## (۱۹۴) فیض جاری (۱۳۵)

اردان ۲۶ - سلور ۱۴ -

تقطیع ۱۲ x ۷ - خط نستعلیق پاکیزہ۔

مصنف حافظ شمس الدین محمد فیض سنہ تصنیف ۱۲۵۶ھ

کاتب محمد نقی - سنہ کتابت ۱۲۶۷ھ

یہ سات سو چوڑائی ابیات کی ایک ثنوی ہے جو ادواردی

اور اشرف باری کے طرز پر بطور عربی فارسی دارد و لغت

۱۲۵۶ھ میں لکھی گئی ہے۔ اور یہ نسخہ مصنف کی زندگی

ہی میں نقل کیا گیا ہے اس لئے اہمیت رکھتا ہے۔ فیض کے

ایک دیوان (چشمہ فیض کا مخطوطہ بھی ادارے میں محفوظ ہے

اور اس کا تذکرہ مخطوطہ نمبر ۱۹۳ میں ابھی گزر چکا ہے۔

یہ رسالہ فیض جاری غالباً نواب شمس الامرا کے در

کے طلبہ کے لئے قلمبند کیا گیا تھا چنانچہ نواب صاحب موصوف

کے سنگی چھاپہ خانے میں ۱۲۵۸ھ میں تقطیع پر شائع بھی

ہو چکا ہے۔ اس میں ۷۷ صفحات ہیں اور اس کے سرورق پر لکھا ہے کہ:-

رسالہ فیض جاری میرزا نواب فلک جناب جنگاں عالی حضرت آصفیہ

نظام الملک نظام الدولہ فتح جنگ میر فرخندہ علی خاں بہادر

ظفر عالی کے شہر فرخندہ بنیاد حیدر آباد میں واسطے تعلیم طلبہ کے

سرکار شمس الامرا بہادر امیر کیر کے سنگی چھاپہ خانے کے ۱۲۵۶ھ

سنہ ہجری میں چھپا۔

راشم الحروف اپنے انتخاب "فیض سخن" میں اس کتاب

"فیض جاری" سے ۹۷ ابیات بطور نمونہ شامل کی تھیں۔

اس کتاب میں مصنف نے اپنا نام بڑی خوبی سے ظاہر کیا ہے

آغاز:-

کیوں نہ ہر مصرع ہو اپنا ماہ نو کی شان کا

بیت ابروئے بناں مطلع ہے اس دیوان کا

شکوہ کس منہ سے کروں اس تیر کے پیکان کا

ہے دیان زخم میں کیا خوب بیڑیاں کا

اختتام:-

یاد کیا ہے خاک قصہ کو کہن کو مشق کا

یار شیریں کا فسانہ کوئی ہم سے بیکہ جائے

سر پہ سو سو زخم تیغ ابروئے سفاک جھیل

خون میں ہر دم ہنا کوئی ہم سے بیکہ جائے

کوئی ترفیہ نہیں ہے بلکہ یہ غزل نامکمل رہ گئی ہے مکن ہے فیض

اس کو بعد میں مکمل کر دینا چاہتے ہوں اس لئے جگہ چھوڑی ہے

البتہ سرورق پر جہاں کتاب کا تاریخی نام درج کیا ہے اس کے

برابر مصنف کی ایک مستطیل خوش نما مہر ثبت ہے جس میں شاعر

نے اپنا نام اس مصرعہ سے واضح کیا ہے۔

"ہست حافظ شمس الدین فیض ۱۲۴۵ھ"

اس کے نیچے خود فیض نے اپنے قلم سے اپنے فرزند عماد الدین

کی صحت یابی کا ایک قطعہ تاریخ فارسی اور ایک قطعہ تاریخ

اردو لکھا ہے۔ یہ ان کے آخری کلام میں سے ہے کیونکہ اسی سال

انہوں نے وفات پائی۔ اردو قطعہ تاریخ یہ ہے۔

وہ عماد الدین محمد جو کہ ہیں بابا میاں

دُلوں کے رنج و ایذا سے اد نہیں صحت ہوئی

سال صحت فیض صاحب سے فرماتے تھے کل

میرے نورالعین نے پائی ہے صحت آج ہی

یہ نسخہ نواب عزیز یار جنگ بہادر کا عطیہ ہے جو جنوری ۱۲۸۳ھ

میں ادارے کے کتب خانہ میں داخل ہوا۔ نواب صاحب موصوف

(۱۹۵) دیوانِ عصر [۱۰۰]

تفصیل:  $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$  خط تقطیع شکستہ آبیز۔  
مصنف: میرزا محمد علی آغا قزوینی: تصنیف قبل ۱۳۱۳ھ۔

یہ دکن کے ایک مشہور شاعر اودھیش کے شاگرد میراج علی نعمانی (۱۸۵۷ء تا ۱۹۳۲ء) کی صرف رباعیات کا دیوان ہے جو خود اپنی کامسودہ ہے۔ اس لئے بے مداحم ہے۔ اس میں غزلوں کے دیوان کی طرح رباعیوں کو ردیف دار مرتب کیا گیا ہے اور ہر ردیف کے بعد کئی کئی صفحات بعد کے اضافے کے لئے خالی چھوڑ دی گئی ہیں۔ جن صفحات پر لکھا گیا ہے صرف ان کی تعداد ۲۸۸ ہے۔

عصر کے تفصیلی حالات مرتبہ سخن جلد اول (صفحات ۱ تا ۱۰۲) پر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا ضخیم فلمی دیوان غزلیات کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے اور وہ بھی ادارے کے اس دیوان رباعیات کی طرح خود اُنہی کا لکھا ہوا ہے اور اس میں بھی درمیان میں سادہ اوراق پھوڑے گئے ہیں۔ البتہ اس کے آغاز میں عصر کی ایک ہر بھی ثبت ہے جس پر ”میر احمد علی عصر“ لکھا ہے۔

مولوی سید محمد صاحب ایم اے عصر کے عزیزوں میں ہیں  
ادراں کے یہاں بھی عصر کی ملکہ بعض کتابیں محفوظ ہیں۔  
ادارے کے کتب خانہ میں انشاء کا جو دیوان ہے وہ بھی  
عصر کا مکتوبہ ہے (دیکھو فہرست نذرانہ نمبر ۸۵)۔

عمر ایک باکمال استاد سخن تھے ان کے تلامذہ میں نواب  
آصف یار الملک و وزیر نواب عزیز یار جنگ عزیز ہمارا راجہ کشن پرشاد

ہے دو حافظ جسے ہر قرآن یاد  
شور ہنگامہ ہے فغاں فراہ  
کہہ بنی فاطمہ کو سید میر  
ہے مریت کا ترجمہ تعبیر  
شمس ہے آفتاب دین اسلام  
ایک معنی رکھیں درود سلام  
فیض الہام ہے ضیا ہے نور  
ہے جو تنور جان اس کو تنور  
کتاب کا نام اس بیت میں لکھا ہے :-

نبیج جاری رکھا ہے اس کا نام تاہوں سیراب اس سے نشہ نام  
تاریخ نقیصہ شوی کی آخری بیت سے ظاہر ہوگی جو اختتامی  
ابیات کے سلسلہ میں نیچے درج ہے ۔  
آغاز :-

ہے جو اللہ جان اس کو قید ہے ملک تیرے ساتھ الگ ہے خدا  
نیستی ہے خود ہستی بود ! عبد بندہ الہ ہے معبود  
اختتام :-

فیض جاری ہو اترتا جب ! تب کہا سب نے ہے نصیب عجب  
 اس کی تاریخ مجھ کو یوں بھائی فیض کا یہ رسالہ ہے بھائی  
 ۱۲۵۶  
 ترقیمہ :-

”رسالہ فیض جاری تعینف کیا ہوا مولوی حافظ میرٹھس الدین محمد  
انتقل فیض کا پڑھنے والوں کی تربیت کے واسطے مولف  
علا نام مولوی شمس الدین محمد کے چھ سو اٹھاسی بیت پر  
سوائے دو بیتیں تاریخ سنہ ۱۲۵۶ھ سو اچھیں ہجری میں  
مرتب ہوا۔

تمام شد اس سالہ در سن یک ہزار دو صد و  
 شصت و ہفت ہجری بید محمد نقی غفر اللہ لہ ووالہیہ“  
 ترقیہ کے برابر دکن مظیل ہریں ”سید جعفر حسینی بادشاہ قادری“  
 اور ”جعفر علی شاہ فاروقی“ ثبت ہیں ۔

مرزا ج 'سید محمد حسینی بادشاہ' مشرق جنگ فیاض 'نواب خانان' معاصر جنگ 'ڈاکٹر عبداللہ خاں' حکیم غلام احمد وغیرہ کی تعریف و توصیف لکھی ہے۔ خاص کر اپنے استاد حافظ شمس الدین نعمانی (دیکھو فہرست ہذا نسخہ نمبر ۱۹۴ و ۱۹۵) کی تعریف و توصیف میں بیسیوں رباعیاں لکھی ہیں۔

اس دیوان میں چند رباعیات فارسی بھی شامل ہیں۔ رباعیات کے اختتام پر حسب ذیل معاصرین و تلامذہ عصر کے اردو و فارسی قطعات و رباعیات تاریخی بھی درج ہیں۔ آصف یادر الملک وزیر - مشرق جنگ فیاض - عزیز (عزیز یاد جنگ) کریم، شتور، سیف، عزیز (مرزا عزیز بیگ) نظام الدین احمد نظام - ساجد (عبدالرحمن خاں) نحل (شاہ فیض اللہ سبزواری) اسد (میر مصطفیٰ علی) نام (خواجہ سمیع اللہ) کریم (مرزا رسول بیگ) - قیس (خواجہ بدیع اللہ)۔ ان سب قطعات وغیرہ سے ۱۳۱۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان عصر کی وفات سے ۹ سال قبل طباعت کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ گرافوس ہے کہ ان کے شاگردوں مشرق اور فیاض کے ارادہ کے باوجود نہ چھپ سکا۔

### آغاز:-

اے عصر بھلا رقم ہو کیا وصف خدا کو زے میں سائے کس طرح سے دیا دم مار کے کوئی یہاں کیا مقدور فرمائے رسول جب کہ لا احصی شتا اختتام:-

شیر کا غم نجات کی ہے چھٹی ہمت بخش ہر وصات کی ہے چھٹی (م) واللہ باللہ دہت اولاد رسول اے عمر مری برات کی ہے چھٹی (صفحہ ۲۷۹) چونکہ اس کتاب کے آخر کا حصہ قطعات تاریخی بنائے خود ایک رسالہ ہے اور معاصرین عصر کا یہ کلام بھی غیر مطلوب ہے اس لئے اس کے بھی ابتدائی و آخری اشعار درج ذیل ہیں:-

اسد، سیف، نظام، ساجد، نحل، قیس، کریم، مشرق وغیرہ مشہور ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ان کے مؤرخ الذکر شاگرد حاجی سید شاہ روشن علی شوق قادری شطاری نے اپنے مطبع مصبنتہ الہلی راجپور میں چھپوایا تھا۔ اس میں دیوان رباعیات بھی انہی کی فرمائش پر عصر مرتب کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک رباعی میں لکھتے ہیں:-

بہ پاس خاطر شوق ہم کہ میاں لکھا ہم نے رباعیوں کا دیوان تھا وہ کہے نزانہ چارہیتی کا خیال آزادوں کو کہئے اتنی فرمت ہو کہا ایک اور رباعی میں اپنے اس شاگرد کا ذکر اس طرح کیا ہے:-

روشن علی مشرق غفلس اے عصر آباد رہے مراد کا اوس کی قصر دیوان کی تزیین میں مصروف ہے بس اب ہم بھی رباعیاں کو کرتے ہیں حیر اس مجموعہ میں جگہ ۱۲۸۶ رباعیات ہیں جن کی ردیف دار تفصیل

۱- ۱۲۷	ب- ۲۶	ج- ۵	ت- ۵۴
۵- ۱۱	ث- ۳	ج- ۱۰	چ- ۱
ج- ۳	خ- ۶	د- ۲۶	ڈ- ۲
ذ- ۱	ر- ۱۲۳	ڑ- ۷	ز- ۱۴
س- ۱۳	ش- ۶	ص- ۲	ض- ۵
ط- ۲	ظ- ۴	ع- ۱	غ- ۶
ف- ۶	ق- ۱۰	ک- ۴	گ- ۱۶
۱- ۵۶	م- ۷۰	ن- ۳۱۲	و- ۲۴
د- ۲۰	ی- ۲۶۰		

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رباعیوں کی سب سے زیادہ تعداد 'ن'، 'ی'، 'و' اور 'ر' کی ردیفوں میں ہے۔

ان رباعیوں کے موضوع زیادہ تر اخلاقی ہیں۔ بزرگان دین اور شاہ وقت (میر محبوب علی خاں) آصف جاہ سادس کی عریہ رباعیوں کے علاوہ اپنے اکثر ہم عصروں اور تلامذہ مثلاً آصف یادر الملک وزیر علی پاشا وزیر، حکیم مظفر الدین خاں

## آغاز:-

آغاز کیا تھا چنانچہ ہندو اور ان مطبوعہ ملاحظہ کے لئے  
گزرنا ہوں۔ مگر کاتب کے عدم دستیابی کے سبب سے  
ملوث رہا۔

مدیر بھی عرض کرتا ہوں کہ یہ مجموعہ ناکام ہے۔  
ایک دوسرا مجموعہ مکمل جس میں کامل رباعیات حضرت  
کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں کتابوں کی الماریوں میں ہے۔  
مجھ کو خوب معلوم ہے۔ چنانچہ وہ دیکھ چکا ہوں۔  
انہی عرض یہ ہے کہ اگر یہ مجموعہ دہاں طبع  
ہو جاوے تو ایک جلد مرحمت فرمنا۔ مرقوم ۵ اشواں  
۱۳۲۳ء مقام راجپور

کترین روشن علی شرفؒ

اس دیوان کے ابتدائی ورق پر عقر نے ایک غزل

(۱۰ شاعر) بھی لکھی ہے جس کا مطلع و مقطع یہ ہے:-

مطلع۔ دہل میں دوستوں کے پہرے ہیں چاہ والوں کو دیکھ گہرے ہیں  
مقطع۔ مے اگر ہے حرام ہو، اے عفر کس کی مستی میں یا دہرے ہیں

## (۱۹۶) دیوان اول مزاج (۱۷۱)

اوراق ۱۲۶۔ سطور ۱۲۰

تقطیع ۱۲ x ۷۔ خط نستعلیق شکستہ۔

مصنف۔ حکیم مظفر الدین خاں مزاج۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۶۱ھ۔

کاتب۔ غالباً مصنف۔ سنہ کتابت قبل ۱۲۹۱ھ۔

حکیم محمد مظفر الدین خاں مزاج (۱۲۳۱ء۔ ۱۳۱۵ء) استاد کل

میر شمس الدین محمد فیض (دیکھو فہرست ہذا مخطوطات ۱۹۳ تا ۱۹۵)

کے نہایت پُرگو اور مرثیہ المال شاگرد تھے۔ چنانچہ وہ رشید الدین خاں

شمس الامرا کے خاندانی طبیب تھے۔ چنانچہ ان کے فرزند

عالی جاہ نواب میر وزیر علی خاں آصفیہ اور الملک بہادر تنہا  
دبیر دامتہ رئیس دکن دام اقبال۔

نظم کروہ رباعیات عجیبہ عفر علامہ شہرہ آفاق  
سال ترتیب آن نوشت دبیر دل کین گائیکان بحر و فاق  
۱۳۱۳

## اختتام:-

کرم وزراء رسول بیگ صاحب منشی دفتر خزانہ حضور پُر نور دام اقبال

کرد دیوان تزانہ موزوں حضرت عفر ہر فن ممتاز

سال تاسع کرم عرض نمود دفتر دانش دانانہ راز

اس رباعی پر یہ دیوان ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی ترغیب نہیں ہے

لیکن اس کے ابتدائی ورق پر عقر کے شاگرد شرف نے جو خط

نواب مشرف جنگ فیاض کو لکھا تھا اس کی نقل درج ذیل ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرف نے یہ دیوان عقر کی زندگی ہی

میں برائے طبع ان سے حاصل کر لیا تھا لیکن جب چھپوانے سکے

تو ان کی وفات کے بعد مشرف جنگ فیاض نے اس کو اپنے

یہاں منگوا لیا تھا اور اس کے بعد یہ اپنی کے کتب خانہ

میں محفوظ رکھ لیا گیا۔ چنانچہ ان کے فرزند نواب عزیز یا جنگ بہادر

عزیز نے اس کو ادارے کے کتب خانہ میں بطور عطیہ داخل

کیا۔ شرف کا خط یہ ہے:-

”بہالی خدمت جناب محلہ القاب محمد فیاض الدین خاں صاحب

الغالب نواب مشرف جنگ دام فیضہ۔

بعد آداب نیلمات کے عرض خدمت شریف ہے کہ

کارڈ مرسلہ گرامی شرف صدد پر اکر سر فراز کیا مجموعہ رباعیات

حضرت استادنا عقر صاحب مرحوم و مغفور بیعت کرمی

مید عباس صاحب قادری مرسل خدمت ہے۔

سابق رباعیات موصوفہ کو کترین نے طبع کر دیا

ردیف الف شروع ہوتی ہے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے ۔

”ردیف الف از دیوان اول“

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مزاج کا پہلا دیوان ہے۔  
اس میں ردیفوں کے آخر میں اضافہ کے لئے متعدد سادہ  
اوراق بھی چھوڑ دیئے گئے جن میں سے بعض پر اضافہ کیا گیا ہے  
اور بعض سادہ ہی رہ گئے۔ اسی جلد میں مزاج کے اہل دو  
دیوان بھی ہیں جن میں سے تیسرے دیوان کی تاریخ کتابت

۲ رجب ۱۲۹۹ھ درج ہے جس کے لحاظ سے یہ دیوان تو بہت  
پہلے ہی نقل کیا گیا ہوگا۔ اس وقت مزاج کی عمر ۶۰ سال کی  
تھی اور اگر (جیسا کہ مرتع سخن میں بتایا گیا ہے) انہوں نے پندرہ  
بیس سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا تھا تو یہ دیوان اول ۱۲۸۲ھ  
سے قبل کا کلام قرار پاتا ہے۔

آغاز :-

جو کچھ کہا ہے روح و قلم نے مجھ کا      معبود لا شریک لا ربنا کہا  
مدد شکر تو نے دیں ہیں آنکھیں جاننا      تیری فدائی دیکھ کے تجھ کو خدا کہا  
اختتام :-

تاریخ سے ہو جاؤں شہید کی تیاری شہدا کی میں نے  
دل کسی جا نہ لگا اپنا مزاج      دل میں جب یار کے جا کی میں نے  
یہ نسخہ نواب عزیز یار جنگ بہادر کا عطیہ ہے

نواب مرخو فیض جاہ ان کے بڑے قدردان تھے اور اسی پایگاہ  
سے مزاج کو منصب ملا تھا۔

مزاج طیب مذاق کی حیثیت سے بہت مشہور تھے اور  
ان کے علاج اکثر پیشتر کامیاب رہتے تھے۔ انہوں نے  
شاعری میں بھی طب کے برابر شہرت حاصل کی تھی۔ اور  
چار دیوان مرتب کئے تھے جن میں سے ابتدائی تین دیوان  
ادارے میں محفوظ ہیں۔

ان کا ایک دیوان تین سو صفحات پر چھپ بھی چکا تھا  
مگر افسوس ہے کہ شائع نہ ہو سکا۔ اس کے مطبوعہ اوراق  
ان کے ایک عزیز نواب عزیز یار جنگ بہادر کے یہاں راقم الحوذ  
کی نظر سے گزرے تھے۔

مزاج کے صرف ایک فرزند میکم محمد منور الدین خاں علاج  
تھے جنہوں نے اپنے والد ہی کی زندگی میں عنوان شباب  
میں (مزاج کی وفات سے صرف ایک سال قبل) وفات پائی  
اور اپنے بوڑھے باپ کی بقیہ ایک سالہ زندگی کو مایہ رنج  
والم بن گئے۔ علاج سے صرف ایک دختر یادگار تھیں جن کی  
اولاد موجود ہے۔ مگر مزاج نے بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ بے  
پڑھ کے اشعار مرے یاد کرے گی دنیا  
بس رہے گا یہ مرا نام و نشان میرے بعد

مزاج کے حالات اور نمونہ کلام (درتبہ اکبر الدین صدیقی صاحب  
ایم اے) تذکرہ مرتع سخن جلد دوم کے صفحات ۱۰۱ تا ۱۰۶ پر  
ادارہ ادبیات اردو نے شائع کر دیئے ہیں۔ اس لئے ذیل میں  
ان کے صرف اس دیوان اول کا تذکرہ درج کیا جاتا ہے۔  
اس دیوان میں تقریباً ساڑھے تین ہزار اشعار ہیں۔ یہ  
غالباً مصنف ہی کا بیضہ ہے اور اس میں جگہ جگہ مصنف نے اپنے  
قلم سے الفاظ اور مصرعوں میں اصلاح کی ہے جس درق سے

انتہام:-

جب سے خط ان کے لب پر آیا ہے  
خط کسی کو لکھا نہیں کرتے  
مزد عشق سے جو واقف ہیں  
در دکی وہ دوا نہیں کرتے  
یہ دیوان نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز کا عطیہ ہے۔

## (۱۹۷) دیوان دوم مزاج [۱۷۱]

اوراق ۶۹ - سطور ۱۸ -

تفطیح ۸ × ۱۲ - خط نستعلیق پاکیزہ -

مصنف حکیم محمد مظفر الدین خاں مزاج - سنہ تصنیف قبل ۱۲۷۴ھ  
کاتب غالباً مصنف - سنہ کتابت قبل ۱۲۹۱ھ -

مصنف کے لئے دیکھو دیوان اول مزاج مخلوط نمبر ۱۹۶ -

یہ مزاج کا دوسرا دیوان ہے جس میں تقریباً ڈھائی ہزار

اشعار موجود ہیں۔ یہ دیوان ادارے کی جلد نمبر ۱۷۱ کے صفحات

۴۱۵ تا ۵۵۳ پر درج ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اور آخری

اوراق غائب ہیں اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ اصل دیوان

کتنے بڑا تھا اور کب نقل کیا گیا ہے۔ چونکہ تیسرا دیوان درج ۱۹۷ نمبر

میں نقل کیا گیا تھا اس لئے ظاہر ہے کہ یہ اس سے قبل مرتب

اور نقل کیا گیا ہے۔ اس کا کاغذ اور خط دیوان اول کے

مقابلہ میں نہایت اعلیٰ ہے اور یہ زیادہ انتہام سے نقل کیا

گیا ہے۔ شاعر کا تخلص ہر جگہ سرخ روشنائی میں درج ہے۔

اور اس میں اضافہ کے لئے صفحات سادہ نہیں چھوڑے

گئے ہیں۔ البتہ بعض جگہ حاشیہ پر اشعار اور غزلوں کا

اضافہ کیا گیا ہے۔

آغاز:-

پھر راہ پہ لاوے بتِ اعجاز نش کو

گر آہ میں اعجاز ہو موی کے عصا کا

بہر آئے جو آنکھ اور لب بند آہ رسا ہو

سامان عیاں خلق میں ہو ابرو ہوا کا

## (۱۹۸) دیوان سوم مزاج [۱۷۱]

اوراق ۸۰ - سطور ۱۸ -

تفطیح ۸ × ۱۲ - خط نستعلیق پاکیزہ -

مصنف حکیم محمد مظفر الدین خاں مزاج - سنہ تصنیف قبل ۱۲۹۱ھ

کاتب - غالباً مصنف - سنہ کتابت ۱۲۹۱ھ -

یہ مزاج (۱۲۳۱ تا ۱۲۴۱ھ) کا تیسرا دیوان ہے۔ ان کے

پہلے دو دیوانوں کا ذکر مخلوطات ۱۹۶ و ۱۹۷ میں کر چکا ہے۔

یہ دیوان مکمل ہے۔ اور اس میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں۔

مزاج کے کل چار دیوان تھے (دیکھو مرقع سخن جلد دوم

صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۶)۔ لیکن چوتھا دیوان ادارے میں موجود نہیں ہے

اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اب وہ کہیں محفوظ بھی ہے یا نہیں۔

یہ ۱۲۴۱ھ سے قبل کا کلام ہے اور اس کے بعد مزاج ۲۷

سال اور زندہ رہے۔ اس عرصہ میں ایک اور دیوان

ضرد مرتب کیا ہوگا۔ اور غالباً وہی دیوان چھاپا بھی گیا تھا

جو شائع نہ ہو سکا۔ بلکہ اس کے مطبوعہ اوراق نواب

عزیز یار جنگ بہادر عزیز کے یہاں موجود ہیں اور راقم کی

نظر سے گزرے ہیں۔

ادارے میں ان کے جو تین دیوان ہیں ان میں صرف



بس اس غزل پہ تیسرا دیوان تمام ہے  
ترقیمہ: —

”بنوہ با تمام رسید بتاریخ دوم شہر رجب ۱۲۹۱ ہجری“  
یہ دیوان نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز کا عہد ہے۔

## (۱۹۹) قصہ البوشمہ [۶۱۱]

ادراق ۸ - سطور ۱۰۰ -

تقطیع  $\frac{1}{4} \times 2 \times 4$  - خط نستعلیق معہلی۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۳۰ھ

کاتب: سید عبدالغفار - زمانہ کتابت قبل ۱۲۳۰ھ

یہ قصہ سنہ ۹۱۹ھ میں مثنوی کی شکل میں گوگندے کے  
ایک شاعر امین نے قلمبند کیا تھا۔ اور اس کا ایک قلمی نسخہ  
جو سررینگ پٹن میں نقل کیا گیا تھا، نڈیا آفس کے کتب خانہ  
میں محفوظ ہے۔ (فہرست بوم ہارٹ نمبر ۷۱)

مثنوی البوشمہ میں ۶۰۷ ابیات تھیں جن کا کچھ انتخاب  
اور قصہ کا خلاصہ مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے کتاب  
”یورپ میں دکنی محظوظات“ کے صفحات ۱۰۰ تا ۱۰۶ پر شائع  
کیا ہے۔

زیر نظر محظوظہ قصیدے کا شکل میں ہے اور اس میں  
جلد ۱۵۵ اشعار ہیں۔ مصنف نے اپنا نام کہیں بھی ظاہر نہیں  
کیا اور نہ سنہ تصنیف ہی لکھا۔ زبان و اسلوب سے معلوم  
ہوتا ہے کہ وہ تیرھویں صدی کا کوئی شاعر تھا جس نے  
امین کی طویل مثنوی کا خلاصہ لکھا ہے۔ مضامین بالکل اسی  
ترتیب سے لکھے ہیں جو مثنوی البوشمہ کی ہے۔ اس قصہ میں  
بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک حسین و جمیل اور

غزلیں درج ہیں جن کے جملہ اشعار کی تعداد دس ہزار ہے۔ لیکن  
غزلوں کے علاوہ مزاج نے رباعیاں اور قطعات وغیرہ بھی  
لکھے تھے۔ چنانچہ ان کے ہم عصر شاعروں کے مجموعوں میں ان  
کے قطعات تاریخی بھی نظر سے گزرتے ہیں۔ لیکن انہیں ہے کہ  
ان کا کلام منتشر ہی رہا۔ اگر ان کے شاعر فرزند حکیم منور الدین کا  
حلاج ان کے بعد زندہ رہتے تو شاید ان کا پورا کلیت مرتب  
ہونے پاتا۔ یہ تین دیوان بھی اتفاقاً نواب عزیز یار جنگ بہادر  
عزیز کی عنایت سے اور ۷۰ میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ چونکہ مزاج  
ایک اچھے شاعر تھے اس لئے ضرورت ہے کہ ان کے جملہ کلام  
کا ایک عمدہ انتخاب تلاش و جستجو کے بعد مرتب کیا جائے۔  
ایک ایسے انتخاب کے بعد یقیناً واضح ہو جائے گا کہ مزاج اردو  
کے بلند پایہ شعرا میں سے تھے۔

اس دیوان کے حاشیہ پر بیسیوں غزلوں کا بعد میں اضافہ  
کیا گیا ہے۔ اور یہ دیوان ہنگلی کلام اور اعلیٰ مضامین کی  
وجہ سے پہلے دو دیوانوں میں ممتاز ہے۔

آغاز: —

مصرعہ دیوان ہے قد اس بت دلخواہ کا  
جس کی اردو میں ہے خم محراب بیت اللہ کا  
ہے مجھے مطلوب جس خورشید صورت کا وصال  
یہاں سے اوس کے شہر تک ہے راستہ یک ماہ کا

اختتام: —

تکمر اگر ستارہ ہے اوس جامہ زیب کا  
رشک ہلال عید گریباں تمام ہے  
سڑپ ہیں سرو بزرگ گل تر درق درق  
دیوان یہ کتاب گلستاں تمام ہے  
(ایک مصرعہ کی جگہ غالی چھوڑ دی گئی ہے)

ترجمہ :- ”کتبہ حامی بندہ جبار سید عبدالغفار“  
یہ کتاب حضرت قاضی بی صاحبہ کے کتب خانے کی ہے  
اور انہی کی فرائض پر ان کے حقیقی بھانجے سید عبدالغفار نے  
تسلسلہ کے قوی زمانہ میں نقل کی ہے اور اس کو راقم الحروف  
نے ادارے میں بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

## (۲۰۰) روپ سنگار [۱۰۷]

ادراک ۱۹ سطور ۱۱۔

تقطیع ۸ x ۷۔ خط نستعلیق پاکیزہ۔

عنوانات سرخی میں۔

مصنف۔ محمد باقر آگاہ دیلوری۔ سنہ تصنیف ۱۲۱۵ھ۔

زمانہ کتابت۔ قبل ۱۲۹۹ھ۔

محمد باقر آگاہ دیلوری (۱۱۵۸ھ۔ ۱۲۲۲ھ) کی کئی

کتابیں مثلاً عقائد نامہ، تحفۃ النساء، بہشت بہشت کے

آٹھوں رسائل، محبوب القلوب، ریاض الجنان، مراۃ آگاہ،

ادارے میں محفوظ ہیں اور ان کا ذکر اس فہرست کے

محظوظات نمبر ۲۹ تا ۶۳ اور ۸۹ و ۹۰ میں گزر چکا ہے۔ اور

آگاہ کے تفصیلی حالات بھی انہی کے سلسلہ میں درج ہو چکے

ہیں۔ اس لئے یہاں صرف ”روپ سنگار“ کی تفصیلات

پیش کی جاتی ہیں۔

یہ ۳۷۰ ابیات کی ایک اردو مثنوی ہے جو مختلف فارسی

رسائل مثلاً ”محبت نامہ“ ”عروض سینی“ وغیرہ کے درمیان

ایک ہی جلد میں ادراک ۸۱ تا ۹۹ پر نقل کی گئی ہے۔

آگاہ نے کتاب کا نام اس بیت میں لکھا ہے۔

بناجب حسن کا، نینہ اوتار رکھیں تام اس کاروب سنگار

(دوق ۷۹ ب)

خوش کن فرزند ابوشمہ کو شراب پینے اور زنا کے جرم میں کوڑوں  
کی سزا دی جس کے آٹھ ماہ وہ انتقال کر گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ شیو سلطان کے زمانہ میں یور  
اور سریرنگ پٹی میں بہت مقبول تھا۔ چنانچہ انڈیا آفس  
کا نسخہ وہیں نقل کیا گیا تھا۔

اور بعد کو اس قصہ کی اتنی مانگ ہوئی کہ زیر نظر محظوظ  
بشکور میں شائع بھی کیا گیا جس کا حال اس نسخہ کے سرورق  
پر اس طرح درج ہے۔

”مطلع احمد قلندر محکم بشکوری ملج ہوا باہتمام بندہ

دگاہہ کریم ابراہیم بن نائب شیخ احمد قلندر عفی عنہ“

آغاز :-

وصف رب الحمد للہ بولتا ہوں ابتدا

شوق سوں اپنے دیکھو روشن کیا ہر دور

نور سوں اپنے نبی نور شبی سوں دو بہاں

ساج شاہی دے کیا ہے جن کو ختم الانبیاء

اختتام :-

حور و قلماء سب کھڑے ہیں صفہ بصفہ خدمت متے

دیکھو نغمہ کے مرانب کیوں ہے از فضل خدا

سن اتنا کر ختم ضم (ج) فاتحہ پڑ دل ستے !

لاویں گے غمہ نے ہی سب دل کی تیرے دعا

اس کے بعد ایک نعتیہ غزل بھی اس محظوظے میں درج ہے

جس کا مطلع و مقطع یہ ہے۔

مطلع۔ چکا جہاں میں جب مہ اقبال مصطفیٰ

اہ سپہر ہو گیا پامال مصطفیٰ

مقطع۔ کافی ہے اپنے واسطے گر منکر و نیکر

دکھلائیں لا کے قبر میں قتال مصطفیٰ

## تعریف زبان سنسکرت

زبانیں جو مروج ہیں بہ عالم کہ شہرت سے ہوئے ہیں وہ کرم  
سے ہم بعض اور بعض کو دیکھے نگاہ غور سے سب کو پرکھے  
ہیں کوئی ان میں ہندی کے مانند ہے جس کا نام سنسکرت اے خود مند  
ہے دوست اس کی بے حد آگرمی فصاحت اور تفرد سے ہے نامی  
اس کے بعد عربی و سنسکرت کی شاہنہیں دکھائی ہیں کہ دونوں  
میں جنہیں تین ہیں (یعنی مذکر، مؤنث، و اعداد تثنیہ و

جمع کے صفیے بھی دونوں میں موجود ہیں۔ اسی سلسلہ میں میر خرو  
کی وہ ابیات نقل کی گئی ہیں جو انہوں نے سنسکرت کی تعریف  
میں لکھی تھیں۔ یہ ابیات ان کی مثنوی ”نہ فلک“ سے منقول ہیں۔

ہندوستان اور سنسکرت کی تعریف کے بعد مصنف نے ان  
خصوصیات کو تفصیل سے ظاہر کیا ہے جو سنسکرت کے ساتھ  
مقصود ہیں۔ اور ہر خصوصیت ایک نئے عنوان سے شروع  
کی ہے جس پر بجائے موضوع کا عنوان لکھنے کے صرف  
”فائدہ“ لکھا ہے۔ ایسے فائدوں کے موضوعوں کی تفصیل  
یہ ہے :-

- ۱۔ رس کی تعریف اور اس کی اقسام (۸۵) ۲۔ اسباب عشق (۸۶)
- ۳۔ مقولات عشق (۸۶) ۴۔ نایکا بھید (۸۷) ۵۔ آخری  
سرخ کی تحت عورتوں کی تمام قسمیں بیان کی ہیں۔ اور ہر عورت  
کے جذبات کی خصوصیات سنسکرت شاعروں نے جس طرح  
قلبند کی ہیں ان کی وضاحت کے لئے آنگاہ نے خود ہی  
دہرے اور کبت تصنیف کئے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک  
کبت درج ذیل ہے جو دھیرا نالیکا کا ترجمان ہے۔

### کبت از زبان دھیرا نالیکا

ہیں یہ کابل زحل طرح کا ہلال لب پزیرے پیارے  
کیا ہے بل مہر تھ دہن پر سیاہ بختی نے میری آ رہے

اس کے علاوہ آخر میں جو قطعہ تاریخ کتاب لکھا ہے  
اس کے پہلے شعر میں بھی یہی نام لکھا ہے۔ اس قطعے کا  
بہلا اور آخری شعر یہ ہے :-

مطلع۔ ہے یہ روپ سنگار وہ ازسی کہ موہہ اپنا دیکھے وہاں جن موشن  
مطلع۔ میں جب سناں تیار چننا سروشا کہا میں عجب گل فشاں جن وحش  
مثنوی کے ابتدائی حصہ میں بھی مصنف نے حسب ذیل بیت  
میں سنہ تصنیف واضح کر دیا ہے :-

ہے اب ہجرت سے بار سو پہ پند کہ اعجاز اس کا ہے صیہ کلویا  
آنگاہ نے سبب تالیف میں اپنی ایک اور کتاب ”من دین“  
مصنف ۳۳۸ھ کا ذکر اس بیت میں کیا ہے :-

دوہ اعجاز قرآن کے ہیں بسیار میں کچھ بولایوں من دین میں آید  
(۸۲ ب)

”من دین“ کا تعلق نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے (دیکھو فہرست ہند  
نسخہ نمبر ۵۸)

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا باقر آنگاہ

عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ سنسکرت اور برج بھاشا  
کے بھی ماہر تھے۔ چنانچہ درمیان کتاب میں خود اپنے بعض  
دوہے اور کبت درج کئے ہیں۔

یہ کتاب نالگہ بھید کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ سنسکرت  
شاعری میں عورتوں کی جو قسمیں بیان کی گئی ہیں اور ان کے  
جو مختلف جذبات واضح کئے گئے ہیں ان سے مصنف نے  
اس کتاب میں تفصیل سے بحث کی ہے۔

اس مثنوی کے آغاز میں عربی زبان اور ادب کے کمالات  
بیان کئے گئے ہیں اور اس کے بعد سنسکرت کی تعریف کی ہے۔  
سنسکرت کے لئے مصنف نے ہندی کا لفظ اختیار کیا ہے۔  
اس موضوع پر اس کی چند ابیات یہ ہیں :-

”مجی ڈاکٹر، رکی خدمت میں تحفہ۔ ہاشمی۔ میں نے اس کو دارک  
میں بطور علیلہ داخل کر دیا ہے۔“

## (۲۰۱) ثنوی علی (۲۵۱)

اور اق ۲ - طور ۱۷ -

تقطیع ۵ x ۹ - خط ثلث -

مصنف علی - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۱۵ھ -

کاتب - شیخ عبد القادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۱۵ھ -

علی تخلص کے تین اور شاعروں کی کتابوں، مناجات

[مخطوطہ نمبر ۱] پند دبند [مخطوطہ نمبر ۲] اور نامہ علی [مخطوطہ نمبر ۳]

کا تذکرہ اس فہرست میں پہلے گزر چکا ہے۔ مکن ہے کہ مخطوطات

نمبر ۲۲ کا مصنف زیر نظر ثنوی کا بھی مصنف ہو۔

یہ ایک ناقص الاول ثنوی ہے جس میں بحالت موجودہ

صرف (۳۱) ابیات ہیں۔ اس کا موضوع تصوف ہے اور اس میں

ثابت کیا گیا ہے کہ عشق مجازی انسان کو عشق حقیقی تک

پہنچا دیتا ہے۔ کاتب کم سواد معلوم ہوتا ہے۔ اکثر الفاظ کا امل غلط

لکھا ہے۔ چنانچہ مجازی کو ہر جگہ ”مجازی“ لکھا ہے۔

یہ ثنوی دراصل کسی طویل قصہ کا آخری حصہ ہے اس میں

ایک درویش کی ایک شاہزادی کے ساتھ عاشقی بیان کی گئی ہے

جو دراصل عشق حقیقی کا بہانہ تھی۔ آخری اشعار میں شاعر خود

بھی ویسی ہی محبت کے لئے خدا سے دعا مانگتا ہے۔

آغاز:-

دوٹیاں شاہ ترکان دیا مار گیا غاس لشکر کیرا جنگ بار

ہو اجب جہاں روشن از افتاب سواوس وقت و شاہ عالی جناب

نہیں ہوئی ہے گشت شب کی لگتی سے لال ایسی نین تمہاری

وہ آری سے نگہ کے جو ہر ہوئے ہیں رنگیں خرو بارے (۹۲)

کتاب کے آخر میں آگاہ نے اپنے ایک معاصر میر غلام علی

آزاد بلگرامی سے اختلاف کیا ہے اور ان کی غلطی بتائی ہے

آزاد نے ”سبحة المرجان“ میں لکھا تھا کہ اگرچہ عربوں نے بھی

عربوں کی قسمیں بیان کی ہیں لیکن وہ ہندیوں جیسی کثیر قسمیں

نہ بنا سکے۔ اس کے بعد آزاد کی پیش کی ہوئی تفصیل لکھی ہے۔

اور آخر میں اس کے جواب کے طور پر کہتے ہیں:-

لکھا ہے اس قدر ہی میر آزاد یہ تحریر اس کی ہے گی حیرت ایکا

غلط ہے یہ بیاں بے شبہ واللہ تو صادق جان بے شک صرت آگاہ

پر اتنا فرق ہے ہندو عرب میں ہے تمہیں اس دن کے صنوبروں کے دھند

اس کے بعد اس موضوع کی اپنی طرف سے کچھ وضاحت کی ہے۔

یہ کتاب آگاہ نے بڑی محنت اور تحقیق سے لکھی ہے۔ اور

بلکہ جگہ بعض کتابوں کے حوالے دیے ہیں مثلاً

نہ نلک در سالہ عشقیہ و شہادتہ الکافوریہ فی وصف المعابد

الایلیوریہ از امیر خسرو غایتہ الاحسان از جلال الدین سیوطی وغیرہ۔

آغاز:-

پس از حمد خدا و نعت مختار سے اس مضمون کو گوش دل ہو یکبار

کہ ہے تازی تراباں کی طرز تازی کرے ہے نیت نلک پر تاز کتازی

اختتام:-

درودین پیچ ہرم اس پہ یارب اور اوس کے آل اور اصحاب پر رب

اور اوس کے تابان خاص اوپر خصوص اوس پر جو محبوب اکبر

آخر میں کوئی ترقیہ نہیں ہے لیکن خط اسی کاتب کا ہے جس نے

آگاہ کی ایک اور کتاب ریاض الجنان لکھی تھی (دیکھو مخطوطہ نمبر ۱۶)

یہ نسخہ مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے راقم الحروف کو علیلہ

دیا تھا اور اس کے سروقی پہ ان کے یہ دستخط ثبت ہیں:-

اختتام :-

خدا یا علی کوں تو دے صدق سوز عطا کرتوں اس وقت اوٹیک روز  
ترے مدد سے میرا جو تک اور دیکہ دیا جو اس کا تراخو دیکہ !  
ترقیمہ :-

”تمت ترمیم شد کار من نظام شد۔ الحقیر الفقیر شیخ عبد القادر“

یہ فتویٰ ایک ضخیم بیاض کے ابتدائی اوراق میں درج ہے۔ اس  
بیاض میں کئی رسالے اور نظمیں شامل ہیں جن کا تذکرہ آئندہ  
صفحات میں شریک ہے۔ یہ بیاض عمید اللہ حسینی صاحب کا طبع ہے۔

سب انبیاں ہو ر اویاں کر گئے ہیں دل میں آندو

پاویں دو جگ میں ہم شرف ہو ویں جو اس امت نے

اختتام :-

جنگلی جناور ہیں جتنے لاگے بنائے کے آچرن

توڑیا کھردل کا سہی لا صدق سب کے دل نے

نیکی عبادت تم کرو غافل نہ ہو ہشیار ہو

پینا پیا لاموت کا دنیا جو ہے فانی نے

(۲۰۳) مناجات غفار [۳۵۳]

اوراق ۲ - سطور ۱۷

تقطیع ۵ × ۹ - خط ثلث -

مصنف - غفار - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۱۵ھ

کاتب - شیخ عبد القادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۱۵ھ

قصیدے کے طور پر - ایک مصرع نظم ہے جس کے تقریباً

ہر شعر میں چار مقفی ٹکڑے لائے گئے ہیں اور ہر شعر کا آخری

حصہ وہی ہے جو پہلے شعر کے آخر میں آیا ہے - اس طرح

۲۰ شعر لکھے ہیں جن میں حضرت رسول اکرم سے ہدایت و نیک

کی انتہائی ہے - شاعر کا تخلص غفار ہے جس کا کوئی اور کلام

اب تک دستیاب نہیں ہوا ہے -

آغاز :-

ہمیشہ منجہ عامی کوں بنی جی آسرا تیرا

جہنم کے غلامی کوں بنی جی آسرا تیرا

قیامت کا کٹھن رہ ہے سوا و دن سہ پہل جی

گنہ منجہ سرپوٹگیں ہے بنی جی آسرا تیرا

(۲۰۲) قصہ ہرنی کا [۳۵۲]

اوراق ۲ - سطور ۱۶

تقطیع ۵ × ۹ - خط ثلث -

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۱۵ھ

کاتب - شیخ عبد القادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۱۵ھ

یہ ۱۹ اشعار کی ایک نظم ہے جو بطور قصیدہ لکھی گئی ہے -

لیکن اس میں شاعر نے (جس کا نام معلوم نہ ہو سکا) صرف

رولین کا خیال رکھا ہے قافیہ کی پروا نہیں کی -

اس نظم میں آنحضرت نبی کریم کا مشہور معجزہ قلمبند کیا گیا ہے

کہ کس طرح ایک ہرن جس کے آنحضرت صامن ہوئے تھے،

وعدہ کے مطابق واپس آئی - مصنف کوئی صوفی شاعر ہیں -

اسی لئے شاعری کے معمولی لوازم کا بھی خیال نہیں رکھا ہے -

کاتب نے ہر مصرع کو دو ٹکڑے کر کے اس طرح لکھا ہے کہ

گویا بجائے ۱۹ کے ۳۸ شعر ہیں -

آغاز :-  
پیدا کیا حق نے نبی ایسا نہ کوئی نبیوں نے

دیتا بڑائی ان کے تیں نبیاں سنی محشر نے

اختتام :-

جد ہوئے غانی فی اللہ تب ہوئے باقی باللہ  
کر ختم توں ہو آہن ہر نکتہ شہ غزل ہے  
ترقیمہ :- ”قت تمام شد کار من انعام شد الخیر الفقیر شیخ عبدالقادر“

ہیں امت تلمذے ہیں غریب عاجز بچارے ہیں  
قیس صاحب ہمارے ہیں جی آسرا تیرا  
رکھیا عقد سریا کر محمد کے قدم اوپر

گنہ میرے سو بخشو کر جی آسرا تیرا  
کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ یہ نظم اسی بیاض (نمبر ۶۸) کے  
ادواق ۳ و ۴ پر درج ہے ۔ جس کا کاتب شیخ عبدالقادر ہے۔

(۲۰۵) کلام شغلی [۳۵۵]

ادواق ۸ ۔ سطور ۱۷

تقطیع ۵ x ۹ ۔ خط ثلث

مصنف : شغلی بیجا پوری ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۶ھ

کاتب : شیخ عبدالقادر ۔ زمانہ کتابت قریب ۱۲۳۷ھ

شغلی بیجا پوری کے صوفی شوا میں سے تھے ۔ محمد باقر آگاہ  
دیواری نے جو بیجا پوری الاصل تھے ان کا ذکر کیا ہے ۔ زیر نظر  
بیاض میں ان کا جو کلام درج ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے  
کہ وہ ایک اچھے شاعر تھے ۔ ”دکن میں اردو“ ص ۱۶۹ میں  
ان کی ایک کتاب ”پندنامہ“ کا ذکر درج ہے ۔

چونکہ شغلی کے کسی کلام کا کوئی نمونہ اب تک منظر عام  
پر نہیں آیا ہے اس لئے اس بیاض میں ان کی جو نظمیں  
ہیں ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے ۔ کاتب نے  
بہت غدا نقل کیا ہے اس لئے بعض شعریاتیاً نسخ ہو گئے ہیں ۔

۱۔ غزل ۔ ۵ شعر ہیں ۔ (ورق ۷ و ۸)

مطلع ۔ بے چوں کر بولیا جگت کاڑی کے او جل پھاڑ ہے  
سمجھاؤ کوئی اب تلک کاڑی کے او جل پھاڑ ہے

مقطع ۔ شغلی (تر) ایتا دم انی انا اللہ کا حرم !  
ناکول اتنا رکہم کاڑی کے او جل پھاڑ ہے

۲۔ غزل ۔ نہایت مرصع اور اعلیٰ پایہ کی غزل ہے جس میں  
۵ شعر ہیں ۔ (ورق ۷ و ۸ ب)

(۲۰۴) کشف المعراج [۳۵۴]

ادواق ۴ ۔ سطور ۱۷

تقطیع ۵ x ۹ ۔ خط ثلث

مصنف ۔ موآہب ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۱۱ھ

کاتب ۔ شیخ عبدالقادر ۔ زمانہ کتابت قریب ۱۲۳۷ھ

یہ ۴ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس میں کسی صوفی  
شاعر موآہب نے اپنے عقیدہ مندوں کے لئے تعویذ و  
اخلاق کی مفید نصیحتیں قلمبند کی ہیں ۔ یہ ایک غیر معروف  
شاعر ہے لیکن کلام سے پختہ مشقی ظاہر ہوتی ہے ۔

آغاز :-

الحمد للہ قادر سبحان عز وجل ہے

احمد سوں نے احد لک یک نکتہ میں جل ہے

باطن میں تھا سو قدرت ظاہر کیا محمد

ان کا طفیل معراج مومن پو پل میں پل ہے

اختتام :-

یک دم ہے زندگی تجو لیکن ہے نیم دم سب

اس نیم دم میں کرے پھر کر نہ آج کل ہے ۔

مطلع۔ تجر حسن کا دیکھ جسے دیکھیا سو پروانا ہوا

تیرے ادھر کا مئے جیسے چاکھیا سو دیوانا ہوا

مقطع۔ انگشت نہا ہو دجکت پھرنا ہوں ہو تیرا جگت

پن ڈوں کہ میں یوں نہیں کہنت شغلی کہہ رہا ہوا

۳۔ غزل۔ تسون میں ۷ اشعار کی غزل ہے (درق ۸ ب و ۱۹)

مطلع۔ سنجے لفظ نے پایا ادیا ساقی جو وحدت کا

چڑھی منجہ کیوں قرب حق نقص چاکھیا نہایت کا

مقطع۔ جلا کر گیان کی پوئی اندھارا ٹھہر کیا جوتی

صفت نکتہ کیا ذاتی نے شغلی شغل حالت کا

۴۔ غزل۔ عنوان پر لکھا ہے کہ شغلی کی غزل ہے۔ لیکن اس میں

مقطع نہیں ہے۔ اس غزل میں اشعار ہیں۔ غالباً یہ شغلی ہی

کی ہوگی۔ ممکن ہے کہ اس کا لقب باقی بالند ہو۔

مطلع۔ نظر کی گود میں دیدہ دیدے میں نظر دستا

سو اوس دبدبے کے ہوئے میں سوجل باہر بھتر دستا

مقطع۔ بقی بالٹپ میسر و مرشد کی شفاعت سوں

کر کیا کی نظر میں سب رحیا کا ہنر دستا !

۵۔ نظم وحدت۔ ۷ اشعار کی ایک نظم ہے جس میں دو غزل نما

بند ہیں۔ ان میں وحدۃ الوجود کا مسئلہ مثالوں کے ساتھ واضح

کیا گیا ہے۔ ہر بند کے ابتدائی اور آخری شعر یہ ہیں۔ (درق ۱۱ ا و ب)

پہلا بند۔ لئے ذات اصل نور عشق جمالی جلال صفت

نزاع و جہاں اس نقل میں نقل میں ہوں

مقطع۔ چور میں چور میں چور میں ٹھگ میں ٹھگ میں تیاں

فن میں فریب، فریب میں، بگل میں بگل میں ہوں

دوسرا بند۔

مطلع۔ مصحف میں جڑ ہے، جڑ میں صورت میں صورت میں ہوں

تس میں حرف حرف میں ارت میں ارت میں ہوں

مقطع۔ سچ شغلی میں صنم ہے، صنم میں مجھ ہے غم۔ غم میں

شغل میں شغل میں، پرت میں پرت میں ہوں

۶۔ نظم۔ یہ ۷ اشعار کی ایک طویل مرصع نظم ہے جو بجا ہے

خود ایک رسالہ ہے اور جس میں امام حسین علیہ السلام

کا فلسفہ شہادت بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ ایک بڑی

نظم ہے اس لئے ابتدا اور آخر کے دو دو شعر درج ذیل ہیں۔

آغاز:-

جب گنج مخفی توں انتھا تب تخم تھارے یا حسین

اب او تخم سوں توں شجر ظاہر دیا رے یا حسین

جگ میں طریقہ تاج نوا بولن مجھے لازم ہوا

روشن ہوا منجہ دل دیوانہ تیری عطارے یا حسین

اختتام:-

توں ذات سلطانی منیر در ماندگاں کوں دستگیر

جیوں منجہ کیا روشن ضمیر توں میں پکارے یا حسین

یا کوئی منجہ کا فرکو، یا منجہ پو کوئی شاکر رہو

تجہ غم شغل میں ہو جو شغلی ہوا رے یا حسین (درق ۱۱ ا و ب)

ترقیمہ:-

”تمت تمام شد۔ کار من نظام شد۔ الحقیر الفقیر شیخ عبد القادر

ایں خط است مم“

۷۔ قصیدہ۔ یہ ۱۳ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس میں صوفیانہ

مضمون لکھے گئے ہیں اور کسی کے مرید ہونے کی طرف رغبت

دلانی گئی۔

مطلع۔ شہ رگ تے رب تیرے بسے توں بھاگتا ہے کیوں بعید

گرنے سنیا تو سن او نحن اقرب الیہ جبل الوریہ

مقطع۔ شغلی شغلی خدا کو کہے کہ، خود میں خدا کو کہے کہ

یوں مل، ہا یک ہو کہ، جوں نظرہ فی البحر العقیہ

شغلی کا یہ تمام کلام ادارے کی بیاض نمبر ۳۵۶ میں مختلف مقامات پر درج ہے یہاں سب کا تذکرہ ایک ہی جگہ کیا گیا ہے۔

## ۲۰۶۔ کلام سلطان (۳۵۶)

اراق ۱۰۔ سطور ۱۷۔

تفصیل ۸، ۹۔ خطائے ۱۔

مصنف۔ سلطان۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۱۵۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ زمانہ کتابت قبل ۱۲۰۰ھ۔

یہ ایک بڑے صوفی شاعر تھے۔ ان کا ایک مکمل دیوان راقم الحروف کی نظر سے گزرا تھا جو غالباً ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ کی ملک ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کرنل یا اس کے قرب و جوار کے رہنے والے ہوں۔

سلطان میراں شاہ معروف کے خلیفہ تھے چنانچہ فضل نے

نئی الدین نامہ میں لکھا ہے کہ :- (دیکھو مخلوطہ ۲۱۲)

میراں شاہ معروف اودشگیر کے دل میرا کر پاک روشن ضمیر دیئے دست پنجہ بھرے سات میں دئے منجھو سلطان کے ہاتھ میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف نے اپنے خلیفہ سلطان کے سپرد فضل کو کیا تھا۔ مرتضیٰ بھی سلطان کا مرید تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :-

کہ سلطان مرشد ہے روشن منیر کیا عاشقاں میں سو منجھوں امیر (دیکھو مخلوطہ نمبر ۲۱۰)

ادارے کی اس بیاض میں سلطان کی ۹ غزلیں محفوظ ہیں جن کا تفصیلی ذکر یہ ہے :-

۱۔ یہ شعر کی مرصع غزل ہے جس میں مسلسل تصوف کا مضمون

باندھا گیا ہے۔ (ورق ۷ ب)

مقطع۔ تس ذات کی (رے) بھرتے قابل ہو جب تے گل ہوا

تب صفت سوں مویاں آبل تس بحر میں یک گل ہوا

مطلع۔ دیکھے سکل جب یو ہنر تب جا ہوئی نسب جا خبر

سلطان جگ آیا لگر پھر دو جہاں میں غل ہوا

۲۔ یہ بھی شعر کی خزن ہے جس میں تصوف کے مضامین باندھے گئے ہیں۔

مطلع۔ دل میں تے درگزنوں دنیا کی آس مطلق

حق کا پر مطلب توں ہو کر نراس مطلق

منقطع بن وصل حق ارجو کوئی ہیں غبت میں عمر کھوتے

سلطان کا اذن کوں ہے نہت و صاس مطلق (ورق ۸ ا)

۳۔ تصوف کے مضامین میں ۶ اشعار کی غزل ہے۔ (ورق ۸ ب)

مطلع۔ جب لگ نہ تھا اس کو اسم تب الگ تھا نابود ہو

جب جانے پایا اسم تب آسیا محمود ہو

مقطع۔ نجر عشق کے سلطان سوں طے ہنر کس کوں نہیں

دن رین پھر اس شکل میں ہر عشق میں موجود ہو

۴۔ اس غزل میں ۶ شعر ہیں۔

مطلع۔ جدھان تے منج گیا ہے چڑھنم تے عشق بازی کا

ندان تے میں من بھاتا منجے قصہ درازی کا

مقطع۔ جہاں میں وصل ہو تب تے ہو سلطان نابالی

برصاں نے قرب دھتا ہو گر بندہ نوازی کا (ورق ۹)

۵۔ ۵ شعر کی اس غزل میں عارفانہ مضامین باندھے ہیں۔

مطلع۔ عاقل سنجوان سوں انسان نے پایا شرف

انسان کے مظہر سستی سبحان نے پایا شرف

مقطع۔ بد کیا برا ہے عاشقاں ہر بدلو ہر دم شکر ہے

ابلیس بیتے دین کے سلطان نے پایا شرف

۶۔ ۵ شعر۔ معروف حق کے مسائل بیان کئے ہیں۔



## (۲۰۷) مناظرہ عقل و عشق [۳۵۷]

اوقات ۲۔۔ سطور ۱۷۰

تقطیع ۵ x ۹۔ خط غلط۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۱۵ھ۔

کاتب شیخ عبدالقادر۔ کتابت قریب ۱۲۱۵ھ۔

یہ ۲۹ ابیات کی ایک مکمل مثنوی ہے جس میں کسی  
دکنی شاعر نے عقل و عشق کا نہایت پر لطف اور عارفانہ  
مناظرہ پیش کیا ہے۔ اس قسم کی نظمیں بعد کو بھی اردو میں  
لکھی گئی ہیں لیکن یہ نظم اپنی قدامت کی وجہ سے خاص کر قابل  
قدر ہے۔

آغاز۔

عقل بولی نادیاوانے شان ے عشق بولیا سرکھن توں بانڈے  
عقل بولی کر اندیشہ ہو در فکیر عشق بولیا کر فنا اپنا سریر  
اختتام :-

عقل بولی چل مذہب کی بندگی عشق بولیا کر مذہب سوں زندگی  
عقل بولی کرتوں روزہ ہو نماز عشق بولیا کر پرستی کا اواز  
عقل بولی عشق کوں کر بندگی

اس کے بعد بغیر کسی ترقیے کے ششٹی کا ایک ترکیب بند شروع  
کر دیا گیا ہے جس کا موضوع بھی عقل و عشق سے متعلق ہے۔  
ششٹی کے لئے دیکھو مخطوطہ نمبر (۲۰۵)۔

مطلع۔ بھر یا ہے او تو سب جاگا ہو اکیوں نا تو خالی کا  
سمجھ کر دیکھ عارف یو سمارین کالی کا

مقطع۔ قدیمش آتا اکبر توں ادا فی ولا یذکر

کہ مرے سلطان تازہ تر سخن توں بول مالی کا

۷۔ صرف ۲ شعر ہیں تصوف کے مسائل بیان کئے ہیں

مطلع۔ من عرف کے آپس میں لئے میں بیاں سبج

دیتا ہوں تاج خبر دلے اس کے نشان سبج

مقطع۔ سلطان جاں ملک رہنا سو مجید پائے کر  
گنج خفی کا نعل و خصوص نہاں سبج (دوق ۱۸)

۸۔ عارفانہ مضامین۔ ۱۲ اشعار کی غزل ہے۔

مطلع۔ سماء سے بجز مٹانا خطرہ سورہ خطر کا

تنب لک۔ نہ دور ہو سے پردہ نظر آپ کا

مقطع۔ جن گنج کے تخت کا سلطان ہو رہیا ہے

امید اس کوں کیا ہے بھی ملک و سیم و زر کا

(دوق ۲۲)

۹۔ پسند و موعظت میں ایک غزل نما نظم ہے جس میں ۱۱ اشعار ہیں۔

مطلع۔ دنیا کی سوں پرت بند گرفتار نکو ہو

نکو دین کی نعمت اس آپس غار نکو ہو

مقطع۔ تیج مغز کے اسرار کے سلطان سخی مل

توں ہو غنی عاجز دلے ناچار نکو ہو (دوق ۲۳)

یہ تمام غزلیات ادارے کی بیاض نمبر ۱۵۲ میں مختلف شعرا  
کے کلام کے درمیان درج ہیں۔ یہاں ان کا تذکرہ ایک جگہ  
لکھ دیا گیا ہے۔ اس بیاض کا کاتب شیخ عبدالقادر ہے جس نے  
اپنا نام اکثر نظموں اور غزلوں کے آخر میں لکھا ہے۔

## ۲۰۸ کلام اسمعیل [۳۵۸]

«دراق - ۱۰ - سطور - ۱۷ -

تقطیع ۵ "x ۹ - خط ثلث -

مصنف شیخ اسمعیل زمانہ تعین قبل ۱۱۵۰ھ -

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ -

شیخ اسمعیل کوئی دکنی صوفی شاعر تھے جو شاعری سے

یادہ تصوف میں محو تھے اسی لئے ان کا کلام شاعرانہ لازم

سے معری ہے - اس نام کے دو بزرگ دکن میں گزرے ہیں

۱) شیخ اسمعیل بن شمس الدین متوفی ۹۵۰ھ جن کی قبر پٹھری

ہیں واقع ہے - عماد شاہ والی برار ان کا معتقد تھا - عجیب

رامت تھے (محبوب ذی المنن جلد اول ص ۱۲۱)

۲) شاہ اسمعیل بن سید حسن نیلوری متوفی ۱۰۰۰ھ جن کی

نریلوں میں ہے - محمد و شاہ بہمنی ان کا معتقد تھا - ان کی بھی

رامتیں مشہور ہیں - (محبوب ذی المنن جلد اول ص ۱۲۱)

لیکن زیر نظر کلام بعد کے زمانے کا معلوم ہوتا ہے اس لئے

اس کے مصنف ان دونوں کے بعد کے کوئی صوفی ہوں گے

ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے - ان کی حسب ذیل نظمیں ہیں

۱ - تشریح کلمہ توحید - یہ ۲۲ ابیات کی ایک مثنوی ہے

اس میں قافیوں کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے - مصنف نے

بہت پڑھنے والوں کو کلمہ کے مفہوم سے بہ تفصیل آگاہ کیا ہے -

آغاز :- کلمہ جو بولتے ہیں کلمہ کو سمجھتے نہیں

کلمہ زباں سوں پڑتے دل میں سو کفر و معرے

ختم نام :-

کلمے سوں روشنی پایا دل میں کا کفر و معرے

روشن ہوا سو منج دل بولیا سو شیخ اسمعیل

۲ - معرفت وجود باری - یہ اصل میں ۱۹ ابیات کی ایک

مثنوی ہے لیکن اس کو شاعر نے ترکیب بند کے طور پر لکھا ہے

یعنی ہر دو دو ابیات کے بعد پہلی بیت دہرائی گئی ہے -

قافیہ ردیف اور وزن سے شاعر بالکل بے پروا ہے -

آغاز :-

کیتا سو دے گا ہو شیار ہو تو

تیرے دل میں موجود ہے او

اہل کامل مرشد پانا آخر تجھے نجات ہونا

یو بوج برکس توں بوج بینا تیرے دل کوں ثابت کرنا

کیتا سو دے گا ہو شیار ہو تو تیرے دل میں موجود ہے او

اختتام :-

بوسے سو شیخ اسماعیل نے آیا دل میں شاہ ہونے

پایا ہوں میں محرم ہو کر بھریا اگر موجود ہو کر

کیتا سو دے گا ہو شیار ہو تو تیرے دل میں موجود ہے او

۳ - مثنوی مقامات - ۱۳ ابیات کی اس مثنوی میں شاعر

نے عشق حقیقی کی منزلیں اور مقامات بیان کئے ہیں -

آغاز :-

اول شریعت میں ڈھونڈیا میں اندھا را سو دلیا منہ میں

اختتام :-

نزلوں ہور مقامات سوں بولیا ہوں شیخ اسماعیل یوں

اسے ہر کوئی سمجھے گا سو ملے گا آن و لیاں سوا او

۴ - مثنوی - تصوف کے مضامین میں ۱۲ ابیات کی مثنوی ہے

جس کی بعض مہینے زمانہ محال کی بے قافیہ نظموں کی جھلک

دکھاتی ہیں -

آغاز :-

سدا معشوق سوں گنا ہے چشم میں رکھ جھلانا ہے

اختتام :- بڑے شیخ اسماعیل میں ہوا قایم صفائی میں  
۵۔ ثنوی۔ ۱۶ ابیات ہیں۔

تماز:- مخفی میں کن کہیا ہے کن میں سب عیاں ہے  
اختتام :- بہتوں دھروں پایا شیخ اسماعیل  
۶۔ تفسیر سورہ اخلاص۔ ۲۹ ابیات کی ثنوی ہے۔

آغاز:- قل ہو اللہ اکبر اللہ احد اوستہ

اختتام :-

دب ہوں جوئے وصال بولیا شیخ اسماعیل (دوق ۲۹)

۱۔ شرح تہذبات عین انقضات

۲۔ شرح مرغوب القلوب

پہلی کتاب کتب خانہ آصفیہ میں اور دوسری کتب خانہ  
حکیم محمد قاسم میں دستیاب ہو چکی ہے۔ خدا نما کے لئے دیکھو

دکن میں اردو ص ۱۰۰۹ اور اردو بے قیام صفات

۱۱۴۔ مخطوطات ۵۹۔ تذکرہ اولیائے دکن جلد دوم ص ۹۵

چونکہ یہ کتاب اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہے اس لئے

اس کے آغاز اور اختتام سے ایک ایک پورا صفحہ یہاں

نقل کیا جاتا ہے جس سے کتاب کے حجم کا اندازہ ہوگا۔

پوری کتاب میں اسی طرح کے ۲۱ صفحات ہیں۔

آغاز:- "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایں رسالہ وجود بہ

اللہ محمد کے راز رمز کے باتاں کسی نامحرم کے انگے

نابون۔ بولیں گے سو کافر ہوں گے۔ دینے کے سو

دیوانے ہویں گے۔ اون کوں دیوانے بھی نہ کرنا۔ اچے

کافر بھی نہ ہونا۔ زبان سوں ذکر کرنا اللہ اللہ۔

جوں زبان میں کہتے ہیں تو دم آونے جاتے اللہ

اللہ کہنا۔ سارا دن ساری رات کیا کام کرتے ہیں

سو اللہ کی یاد میں کرنا۔ یوں سنہاں کر برتنے تو

ذکر علی اللہ کی یاد میں کیا۔ تس کا فائدہ کیا۔ اور

## (۲۰۹) رسالہ وجود بہ (۳۵۹)

۱۱۔ اوراق۔ ۱۴۔

تقطیع ۵ x ۵۔ خط ثلث۔

مصنف شاہ میراں جی حسینی خدا نما۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ زمانہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ

اسی نام کا ایک اور اردو رسالہ ادارے میں محفوظ ہے جس کا

تذکرہ اس فہرست میں پہلے گزر چکا ہے (دیکھو مخطوطہ نمبر ۱۶۶)

لیکن وہ رسالہ بالکل مختصر ہے اور اس کی زبان بھی بعد کی

معلوم ہوتی ہے۔ قاضی نور دیا کے ایک رسالہ وجود بہ کا قلمی

نسخہ بھی کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے نور دیا کا تذکرہ

اس فہرست میں مخطوطات ۱۱۹ و ۱۲۰ میں درج ہے۔

زیر نظر رسالہ طویل ہے۔ زبان اور مطالب دونوں کے

محافظ سے یہ کسی بڑے مصنف کی کتاب ہے۔ شاہ امین الدین

اعلیٰ نے بھی ایک مختصر ثنوی اسی موضوع پر لکھی تھی اور اس کا

نام بھی رسالہ وجود بہ مشہور ہے۔ لیکن یہ فتر کی کتاب ہے اور

اگرچہ اس میں مصنف کا کہیں نام درج نہیں مگر یہ وہی

فعلوں خارج دیکھو۔ حدیث قدسی: اِنَّ جَدَّ اَدَمَ مَضْفُتٌ  
 وَفِي الْمَضْفُتَةِ قَلْبٌ وَفِي الْقَلْبِ فَاوٌ وَفِي الْفَاوِ رُوْحٌ  
 وَفِي الرُّوْحِ سِتْرٌ وَفِي السِّتْرِ نُوْرٌ وَفِي النُّوْرِ اَنَا۔ یعنی اس تن  
 میں چھ چیزیں ہیں ایک نفس۔ ایک دل۔ ایک روح۔ ایک سر  
 ایک۔ نور۔ ایک ذات۔ ان چھ چیزوں کو جدا جدا حساب ہے (مق ۱۸)۔  
 ترجمہ: "تنت نام شدہ روح نظام شدہ"  
 یہاں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ لیکن اس بیاض کے دوسرے  
 رسائل کے آخر میں اسی عبارت کے بعد "الحقیر الفقیر شیخ عبدالقادر  
 علیہ السلام" لکھا ہے۔ یہ مخطوطہ اور اس جلد کے دیگر خطوط مولوی حمید اللہ حسینی صاحبی لکھا گیا ہے۔

## (۲۱۰) وصل نامہ [۳۶۰]

وراق ۱۰ سطور ۱۷۔

تقطیع ۵ x ۹ خط غلث۔

مصنف۔ مرتضیٰ۔ زائد تصنیف قبل ۱۱۷۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ زائد کاتب ۱۱۷۰ھ۔

یہ ۳۱۹ آیات کی ایک طویل ثنوی ہے جس میں وعدہ الوجود  
 کے سائنس بیان کئے گئے ہیں۔ اہدنا یا گیا ہے کہ اگر انسان خدا میں  
 گم ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے پہلے خودی ہے کہ کسی کام پر ہو کر  
 اپنے مرشد میں گم ہونا سکھے۔

کتاب کا نام شاعر نے آخری آیات کے علاوہ درمیان میں بھی  
 ظاہر کیا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ:-

ہو ا ختم خطبہ وصل کا تمام کو آزادی کا سو پایا مقام

اس کے بعد کی آیات میں مصنف نے اپنا نام اور اپنی

ثنوی کی خصوصیات یوں واضح کی ہیں:-

سنو رفتی تے قیں اپ سخن بچن کے سو جگ تے لازیا رتن

اللہ کی یادوں نہ کیا ضایاں گیا۔ جوں شروع و منج  
 میں کیا سو حرام ہے۔ اور درست رکھے سو حلال ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کی یادوں  
 فعل کیا سو حلال ہے۔ اور اللہ کی یادوں نہ کیا

حرام جیسا وہ حرام تے۔ ایسے حرام ہے ابلیس کی طرف  
 نیچے یا دکی طرف ثابت کیا سو مشاہدہ ہے۔ یعنی اللہ

ہمارے نزدیک ہے تن کے۔ فعل کرتے ہیں سو دیکھنا ہے  
 بولتے ہیں سو سنتا ہے۔ برا خطرات لاؤنا بری بات

نہ بولنا۔ برے فعل نہ کرنا۔ یو اللہ حاضر ناظر ہے۔  
 ایسے تن واجب الوجود اس کا مقام شیطان تے

راہ شریعت ذکر علی نفس۔ (ورق ۸ اب)  
 اختتام:-

"شغل پانچواں۔ حروف تہ کوں تمامت میں رکھا ہے  
 دعوت اس کا تنزل فی بہتر نعمتک یا اللہ۔ یعنی بار

خدا یا تمام نعمت تیری بار کر نیچے۔ شغل چھٹا حروف  
 ہ کوں بسم اللہ میں رکھا ہے۔ دعوات اوں کا

بدروانی بختک یا اللہ۔ یا بار خدا یا برکت دے منجے  
 اپنی برکتوں میں تا اون برکتوں میں برکت پاؤں۔

شغل ساتواں حروف الف کوں ذات اللہ  
 کی میں رکھا ہے۔ دعوت اس کا اہدنا فی اہدک

یا اللہ۔ یعنی یا بار خدا یا اہد کر منج کوں تاکہ تیری  
 اہد ذات میں اہد ہوں۔ و اہد الوجود کا سگن زرگن

رنا سو سگن اور مر کے چو نا سو زرگن۔ چہار روح  
 نامیہ روح متحرکہ روح ناطقہ روح قدسی۔ چہار بدل۔

دباب الوجود ممکن متنع مارن قلب مضغ قلب منعم قلب  
 سلم علیہ شہدا۔ نفس دل روح نور ایک سب یعنی شاہد

گزر چکا ہے۔

آغاز :-

اول توں، تھانج مخفی کے شیخ      دیا صفت سالتوں اپس بیج کیج  
کبر یوں رہا بے خودی کے اند      سمندر کی سیماں میں ہے جوں گہر  
اختتام :-

سوے بیت پوری یہ تیں سو انیس<sup>۳۱۹</sup>      ہونخے کی سو پانی کا گنج (بیس)  
ہوا اصل نامہ مرتب تمام      بحق محمد علیہ السلام  
ترقیمہ :-

”تت تمام شد کا من نظام شد۔ من الخیر الفیض شیخ عبدالقادر خط“  
یہ مثنوی بیاض کے اوراق ۲۹ ب تا ۳۸ ب پر درج ہے۔

## (۲۱۱) مرثیہ مرزا [۳۶۱]

اوراق - ۶ - سطور ۱۷

تفطیع - ۵ x ۹ - خط ثلث -

مصنف - مرزا میرا پوری - زمانہ تصنیف قبل ۱۰۸۷ھ -

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ -

مرزا، عہد علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ تا ۱۰۸۳ھ) کا مشہور مرثیہ گو شاعر ہے جس نے سوائے مرثیے کے کسی اور صنف سخن میں کلام نہیں لکھا بلکہ جب بادشاہ نے مدحیہ قصیدے کی فرمائش کی تو ایک مرثیہ لکھ کر اس میں بادشاہ کا تخلص شاہی داخل کر کے پیش کیا۔ اردو شہ پارے ص ۳۳ میں اس کا تذکرہ لکھا جا چکا ہے۔ خانی خاں نے منتخب اللباب جلد سوم ۳۵۹ میں بھی مرزا کا ذکر لکھا ہے۔ مرثیہ خوانی میں اس کی بڑی شہرت تھی اور اس کے مرثیے اس کے بعد بھی عرصے تک دکن میں رائج رہے اور دور دور تک پہنچے۔ شب عاشورہ سے مجلس میں مرثیہ چڑھ کر باہر نکلتا تھا

ابھی بن کا پرویا ہوں مال      کہیں گے سو عاشق گلے اپنے گھال  
دیا فہم کے بل کوں میں یہ تیز      بندیا ہوں یو بیتاں سویں آ عزیز  
اسی حصہ کتاب میں کچھ اور مصنف اپنے مرشد سلطان کا ذکر اس طرح کرتا ہے :-

کتابوں نو صنف مرشد کی      کہ دو نو جہاں کے سو خوشی کی  
کہ سلطان مرشد سے دشمن میر      کیا عاشقاں میں تو بھلوں امیر  
اول سب تہذیب دیا میں تجھے      دیا تخت سب معرفت کا منجھے  
ہدایت کی ملک مخزن تمام      مجھ کے ملک کا کیا منجہ ام (ورق ۱۲)  
ان مذکورہ بالا ابیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا نام مرتضیٰ تھا اور ۱۰۰ھ ایک بزرگ سلطان کے مرید اور خلیفہ تھے۔  
مرتضیٰ نام کے دو بزرگ قدیم دکن میں مشہور ہیں اور دونوں بیجا پور کے مشاہیر موفیاء ہیں۔ ان کے متعلق مختصر معلومات درج ذیل ہیں :-

۱۔ شاہ مرتضیٰ حسینی علوی خلیفہ شاہ ہاشم حسینی (برادر زادہ شاہ دجیبہ الدین گجراتی) اپنے والد کے خلیفہ اور موفی تھے اور انہی کی زندگی میں ۱۰۲۵ھ میں کسی مخالف کے تیر سے شہید ہوئے۔  
میروان حصار زہرہ پور کے دروازہ میں مدفون ہوئے۔  
۲۔ شاہ مرتضیٰ قادری خلیفہ سید شرف الدین قادری گجراتی جو شاہ عبداللہ بن شاہ دجیبہ الدین گجراتی کے فیض یافتہ تھے۔  
بیجا پور میں قیام پذیر ہوئے اور ۱۰۲۲ھ میں فوت ہوئے اور بیرون دعاہ ابراہیم پورہ مدفون ہوئے۔

دونوں کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو تذکرہ شعرائے اویلیا دکن جلد دوم ص ۷۷ تا ۷۹، لیکن زیر نظر مخطوطے کے مصنف ان دونوں کے بعد کے کوئی موفی شاعر تھے۔ ان کے مرشد سلطان بھی ایک بڑے موفی اور اعلیٰ شاعر تھے۔ اور ادارے میں ان کا منتخب کلام موجود ہے جس کا تذکرہ مخطوطہ نمبر ۳۶۱ میں

## (۲۱۲) محی الدین نامہ (۳۶۳)

اوراق ۵ - سطور ۱۷ -

تقطیع ۵ × ۹ - خط ثلث -

مصنف - افضل - تریب سنہ ۱۲۸۵ھ -

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب سنہ ۱۲۸۵ھ -

یہ محمد افضل قادری کی ایک مشہور شتوی ہے جو کسی زمانہ

میں بہت مقبول تھی۔ اس کے نسخے صرف یورپ کے کتب خانوں

میں موجود ہیں۔ برٹش میوزیم کانسٹی (اورینٹل نمبر ۶۵۰۵)

۱۲ محرم ۱۲۸۵ھ کا مکتوب ہے۔ انڈیا آفس میں حوالہ ہے

اس کا ذکر بلوم ہارٹ نے اپنی فہرست کے نمبر ۱۱۷ پر کیا ہے۔

اس وقت تک افضل کا نام قدیم اردو ادب میں تین

مواقع پر لیا جاتا ہے -

۱۔ مصنف یکٹ کہانی ۲۔ مصنف محی الدین نامہ

اور ۳۔ بحیثیت مرثیہ نگار

اول الذکر غالباً نارنول کے باشندے تھے اور یکٹ کہانی

(یا بارہ ماسہ) سنہ ۱۲۸۵ھ سے قبل لکھی تھی۔ اس کا ایک خطوط

جو سنہ ۱۱۰۳ھ کا لکھا ہوا ہے ایڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں

موجود ہے۔ (دیکھو اردو شتہ پارے ص ۱۲۷) اس کا ذکر اردو قدیم

میں بھی ص ۷ پر درج ہے -

ایڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانے میں افضل کے جو مرثیے

ہیں ان کے متعلق معلومات "اردو شتہ پارے" میں شایع

ہو چکے ہیں۔ وہ دکنی شاعر تھا اور غالباً محی الدین نامہ کا

مصنف بھی وہی ہے -

محی الدین نامہ کا تذکرہ اردو شتہ پارے صفحات ۱۲۶ -

(۱۲۷) اور یورپ میں دکنی معلومات (صفحات ۱۷۵ - ۱۷۷)

کسی دشمن نے شہید کر دیا اور اس کا جنازہ بھی شہر کے علموں اور

تعلیموں کے پیچھے نکلا۔ شاہ رفیع قادری (دیکھو تذکرہ خطوط نمبر ۲۱)

کے مقبرے میں مدفون ہوا۔ ادارہ کی بیاض میں مرزا کے حبیبل

مرثیے موجود ہیں :-

۱۔ سلام - ہر بند کے آخر میں ایک ہی مصرع "آل بنی صلو علیہ"

دہرایا ہے۔ جملہ ۴ ابند ہیں - ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔

آغاز - یاراں دیکھو و تاج ہے آل بنی صلو علیہ

ہر دو جہاں کی ساج ہے آل بنی صلو علیہ

یاراں دیکھو ان کا قدر بعد از محمد نامور

امت کے ہیں غیر البشر آل بنی صلو علیہ

اختتام - یاراں دیکھو شتہ کا بونغم مرزا کے دل میں سبب غم

تا حشر تک ہوئے نہ کم آل بنی صلو علیہ (ورق ۲۲)

۲۔ مذکورہ بالا سلام دوبارہ ورق ۵۲ پر نقل کیا گیا ہے

لیکن اس میں ۱۳ ابند ہیں -

۳۔ یہ ۸ بند کا ایک مرثیہ ہے جس میں ہر بند کا آخری مصرع

"شاہ سلام علیک"

آغاز - مومن کامل تمام ! شاہ پیغمبر سلام

صدق سون ہر دم امام شاہ سلام علیک

اختتام - اے شہ دیں شیراز کرتوں کرم کی نظر

لطف موں مرزاں اوپر شاہ سلام علیک (ورق ۶۰)

کاتب چونکہ کم سواد ہے اس لئے اس عہد کے تلفظ کے مطابق

ہر جگہ مرزا کو مرزاں لکھا ہے -

عظیمہ مولوی حمید اللہ حسین صاحب دی۔ اے

میں درج ہے۔ خود اس کی کتاب سے یہ امر واضح ہے کہ افضل ایک دکنی شاعر تھا۔ اس نے خواجہ بندہ نواز کی مدح لکھی ہے۔ اور اپنے مرشد میراں شاہ معروف کی صفات بھی تفصیل سے پیش کی ہیں۔ خواجہ بندہ نواز نے حضرت محبوب بھائی کو خواب میں جس طرح دیکھا تھا اس کی تفصیل کتاب کے ابتدائی حصہ میں بیان کی ہے۔

میراں شاہ معروف کی مدح اور ان کے خلیفہ سلطان کا ذکر آخری ابیات میں اس طرح کرتا ہے :-

### مدح میراں شاہ معروف

میراں شاہ معروف اود سنگر کد دل میرا کر پاک روشن ضمیر  
دیئے دست پنہ بھروسہ سات ہیں دیئے منجھو سلطان کے ہات میں  
کہ افضل خلیفہاں میں معروف شاہ لیوے ناؤں اس کا توجہ گناہ  
بیراں شاہ معروف اکمل بولی سو جیو دان دے عبد قادر بی  
میراں شاہ معروف مقبول ہے محی الدین کے باغ کا پھول ہے  
محی الدین دیا اوسوئی ہے جان سچے شاہ معروف میراں سوجان  
محی الدین کا لاڈلا جانیسا اودانی محی الدین ہو آئیسا  
میراں شاہ کامل محی الدین صمد یو دوین ظاہر ہے باطن احد  
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل میراں شاہ معروف کو محی الدین ثانی سمجھتا تھا اور ان دونوں میں اس کے نزدیک کوئی فرق نہ تھا۔ میراں شاہ کے خلیفہ سلطان تھے جن کو افضل کی روحانی تربیت سپرد کی گئی تھی۔ سلطان احمد ان کے مرید مرتضیٰ کا کلام ادارے میں محفوظ ہے اور

ان دونوں کا ذکر مخطوطات نمبر ۲۰۶ و ۲۱۰ میں گزر چکا ہے۔ البتہ میراں شاہ معروف کی نسبت ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون بزرگ تھے۔ اور ان کا زمانہ کیا تھا۔ دکن کے صوفیائے کرام میں سید شاہ معروف نام کے ایک بزرگ

شہر راجپور میں مدفون ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کا سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔ ان کے کچھ حالات تذکرہ اولیائے راجپور میں درج ہیں کہ وہ سید شاہ قمیس بن ابی الہیہ سادھوری کے فرزند اور حضرت محبوب سبحانی کی اولاد سے تھے۔ راجپور سے دہلی میں کے فاصلے پر موضع کاڈلہ میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ ہر سال ۱۲ محرم کو عرس ہوتا ہے۔ ان کے فرزند سید شاہ میراں قادری تھے جن کے پوتے کا نام بھی سید شاہ معروف تھا جنھوں نے ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی تھی۔ (ص ۱۱۷) اس لحاظ سے ان کے دادا میراں شاہ معروف نے غالباً ۱۱۱۱ھ سے قبل وفات پائی ہوگی۔

لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ افضل نے جن شاہ معروف کا ذکر کیا ہے وہ یہی راجپور کے بزرگ تھے یا ان سے قبل کے کوئی اور صوفی۔ کیونکہ افضل نے ہر جگہ اپنے مرشد کا نام میراں شاہ معروف لکھا ہے اور راجپور کے مذکورہ بالا بزرگ صرف سید شاہ معروف تھے البتہ ان کے فرزند کا نام سید شاہ میراں تھا۔

افضل نے اپنی اس ثنوی میں حضرت محبوب سبحانی کی کرامتیں تفصیل سے بیان کی ہیں۔ شیخ صنفا کا قصہ اور اُس بڑھیا کا واقعہ جس کا مراد بیٹا زندہ ہو گیا تھا اس ثنوی میں بھی درج ہے۔

### آغاز :-

تہیں قطب عالم محی الدین قدیر دو جگ ہے ترے ہات توں دنگر  
توں ہے چاند نجم نور دو جگ نے توں سلطان روشن ہے رنی کنے  
اعتقادم۔ اگر میں بیابان کوئی خلایا گنہ گار مامی ہو دوزخ میں جائے  
تصفی کیا چو اوس دہر پر کیا ختم افضل شامسر بسر (۴۹ ب)

یورپ میں دکنی خطوط میں لکھا ہے کہ

”اس فنوی کے کسی اور نسخے کا پتہ نہیں چلا“

یہ ادارے کی خوش قسمتی ہے کہ اسے اس نادر کتاب کا محفوظ بھی حاصل ہو گیا۔

۲۔ شفیع یا شفیق۔ غزل کی شکل میں ۸ شعر ہیں۔ شاعر کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ شفیع ہے یا شفیق کیونکہ کاتب کم سوا ہے اور اس نے عام تلفظ کے مطابق مرثیہ شفی لکھا ہے۔ اگر شفیق ہے تو ممکن ہے کہ لکھی نارائن شفیق ہو۔

مطلع۔ سب جانتے ام ہمار حسین کون کیوں نہ تمام خلق پکارے حسین کون قطع۔ شکل گھڑی ہو کیوں نہ ملی کام آئیں گے ریس دن شفیع نے دل سے پکار حسین کون

۳۔ نام معلوم۔ چار چار مصرعوں کے چار بند ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ چونکہ کوئی تخلص نہیں ہے اس لیے مصنف کا پتہ نہ چل سکا۔

آغاز۔ آج آل غی پود کو کہ بجاری آج خنجر ہوا گلے کاری ہے ایسے گلے پو خنجر چلیا کیا ظلم کیا جفا ستم گاری اختتام۔ آج نو کیتیراں گلے میں دیکھو آج بھر میں ہوئے بن میں دیکھو سب شہید الہ گلے میں ہیں دیکھو کیا سپہ کیا سروار کیا تلواری (۵۲) ۴۔ مشہور۔ جملہ ۱۰ بند ہیں۔ ہر بند میں چار مصرعے۔ آخری مصرع ہر ایک بند میں مشترک ہے۔ شاعر غیر معروف ہے۔ اب تک اس کا کوئی اور کلام دستیاب نہیں ہوا ہے۔ آغاز۔ اے شاہ و دل سوار توں کیوں جا بسایا کر بلا اے قاتل کفار توں کیوں جا بسایا کر بلا اختتام۔ مشہور کون اپنا کر حسین توں پیار منہ پر دھر حسین کھول عشق کا توں در حسین کیوں جا ب یا کر بلا ۵۔ نام معلوم۔ جملہ ۵ شعر ہیں۔

مطلع۔ لڑے جہشہاں ہوں بکتر ہواتر اے زخماں کے جہاں سوں دفتر ہواتر مقطع۔ سوتا تھا سوتریں سوغم بادشاہ کا جگر پھوٹ رخی میں ماتم ہواتر (۵۴ ب)

۶۔ اشرف۔ بہ مرثیہ منج کی شکل میں ہے جس میں ۷ بند ہیں۔ ہر بند میں چار مصرعے اور ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ اشرف کے متعلق تفصیلی معلومات اردو شہ پار

## (۲۱۳) بیاض مرثی

[۳۶۳]

اوراق ۱۰۔ سطور ۱۴۔

تلفظ۔ ۵ x ۹۔ خط ثلث۔

مصنف۔ یتیم احمد، شفیع، مشہور، اشرف، قند، حیرت۔

برہان، اشرف، کتر، شاہی وغیرہ۔

زمانہ تصنیف۔ قریب ۱۱۰۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ زمانہ نگار بننے قبل ۱۱۰۰ھ۔

اس بیاض میں ۵ مشہورہ غیر معروف اور ۲ نامعلوم شعرا کے ۱۰ بیٹے شامل ہیں۔ مشہور شعرا میں علی عادل شاہ ثانی شاہی اور اشرف جیسے شعرا ہیں۔ اور غیر معروف شعرا کا کلام پہلی دفعہ اردو دنیا میں روشناس ہوا ہے۔ ان بارہ مرثیوں کی تفصیل یہ ہے۔ ۱۔ یتیم احمد۔ ۱۲ بند ہیں۔ ہر بند میں چار مصرعے ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ اس برہان پوری شاعر کے سات مرثیے (جن میں ۱۶۰ شعر ہیں) ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض مرثی میں موجود ہیں۔ اس کا تذکرہ اردو شہ پارے میں تفصیل سے کیا گیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۴۲-۱۴۳)

آغاز۔ کیوں ظالماں شہ کو مارے ہے یوں ظلم کر بے شمار ہے ہے دیوان کئے سب دیار ہے ہے رو رویتیاں پکار ہے ہے اختتام۔ یو جو اپنا شہاں پودارے یتیم احمد دو کھوں پکارے کیوں ظالماں ظلم کر کو مارے او دہن کے تاجدار ہے ہے



۹۔ برہان۔ غزل کی شکل کا مثنوی ہے جس میں ۱۱ شعر ہیں۔

یہ غالباً سیدی برہان کا مثنوی ہے۔ شاہ برہان الدین جانم (دیکھو

نہرت ہذا مخطوطہ ۲) اس سے بہت پہلے کے شاعر ہیں۔ ان کا

تخلص بھی برہان تھا۔ سیدی برہان کے لئے دیکھو نہرت ہذا مخطوطہ ۲۴

مطلع۔ شاہ جب تیزیوں پہ چڑ کر ڈھایا اللہ اللہ کر

لھو اکفار پر یاداں بجایا اللہ اللہ کر

مقطع۔ نہ طوفاں کیوں ہوا برہان کہ دبنا خلق اس غم سوں

کہ جس وقت گور میں شہ کوں چھپایا اللہ اللہ کر (۶۱)

۱۰۔ شرف۔ اس مثنوی میں ۲۵ شعر ہیں۔ شرف ایک مشہور

مثنوی گو شاعر ہے۔ ایڈنبرا کی بیاض میں بھی اس کے مثنوی

موجود ہیں۔ اردو شہ پارے میں اس مثنوی کا انتخاب شائع

ہو چکا ہے (دیکھو ضمیمہ ۳)

مطلع۔ سچ پھولوں کی میں بنائی تھی پیارے صغر کوں تب سلائی تھی

مقطع۔ شہر بانو کی شور کی آواز اے شرف لامکاں کوں جاتی اٹھی

کاتب نے بجائے شرف کے حضرت لکھا ہے جو غلط ہے۔

۱۱۔ کسرت۔ آٹھ بندوں کا ایک مثنوی ہے۔ جس کے ہر بند میں

چار مصرعے ہیں۔ آخری مصرعہ پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ کسرت کا

ایک مثنوی کبرج کی بیاض میں بھی موجود ہے (دیکھو یورپ میں دکنی

مخطوطات ص ۶۴) یہ فقیر کسرت شاہ دکنی کے نام سے مشہور تھے۔

صوفی شاعر تھے۔ اکثر مرثیائی اور مثنویاں ان کو زبانی یاد تھیں۔

حیدرآباد کے امرا اور فقرا میں بہت ہر دل عزیز تھے۔

۱۲۵ھ میں وفات پائی۔ (محبوب الزمن جلد دوم ص ۹۲)

آغاز۔ کہے غافلہ آج نیار حسین بڑیا جگ میں غم کا انداز حسین

زمیں سوں لگن لگے صلا حسین تجھے ظلم سوں مل کے مارا حسین

اختتام۔ کیناں میں کسرت کینہ غلام ہے طالب تارا میں حضرت امام

علیک الصلوٰۃ وعلیک السلام کرم بگ پوسا رانا مارا حسین (۷)

صفحات ۱۲۷، ۱۲۸ میں درج ہیں۔ اس کے ۱۳ مثنوی (۱۰۱ شعر)

ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں محفوظ ہیں۔ برٹش میوزیم میں اس کی

ایک مثنوی ”جنگ نامہ“ موجود ہے۔ (دیکھو ایڈیشنل نمبر ۱۵۹)

آغاز۔ شاہ دیں جگ پہ غم تارا ہے عانداں برالم تارا ہے

لھو میں دشنار غم تارا ہے درد منجہ سب جنم تارا ہے

اختتام۔ سچ تو اس ہے توں پیغمبر کا ہے تو والی یقین کوثر کا

خوب اثر نہیں ہے محشر کا اس پہ فضل و کرم تارا ہے

۷۔ قلندر۔ یہ مثنوی بھی مثنوی نمبر ۶ کی شکل میں ہے۔ جملہ ۱۱

بند ہیں۔ یہ ایک غیر معروف شاعر ہے جس کا کوئی اور کلام

اب تک دستیاب نہیں ہوا۔

آغاز۔ آج قاسم کی من بوہن روتی لھو بھریا شاہ ویک تن روتی

رن میں قائم کر لگن روتی توڑ سہرا کنگن دولن روتی

اختتام۔ اے قلندر توں کر بلا کوں جا درد غم سوں گلے میں کفنی بھا

شاہ کے دوکھ سوں خاک لے سونہ لا خلق جوگی ہو چو کدن روتی

۸۔ حیرت۔ یہ ایک طویل مثنوی ہے جس میں ۱۷ بند ہیں اور ہر بند

میں چار مصرعے اس طرح کل ۳۲ مصرعے ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرعہ

پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ شاعر غیر معروف ہے۔ لیکن کلام میں

قوت اور پختگی پائی جاتی ہے۔

آغاز۔ کیوں باغ مصطفیٰ کے دیکھو یا سمن کے تئیں

کا ثیاطی کے دل کے ذول پھول بن کے تئیں

ظالم دکھوں کے زور سوں فناؤں کے من کے تئیں

تب سوں ہوا ہے غم یو ہر اک مردوزن کے تئیں

اختتام۔ چیتھیوں کی کرسیا ہی ملکوں کی کرتلم

قصہ لکھیا یو سوز کا بانڈیا تمام غم

حیرت غلام کسرت یو شاہ ذی کرم

روش کردو بگ میں تم اس کے بچن کے تئیں (۵۹ ب)

ادارے کے اس مخطوطے میں قاصد کے تین مرثیے (۲۰ اشعار) محفوظ ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) مرثیہ - سات بند ہیں - ہر بند میں چار مصرعے - ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔

آغاز - حیف چیرا حسین! مل تیرا لمو میں مظلوم تن پھیل تیرا سرگیا تن سوں شام مل تیرا تن دھیا فاک خوں میں مل تیرا انتقام - ہے حضوری خواں تجھ قاصد جی سوں مبار میں سدا حاضر سبز بانا ہی جس کوں یوں غلط جس کوں خدمت ہو مور پھیل تیرا (۵)

(۲) غزل نما مرثیہ ہے جس میں ۱۵ شعر ہیں۔

مطلع - ہیں خدا کے برگزیدے شہ سولہاں لمو میں لال

فاطمہ کے نور دیدے قندیلوں میں لال

مقطع - ہے زخم ہر تار غم کا سبز بانا قاصد

دل پوکاری کمرگ ہے جس کی دھاراں لمو میں لال (۱)

(۳) غزل نما مرثیہ ہے جس میں ۱۱ شعر ہیں۔

مطلع - فاطمہ کے جو کاتوں گوشوارا یا حسین

احمد مختار کا توں ہے پیارا یا حسین

مقطع - پھر سینے میں قاصد کے سوز کے شعلے اٹھے

تو زباں یوں بولتی ہے غم شہزاد یا حسین (۵۶)

یہ تمام مرثیے بیاض ۳۶۱ میں دوسرے کلام کے درمیان درج ہیں

یہاں ان کا تذکرہ ادراق کی وضاحت کے ساتھ ایک سلسلے میں

درج کر دیا گیا ہے۔

۱۲۔ شامی - یہ علی عادل شاہ ثانی شامی رشتہ دار تھے (۱۸۳۳ء)

کا مرثیہ ہے۔ اس کا دیوان دفتر دیوانی و مال دکنی میں محفوظ ہے۔

اور اس کا تذکرہ اردو شہ پارے (صفحات ۵۲، ۵۱) میں درج

ہو چکا ہے۔ ۱۳ اشعار کا مرثیہ ہے جس کے سب شعر مصرع ہیں۔

مطلع - دل دن کروں زاری یوں یک دم سوں رو رو یا امام

اب کن ہوے انجواں مرے تجھ غم سوں رو رو یا امام

مقطع - عادل علی شاہ راجناں ملک ملک تم سا جنان

تجھ دیکھ غم جیوں بھاگناں تجھ غم سو رو رو یا امام (۵۳)

نوٹ - اس مرثیہ کا ہر شعر چار مصرعوں کا ابابند بھی بن سکتا ہے

جس کا آخری مصرع ہر بند میں مشترک ہے۔ مثلاً

تزو کہ (۱) یو غم کئے سب حشر کوں برہم کئے

شامی کے تیرے غم کئے تجھ غم سوں رو رو یا امام

## (۳۱۴) مرثیاتی قادر [۳۶۴]

ادراق ۳ - سلور ۱۷

تقطع ۵ x ۹ - خط ثلث -

مصنف - قادر - زمانہ تصنیف قریب ۱۱۴۲ھ -

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قبل ۱۲۰۰ھ -

یہ دکن کا ایک مشہور مرثیہ گو ہے جو مرزا بیجا پوری کے بعد

سب سے زیادہ مشہور ہوا - ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں

۱۷۱ کے ۱۷ مرثیے (۳۰۰ اشعار) موجود ہیں۔ اس کا تفصیلی

تذکرہ اردو شہ پارے (ط ۱) میں درج ہے۔ اس نے اداسی

بارہویں صدی میں وفات پائی - ہاشم علی نے اپنے مرثیوں

میں اس کا بار بار ذکر کیا ہے اور وہ قادر کو دکن کا استاد

مرثیہ گو سمجھتا تھا (دیکھو اردو شہ پارے ص ۵۵ تا ط ۱۷) -

## (۲۱۵) دکنی منظومات [۳۶۵]

اوراق ۱۲ - سطور ۱۷ -

تقطیع ۵ × ۹ خط ثلث

مصنف - عبداللہ قطب شاہ - معجز - محی الدین وغیرہ -

نمایہ تصنیف - قبل - ۱۱۵ھ -

کاتب - شیخ عبد القادر - سنہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ -

اس بیاض میں تین شور شعرا عبداللہ قطب شاہ معجز، اور محی الدین کے کلام کے علاوہ ۲ ایسی نظمیں بھی موجود ہیں جن کے مصنفوں کا پتہ نہ چل سکا - ان سب نظموں کی تفصیل یہ ہے -

۱ - ترکیب بند - ہر بند میں چار مصرعے ہیں اور ہر بند کا آخری مصرع ایک ہی ہے - اس نظم میں حروف تہجی کی تشریح کی گئی ہے جو زیادہ تر اسمائے باری پر منطبق ہوتی ہے مصنف کا پتہ نہ چل سکا کوئی صوفی بزرگ ہیں -

آغاز - الف اللہ ظاہر نور دے بے باطن ہو کر آپ بسے  
تے تچ بن نہیں کوئی کسے دیک وہی دیک وہی دیک وہی دیک  
اختتام - لا رب سوں لٹ پٹ رہے <sup>(دیکھ)</sup> دیک وہی دیک وہی دیک وہی دیک وہی دیک  
ی یقین جانوسب پر رہے دیک وہی دیک وہی دیک وہی دیک وہی دیک  
۲ - ترکیب بند - اکثر بندوں میں چار مصرعے ہیں اور ہر بند کا آخری مصرع "شاہد اللہ واحد اللہ" ہے - اس نظم میں -

صفات الہیہ بیان کی گئی ہیں مگر ہے شاعر کا تخلص یا لقب "من عرف" ہو -

آغاز - اول اللہ کوں سرانا وہی ہے پاک نورانا

جسد ہو جسم ناکہنا اسے ہر دم سہرانا

وہی دانا وہی مینا وہی پروردگار

اختتام - افلا تبصروں جب سوں سیامن عرف ہونتب سوں  
دوی چھوڑا پوسب سوں شاہد اللہ واحد اللہ (ورق ۴۴)

۳ - غزل - ۸ شعر ہیں - شاعر شاق اور نازک خیال معلوم ہوتا ہے - غالباً ناقص الآخر ہے - کوئی تخلص نہیں ہے -

آغاز - آج محبت کی رات سچی گشت پیم تیاں ہیں دو ہلال انکھیاں  
نیاز کا ناچ ناچنا پلپلپاں تال پلکوں سے نور بھی (ڈال) انکھیاں

بے دیکھیاں اونچ دیکھنا کیا کروں کیوں رکھوں سبھ حال انکھیاں  
اختتام - دل چلیا ہے دیکھ لیا ہر ایک چلنا ہر دل کی نال انکھیاں

پھر کیا از رو روز جانے میں سرخ رو منجہ کیا ایتال انکھیاں  
۴ - غزل محی الدین - پند و معطی میں ایک غزل نما نظم ہے -

مقطع میں محی الدین تخلص درج ہے - اسی نام کے ایک شاعر کی مثنوی "قصہ ابراہیم اوہم" انڈیا آفس کے کتب خانے میں محفوظ ہے -

(دیکھو نمبر ۷۷) - اس مثنوی میں (۲۴) اوراق اور تقریباً پانچ سوئیں ابیات ہیں - مصنف نے اپنا تخلص ان ابیات میں استعمال کیا ہے :-

حکایت محی الدین کر مختصر ادب سات یاراں سنوکان دھر (۱۶۸)

کے عرفان کوں توں اپس ساکر ایتا توں محی الدین مناجات کر (۷۸)

یہ شاعر ظہیر الدین اولیا کا مرید تھا اور اس نے ان کی مدح شیخ عبد القادر جیلانی کے بعد ہی لکھی ہے - سید ظہیر الدین (۱۱۵۸ھ تا ۱۲۱۸ھ) بالاپور (برار) میں ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا تذکرہ

عبد الجبار خاں نے محبوب ذی المنن جلد اول کے صفحات ۸۰ تا ۸۸ میں تفصیل سے لکھا ہے - لیکن یہ محی الدین جن بزرگ کے مرید تھے وہ غالباً اس عہد سے قبل کے کوئی صوفی ہوں گے -

ادارے کی نظم کا مطلع و مقطع یہ ہے :-

مطلع - سب میں غلیظ ہیں ہوں منجہ سوں غلیظ کوئی نہیں

غفلت میں عمر کھویا اس سوں غلیظ کوئی نہیں

مقطع۔ میم کی نشان احد کی ہے گی نشان اللہ کی

محی الدین کو کوئی نہ بدلنے اس سون غلط کوئی نئی (۶۳)

۵۔ معروفیت باری۔ یہ شعر کی ایک غزل منظم ہے جس میں

مطلع کا پہلا مصرع موجود نہیں ہے۔ فارغہ مضامین درج ہیں۔

مصنف کا پتہ نہ چل سکا۔

ابتدا۔ صوت بسایانین کی پھر خواب کوں جاگا کہاں

شعلہ سخن کے نور کا دیکھت کسی کوں تاب نہیں

افتاب جا بے تاب ہو جہتاب کوں جاگا کہاں

اختتام۔ اس عشق کے بازار میں بیچارہ کوئی کیا کر سکے

پسکے بدل چو جائے کہ پھر لب کوں جاگا کہاں (۶۳)

۶۔ ریختی معجز۔ ان کا ایک مرثیہ ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض

مراثی میں شریک ہے۔ اس بیاض کا تفصیلی ذکر اردو شہ پارے

۱۵۱ اور یورپ میں دکنی خطوط ۱۶۱ میں درج ہے۔

محبوب الزمن میں معجز۔ (۱۷۳۹ تا ۱۸۲۹ء) کا

تذکرہ جلد دوم ۹۸۹ میں شامل ہے۔ ان کا نام غلام محی الدین

تھا۔ اردو مولوی باقر آگاہ (دیکھو فہرست ہذا خطوط

۱۳۰۵۱) کے شاگرد اور عظیم الدولہ (نواب آزاد) کے استاد تھے۔

نہایت سنجیدہ اور عالم و فاضل بزرگ تھے۔ تعجب ہے کہ انھوں نے ریختی

میں بھی کلام لکھا تھا۔

اس پر نظر ریختی میں مقطع سے پہلے تین ابیات ثنوی کی بھی شامل

میں جن کا نظم سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے یہاں درج کی جاتی ہیں۔

تغایہ کیا کر بیٹے میرے سنگات کر گئے۔ باتاں میٹھیاں لگا کر کئی دھڑک کر گئے

انتقام۔ منجہ برہنی کا برہا لکھتے وقت سخن کو۔ یہ بیچھڑا قلم کا جل راخ ہو چھڑ گئے

ثنوی۔ آخر حکومت یاراں کی سب گئے اللہ کر۔ تربت میں جا رہنا ہے ہو کر کفن پرت کر

غفلت کی راہ میاں گمانے بہوت بھروسے میں رکھنا قدم سمجھ کر خطرے بہت بڑے ہیں

جب تک تراز دق ہے ملے ملک پھرے گا۔ جب تک تیری جیا ہو تب تک او سرگے گا

معجز کوں کوئی کہو جاپو درد دو کہ سمجھتا

دے داغ دل کے اوپر باتاں دوون کی گئے (۶۴)

۷۔ غزل عبد اللہ قطب شاہ۔ اشتر میں۔ اس بادشاہ (۱۷۳۹ء تا

۱۷۵۹ء) کا دیوان مجلس دکنی خطوط کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ اور اس کی

موسیقی کی نغمیں نواب نصیر الدین خاں ناظم دیوانی دمال کے کتب خانے میں

محفوظ ہیں۔ اس کا تذکرہ اردو شہ پارے (۱۷۳۹ء) میں درج ہو چکا ہے۔

اس بیاض میں عبد اللہ کی غزل کی شرکت ظاہر کرتی ہے کہ اس کو بعد کے زمانہ

میں بھی ایک اچھا شاعر سمجھا جاتا تھا۔

مطلع۔ اغیار نا پا سے اوسے عاشق نہ اپنے یار کا جو جنت ہو رنج کوں تجھ ملا ہے ویدار

مقطع۔ الحمد للہ شکریہ لولا نہیں غافل ہو کر عبد اللہ اگر سی سنو حق ذکر کہ اذکار کا (۶۵)

(آخری مصرع میں اذکار کی جگہ کا تب نے مذکور لکھا ہے)

## (۲۱۶) وصایاے نبی [۳۶۶]

اوراق م۔ سطور ۱۷۔

تقطیع ۵ x ۹۔ خط ثلث۔

زمانہ تصنیف قریب ۱۱۱۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبد القادر۔ زمانہ کتابت قبل ۱۱۲۰ھ۔

یہ اردو نثر کا ایک رسالہ ہے جس میں حضرت رسالت پناہ

کی وہ نصیحتیں درج ہیں جو موقع موقع حضرت علیؑ کو کی گئی تھیں۔

مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔ لیکن زبان و اسلوب بیان

کے لحاظ سے قلم شاہی عہد اور اس کے قریبی زمانے کے کوئی

صوفی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کی ضخامت کے اندازہ کے لئے اس کی ابتدا اور اختتام

سے نصف نصف صفحہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

آغاز :-

”حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

## (۲۱۷) حکمت سلیمان پیغمبر [۳۶۷]

اداق ۲ - سطور ۱۷ -

تقطع ۵ x ۹ - خط ثلث ..

زمانہ تصنیف : قبل ۱۱۵ھ

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب ۱۳۳ھ  
یہ تقریباً ۵۰ سطور میں اردو نثر کا ایک رسالہ ہے  
جس کے مصنف کا پتہ نہ چل سکا۔ ممکن ہے کہ اس کا مصنف  
بھی دی ہو جو ”وصایائے نبی“ کا ہے۔ اس رسالے میں بچہ  
نہ ہونے والی عورتوں کی سات بیاریاں اور ان کے علاج بیان  
کئے گئے ہیں۔ مصنف نے تشخیص کے بہت اچھے طریقے بیان  
کئے ہیں۔ ماہرین طب کے لئے اس کی مندرجہ معلومات بہت  
مفید ہیں۔  
آغاز :-

”یہ حکمت سلیمان پیغمبر سوں ہے۔ یک روز پانچ عورتاں  
جمع ہو کر سلیمان کے آکر فریاد کیاں کہ ہمارے مرداں ہمنا  
فرزنداں نیں ہونے کر کر دُمری عورتاں کرنے منگتے ہیں۔  
ہماری مراد تمیں دیو“

اختتام :-

”ہو اگر کوئی جاگائیں دکتا ہے تو سمجھنا کہ دیو ہو پری  
کا دھکا ہے۔ او سے اے تو یزیدے کر دینا۔ ایک گلے  
کوں بندنا ہو ایک بازو کوں بندنا۔ ہو ایک دھو کر پانا۔  
خدا کے حکم سوں فرزند ہووے گا۔“  
اس کے بعد تین توہید درج کئے گئے ہیں۔

ہوے کہ یا علی جکوئی نچر کا نماز کر کے بیٹھے خدا نے تعالیٰ کے  
ذکر میں آفتاب اوپر آوے تلک تو خدا نے تعالیٰ اوس بندے  
کی گندہ درخ کی آگ نچھے غلام کرے گا۔ یا علی جکوئی  
جمہ کا غسل کرے گا تو دُمرے جمہ لک بٹھائے جائے گا۔  
ہو اور اغسل فور ہے ملت طبق زمین آسمان میں۔ اپنے  
مال پر خوش حال ہو کہ خدا نے تعالیٰ کا دوست نہیں  
جو کہ مال پر خوش حال ہوتے ہیں۔ یا علی جکوئی سواک  
بھوت کرے (تو) بیت و چہار خصلت نیک بخت کے  
زیادہ ہوتا ہے۔ یا علی جکوئی سوتے وقت ہو راتے  
وقت و السماء و الطارق پڑے گا تو ....“

اختتام :-

”یا علی کھانا کھا دیں گے تو اول نمک چاکو دُمری ملت  
کوں قائمہ دیتا ہے۔ یا علی نوے کپڑے سینکے تو جونی کپڑے  
دویشاں کوں دیو۔ یا علی راضی اپنے ماں باپ سوں خدا نے  
تعالیٰ کا راضی بنا ہے۔ ہو رخصہ ما باپ کا سو خدا نے تعالیٰ  
کا غصہ ہے۔ یا علی عورت کی رائے (یا دانی) کوں گھر میں  
لگو آن دیو برا ہے۔ یا علی دشا دکوں ہو رادشا د کے  
فرزنداں کوں بھوت پیار کرو کہ دو جہاں میں خوبی ہے۔  
یا علی ہو سامنے ہو کا پانی نکو سٹو۔ یسیت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین کوں فرمائے ہیں۔  
برضو ہے (م)۔

ترقیمہ :- ”وقت تمام شد کار من نظام شد“

اس کے ساتھ ہی ایک اور رسالہ نثر ”حکمت سلیمان پیغمبر“  
شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کا ذکر خطوط نمبر ۲۱۷ میں درج ہے  
اس رسالہ کا نام ”وصایائے نبی“ راقم الحروف نے اپنی طرف  
سے لکھا ہے خود رسالہ میں کوئی نام درج نہیں۔

اور اس کا تذکرہ مخطوطہ نمبر ۷۰ میں گزر چکا ہے۔ اور اس کے  
کاتب نے اس کو خواجہ بندہ نواز سے منسوب کیا ہے۔ ان  
دونوں رسالوں میں عبارت اور زبان میں جو فرق ہے وہ  
ذہن کی عبارتوں سے بھی واضح ہو سکتا ہے۔  
آغاز :-

”کنزُ کُنزِ عَنقُ فَاَجَبَتْ اَنْ عَن فُخْلِقِ الْخَلْقِ  
یعنی اور سلطان اپنی ذات کے دریا میں چھپا داز گنج  
رکھیا تھا۔ بقا کے موتیاں سوں بھر کر جو کہ اس حال  
میں پاک یک اس گنج طرف نظر کیا ہو اور اس موتیاں  
کا ادجالا دیک کر عاشق ہوا ہو مصنعت تجویز میں آیا جو  
ایسے راز کے موتی چھپا کر رکھنا خوب نہیں بلکہ عشق کے  
بازار میں ظاہر کرنا بھلا ہے“

اختتام :-

”یعنی اس کا معنا اس آیت کا معارفہا۔ ایتال  
تو اگر منگتا ہے۔ توں پوچھے تو صاحب حال سوں  
پوچھے لے۔ سا تو اں دے۔ اے ہے۔ ذلہ تھا لے۔ موتو  
قبلا انت موتو۔ یعنی خدا کہا مرنے کے دنگے مرنا۔ ہو  
بعض محققاں کہتے“

عبارت ختم کئے بغیر کاتب نے یہ رسالہ ناتمام چھوڑ دیا ہے اور  
اس کے آخر میں کوئی ترتیبہ بھی نہیں لکھا۔

یہ مخطوطہ اور اس کے علاوہ مخطوطات نمبر ۲۰ تا ۲۱۹ مولوی حبیب اللہ  
حسینی بی اے کاء طبع ہیں۔ یہ سب ایک ضخیم جلد میں شامل ہیں۔

## (۲۱۸) درالاسرار [۳۶۸]

ادماق ۶۔ سطور ۱۷۔

تقطیع ۵۹۴۔ خط ثلث۔

مصنف۔ مرید سلطان۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۱۱۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ سنہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ۔

یہ اردو نثر کا ایک رسالہ ہے جس کا مصنف مشہور صوفی  
شاعر سلطان (دیکھو مخطوط ۳۰۶) کا مرید تھا۔ اس نے  
سبب تالیف میں اپنے مرشد کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

”بعد ازاں بھائی حق کی توفیق سوں ہو اور اس ہادی

شاہ سلطان کی مدد سوں سالکان ہو اور طالبان کے

واسطے اس بقا کے موتیاں چن کر لیا یا ہوں ہو اور راز

کے معنی کے مانگے میں پرویا ہوں۔ تب اس رسالے کا

ناؤں درالاسرار کر رکھیا ہوں۔ اس رسالے نے ما اگانا

کوں باٹ ویسے گی۔ ہو اور طالبان کوں طلب زیادہ ہو گا۔

ہو اور عاشقاں کوں عشق پیدا ہوئے گا۔ ہو کوئی پڑنے

والے ہو رسنے والے خدا کی طلب میں آویں گے۔ ہو

جو کوئی درالاسرار کوں پڑنے منگے .....“

اس عبارت میں مصنف نے اپنی کتاب کا نام دو جگہ ظاہر کر دیا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ خود اپنا نام کہیں نہیں لکھا۔

کتاب کا آغاز حمد و نعت کے مضامین سے کیا گیا ہے۔

اور پوری کتاب مسلسل بغیر کسی ذیلی سرخی کے کھی گئی ہے۔ جگہ جگہ

آیات قرآنی کے ذریعے سے وعدۃ الوجود اور تحقیق کائنات کے

اسرار واضح کئے گئے ہیں۔ اور مصنف سالکوں سے ہر جگہ

”اے بھائی“ کے الفاظ سے مخاطب ہے۔ اسی رسالہ کا

ایک اور نسخہ ادارے میں ”درالاسرار“ کے نام سے موجود ہے

آغاز:-

الہی دے توفیق انسان کوں جو بندگی کرے نیری دل جان سوں  
توں پیدا کبا محض بندگی کرتیں کہ اوچھوڑ پکڑے ہیں گندگی کے تیں

اختتام:-

اہیں سات سنت سو یو در قیام بھی ہیں سات دسرے رکوع میں تمام  
سو ترے میں سجدے منے سات یو چہارم ہے قعدے منے سات او  
در بیان سنتہائے قیام گوید  
اس کے بعد اس بیاض میں اوراق غائب ہیں۔

## (۲۱۹) مرات المصلی (۳۶۹)

اوراق ۷ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۵ x ۹ - خط ثلث -

زمانہ تعین قریب ۱۱۷۵ھ -

کاتبہ: شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قبل ۱۲۳۵ھ -

یہ ایک ناقص آخر ثنوی ہے جس میں حسب ذیل

سرخیاں ہیں:-

حمد، نعت، صفت اصحاب، اسباب کتاب، ایمان، ارکان  
ایمان، احکام ایمان، شرائط ایمان، بیان مفصل ایمان  
فرائض شریعت، واجبات شریعت، سنتہائے شریعت، حکمائے  
شریعت، فرائض وغیرہ، سنتہائے وضو، مستحبات وضو، شکندہ وضو  
فرائض تیمم، فرائض غسل، واجب غسل، مستحب غسل، فرائض نفل،  
سنتہائے نفل، مسع موزہ، شکندہ مسع موزہ، مسجکام حقیق و نفاس  
حکمائے نفاس حقیق، فرائض نماز، واجبات نماز، محرمات نماز  
سنتہائے نماز، سنتہائے قیام۔

آخری عنوان کے بعد اوراق غائب ہیں۔ بحالت موجودہ اس

ثنوی میں ۲۳۵ آیات ہیں۔ مصنف نے ابتداء کتاب میں

اپنی زبان اور وطن کی اس طرح وضاحت کی ہے:-

یو مسلیاں کو کھنی کیا اس سبب فہم کر کے دل میں کریں یاد سب (۱۱۲)

سکت تے بی گزیر یاز اتنا سبھی کتابوں یو مسلیاں کو کھنی سبھی (۱۱۳)

لیکن مصنف نے اپنا نام باوجود کتاب کی باضابطہ ترتیب کے کہیں

نہیں لکھا۔ زبان ۱۱۷۵ھ کے قریب زمانے کی ہے۔ کتاب کے اوپر

اس کا نام اس طرح لکھا ہے:-

”ایں کتاب مرات المصلی است“

## (۲۲۰) بیاض قدیم (۳۷۰)

اوراق ۳۱ - سطور ۱۴ - کہیں ۱۰ -

تقطیع ۱ x ۲ - خط ثلث -

مصنف: مرزا شاہی شاہ راجو روجی، خوشنود، وغیرہ۔

زمانہ تعین قریب ۱۱۷۵ھ -

زمانہ کتابت قبل ۱۱۷۶ھ -

اس بیاض میں متعدد معروف و غیر معروف شراٹے دکن

کی ۳۰ سے زیادہ نظمیں ہیں۔ جن میں سے بعض نہایت اہم ہیں

کیونکہ پہلی دفعہ اردو دنیا ان سے واقف ہو رہی ہے۔ مرزا بیجا پوری

کے مراثی ایک اور بیاض میں بھی ادارے میں موجود ہیں (دیکھو خطوط ۲۱۱)

لیکن اس بیاض میں اس کے مزید دس مرتبے اور سلام ہیں۔

اور ممکن ہے کہ بعض دیگر مرتبے جو ناقص الاخر ہیں اور جن کے مقطعے

محفوظ نہیں ہیں وہ بھی مرزا ہی کے ہوں۔

سیہ شاہ راجو حسینی (مرشد ابوالحسن قطب شاہ) اور ملک خوشنود

کے مرتبے اس سے قبل کہیں دستیاب نہیں ہوئے تھے اور نہ یہ

معلوم تھا کہ وہ مرتبے بھی لکھتے تھے۔ صرف اس بیاض کی

وجہ سے ان کے اس کلام کا علم حاصل ہوا۔

علی عادل شاہی کا بھی ایک مرثیہ اس میں محفوظ ہے جو بہت

اہم ہے۔ بعض مرثیہ گو مثلاً 'عجبت' مراد وغیرہ

پہلی بار اردو دنیا میں اس بیاض کی وجہ سے روشناس ہو رہے ہیں۔

افسوس ہے کہ یہ بیاض نہایت ناقص حالت میں ادارے میں

داخل ہوئی اور اس کا بہت سا کلام تلف ہو گیا۔

اب اس کی جملہ نظموں کی تفصیلی ترتیب بیاض کے مطابق

درج کی جاتی ہے :-

۱۔ مرثیہ مرزا۔ چار شعر ہیں۔ آخری شعر پڑھا نہیں گیا۔

مطلع۔ اے عزیزاں سب جنم ناری کرو اس غم میں

حیف اور سو رہا مظلوم اس عالم میں

کاغذ کی بوسیدگی کی وجہ سے مطلع تلف ہو گیا ہے بحالت موجودہ یہ شعر

آخری ہے :-

مصطفیٰ کی آل گئی اس جگہ سوں ہو مظلوم حیف

ہے یہی حسرت جنم بھرا ہل قرانی میں

۲۔ سلام مراد۔ ۱۲ شعر ہیں یہ ایک غیر معروف شاعر ہے۔

آغاز۔ بنی کا کرم قرضی..... اٹھائے تم پر سلام علیک

اختتام۔ خدا جیو اپس کا کیا جزاؤں تمارے چرن پر سلام علیک (۱۳)

۳۔ غزل سراج۔ چار شعر ہیں جن میں سے ابتدائی پڑھے نہیں

جاتے۔ مقطع یہ ہے :-

ہے شاد اپنے بچوں سے اے بلبل سراج

وہ یار نو بہار ہمارا کب آوے گنا (۳ ب)

۴۔ مرثیہ۔ ۱۰ شعر ہیں۔ شاعر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ممکن ہے کہ

یہ مرزا کا مرثیہ ہو۔

آغاز۔ اے عزیزاں دسیا ہے چاند عاشور

سب دلاں میں ہوا ہے جو غم پور

اختتام۔ ہے سدا غم پو دل میں.....

سر خود ہے توں مصطفیٰ.....

۵۔ مرثیہ شاہ راجو۔ ۲۴ شعر ہیں۔ سید شاہ راجو ابوالحسن

تغلب شاہ کے مرشد تھے۔ اور انہی کی چینی گونی کے مطابق

ابوالحسن کو بادشاہت ملی تھی۔ اس دور کے بعض شاعروں مثلاً

فتحی نے اپنے کلام میں ان کی مدح لکھی ہے۔ لیکن اب تک یہ

معلوم نہ ہوا تھا کہ خود شاہ راجو بھی اردو میں شاعری کرتے تھے۔ انہوں

نے زوال گوئلندہ سے قبل غالباً ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔ (اوپر دئے

دکن جلد اول۔ صفحہ ۳۱)۔

آغاز۔ سینا کے ماتم سوں آل حرم پر ہوا ہی قیامت سویا رب سرا

جمنچو وہاں تھا علی کے برج کا بنی کے درج کا سواہ لعل گوہر

اختتام۔ شفاعت دے منج شاہ اپنی بقا کا ہمیشہ لگا منج ترا منج اکبر

جم شاہ راجو حسینی پر اپنا تری چھاؤں میں کچھ شہنشاہ دور

۶۔ مرثیہ قربان علی۔ ۱۲ شعر۔ ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں

بھی ان کے مرثیے موجود ہیں۔ یورپ میں کئی محظوظات میں ان

کے ایک مرثیہ کا انتخاب شائع ہو چکا ہے (دیکھو صفحہ ۶۷)

آغاز۔ کہو محب علی ہو رہو نہ شہبہ عرب ہو رجم کہاں ہے

او نور اعظم صیب عالم او صابر درود غم کہاں ہے

اختتام۔ ہمیشہ لیل و نہار دایم کھیا سو قرباں علی عوایوں

کہو محب علی ہو رہو امیر ملک بقا کہاں ہے (۶)

۷۔ مرثیہ شہنشاہی۔ علی عادل شاہ ثانی۔ ۸ شعر۔ اس بادشاہ

کا ایک اور مرثیہ ادارے کی ایک دوسری بیاض میں بھی موجود ہے

(دیکھو محظوظہ ۲۱۳)

آغاز۔ دیکھو چند رہی بھری..... بگت کوں دس دن درد لگایا

جداں تے بھیں پرہوا کھتہ پو تہاں تے ماتم کے سر ہلایا



- ۱۱۔ مرثیہ - ۱۲ شعر - مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔  
 مطلع - اس جگہ میں بنا جب تھے کہ عاشور ہوا ہے  
 ہر شے کا دیکھو تب سوں بگر چور ہوا ہے  
 مقطع - مقبول قیادت کوں بنی پاس اچھے او  
 ..... سوں بگڑ ہوا ہے (۱۱۰)
- ۱۲۔ مرثیہ - ناقص الاول - ۶ شعر مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔  
 ابتدا - فانی جہاں شہ پہ چوڑ کردار البتہ کر گئے سفر  
 بہت غم ہوا عالم اوپر تابوت جب لے کر چلے  
 انتقام - تابوت اٹھائے جس وقت اندکار ہوا سارا جگت  
 رونے لگیا عالم سگٹ تابوت جب لے کر چلے (۱۰ ب)
- ۱۳۔ مرثیہ مرزا - ۱۱ شعر ہیں - مرزا کے منقطع دیکھو خطوط نمبر ۲۱۱۔  
 مطلع - حسین کے غم سوں یاراں ہنکلیا ہوا کا دھارا  
 کہ یونظلمات ماتم کا کیا ہر جگہ میں اندکار  
 مقطع - کہ مرزا سوز سرور کوں رکھیا ہے جو کہ جوہر کوں  
 اچھے گارو ز محشر کوں حسین سرور کئے پیارا (۱۱ ب)
- ۱۴۔ مرثیہ صادق - ۳۱ شعر - یہ کوئی غیر معروف شاعر ہیں  
 اس سے قبل ان کا کوئی کلام دستیاب نہیں ہوا۔  
 مطلع - حسن ہو حسین دو گہرا ہائے ستارے دو قفس و قمر ہائے ہائے  
 مقطع - یو صادق ترا ہے امام زنا کھیا روے یو سر بسر ہائے ہائے  
 ۱۵۔ مرثیہ مرزا - ۱۱ شعر - دیکھو خطوط نمبر ۲۱۱۔ (۱۲ ب)
- مطلع - آیا عاشور جگہ میں سب جگہ ہوا ہے  
 زاری کردو محباں غم کا نوا ہوا ہے  
 مقطع - جل بھی ہوا انگٹھی سینہ اسی خاقوں  
 مرزاں کے دل میں شہ کا یو داغ گھر ہوا ہے (۱۳ ب)
- ۱۶۔ سلام فصیح الدین - ۳ بند - یہ بھی کوئی غیر معروف شاعر ہیں۔  
 پہلی بار یہ نام اردو ادب میں آیا ہے۔

- انتقام - نبی کے گھر کا اتحاد یک یو - بدی کا بار لگا بھایا  
 فراق دل میں لگا کے شاعری اسبچ غم سوں انجھو ہوا (۱۶ ب)
- ۸۔ مرثیہ خوشنود - ۱۱ شعر - ملک خوشنود کو لکھنؤ کا شاعر تھا  
 جو غدیہ سلطان شہر بانو بیگم کے حبز میں بیجا پور روانہ کیا گیا تھا۔  
 وہاں اس نے شاعر کی حیثیت سے عروج حاصل کیا اور ۱۵۵۲ء میں  
 ایک شہنشاہی ہشت بہشت کھلی - اس کا تذکرہ اردو شہ پارے صفحہ ۴۶۹  
 میں درج ہے۔
- آغذ - زاری کردو عزیز غم کا منتہ ہوا ہے اس درد کا ... کاتب ....  
 جم درد کا اگن سوں جلتا دل بنی کا جو تھا خوشی علی کا ملک علم ہوا ہے  
 انتقام - سادہ بیارکت ہو سب تن جلیا درد کوں ماتم حسین کا جم قتل کوں غم ہوا ہے  
 اللہ مصطفیٰ کا خوشنود نے کیا ہے ماتم حسین کا جم قس پر کرم ہوا ہے
- ۹۔ مرثیہ روتھی - ۷ شعر - یہ حیدر آباد کے پیرزادے اور  
 مشہور مرثیہ گو ہیں - ایڈنبراک کی بیاض میں پانچ اور کیمبرج کی بیاض  
 میں ایک مرثیہ موجود ہے - ان کا تذکرہ اردو شہ پارے صفحہ ۱۵۷-۱۵۸  
 میں درج ہو چکا ہے۔
- مقطع - محرم کا چند پھر کھن ایسا ..... ہوا پیدا  
 محباں کے دلال میں سب شہاں کا غم ہوا پیدا  
 مطلع - جلی قلبی میں غم بتا سو روتھی میں عیاں دستا  
 یو ہو میرے سوں دالبنتہ خفی جانم ہوا پیدا (۸ ب)
- ۱۰۔ مرثیہ حسنی - ۱۱ شعر - یہ ایک غیر معروف مرثیہ گو ہے۔  
 آغذ - پھر جانہ کمن پر خم ہوا ..... عالم یہ کیسا غم ہوا اے شہ تیرے دیا گلا  
 تن لاکر اپنا چند رکھ کر انوکھے بند کو رقا پھرے اسان پر شہ تیرے دیا گلا  
 انتقام - نس دیں غم کا ہاٹ ہے دو کھردر دانا داٹ ہے  
 سب عیش باراباٹ ہے اے شہ تیرے دیا گلا سوں  
 حسنی سو شہ کا داس ہے اے شہ تری منجہ آس ہے  
 غم اس کوں باراباٹ ہے اے شہ تیرے دیا گلا سوں (۱۰ ب)

آغاز۔ مجاہد جہاں کرواہل رسول کرسن ذکر میں ہونے خاطر دل

مجت سوں کرنا سادہ حصول سوا آچمن پر سلام علیکم  
اختتام۔ فصیح الدین تجریش کا کرم بکھیں گے تری دو جہاں میں نرم

۱۷۔ ح میں اماں کے ہو مگر کم کیا پنجتن پر سلام علیکم (۱۵)  
۱۔ مرثیہ مرزا۔ ناقص الاول ہے۔ اس میں ۲۰ بند ہیں۔

آغاز۔ آدے جہاں میں جب عشور ہووے بگر اس غم تے چور  
ہر شے دے ہے سکھ سوں۔ زاری کرو اے مومنوں  
غم سوں طائفہ تملیہ! سب عوش کرسی کھیلے

سوج دو کھوں نس دن طے زاری کرو اے مومنوں  
اختتام۔ اس غم سوں مرزا کا بگر جلتا پے ساری عمر

کاری زخم ہے دل اوپر زاری کرو اے مومنوں  
۱۸۔ مرثیہ مرزا۔ ۴ اشعار۔

مطلع۔ محرم چاند ماتم کا جہاں میں جب یو آتا ہے  
جگ کوں جمانا ہے.....

مقطع۔ مجاہد غم یو کاری ہے کہ ہر ماہ محرم میں

سد مرزا در و غیر ہزاراں داغ کھاتا ہے (۱۸)

۱۹۔ فتویٰ۔ مناظرہ عقل و عشق۔ از معظم۔ ۸ اشعار۔ یہ

شاء شاہ امین الدین اعلیٰ کا مستفادہ قادی کا شاگرد تھا۔ اس کی  
ایک کتاب گنج حنفی ادارے میں محفوظ ہے اور اس کا تذکرہ اس

فہرست کے مخطوط نمبر ۱۱۲ میں گزر چکا ہے۔ اس نظم کے آخری مصرع  
میں اپنے استاد قادی کا ذکر کیا ہے۔ قادی کے زراقی بھی ادارے میں

محفوظ ہیں۔ دیکھو مخطوط نمبر ۲۱۴۔

آغاز۔ عقل کہتی علم پڑنا لکھنا سیکھ

عشق کہتا درس کا توں مانگ بھیک

عقل کہتی علم سوں تو یار ہو

عشق کہتا علم سوں بے زار ہو

اختتام۔ عقل کہتی سیکھ کچھ کیا کری

عشق کہتا چھوڑ کر بازی گری

عقل کہتی۔ ۱۰۰ نظم نام کر

عشق کہتا قادر سوں آرام کر (۱۸)  
۲۰۔ مرثیہ مرزا۔ ۲ اشعار۔

مطلع۔ یاراں یو غم کے چاک گردل سینہ غم ناک میں

چرتا ہے ہر شام و سحر بھر رنگ ہر چاک میں

مقطع۔ دن غم سوں مرزا کا جے جوں شمع و روت گلے

پلکھاں سوں دھماں یوں چلے جوں ہی قمری فاشنگ

۲۱۔ رباعی گوہری۔ یہ بھی کوئی غیر معروضی شاعر ہے لیکن شخص

قدیم اساتذہ دکن کی طرح کا ہے۔

کر صاف تیرے دن کے توں آئینہ کاموں

تس موٹیں بچھا دیک اپس پیا کوں توں

بعد از تو اوس کوں پوچھ تیرا راز ہو نیاز

..... دو جس راز کا سوں (۲۰)

۲۲۔ سلام۔ ۸ بند ہیں۔ ناقص الآخر ہے اس لئے شاعر کا

تخلص سلوم نہ ہو سکا۔

آغاز۔ نبی کے نبین پر سلام علیکم علی کے رتن پر سلام علیکم

سوخاؤں کے سن پر سلام علیکم شہ پاک تن پر سلام علیکم

اختتام۔ ہزاراں کوں یک تن محمد کی آل نہایت کو جدوں کریں او خوشحال

شعاعت سوں کرنے اتنے پائمال ہر ایک سورن پر سلام علیکم (۲۱)

۲۳۔ مرثیہ مرزا۔ ۱۲ اشعار۔

آغاز۔ آغریاں جگ میں یو تم ہنوز حشر لگ تانا ہے شہ کا غم ہنوز

شہ کے غم سوں جگ پریشان ہنوز زخم یو ہر دل میں پہنایا ہے ہنوز

مقطع۔ غن زراں کوں کہیں گے خشن تو صین سرور پہ قرباں ہے ہنوز

(۲۲)

۲۴۔ مرثیہ مرزا - ۱۵ اشعار ہیں۔

کابل اکمل ولی شاہ سلام علیک

انتقام۔ اسے شہید شیراز دھرتوں کرم کی نظر

لطف سوں مرزا اور شاہ سلام علیک (۲۷)

۲۸۔ مرثیہ محبت - ۱۲ اشعار۔ یہ بھی کوئی معروف شاعر ہے۔

مطلع۔ یہ .... غم نوکھن اوپر مل عرش ہو رہنبر پڑیا

کیوں ناہودے جگ تل اوپر او حیدر صفدر پڑیا

مقطع۔ جنت بندائیں دن روتا ہے گفنی بھاگلے

نگلیں ہوا ۱۰ دو جہاں غم کا ہریک اچھر پڑیا (۲۷ ب)

۲۹۔ مرثیہ مرزا - ۱۲ اشعار۔

مطلع۔ شہید حسین سرور کہے پا یو غم عزیزاں

دھرتی یو داغ دل پر کر غم خیم عزیزاں

مقطع۔ شہ کر پلا پہ مرزاں دل دجاں خدا کیا ہے

گر اس شرف سوں بھٹے منجے حشر کو اوسجاں (۲۸ ب)

۳۰۔ مرثیہ - ۱۶ اشعار۔ ناقص الاثر ہے اس لئے مصنف کا پتہ

نہ مل سکا۔

مطلع۔ یو محرم چاند ماتم کا تمارا یا علی

بھجیو یوں غم سوں ہوا باریکسار یا علی

مقطع۔ تو یو غم کرنا ہم پر فرض ہے نت شاہ کا

ہے ہمارے دین کا روشن ستارا یا علی (۳۰)

اس کے بعد چند اوراق نصف سے زیادہ پھٹے ہوئے ہیں

اور دو دو تین شعر مختلف مرثیوں کے ان میں پڑھے جاتے ہیں۔

لیکن نہ تو ابتدا ہے نہ انتہا اس لئے ان کا تذکرہ بے کار ہے۔

یہ بیاض سلسلہ سے قبل نقل کی گئی ہے۔ چنانچہ ورق ۱۴

کی پیشانی پر ایک بیضوی ہرقت ہے جس میں لکھا ہے:-

”اللہ محمد علی ﷺ“

کاتب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

آغاز۔ توں شہیدی قت میں چاہے جلوہ اے شاہ قاسم

کاتب نے یہ جگہ غالباً ہے جلوہ کو جلوہ لکھا ہے)

بن رسول کے رخت بیٹھا ہے جلوہ اے شاہ قاسم

بانیوں سنگار سارے بیبیاں مل تھے سنوارے

جو مول آد مارے ہے جلوہ اے شاہ قاسم

انتقام۔ ... منہر کا آیا جلوہ مرزا دے ہوگا دے زہرا

میں بجا چند سوچ کا ہے جلوہ اے شاہ قاسم (۲۴)

۳۵۔ مرثیہ - ۱۲ اشعار۔ مقطع کا ابتدائی مصرع تلف ہو گیا ہے

اس لئے تخلص محفوظ نہیں رہا۔ غالباً مرزا کا مرثیہ ہے۔

مطلع۔ لایا ہے چاند بگ میں ماتم حسین کا

ہراک۔ میں میں آگ بھریا غم حسین کا

مقطع۔ .... سوں اچھو شاہ اولیا

یک دم سوں مازا ہے سدا دم حسین کا (۲۵)

۳۶۔ مرثیہ شرف - ۱۲ ابندیہ ایک مشہور مرثیہ گو ہے۔ اس کا

اولکلام خطوط نمبر ۱۱۳ میں بھی محفوظ ہے۔ اور شرف کے حالات بھی

اسی کے تذکرے میں درج ہیں۔

آغاز۔ السلام اے شاہ سرور السلام اے شاہ سرور

ہر دم اس روح صفا پر السلام اے شاہ سرور

شاہ تخت کر بلا توں صابر درد و بلا توں

نوحیم مصطفیٰ توں السلام اے شاہ سرور

انتقام۔ ... صف نصف سوں رود کر بلا شرف سوں

..... نصف سوں السلام اے شاہ سرور (۲۶)

۳۷۔ سلام مرزا - ناقص الاول ۱۲ بند

آغاز۔ صدق سوں ہر دم مدام شاہ سلام علیک

ہے توں حسین علی شاہ سلام علیک

## (۲۲۱) ابراہیم نامہ [۱۸۱]

اوراق - ۶۳ - سطور - ۱۲ -

تقطیع - ۳ x ۱۳ - خط نستعلیق -

مصنف - عبدال بیجا پوری - سنہ تصنیف ۱۰۱۲ھ

کاتب - سید محی الدین قادری زور - سنہ کتابت ۱۳۵۵ھ

یہ تقریباً سات سو پچاس ابیات کی قدیم و کئی ثنوی ہے جس میں بیجا پور کے ایک شاعر عبدال نے ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت کرو کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ یہ ایک نادر ثنوی ہے اور اس کا ایک نسخہ کتب خانہ راجہ ادژہ میں محفوظ ہے اور ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں اور موزلا کر نسختہ ہی سے راقم الحروف نے یہ مخطوط بغرض اشاعت نقل کیا تھا لیکن اب تک یہ کتاب شائع نہ ہو سکی اس لئے اس کی نسبت ذیل میں تفصیلی وضاحت درج ہے -

اس نسخے میں شکل اور غیر معروف الفاظ کے نیچے ان کے معانی درج کئے گئے ہیں اور اس کو بغرض لماعت مرتب کیا گیا، یہ نقل صفحہ بہ صفحہ بلکہ سطر بہ سطر کی گئی ہے تاکہ اصل مخطوط کی ترتیب اور اوراق کا حوالہ محفوظ رہے -

یہ ثنوی حمد نعت مدح یا ربان رسول، تعریف مرشد

سید محمد گیسو داز، اور تعریف حضرت استاد شاہ عالم پناہ ابراہیم عادل شاہ کے عنوانات سے شروع کی گئی ہے۔ اس کے بعد سبب تالیف کے طور پر ابراہیم عادل شاہ کی نصیحت یہ عنوان ”پند فرمودن حضرت استاد در باب شعر“

لکھی ہے اور اس سے قبل کی ابیات میں لکھا ہے کہ میرے استاد بادشاہ نے مجھ کو بلا بصیحا اور حکم دیا کہ نئے مضمون کی ایک ایسی کتاب لکھ کہ جس کا جواب کسی سے نہ بن پڑے۔ دنیا میں شعر کے

سوانحیری کوئی اور یادگار باقی نہ رہے گی۔ چنانچہ اسی لئے خود بادشاہ نے بھی بطور یادگار جو کام (غالباً نوری نامہ کی طرف اشارہ ہے) قلمبند کیا ہے اس کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ یہ حکم سن کر شاعر نے ”شاہ تاد“

جگت کرو سے پوچھا کہ کس زبان میں کہوں کیونکہ میں سوائے زبان ہندوی اور دہلوی کے کوئی اور زبان مثلاً عرب یا نجم کی زبان نہیں جانتا۔ اس استفسار پر بادشاہ نے جواب دیا کہ جس زبان میں چاہے کہہ۔ فن شعر کی خوبیاں اور عشق کے اسرار تو ہر زبان میں یکساں طوئار ہتے ہیں۔ اور پرکھنے والے جو ہر کو خواہ وہ کسی رنگ یا رنگ پر ہیں ہو پرکھ ہی بیٹے ہیں۔

کمال خواہ کسی زبان میں ہو اپنی قدر ضرور کرالیتا ہے۔ اس حصہ کتاب سے چند منتخب شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں :-

ادہنی شاہ استاد کرو نظر بلایا جو عبدال کوں سر ہاتھ دھو  
نوی بات مضمون کر اک کتاب نہ کو فکر گو نہ ہیا ہے تس کا جواب  
نہ باقی رہے کچھ تو عالم نشان اگر کچھ ہے تو بچن شعر جان  
سو یون بچن سن شاہ استاد کاں پوچھیا جگت کرو شعر کہہ کس زبان  
زبان ہندوی مجھ بول بوردہلوی نہ جانوں عرب ہو رجم ثنوی  
کہیا شاہ استاد عبدال سویوں توں ہر اک زبان کر شہر بات کوں  
فن شعر سب لکھیں ایک دھات عشق ایک پرکٹ چھیں روپ ات  
اسی طرح متعدد ابیات لکھ کر دو اور عنوانات ۱۱ - در تعریف سخن و  
۱۲ - الفاظ شعر گفتن ۲ - در تعریف قلم کاغذ و حرفاں (قائم کئے گئے  
ہیں جن کے بعد اصل ثنوی اس طرح شروع ہوتی ہے :-

ابتداء کتاب ابراہیم نامہ درج حضرت شاہ عالم پناہ  
کردن ابتدا شہ ابراہیم نام کہ جس صفت عالم بھریا ہے تمام  
ترگ عزت پاتال ہر یکہ دھرا رھیا روپ سرور ہو عالم بھرا (۱۳)  
اس طرح ۵۵ ابیات لکھی ہیں جن کے بعد دوسرا عنوان شروع ہوا

کی مدح لکھی ہے اور خود کو کئی بار بادشاہ کا خاص شاگرد بیان کیا ہے۔ تاریخ تعینف کتاب کی آخری ابیات میں درج ہے۔

آغاز۔ اپنی زباں گنج توں کھول منجھ امولک پہا کر جھکویہ بولن منجھ  
کہوں بام اول تو اللہ لائے گئے موکھ کھل جیب پکڑے اولائے  
اختتام۔ پچن پھول گوندیو برہم نام کیا سہس پڑ پڑس بارہ تمام  
خدایا تو عبتل پچن پھول کر بھنور عارفان چیت سو مقبول کر  
ترقیمہ :-

”د ۳۵۵ میں ذواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کے  
مخطوطے سے یہ کتاب نقل کی گئی۔ سید محی الدین قادری نقذہ۔  
رمضان ۱۳۵۹ھ“

راقم نے اس کو ادارے میں بطور عطیہ محفوظ کر دیا ہے۔

## (۲۲۲) کلیا محمد قلی قطب شاہ [۱۸۲]

اوراق۔ ۲۰۶۔ سطور کہیں ۳۵ اور کہیں ۱۷۔

تقطیع۔ ۸ x ۱۳۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ محمد قلی قطب شاہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۰۲۰ھ

کاتب۔ سید محی الدین قادری زور۔ سنہ کتابت ۱۳۵۳ھ۔

یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ) بانی حیدرآباد

کا کلیات ہے جو ذواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کے تین مختلف  
نسخوں کو ملا کر ایک جگہ مرتب کیا گیا ہے۔ یہ تینوں نسخے خود محمد قلی قطب شاہ  
اور اس کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ کے عہد کے مکتوبہ ہیں۔

اس کلیات کے نسخے کسی اور کتب خانہ میں موجود نہیں ہیں۔ اور

یہ مسودہ راقم الحروف نے بغرض اشاعت مرتب کیا تھا۔ چنانچہ

یہ کلیات ۱۳۵۳ھ میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ اور اس بادشاہ

س کتاب میں حسب ذیل عنوانات پر شاعر نے معلومات فراہم کئے ہیں۔

۱۔ تعریف سخاوت بادشاہ (۱۸) ۲۔ شہر بیجا پور (۲۰)

۳۔ وراہ و حصار و محل (۲۰) ۴۔ صفت ماہرین رقص و موسیقی (۲۲)

۵۔ تعریف دیار بادشاہ (۲۶) ۶۔ نورس محل بادشاہ (۲۸)

۷۔ مجلس شاہ عالم پناہ (۳۱) اس کے تحت کئی ذیلی سرخیاں ہیں۔

۸۔ شکاہ حیدریت لشکر (۳۶) ۹۔ تحریف فیضان بادشاہ (۳۸)

۱۰۔ تعریف اسپان بادشاہ (۴۰) ۱۱۔ سلحداران بادشاہ (۴۲)

۱۲۔ مجلس باغ جہاں پناہ (۴۴) ۱۳۔ سنگٹام بہار (۴۵) اس کے

مت بھی کئی سرخیاں ہیں۔ ۱۴۔ میزبانی سالگرہ (۵۶) اس کے تحت بھی

۱۵۔ نواریں ختم کتاب۔

اس شہنوی کی تاریخی اہمیت اس کی ادبی اور لسانی

اہمیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں شاعر نے دکن کے

یہ جلیل القدر حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خانگی زندگی کو

ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ وہ خدمت ہے جو مورخوں کے

بس کی بات نہ تھی۔

اس کتاب کے مصنف کی نسبت زیادہ معلومات حاصل

نہیں کیں۔ اس کا تخلص قبدل تھا جو کتاب میں کئی جگہ استعمال

ہوا ہے۔ اور ایک جگہ اس نے اپنا پورا نام عبدالکیتی لکھا ہے جو

شاہ عبدالغنی جو۔ یہ نام آخری عنوان کی پہلی ہی بیت میں اس طرح

درج ہے :-

عبدالکیتی صفت کرشہ بیاں رہے ہے سو بھر کر زمین آسماں

قبدل خواجہ بندہ نواز کے خاندان میں مرید تھا۔ اور خلفدار شہین

کی مدح کے بعد خواجہ صاحب کی خاص طور پر تعریف لکھی ہے

بس کے آخر میں دعا کرتا ہے کہ میرے اشعار میں خوبی پیدا کر

وران کو شرف قبولیت عطا ہو۔

مرشد کی مدح کے بعد اپنے استاد یعنی جگت گرو لور شاہ

ترقیمہ :-

”۳۳۳۳ میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کے مختلف قلمی نسخوں سے نقل کیا۔ سید فی الدین قادری دور“  
یہ کلیات اقم المرحون نے بعد نقل ادارے کے کتب خانہ میں بطور عطیہ داخل کر دیا ہے۔

کے سوانح حیات بھی ایک علیحدہ کتاب (”حیات محمد قلی قطب شاہ“) میں اقم المرحون نے تصنیف کر کے شائع کر دئے ہیں اس لئے یہاں زیر نظر محمولے کی تفصیری وضاحت درج ہے۔

اس نسخے میں ابتدائی ۱۸۵ اوراق میں بادشاہ کا دیوان غزلیات درج ہے۔ اور اس کے بعد اس کی حسب ذیل موضوعوں کی نظمیں شامل ہیں۔

## (۲۲۳) پھولین [۱۸۰]

اوراق - ۱۶۲ - سطور کہیں ۱۲ اور کہیں ۱۴ -  
تقطیع - ۸ × ۱۳ - خط نستعلیق -  
مصنف - ابن نثاطی - تصنیف - ۱۰۷۶ھ -  
کاتب - عبدالقادر سردی - نسخہ کتابت ۱۳۵۵ھ -  
ابن نثاطی کی اس مثنوی کا ایک اور نسخہ ادارے میں محفوظ ہے۔  
اور اس کا تذکرہ اس فہرست کے صفحہ ۴۹ پر (نسخہ نمبر ۲) گزر چکا ہے۔  
یہ نسخہ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں کاتب نے جملہ شکل اور نامائوس الفاظ کے معنی لکھ دئے ہیں اور اس کو حسب ذیل پانچ نسخوں کے مقابلہ کے بعد خاص طور پر بغرض اشاعت مرتب کیا:  
۱) نسخہ کتب خانہ آصفیہ مورخہ ۱۱۹۳ھ - ۲) نسخہ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب  
۳) نسخہ نواب سالار جنگ بہادر مورخہ ۱۲۸۵ھ - ۵) نسخہ دوم و سوم نواب سالار جنگ بہادر -  
۶) پروفیسر سردی کا مرتبہ یہ نسخہ ۱۳۵۵ھ - میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔  
اس نسخے کے ابتدائی ۹ اوراق سردی صاحب کے مقدمہ کے مسودے پر مشتمل ہیں - اس کے بعد ورق ۱۰ سے اصل مثنوی شروع ہوتی ہے۔ اصل مثنوی کا آغاز و اختتام یہ ہے۔  
آغاز :-

اول میں حمد ب العالمیں کا دل و جاسوں کہوں جاں آفریں کا  
خداوند اتنے ہے جہ خدا کی ہمیشہ بنگوں ساجے کہہ ریا کی !

- ۱۔ حمد (۱۸۶) ۲۔ نعت (۱۸۹) ۳۔ منقبت (۱۹۳)
- ۴۔ مع حضرت فاطمہ (۱۹۷) ۵۔ شاعر کا مذہب (۱۹۸) ۶۔ میلاد نبی (۴۹۹)
- ۷۔ بعثت نبی (۲۰۴) ۸۔ شبہ حراج (۲۰۹) ۹۔ عید سوری (۲۱۰)
- ۱۰۔ عید ولود علی (۲۱۵) ۱۱۔ عید غدیر (۲۲۰) ۱۲۔ شبہ برات (۲۲۹)
- ۱۳۔ عید رضا (۲۳۳) ۱۴۔ بقر عید (۲۴۱) ۱۵۔ عید نوروز (۲۴۹)
- ۱۶۔ بسنت (۲۵۱) ۱۷۔ دوسری عیدیں (۲۵۴) ۱۸۔ سالگرہ (۲۵۷)
- ۱۹۔ بلوہ اور دیگر رسوم (۲۶۵) ۲۰۔ لوازشا شای (۲۶۷) ۲۱۔ کھیل (۲۷۹)
- ۲۲۔ برشا اور مکی بہاریں (۲۸۱) ۲۳۔ محلا شای (۲۹۱) ۲۴۔ بارہ پیاریاں (۲۹۶)
- ۲۵۔ دوسری پیاریاں (۳۰۳) ۲۶۔ مختلف نظمیں (۳۲۳) ۲۷۔ قصائد (۳۸۶)
- ۲۸۔ رباعیات (۳۹۵) ۲۹۔ رباعی (۴۰۵)

اس نسخے میں جملہ شکل اور غیر نامائوس الفاظ کے نیچے معنی لکھ دئے گئے ہیں اور ہر غزل یا نظم کے بعد اس نسخہ کا حوالہ درج ہے جس سے وہ نقل کی گئی ہے۔

آغاز :-

ولامنگ خدا کن کہ خدا کام دیوے گا

تس من کے مرادوں کے بھرے جام دیوے گا

خواجه کی اگن قبر کے پانی سوں بوجھا گا

برہم من مجھ کوں سکھ آرام دیوے گا

اقتتام نہ - مومر بھرنہ رکھ سار دوتی کاہت کہ چوری چوری تم سوں بولی ہو چاڑی

نبی بوج سوں قلب پیاری ملی کلم ہم کوں کیا بوجھتی او گنوری

دیئے ہوئے ہیں اس لئے اس میں چند بیانات مترادف ہیں۔ کتب کے نام یا مولف کا پتہ نہیں چلا۔ یہ معلوم ہوا کہ کہاں لکھی گئی۔ لیکن زبان شمالی ہے دکنی نہیں۔ بعض جگہ حاشیہ پر مصوبی سنہ بھی درج ہے جسے خود محرر نے ہجری سنہ کی غفلت میں لکھ دیا ہے۔

اس مخطوطے کا آغاز اس عنوان سے ہوتا ہے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اوپر پہلے ورق کی پیشانی پر سرخ روشنائی میں درج ہے۔

”ذکر امیر تیمور گورکان صاحبقران“

تیمور کے بعد اس کے فرزندوں اور اولاد کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے جو ورق ۱۰ کے ختم تک جاری ہے۔

یہاں سے شیرشاہ افغان کا ذکر شروع کیا ہے جو نہایت تفصیل سے گیارہ صفحات میں لکھا ہے۔ ورق ۱۵ اب سے ہایوں کی کامیاب واپسی اور رعلت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگ زیب اور بہادر شاہ کے حالات صفحہ ۳۷ تک لکھے ہیں۔

شاہ عالم بہادر شاہ کے جانشینوں اور سیاسی ہنگامہ آرائیوں کا تذکرہ ورق ۴۳ تک درج ہے جہاں سے سکھوں اور ان کے سرگروہ کا حال شروع کیا ہے جو ورق ۴۸ پر ختم ہوتا ہے۔ دکن اور عظیم آباد کے حالات لکھنے کے بعد مولف نے بادشاہ فرخ سیر اور سادات بارہہ کی کشمکش کا ذکر ورق ۵۲ سے شروع کیا ہے۔ اس کے بعد دہلی کی طوائف الملوکی اور مہٹوں کے عروج اور پھر نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں کا تفصیلی بیان ہے۔

ورق ۹۳ سے احمد شاہ بادشاہ کا ذکر درج ہے جس کے سلسلہ میں بعض امراءے سلطنت مثلاً امیر خاں عمدة الملک، قمر الدین خاں اور نظام الملک آصف جاہ کے خاندانی وابستہ ابائی حالات (ورق ۹۷) تک قلمبند کئے ہیں۔

اختتام:-

کریں گے جو راہ پھول بن سیر کہو یکبارگی کر عاقبت خیر  
کیا میں ختم خاتم کے کرم ہوں محمد مصطفیٰ مولیٰ العجم ہوں  
ترتیب:-

”ختم مقابلہ از نسخہ ۵ (جدیدتر) از کتب خانہ نوابیہ لاہور“

بالغابہ مورخہ ۲۵ فروردی ۱۳۴۵ھ

پروفیسر سردری نے یہ نسخہ ادارے کے کتب خانہ میں بعد تکمیل بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

## (۶۵) تاریخ ہندستان (۲۲۴)

اوراق ۱۸۰۰-سطور ۱۵-

قطع ۳۵ x ۹-خط-تعلیق-عنوانات سرخی میں۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۶ھ

زمانہ کتابت ” ”

یہ اردو نثر میں ایک ضخیم ۲۶۰۱ صفحات کی تاریخ ہے جس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن کتاب کے مختلف اختتامی حصص سے سنہ تالیف کا اندازہ ہو سکتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ مولف نے ۱۱۹۵ھ کے بعد، اس کی تالیف ختم کر دی۔ راقم نے پروفیسر ہاروں خاں صاحب ثروانی صدر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ کو یہ کتاب بغرض تحقیق حال دکھائی اور انہوں نے اس کے متعلق جو رائے تحریر فرمائی ہے (اور جو اس کتاب میں چسپاں کر دی گئی ہے) اس کا اقتباس یہ ہے۔

”یہ دراصل فارسی کتاب لمض التواریخ سے ماخوذ ہے جسے فرزند

علی المہینی ساکن نوگیر نے ۱۲۵۵ھ میں تالیف کیا تھا۔ بعض

نسخے تو لمض التواریخ کا جوہر ترجمہ ہیں اور اکثر عنوانات تقریباً

وہی ہیں زیر نظر تاریخ میں ۱۱۶۶ھ تک کے واقعات

”گو رز بہادر نے ۱۱۹۵ھ ہجری میں رجب کے مہینے کلکتے سے کوچ کیا“

یہی عبارت اور چند سطروں تک جاری رکھ کر ۲۳ رجب تک کا حال لکھ کر ختم کر دیا ہے اور نئی سرخی ”نواب نواز الدولہ کا حال“ قائم کی ہے۔ (۳) احمد شاہ ابدالی کے حوالوں اور سکھوں کے حالات بھی ۱۱۹۵ھ

تک ہی لکھے ہیں اور یہ بیان درق ۱۲۹ ب پر اس طرح ختم کیا ہے۔ ”۱۱۹۵ھ ہجری میں مرزا نجف خاں امیر اللمرا کی فوج ناہور

کے قریب تک پہنچی اور بہت سی لڑائیاں ہو کر غالب ہوئی“

اس کے بعد ہی نئی سرخی مرہٹوں سے متعلق قائم کی ہے جو یہ ہے:-

”مرہٹے کا حال اور ادوں کی اصل بنیاد کا ذکر اور ادوں

کے اقتدار کے اسباب کا مجمل بیان“

(۴) انگریزوں اور حیدر علی عالی میسور کی لڑائیوں کا حال بھی رمضان ۱۱۹۴ھ

تک لکھا ہے۔ چنانچہ درق ۱۶۸ پر لکھا ہے:-

”جرنیل کوٹ تین چار میٹن ے کر رمضان کے مہینے

۱۱۹۴ھ ہجری میں جہاز پر سوار ہو کر مندرجہ کو

روانہ ہوا“

یہ بیان اس واقعہ پر ختم کیا ہے:-

”حیدر نائک ہی کی فوج غالب ہوئی۔ غرض کہ وہ

مندرجہ کے قلعے سے باہر سارے صوبہ ارکات پر

غالب ہو گیا“ (۱۶۸ ب)

آغاز:-

”تیمور پادشاہ جس کے خاندان کی سلطنت ہندوستان

میں چار سو برس کے قریب رہی اس کا حال یوں بیان کرتے ہیں:-

اختتام:-

”نادر شاہ کی طرف کے قزلباش مصمصام الدولہ اور امیر اللمرا

پر دودھ کر ٹوٹ مار کرنے لگے۔ پانچ چھ گھڑی کے عرصے میں“

درق ۵۱ تک آصف جاہ اور ان کے فرزند ناصر جنگ اور

نواسے مظفر جنگ کی خانہ جنگیاں بیان کی گئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ

اس وقت کے بعد ہی اس نسخے میں کئی اور اوراق غائب ہیں۔ چنانچہ درق

۱۰۲ پر بنگال اور سراج الدولہ کے واقعات درج ہیں۔ اور یہ سلسلہ

درق ۱۱۰ ب تک جاری ہے۔

اس تاریخ کے آخری حصہ میں سکھوں، مرہٹوں، حیدر آباد،

میسور، گھنوں، بنگالہ، اور دہلی کے وہ حالات درج ہیں جو انگریزوں

کے اثر و اقتدار کو ہندستان میں بڑھانے کا باعث ہوئے۔ مورخ

ہر ملک و قوم کے حالات نہایت بے نقصبی سے لکھتا ہے۔ لیکن افسوس

ہے کہ بعض اوراق درمیان سے غائب ہیں اور بعض جلد بندی کے

وقت بے ترتیب آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف نے اورنگ زیب کے جانشین

ہباد شاہ کے مذہب، سادات بارہہ کے واقعات اور محمد امین خان

وزیر کا ذکر جس اسلوب سے کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ

شیخی المذہب تھا۔

یہ کتاب ۱۱۹۶ھ میں تالیف ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت

اس طرح فراہم ہونے ہیں کہ مختلف مقامات اور گردہوں کے جو

واقعات اس میں درج ہیں وہ ۱۱۹۵ھ تک بیان کر کے سلسلہ

کو ختم کر دیا گیا اور نیا بیان شروع کیا گیا ہے مثلاً

(۱) درق ۶۱ ب سے بعنوان ”ایک نئے مذہب کا پھیلنا“ فریادوں

اور نمودوں کی جس مذہبی تحریک کی تاریخ بیان کی ہے اس کو

(۲) درق ۶۳ ب پر اس عبارت پر ختم کرتا ہے:-

”صرف ایک شخص نماز و بار اپنی عورتوں سمیت ۱۱۹۴ھ

میں مرشد آباد میں موجود تھا اور وہاں کے امیروں کی مدد سے

اپنی اوقات بسر کرتا تھا“

(۳) درق ۱۱۰ پر سراج الدولہ کے خاتمہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:-



کے فوائد بیان کئے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں لکھتا ہے:-  
 دانایانِ روزگار اور عاقلانِ تجربہ کار پر پوشیدہ نہیں  
 کہ جس قوم میں زبانِ مروج سے جو فنِ تحریرِ قلم پاتا ہے  
 صاحبِ زبانِ نہایت آسانی کے ساتھ اس فن کا فائدہ  
 اٹھاتا ہے بلکہ بہ نسبت دوسری زبان کے مدتِ قلیل میں  
 حاصل اور کمال ہوتا ہے۔ کیونکہ جو مدت وہاں معرفتِ الفاظ  
 میں جاتی ہے یہاں وہ تحصیلِ معانی میں کام آتی ہے۔

اس کے بعد نواب شمس الامرا کے مسامیٰ کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے  
 کس طرح ذاتی تجربہ سے فنونِ ریاضی اور علومِ طبیعیہ کو یوروپین  
 زبانوں سے اردو و فارسی میں منتقل کیا۔ اور اس سلسلہ میں  
 رغبت دلائی ہے کہ ہمیں بھی ان کے اس فیض کو عام کرنے کی  
 کوشش کرنی چاہئے۔ نواب شمس الامرا نے اس قسم کی جو کتابیں  
 چھپوائی ہیں ان میں سے حسب ذیل اولے میں موجود ہیں۔

- (۱) اصول علم حساب۔ مطبوعہ ۱۲۵۲ھ۔ صفحات ۸۸ + ۱۰۴
- (۲) علم برقیق (ستہ شمیہ جلد اول) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۲۸۸ + ۲
- مترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۳ھ۔
- (۳) مقب البحر (درنا) مطبوعہ ۱۲۵۴ھ۔ صفحات ۲۱۳ + ۱۳
- مولفہ رتن لعل دلچسپنا لعل مولفہ ۱۲۵۳ھ۔
- (۴) علم آب (ستہ شمیہ جلد دوم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۲۱۲ + ۱۰
- مترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۲ھ
- (۵) علم ہوا (ستہ شمیہ جلد سوم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۳۳۵ + ۸
- مترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۴ھ۔
- (۶) علم مناظر (ستہ شمیہ جلد پنجم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۲۷۸ + ۸
- مترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۵ھ۔
- (۷) علم برقک (ستہ شمیہ جلد ششم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۲۳۴ + ۸
- مترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۵ھ۔

لیکن یہ انتہائی عبارت دراصل کسی درمیانی درجہ کی  
 معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں خود نادرشاہ کی وفات اور  
 احمدشاہ ابدالی کے جملہ حملوں کا ذکر آچکا ہے۔ یہ اس میں درج ۸ء  
 کی کر عبارت ہے۔ یہ پتہ نہ چل سکا کہ اصل کتاب کس عبارت پر  
 ختم ہوتی ہے۔  
 کوئی ترقیہ نہیں ہے اور نہ کاتب و مقام کتابت کا پتہ  
 چل سکا۔

## (۲۲۵) ترجمہ شرح چغنی [۱۵۴]

ادراک ۱۸۹- سطور ۱۰-

تعلیق - ۸ ۱/۲ - خط نستعلیق - عنوانات سرخی میں۔  
 متعدد رنگین نقشے بھی شامل ہیں۔

مولف - شاہ علی متوطن ادھونی۔ سنہ تصنیف قریب ۱۱۲۵ھ۔  
 کاتب - غالباً مصنف۔ سنہ کتابت - " " (۱۲)  
 علم ہیئت کی مشہور فارسی کتاب شرح چغنی کا یہ ایک آزاد  
 اردو ترجمہ ہے جس کو شاہ علی متوطن ادھونی نے نواب شمس الامرا  
 کی سرپرستی میں ۱۱۲۵ھ کے قریبی زمانہ میں مرتب کیا۔ مترجم نے  
 اپنا اور کتاب کا نام دیباچہ میں اس طرح لکھا ہے:-

”اس ذرۂ بے مقدار شاہ علی متوطن ادھونی نے مشہور  
 شرح چغنی کو کہ جس کی عبارت کی وقت اور معانی کی نزاکت  
 باریک بینانِ نازک خیال پر ظاہر و باہر ہے زبانِ ہندی  
 میں بہ عبارتِ سلیس و صاف ترجمہ کر کے اس ہر منیر  
 (شمس الامرا) کی رائے روشن سے مسائلِ اصل میں تقدیم و  
 تاخیر کی اور مثلاً ضعیف کی قوی سے تبدیل“

اس سے قبل مصنف نے مادری زبان میں تعلیم و تدریس

حاشیہ پر اصلاحیں، تشریحیں، اضافے درج ہیں۔ تعجب ہے کہ  
آخر میں کوئی ترقیم نہیں ہے۔

یہ کتاب بالکل اسی اندر سی طرز پر لکھی گئی ہے جو شمس الامرا کی  
دوسری مطبوعات کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی شاگرد کے سوانح  
اور استاد کے جوابات۔ درمیان میں نہایت اچھے رنگین نقشے بھی  
مضامین کی وضاحت کے لئے اتارے گئے ہیں۔

آغاز :-

”سبحان اللہ کہ جس کی قدرت کا ذرا سا نمونہ یہ ہے کہ اجرام مکیہ  
اور اجسام سفیدیہ کو ہم سے وجود میں لایا اور ان کے فعل و انفعالات  
سے انواع اورقسام کے مصنوع ایک سے ایک بہتر سطح پر بنایا  
اختتام :-

”اون کے نزدیک سال قریۃ اصطلاحیہ اور شمسیہ تقنیہ میں تفاوت  
دس یوم گیارہ ساعت بارہ دقیقہ ہے اور موافق ثنائی دس یوم  
گیارہ ساعت کسر ہے کہ یعنی ایک دقیقہ تین خمس دقائق ساعت  
سے اور موافق بطلمیوس دس یوم گیارہ ساعت تین خمس سات  
اس کے بعد حسب ذیل سرخیاں قائم کر کے فارسی عبارتیں لکھی گئی ہیں۔

۱۔ ”ترکیب برآوردن روز ماہ نو“

۲۔ ”حساب دانستن قمر کہ در کدام برج است“

۳۔ ”حساب قمر در عقرب“

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ سرورق پر ان کے دستخط  
”عنایت جنگ“ ۱۳۴۲ھ ثبت ہیں۔

نوٹ۔ اس ایڈیشن کا ایک رسالہ علم ہیئت (سہ شمسیہ جلد دوم)  
ادارے میں موجود نہیں ہے۔

(۸) رسالہ علم داغال کرے کے بیان میں۔ مطبوعہ ۱۲۵۷ھ۔ صفحات ۳۶۸۔

مترجمہ رتن لال د مشر جوزہ سنہ تالیف ۱۲۵۵ھ۔

(۹) تعلیم البصیان۔ مطبوعہ ۱۲۷۲ھ۔ صفحات ۲۲۹۔

مرتب کا نام درج نہیں۔ سنہ تالیف قبل ۱۲۶۳ھ۔

(۱۰) نواد البصیان۔ مطبوعہ ۱۲۷۳ھ۔ صفحات ۱۸۴۔

مرتب کا نام درج نہیں۔ سنہ تالیف ۱۲۷۳ھ۔

نوٹ اوپر کے جلد رسائل شمس الامرا کے سنگی چھاپہ خانے کے  
مطبوعہ ہیں۔ ذیل کے رسائل جو دراصل سہ شمسیہ کی چھ جلدیں ہیں ذرا  
بڑی تقطیع (رائل) پر مطبع اسلامیہ مدراس میں ۱۲۷۳ھ و ۱۲۷۴ھ  
میں چھپے ہیں۔

(۱۱) علم جریقیں ۹۸ صفحات (۱۲) علم ہیئت ۱۳۳ صفحات

(۱۳) علم آب ۱۱۲ ” (۱۴) علم ہوا ۱۱۷ ”

(۱۵) علم انفار ۱۰۰ ” (۱۶) علم برنگ ۱۲۴ ”

شمس الامرا کے حسب ذیل فارسی مطبوعہ رسائل بھی ادارے  
میں موجود ہیں۔

(۱۷) شمس الہندسہ (مطبع شمس الامرا) مطبوعہ ۱۲۵۱ھ۔ صفحات ۲۵۵۔

مولفہ نواب فتح الدین خاں سنہ تعینف ۱۲۴۱ھ۔

(۱۸) رفیع الصنعت (مطبع جامع الاخبار مدراس) مطبوعہ ۱۲۶۹ھ۔ صفحات ۱۳۴+۳۵۱۔

مولفہ نواب رفیع الدین خاں سنہ تعینف ۱۲۶۹ھ۔

یہ سب مطبوعات اب نایاب ہیں اور ان کے علاوہ بھی متعدد کتابیں  
مثلاً فیض جاری وغیرہ نواب شمس الامرا نے چھپوائی تھیں لیکن یہ معلوم  
نہ ہو سکا کہ ادارے کا زیر نسخہ ”شرح جغنی“ زیور طبع سے آراستہ  
ہوا تھا یا نہیں۔

یہ نسخہ غالباً خود مصنف کا مکتوبہ ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ

## (۲۲۶) تفسیر سورہ اذاجاء [۳۷۱]

اوراق ۲۴ - سطور ۱۳ -

تقطیع - ۱/۵ x ۸ - خط نستعلیق شکستہ -

عنوانات - سرخی میں - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۵۰ھ -

کاتب - امین الدین - سید کتابت - ۱۲۰۶ھ -

یہ بظاہر سورہ نصر (اذاجاء) کی قدیم اردو نثر میں ایک تفسیر ہے

لیکن دراصل مصنف کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور رسالت پناہ کے حالات و وفات قلب بند کئے جائیں - کتاب کے سرورق کی پیشانی پر سرخی میں لکھا ہے :-

”سورۃ النصر مدینۃ وھی ثلث آیتۃ“

اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ قرآن شریف کی کسی مکمل تفسیر کا حصہ ہے - لیکن رسالہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بجائے خود ایک کتاب ہے - اور اس کا مصنف کوئی دکنی عالم ہے جس نے قرآن اور حدیث کا گہرا مطالعہ کیا ہے - اور جس کو لکھنے کی بھی اچھی مہارت حاصل ہے - مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا - لیکن یہ رسالہ دکنی کتابوں میں خاص اہمیت رکھتا ہے - اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ دکنی مفسروں نے قرآن شریف کی تفسیریں کس شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہیں -

۱۹۳۷ء میں سٹی کالج میں یوم ولی کی تقریب میں دکنی مخطوطات کی جو نمائش کی گئی تھی اس میں ضخیم دکنی تفسیریں بھی شامل تھیں - کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں کامل شاہ دکنی کی ایک تفسیر ہندی کا قلمی نسخہ موجود ہے جو ۱۲۵۰ھ کا مکتوبہ ہے -

ادارے کا زیر نسخہ سنہ کتابت کے لحاظ سے قدیم ہے اور

زبان و اسلوب بیان کے لحاظ سے اوائل بارہویں صدی ہجری کی تالیف معلوم ہوتا ہے -

اس کتاب میں ابتدائی ۲ صفحات میں سورہ اذاجاء کی

تفسیر لکھی ہے جو اس عبارت پر ختم ہوتی ہے :-

”ہے تو یہ کرنے ہمارا مغفرت چاہنے والوں سے“

اس کے ساتھ ہی اس آیت کا محل وقوع اور آنحضرت کی

وفات کے واقعات کا تذکرہ شروع کر دیا ہے جس کے پہلے جملے یہ ہیں :-

”جس وقت کہ یہ سورہ نازل ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ

سن کر روئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پوچھے کہ

اے عباس تم کس واسطے روئے ہو - حضرت عباس عرض کئے

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اس کے نازل

ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بیٹے دنیا سے سفر کرنے کا

حکم ہوا ہے“

اس کے بعد مختلف احادیث اور روایات کی تہاد توں سے آنحضرت

کے آخری زمانے کی مصروفیات اور وصیتیں تفصیل سے بیان کی ہیں -

یہ سلسلہ ۲۴ صفحات تک جاری رہتا ہے - اور ورق ۱۶ ب کے

آخر میں ایک نیا عنوان ”اقوال قرب وصال“ قائم کر کے

آنحضرت کی وفات کے حالات بھی نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں -

آخر کتاب میں تفسیر درج الدرر اور تفسیر بیضاوی سے

سورہ اذاجاء کے فوائد اور اس کے پڑھنے کے ثواب بیان کئے گئے ہیں -

آغاز :-

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے حبیبی میں خدا تعالیٰ

کی یہ حکمت تھی کہ مکالم اخلاق کو تمام کرنا اور بناء کلمہ توحید

کی مضبوط کرنا - اور دین اسلام کو ظاہر کرنا اور غلابی کو ہدایت

کرنا جس وقت کہ یہ امور بوجہ احسن تمام ہوئے تو خدا تعالیٰ

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل کیا :-

اختتام :-

”اور جو شخص کہ سورت کے تئیں خواب میں پڑھا تو خدا تعالیٰ

اوس کو دشمنوں پر فتح دے گا اور تمام مشکلات اوس کے

مل ہوئیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خواب دلالت کرتا ہے  
موت کے نزدیک ہونے پر فقط۔“

ترقیمہ :-

تمام شد تفسیر سورہ اذا جاء، بخط بے ربط بندہ سراقندہ  
عاصی خاکسار کترین امین الدین بتاریخ بست ۱۹ ذی الحجہ  
۱۲۲۶ھ - یہ پاس خاطر حافظ منصب علی صاحب تحریر یافت  
یہ نسخہ مولوی مرزا ضامن علی صاحب غازی صفوی رفیق  
ادارہ کا عطیہ ہے۔ اس جلد میں میر حسن کی مثنوی سحرالبیان  
(مکتوبہ ۱۲۳۹) شیخ سعدی کی گلستان (مکتوبہ ۱۲۶۱) و  
انشائے تسکین (جس کو غفور علی تسکین نے تعلقہ اڈورسار  
گلشن آباد سید میں ۱۲۴۸ھ میں مرتب کیا) اور دعائے شریانی  
(عربی و فارسی) کے قلمی نسخے بھی محفوظ ہیں۔

=====

## (۲۲۷) سحرالبیان [۳۷۳]

ادراق - ۸۶ - سطور ۱۳۔

تقطیع - ۸ x ۵ - خط نستعلیق پاکیزہ - عنوانات سرخی میں۔

مصنف - میر حسن - سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ =

سنہ کتابت - ۱۲۳۹ھ -

میر حسن کی مثنوی ”بے نظیر و بدرغیر“ کا یہ پاکیزہ نسخہ  
کتاب کی تصنیف سے صرف ۴۰ سال بعد نقل کیا گیا ہے۔  
اس کتاب کے ادب و قلمی نسخے (دیکھو نمبر ۶ تا ۷ و ۹۹)  
ادارے میں محفوظ ہیں جن میں سے ایک نسخہ ۱۲۲۳ھ کا بھی  
مکتوبہ ہے۔ مصنف اور کتاب کی تفصیلات مذکورہ نسخوں  
کے بیان میں درج ہو چکی ہیں۔  
زیر نظر نسخے میں تقریباً دو ہزار دو سو ابیات ہیں۔

آغاز :-

کرد پیلے توحید رزداں رقم جھکا جس کے سجدے میں اول قلم  
سروج پہ رکھ بیاض جبین کہا دوسرا کہ فی ایسا نہیں !  
اختتام :-

سنی جب کہ ماہر نے یہ مثنوی تو محفوظ ہو فکر تاریخ کی  
یہ صراع پڑا وہی ہو کر فرح ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح  
ترقیمہ :-

”وقت تمام شد کتاب مثنوی میر حسن بتاریخ پانزدہم

شہر ذیحجہ ۱۲۳۹ھ بوقت نماز پیشین بروز چہار شنبہ

تحریر یافت۔“

یہ نسخہ مولوی میرزا ضامن علی صاحب غازی صفوی کا عطیہ ہے۔  
اور ”تفسیر سورہ اذا جاء“ (دیکھو خطوط ۲۲۶) کے ساتھ ایک ہی  
جلد میں شامل ہے۔

## (۲۲۸) کتاب ادویات [۳۴۹]

ادراق - ۴۴ - سطور ۱۵۔

تقطیع - ۵ x ۴ - خط نستعلیق شکستہ۔

زمانہ تصنیف - قبل ۱۲۴۹ھ۔

کاتب - الف خاں - سنہ کتابت ۱۲۴۹ھ۔

اودو نثر میں یہ رسالہ مغربی طب کی کسی انگریزی کتاب کا  
ترجمہ ہے اور اسی طرح کے حسب ذیل دو مطبوعہ ترجموں کے  
ساتھ ایک ہی جلد میں شریک ہے۔

(۱) تپ اور اسہال کا رسالہ از جیمس جیمسن مطبوعہ اگست ۱۸۳۱ء  
کلکتہ - ۳۲ صفحات۔

(۲) بیان سانپ کے بچہ کا مترجم مصنف نامعلوم مطبوعہ اگست ۱۸۳۱ء  
کلکتہ - ۷۳ + ۸ صفحات۔

## کتاب ادویات - آغاز :-

”باب پہلا تپ کے علاج میں جو کہ سردی سے ہوتی ہے۔ فیور  
..... جی یعنی تپ و دھم کا مزاج رکھتی ہے۔ ایک سردی سے  
جسے انگریزی میں ایکو ایڈیو اور فارسی میں تپ لرزہ اور  
عربی میں حمی ناقص کہتے ہیں“

اختتام :-

”پوڈر مدار کے درخت کا کہ اٹھائی ہاتھ سے زیادہ ہووے  
جز پیر سے سوکھا کے مکئی اس کی پانچ گرین سے پندرہ تک  
کھلانے سے بہت فائدہ کرتا۔ تمام شد“  
دوائی متفرقات

آغاز :-

”نسخہ جاری شدن حبض۔ سلفٹ او ایرن ایک اسکرپل  
اکسٹریکٹ سکونا آدھ ڈرام مصری کے شیرے کے ساتھ میں  
پل بناوے ایک صبح اور ایک شام کھلاوے“

اعتتام :-

”پس پیچھے وہی پھلنے ہوئے پانی کو لے کے پکاوے کہ اسپرٹ  
کم کے مانند گاڑھا جاوے بعد اس کے پوڈر اور مکئی کو لے  
کے ایک ساتھ کے اس (۳) چیز کے برابر ہووے ملا کے  
چلاوے۔ فقط تمام شد“

اس کے ختم پر کوئی ترقیہ نہیں ہے بلکہ اسی کاتب نے دوسری کتاب میں  
”بیان الکڑکٹی“، ”بیان رحم“ شروع کر دی ہیں۔

اور سب کے آخر میں یہ ترقیہ ہے جس کے چند لفظ پڑھے نہیں جاتے۔

دو کتاب نسخہ جات متفرقات ترکیب انگریزی.....

برائے خاطر شفیق شفیق براہم کشی مولسی غلشی محرم راز

خفی دہلی واقف اسرار لم یزی برادرم شیخ محمد علی ڈاکٹر.....

تلمہ کالج راجی نڈاک۔ خط غلام..... افہام فقیر حقیر برتھیر

یہ دونوں کتابیں نستعلیق لیتھو میں چھپی ہیں اور  
اردو کی قدیم ترین پتھر پر چھپی ہوئی کتابوں میں سے ہیں۔ ان  
میں اعواب اور رسم الخط کے لئے جو اشارے استعمال کئے گئے ہیں  
وہ اردو کے محققین کے لئے خاص کر قابل توجہ ہیں۔

زیر نظر قلمی نسخہ ان مبلومات سے دو ایک سال قبل

ہی تالیف اور نعل کیا گیا ہے۔ اور اردو میں مغربی طب کی

ایک نہایت قدیم کتاب ہونے کی حیثیت سے خاص طور پر اہم ہے۔

لیکن اس کتاب کا نام مکتوم ہوسکا اور نہ مصنف ہی کا پہلے

درج کی پیشانی پر لکھا ہے ”کتاب ادویات است“ اور

اس کے بعد ہی پہلا باب شروع کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں جملہ ۵ باب ہیں۔ ہر باب کسی خاص

مرض اور اس کے علاج کے لئے وقف ہے۔ نمونہ کے طور پر

ابتدائی پانچ ابواب کی سرخیاں یہاں درج ہیں :-

(۱) تپ کے علاج میں جو کہ سردی سے ہوتی ہے (۷ صفحات)

(۲) ہیضہ کے علاج میں (درج ۴)

(۳) اردغ ترش کے علاج میں (درج ۵)

(۴) قے کے علاج میں (درج ۶)

(۵) ذات الحیم کے علاج میں (۶ ب)

ہر مرض اور دوا کے اردو نام کے ساتھ انگریزی نام

بھی اردو رسم الخط ہی میں لکھے گئے ہیں کچھ شراہ ابواب کی تکمیل

کے بعد ”دوائی متفرقات“ کے عنوان سے مختلف نسخے درج کئے

گئے ہیں جو ۲۰ صفحات پر مادی ہیں۔ مکن ہے کہ یہ آخری حصہ

کوئی جدا گانہ کتاب ہو اس لئے پہلے ”کتاب ادویات“ کی

آغازی و اختتامی عبارتیں نقل کر کے پھر ”دوائی متفرقات“

کی عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔

ہوتی تو نہ ٹوٹتی۔ اس واسطے کہ اس میں ہوا گھومتی رہتی ہے  
اور چوبلی میں ہوا گھوم نہیں سکتی ہے۔“  
ترقیمہ کے لئے دیکھو نسخہ نمبر ۲۲۸۔

بندہ الف خاں..... جرنل تحریر یافت۔ تحریر بتاریخ  
برست چہم ماہ ذیقعدہ ۱۲۴۹ ہجری مطابق مادمئی ۱۸۳۲ء  
لغایت چہنچی میساکہ۔“

## [۳۲۷] (۲۳۰) بیان رحم کا

اوراق ۱۹۔ سطور ۱۵۔  
تقطیع ۹x۶۔ خط نستعلیق شکستہ۔  
زمانہ تصنیف قبل ۱۲۴۹ھ۔

کاتب۔ الف خاں۔ سند کتابت ۱۲۴۹ھ۔

اس رسالے کا مصنف بھی دہلی ہوگا جو خطوط نمبر ۲۲۸ و ۲۲۹  
کا ہے۔ اس میں رحم اس کی نشوونما، پیام حقیق، عمل، زبلی  
وغیرہ سے متعلق تفصیلی معلومات طبی نقطہ نظر سے قلمبند کی گئی ہیں۔  
اس موضوع پر اردو میں یہ ایک نہایت تدبیر کتاب ہے اس لئے اہم ہے۔  
آغاز:-

”جانا چاہئے کہ یوٹرس ایک لائن لفظ ہے کہ جس کو انگریزی  
زبان میں اوین اور عربی میں رحم اور فارسی میں زہدان  
اور ہندی میں دھڑن اور کوہٹی اور سنسکرت میں گرہہ استھان  
کہتے ہیں۔“

اختتام:-

”مگر آرٹری یعنی شراہیں کہیں زیادہ اور کہیں کم ہیں۔ اونہوں  
کے باندھنے کا خیال ہر ایک جگہ رکھنا ضرور ہے۔ اس واسطے  
ان سب کی تفصیل اور نام جدا جدا لکھا جاتا ہے باز کے دو  
آرٹریز باندھے جاتے ہیں۔ (اس کے بعد انگریزی نام لکھے ہیں)  
ترقیمہ:- یہاں جو ترقیمہ درج ہے وہ مخطوطہ نمبر ۲۲۸ کے آخر میں لکھا  
جا چکا ہے۔ ترقیمہ کے بعد اساک اور قوت باہ کے متقد نسخے لکھے گئے ہیں۔

## [۳۲۸] (۲۲۹) مسائل طبیی

اوراق ۱۹۔ سطور ۱۵۔  
تقطیع ۹x۶۔ خط نستعلیق شکستہ۔  
زمانہ تصنیف قبل ۱۲۴۹ھ۔

کاتب۔ الف خاں۔ سند کتابت ۱۲۴۹ھ۔

اس رسالہ میں مختلف سائنسی موضوعات کو اردو و سرائیکی  
بجھایا گیا ہے۔ اور یہ غالباً اس موضوع پر اردو کی تدبیر ترین  
کتب میں سے ہے۔ اس رسالہ کی ذیلی سرخیاں یہ ہیں۔  
(۱) الکڑیسیٹی (۲) مائتا (۳) ابر (۴) تشریح شجر (۵) مضم غذا  
(۶) جریان ہوا (۷) بالائی ہوا کا دباؤ (۸) کالیم (۹) گیس۔  
مولف نے اردو میں بے دھڑک انگریزی اصطلاحیں  
استعمال کی ہیں۔ کتاب اور مصنف کے نام کا پتہ نہ چل سکا۔ اور  
جو نام لکھا گیا ہے وہ راقم الحروف نے موضوع کی مناسبت سے  
قرار دے لیا ہے۔

آغاز:-

”علم الیکڑیسیٹی کا مانند اور علموں کے پہلے تھوڑا تھا مگر  
رفتہ رفتہ اب بہت ہوا ہے۔ چنانچہ آگے یہ جانا تھا کہ عنبر  
اور لاک کو جہاں ہاتھ سے یا اور کسی چیز سے مل کے ملکی چیزوں  
کے پاس لے گئے وہی ہلکی چیزیں اس کی طرف کھینچ جاتی ہیں۔“  
اختتام:-

”ہوا کے پھیلنے سے ریزہ ریزہ ہونے لگی اور اگر گول شیشی

## (۲۳۱) مطبوعہ صبا (۷۰۱)

۱۱ اوق ۲۷ - سفور ۸ -

تقطیع - ۱۶ x ۹ - خط نستعلیق -

عنوانات - سرخی میں -

مصنف - صفی - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ -

یہ ایک نئی ہے جس میں مشہور درسی کتاب "خانی باری" میں تصنیف کے ذریعہ سے تنبیہ اضافہ کئے گئے۔ خانی باری امیر خسرو سے منسوب ہے اور فارسی و اردو لغت کی ایک قدیم کتاب ہے جو کچھ عرصہ قبل تک ہندوستان کی مقبول و مستند درسی کتاب بھی جاتی تھی۔

اس رسالہ کو ۲۸ ابیات کے ایک فارسی دیباچہ سے

شروع کیا گیا ہے جس میں مصنف نے حمد و نعت کے بعد سبب تالیف بیان کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے -

میرے ایک شاگرد گویند رام نے ترغیب دلائی کہ امیر خسرو کی خانی باری کو تنظیم و ترمیم کے ذریعے سے زیادہ واضح اور مفید بنائوں کیونکہ اس کی ابیات میں فن عروض و قافی کے لحاظ سے وضاحت درج نہیں ہے۔ غرض میں نے دوستی کی خاطر یہ کام شروع کیا اور ہر بحر کی ابیات کو بحر کے نام اور ارکان کی وضاحت کے ساتھ الگ الگ مرتب کیا۔ امیر خسرو نے جملہ ایک سو ستر ابیات کبھی نہیں جن میں اضافہ کر کے اب اس کتاب کو تین سو پچیس (۳۵۵) ابیات پر مشتمل کر دیا گیا ہے۔

اس فارسی دیباچہ کی چند ابیات یہ ہیں جن سے کتاب اور

مصنف کا نام واضح ہو گا۔

جو بیت کہند و نورانی گنج شونہ سی صد در گریحہ و ہم پنج

صفی را گرچہ ایں رغبت نہ بودہ برائے خاطر یاراں نمودہ  
چو ہر کو د کاں گردید بنیاد مسی یافتہ "مطبوعہ صبا"  
اس کے مصنف صفی کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں  
اور نہ سنہ تصنیف ہی کا پتہ چل سکا۔ یہ نسخہ ناقص آتا ہے۔  
اس لئے کتابت بسنہ کتابت کا بھی علم نہ ہو سکا۔ البتہ کاغذ اور  
پنج کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ھ سے قبل کا نسخہ ہے۔  
خانی باری کو صفی نے جن حصوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے  
ابتدائی دس عنوان اور ہر عنوان کی پہلی بیت درج ذیل ہے  
تاکہ زبان اور پنج ترتیب کا اندازہ ہو سکے۔

۱۔ بحر متدارک - ۱۷ ابیات -

اول حمد خدا کا یار جس سوں ہے دو جگ اظہار

۲۔ بحر مدیں رمل مقصور ۳۸ ابیات -

ہے مرے سر پر وہی رب غفور مجھ گناہاں کوں کرے گا دوچہ دور

۳۔ بحر مقصور رمل - ۳۰ ابیات -

جب سوں دیکھا ہوں ترے مکہ کا قراں ورد لسم اللہ کا پایا ابرواں

۴۔ بحر رمل المحذوف - ۱۱۲ ابیات

اے سجن تجہن جلا میرا جگر وصل کے پانی سستی کر سر و تر

۵۔ بحر رمل مثنیٰ مقصوری - ۲۴ ابیات

اے سجن تجہ سائہ دیکھا دائما اندر جہاں

یاد تیرے لطف کا مجھ کو ہوا ہے درد جہاں

۶۔ بحر مضارع احزاب مکفوف - ۱۹ ابیات

تن میں مرے فراق سوں تیرے رہا نہ پاس

دکھلا سجن اپس کا درس تاپھکے ہوا لاس

۷۔ بحر مضارع مثنیٰ محذوف - ۷ ابیات

منتاق تجہ وصال کا دن رات اے سجن

دس دن دکھا کے مجھ سوں مٹھے بول دو پچن

یار منے یو سرجن میرا خصم منے توں درجن میرا

## (۲۳۲) ترجمہ کریمیا (۱۹۱۰ء)

اوراق ۳۰۔ سطور ۱۱۔

تقطیع ۱۰ x ۹۔ خط نستعلیق معمولی۔

زمانہ ترجمہ قبل ۱۳۵۰ھ۔

زمانہ کتابت ۱۲۶۶ھ۔

شیخ سعدی کی کریمیا خالق باری (نسخہ ۲۳۱) کی طرح یہ فارسی کی ایک قدیم درسی اور مشہور اخلاقی کتاب ہے جو اب تک مقبول عام ہے۔ کسی غیر معروف مصنف نے اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا ہے جو اس نسخے میں شامل ہے۔

زیر نظر نسخے میں ہر فارسی بیت کے نیچے ہی اردو بیت میں ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ترجمہ کریمیا کا یہ نسخہ جلد بندی کے وقت غلطی سے دو جلدوں میں آدھا آدھا شریک ہو گیا ہے۔ چنانچہ جلد نمبر ۷۲ میں اس کے ابتدائی ۱۰ اوراق ہیں اور جلد نمبر ۱۹۱ میں بقیہ ۱۰ اوراق۔ دونوں جلدوں کی جملہ ابیات کی تعداد ۲۱۰ اردو اور ۲۱۰ فارسی ہے۔ پہلی جلد اس بیت پر ختم ہوتی ہے۔

..... ہے سربندگی سے پھر اے کرامت سے دولت کو لاریب پائے دوسری جلد اس بیت سے شروع ہوتی ہے :-

سعادت ہو طاعت سے حاصل دم ہو دل نور طاعت سے روشن تمام  
مترجم نے سعدی کے سہل متن کلام کا بہت کامیاب ترجمہ کیا ہے اور کمال یہ ہے کہ ہر فارسی بیت کا ترجمہ ایک ہی اردو بیت میں کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر یہاں چند اصل فارسی ابیات اور اور ان کا اردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے :-

۸۔ بحر تقارب شمن ۳۳۔ ابیات۔

سراج ہو سکے نہیں سجن کے برابر چندا دس کے کلمہ کے انگلیوں کے آخر

۹۔ بحر رمل سرلج کفوف ۱۵۔ ابیات

حق نے کیا ہے تجھ کو چارہ شبہ

لج سوں تیرے روشنی پایا ہے نہ

۱۰۔ بحر ہزج صمدی سمدون ۱۰۔ ابیات۔

سجن تجہ ہجر میں بے تاب ہوں میں

ادھر کا دے پیالہ پی کے جیوں میں

اسی طرح بحر کی جملہ ابیات یک جاکھی گئی ہیں اور جس بیت سے نئی بحر شروع ہوتی ہے اسی کے ہم قافیہ صغی نے دو دو شروع اور لکھ کر نیا عنوان شروع کیا ہے۔ گویا ہر بحر کے آغاز میں تین تین شعر کے قطعہ کے بعد اصل مثنوی کی ابیات درج کی ہیں۔

اس کتاب کے فارسی دیباچہ کا آغاز و اختتام یہ ہے۔

آغاز۔ بحج خواجہ عالم گناہم کئی عفو و نائی نیک راہم  
اصل کتاب کا آغاز و اختتام یہ ہے :-

آغاز۔ اول حمد خدا کا یار جس سوں ہے دو جگ اظہار

فعلن فعلن فعلن نفع ہے متقارب کا بستان

خالق باری سرجن ہار داند ایک بڑا کرتار

اختتام۔ راجا بادشاہ سلطان ہے گنوار دہقان جان

فلک چرخ اسماں اس طالع گرہ برج ہے اس

چونکہ یہ مثنوی ناقص الآخر ہے اس لئے آخری عنوان کے ابتدائی

انفار بھی درج کر دئے جاتے ہیں :-

بحر متقارب۔

جب سو نیرھو سا جن کیرا ہر دے ماہنہ جو کیتا ڈیرا

فعلن فعلن فعلن نفع ہے متقارب کا یہ پھیرا



## (۲۳۳) ترجمہ چہل حدیث [۳۴۸]

اوراق ۴ - سطور ۲۰ -

تقطیع ۶ x ۱۰ - خط نستعلیق و نسخ -

زمانہ ترجمہ قبل ۱۳۴۲ھ

کاتب - میر فتح الدین - سنہ کتابت ۱۳۴۲ھ -

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو چالیس حدیثیں راوی

ثقاتہ کے نسلس سے ایک جگہ جمع کی تھیں ان کا اردو ترجمہ اس نسخے میں اصل احادیث کے نیچے لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ غالباً مترجم

کافلی ہے کیونکہ اس میں عائشہ پر مترجم نے اپنے ترجمہ کی نہایت تفصیل کے ساتھ جگہ جگہ وضاحت کی ہے۔ ترجمہ چہل حدیث کے بعد اسی کاتب نے فارسی میں حفظ قرآن کا طریقہ (جو انحضرت نے

حضرت علیؑ کو سمجھایا تھا) بیان کیا ہے۔ یہ ترجمہ اوائل تیرہویں

صدی میں کیا گیا ہے۔ انوس ہے کہ مترجم نے اپنا نام نہیں

لکھا۔ غالباً اس کے کاتب میر فتح الدین ہی اس کے مترجم ہیں۔

آغاز:-

”بعد تقریر خدا کے اور درود مصطفیٰ کے یہ چالیس حدیثیں

منتہ ہیں صحیح سنہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ ان کے

بول توڑے ہیں اور مقصد بہت ہیں کہ پڑھے ان کو بھلی بات

چاہئے والا واسطے امیدواری اس کے کہ بیٹھے عالموں کے

جتنے ہیں۔ بوجہ فرمانے نبی کے (ادب پر درود اور ثنا)

جو یاد رکھ میری امت کے واسطے نفع کے چالیس حدیثیں

دین کے مقدمے میں۔ اوٹھا دے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ

اوس کو نفعیہ اور میں ہوں گا اوس کا قیامت کو سفارشی

اور گواہ۔ کہتا ہے فقیر ولی اللہ معاف ہو بھول چوک اوس

کی کہ.....

اردو

فارسی

شرف پاوے ہے علم سے آدمی

زماں و چشم جاہ سے ہو کبھی

تو پڑھنے میں جوں شمع تن کو گلا

کہ بے علم ہیچانے کب تو خدا

سیانا طلبکار ہے علم کا

سدا گرم بازار ہے علم کا

ازل میں جو کوئی ہوا بختور

وہ کوشش سے سیکھے ہے علم و ہنر

بہی آدم از علم یا بد کمال

نہ از حشمت و بہاد مال و مال

چو شمع از پے علم باید گذاخت

کہ بے علم تو اں خدا شناخت

خردمند باشد طلبکار علم

کہ گرم است پیوستہ بازار علم

کسے را کہ شد و زل بخت یا

ملا بگردن علم کرد اعتبار

اس کتاب کا آخری حصہ نسخہ تنبیہ النساء (دیکھو تذکرہ لڑا

سنہ ۱۳۴۹ء) ایک تہ مجلد ہے اور یہ پوری کتاب بھی اسی کے ساتھ ۱۳۶۶ھ

میں نقل کی گئی ہے۔

آغاز:-

کرم سے ہیں اپنے بخش اے خدا کہ ہیں ہم گرفتار حرص و ہوا

نہیں ہے ہمیں داد رس نہج سوا تو ہی بخش دے عاصیوں کی غلا

اختتام:-

نہ ایسا رخت اس چین میں آگاہ کہ ضرب تہر دار سے وہ بچا

نہ رکھ انس دنیا نے فانی سے یار یہی بات رکھ یاد سعدی سے یار

ترقیمہ:- چونکہ یہ نسخہ تنبیہ النساء کے ساتھ لکھا گیا ہے اس لئے

کاتب نے موخر الذکر کتاب کے آخر میں ترقیمہ لکھا ہے جو اس کے

بیان میں تذکرہ ہذا کے صفحہ ۷۳ پر درج ہو چکا ہے۔

اختتام :-

گنتا ہے کہ کھانجی کفر ہو جائے ! سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے  
بھلیں امانت داری کے ساتھ ہوتی ہیں سب سے بہتر تو شہر پر ہیز گاری

نہ جاویں لہذا ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۵ ہجری میں خطوط نواب  
بدر عالم صاحبہ کو زیور ترتیب عطا کیا اور تحریرات ہر سلا  
کو مقدمہ اور ہر ماہ کو فصل قرار دیا۔ اور تاریخ بدر  
نام رکھا۔

## (۲۳۴) تاریخ بدر [۱۴۵]

اوراق ۲۲ - سطور ۱۱ -

تقلید - ۱/۳۷ - خط نستعلیق پاکیزہ -

حاشیہ، عنوانات اور اسماء سرخی میں -

مصنف - واجد علی شاہ - سنہ تصنیف ۱۲۷۶ھ -

کاتب - حبیب الدین احمد - سنہ کتابت ۱۲۷۶ھ -

واجد علی شاہ آخری بادشاہ اودھ کی ایک بیگم  
نواب بدر عالم نے بادشاہ کی کلکتہ میں جلا وطنی کے بعد جو خط  
ان کے نام ۱۲۷۶ھ اور ۱۲۷۷ھ کے درمیانی زمانے میں  
لکھنؤ سے لکھے تھے ان کو خود واجد علی شاہ نے تاریخ وار  
مرتب کیا ہے - اور ابتدا میں (پانچ صفحات کا) اردو نثر  
میں ایک دیباچہ لکھا ہے جس میں حمد و ثناء کے بعد سبب تالیف  
بیان کیا ہے - وہ لکھتے ہیں :-

”ابا بعد راقم الحروف ابو المنصور ناصر الدین سکندرجاہ

بادشاہ عادل فیروز ماں سلطان عالم محمد واجد علی شاہ

بادشاہ اودھ جلال صفحہ (۲) بیان کرتا ہے کہ جب سپہر

بوقلوں نے نیازنگ دکھلایا اور سفر کلکتہ کا اتفاق ہوا -

بعض محلات سلطانی کہ جلباب دوری اور پردہ ہجوری

میں رہیں اکثر خطوط تو دو امیر بھجواتی تھیں اور اشتیاق

اور محبت کو یاد دلاتی تھیں - پاس مراسم الفت کے

مطیع نظر ہوا کہ وہ قراطیس حسن تالیف پادیں تکرار لگاں

اس طرح خود بادشاہ نے مجموعہ کا نام اور تاریخ ترتیب بھی درج  
کردی ہے۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے جن کی تفصیل یہ ہے :-  
۱۔ باب اول - ۱۲۷۳ھ - ایک فصل (یعنی ایک خط)  
۲۔ باب دوم - ۱۲۷۵ھ - آٹھ فصلیں (یعنی آٹھ خط)  
۳۔ باب سوم - ۱۲۷۶ھ - دو فصلیں (یعنی دو خط)  
اس طرح جلد ۱۱ خط ہیں جن میں سے ہر ایک پر تاریخ کتابت  
درج ہے - یہ نسخہ خود واجد علی شاہ کا بیضہ ہے اور اس  
کے سرورق پر بادشاہ کی مہر سے نام واجد علی سلطان عالم  
بر کتابت ..... و پر نور بادا تا فروغ آفتاب ۱۲۸۵ھ  
ثبت ہے - اس مستطیل مہر میں دو مچھلیاں اور ان کی دھڑوں  
پر شاہی تاج بھی شامل ہے - شاہان اودھ کے کتب خانہ  
کی اور کتابیں بھی ادارے میں محفوظ ہیں جن پر شاہی مہریں  
ثبت ہیں - چونکہ وہ فارسی ہیں اس لئے فہرست فارسی  
خطوط میں ان کا ذکر درج ہو گا - یہ نسخہ خاص اہتمام  
سے لکھوایا گیا ہے - خط نہایت جلی، حاشیہ سرخ و سبز اور  
تمام نام سرخی میں ہیں -

ان خطوط میں نواب بدر عالم نے اپنے بادشاہ شوہر  
کے فراق کی مصیبتیں نہایت درد انگیز پیرائے میں بیان کی ہیں -  
زبان و اسلوب نہایت شاعرانہ اور پُر تکلف ہے - اور ان  
میں واجد علی شاہ کی خانگی زندگی مختلف بیگمات کی  
خصوصیات، امراء شاہی کے حالات، اور دیگر تاریخی  
اور بھی محفوظ ہو گئے ہیں -

اور مظلوم ہندوستانی عورت کی دل کی پکار ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں کہ واجد علی شاہ کی جلا وطنی کے بعد ان کے متعلقین پر کیا گزری۔ اور ان کے دلوں میں معزول بادشاہ کی کیسی گہری محبت اور عقیدت موجزن تھی اور خود بادشاہ اپنے وابستہ کے حالات اور پریشانیوں سے کتنے متاثر رہتے تھے۔

اس کتاب کو واجد علی شاہ نے اس طرح شروع کیا ہے۔

آغاز:-

”اللہ اکبر کیا شان کربائی ہے۔ ہر شے میں اعجاز نمائی ہے  
کہیں گل ہے، کہیں خار اور کہیں جگل ہے، کہیں گلزار  
کبھی شتا ہے کبھی صیف پُر اصرار، کہیں کفر ہے کہیں ایمان  
کبھی وصل ہے کبھی ہجران“

اس مجموعہ کا پہلا خط یوں شروع ہوتا ہے:-

”ہر تھال، یوسف جال، داؤد الحان، سلیمان زمان  
جان عالم ملکہ اللہ ملکہ، سلطنت، ستم دیدہ ہجرت  
آفت رسیدہ مفارقت بدر عالم بعد عالم ارادت و  
نیا زو جہاں جہاں تمنائے دولت مواصلت مسرت  
آغاز، کی تمس یہ ہے کہ“

مجموعہ خطوط کی آخری عبارت یہ ہے:-

”میں سنتی ہوں کہ جب یہاں سے محبت نامہ جاتا ہے  
تو اس کا خلاصہ ہو کر تھارے مشاہدے میں آتا ہے۔  
کیفیت ہماری تم کو کیونکر معلوم ہو۔ حقیقت حال کس طرح  
معلوم ہو۔ خدا کے لئے ایسی بے اعتنائی نہ کیا کرو۔

خط تو تمام و کمال پڑھ لیا کرو۔ زیادہ اشتیاق۔

محرومہ غرہ صفر ۱۲۵۲ ہجری قدسی“

خطوں کے اختتام پر کاتب نے عربی میں ایک خاتمہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ واجد علی شاہ اور بدر عالم کی

واجد علی شاہ نے اپنی شاہی کے زمانے میں اور بعد کو میٹا برج کلکتہ کے قیام کے عرصہ میں بھی متعدد کتابیں لکھیں اور لکھوائی تھیں۔ انڈیا آفس (سند) کے کتب خانہ میں ان میں سے اکثر محفوظ ہیں اور ہوم ہاٹ نے اپنی فہرست اردو محظوظات میں ان کی تفصیل درج کی ہے۔ ان میں سے بعض کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔

زیر نظر مجموعہ خطوط بھی غالباً چھپ چکا ہے لیکن یہ

نسخہ چونکہ خود بادشاہ کا بیضہ ہے اور ان کے کتب خانہ کا ہے اس لئے فاس اہمیت رکھتا ہے۔

اس کتاب کے سرورق پر شاہی ہر کے نیچے یہ عبارت

کسی صاحب نے لکھی ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ

مجموعہ چھپ بھی چکا ہے:-

”یہ کتاب انجن ترقی علوم قدیمہ نے ۱۳۲۳ء میں طبع کرادی ہے۔

طبع قاسم پریس محلہ چنیل گڑھ حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی ہے۔

اور انجن کے دفتر واقع کوٹہ اکبر جاہ سے قیمت ہر دستیاب

ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ دفتر زمانہ کانپور سے بھی

مل سکتی ہے۔ فقط، ربیع الاول ۱۳۲۲ھ (دستخط پڑھے

نہیں جلتے) مستند انجن ترقی علوم قدیمہ“

اس عبارت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حیدرآباد

میں آج سے چالیس سال قبل ایک انجن بنام ”انجن ترقی علوم

قدیمہ“ قائم تھی۔ لیکن یہ کب تک قائم رہی اور اس نے

کیا کام انجام دئے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

کتاب ”تاریخ بر“ میں جگہ جگہ اردو اشعار، قطعات اور

غزلیں بھی شامل ہیں جو نواب بدر عالم نے اپنے خطوط کے دسیا

اپنی محبت اور اشتیاق کے اظہار کے لئے شامل کی ہیں اور

بعض خط تو مستقیم ہی ہیں۔ یہ سب خطوط ایک وقت زدہ دیوی

زندگی میں ترتیب و تالیف کے صرف چھ ماہ بعد خاص اہتمام سے نقل کرایا گیا ہے۔

خاتمہ۔

”الحمد لله الذي نور العالم بنور الشمس والبدن وعلی الدنيا

وایضہا بضموا البیضا والقر۔ والصلاة علی رسولہ

معدن الحب ومحزن الادب وعلی آله واهل بیتہ

جمع الشرف ومنع النسب صلوة اللہ وسلام علیہم اجمعین

علی اتمام مکاتیب مودت ورسایب نواب بدر عالم

ابقا اللہ لثانی تحت ظلال عاتبات حضرت سلطان علی

ادام اللہ بقاؤہ وسمک الی بقاء العالم۔ سید الکاتب

الداعی بقاء سلطنتہ ظل سبحانی حبیب الدین احمد برد علی

فقط۔ وقد وثق الفراغ اجمادی الآخرة ۱۲۷۶ھ

من الهجرة القدسیہ الباہرہ“

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے چنانچہ ترقیمہ کے

نیچے ان کی بیغوی جہر ”معصور الطاف و عنایت حسین ۳۳۶ھ“

اور پہلے ورق کے عاشریہ پر ان کے دستخط ”عنایت حسین

۳۳۶ھ حیدر آباد“ ثبت ہیں۔

## (۲۳۵) حکمت بزرگبہر [۳۴۶]

اوراق ۵۔ سطور ۱۲۔

تقطیع۔ ۱۶ x ۸۔ خط نستعلیق ثلث آمیز۔

زمانہ تصنیف۔ قبل ۱۰۵۰ھ۔

یہ تقریباً ۹۰ ابیات کی ایک قدیم و کئی مثنوی ہے جس کے آگے مصنف نے فارسی نثر میں دیباچہ لکھ کر موضوع کی وضاحت کی ہے۔ اس دیباچہ میں حمد و نعت کے بعد مصنف لکھتا ہے کہ

نوشیروان کے فرزند کے لئے خواجہ بزرگبہر نے بہ حکمت عجائب  
تقلید کئے تھے تاکہ غریب و دیار جہوش مجلس آرائی کے وقت  
کوئی چیز ہاتھ میں پھیا میں تو اس چیز کی ماہریت بتا کر ان کو  
ایسا گرویدہ بنالیا جائے۔

یہ نسخہ بہت قدیم ہے۔ اس کا کاغذ اور سیاہی پانی اور  
نی سے رنگ اور پوسیدہ ہو گیا ہے۔ اور اتفاق سے جلد بند  
میں عاشریہ اتنا زیادہ دکھ گیا ہے کہ عبارتیں سمجھ نہ سکتے ہو گئی ہیں  
اس کے مصنف کا پتہ نہ مل سکا اور نہ سند کتابت ہی معلوم  
ہو سکا لیکن ہسزان میں یہ مثنوی لکھی گئی ہے وہ ۱۰۵۰ھ  
سے پہلے کی معلوم ہو رہی ہے۔ کیا تعجب کہ یہ کتاب محمد قلی شاہ  
کی فرمائش پر مرتب کی گئی ہو کیونکہ اس بادشاہ کو ایسے امور کا  
غماں شوق تھا۔

فارسی دیباچہ کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے :-

”و شکر و پاس بے قباس مر بادشاہ را کہ ذات انسانی

را منج معلوم موضوعات گزاید۔ و صلوات و کتاب

روح منظر صدر صفہ صفائی و بدر خطہ وفائی محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم و آرا مان۔ بدانکہ اس حکمت عجائب دافر“

آغاز :-

عجب کیا جو عاشق کوں ہوئے گدگلی

دیکھت دھن کے رخ پردن کی کھلی

ہے تجھ موں پہ نیکی کے موتی کا آب

بدی کا کٹکات تے سٹ دے شباب

اختتام۔ روکھی کچھوڑی کھانے سوں کھانہ بھلا

طعن ہم تین رکھ چپکے کرتا گلا

ہر یال ب ہوا ہے یکندر جنگل

چھپاتا ہے بیزی تجھے کیا ہے بیل

کوئی ترقیہ نہیں۔ بلکہ ختم ثنوی کے بعد امیر خسرو کی فارسی  
ابیات لکھی گئی ہیں جن میں پہلی اور آخری یہ ہے :-  
گر کھے پردائے خرد انسرود کہ چہ رفتہ و چہ ماندہ است ثبت روز  
بیک باید ترا و قوت تمام تا گر چاشت را نکوئی شام

اختتام :-  
جان جائے دراجانی بچ جائے وہ مرا یوسف ثانی بچ جائے  
گھر اوسے لے کے سلامت جاؤ آمنہ کی میں امانت پاؤں

(۲۳۷) واحد باری (۱۲۹)

ادواق - ۲۷ - سطور - ۱۵ -

تقطیع -  $\frac{3}{4} \times \frac{3}{4} \times 10$  - خط نستعلیق پاکیزہ -

مصنف - اشرف - زمانہ تصنیف قریب ۱۲۹۰ھ -

سنہ کتابت - ۱۲۳۰ھ - بمقام حیدر آباد -

یہ ثنوی زبان و اسلوب کے لحاظ سے بھی اسی اشرف  
کی تصنیف ہے جس کی ایک اور ثنوی ”نوسر ہار“ (۱۲۹۹ھ)  
ادارے کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور جس کا بیان اس  
تذکرے کے مخطوط نمبر (۱۷ صفحہ ۱۷) میں گزر چکا ہے۔ اشرف  
کے حالات بھی اسی جگہ درج ہیں۔

نوسر ہار اور ”واحد باری“ دونوں ثنویاں ایک ہی  
بحر میں لکھی گئی ہیں اور شاعر نے اپنا تخلص بھی دونوں میں  
ایک ہی طرح لکھا ہے۔ مثال کے طور پر دونوں کی متعلقہ  
ابیات درج ذیل ہیں :-

واحد باری

نوسر ہار

واحد باری ہوئی تمام

ہجرت نبی نو سو نو

دنیا میں رہے اشرف کا نام (۲۲۷)

کہا اشرف نوسر (۱۲۱)

اشرف دین سے یہ ہے جان

لکھیا اشرف یہ بکھان

توحید حق کے موزوں آن (۱۲۱) اوس سا نہیں کوئی... (کریم خوردہ) (۷۷۵)

دو دونوں کتابوں میں مصنف نے اپنے نام کے ساتھ

ایک ہی بیت میں اپنی کتاب کا نام بھی لکھ دیا ہے۔ لیکن

(۲۳۹) قصہ دانی حلیمہ (۲۰۰)

ادواق - ۴ - سطور - ۱۲ -

تقطیع -  $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4} \times 8$  - خط نستعلیق -

زمانہ تصنیف و کتابت قبل ۱۲۵۰ھ -

یہ ناقص الطبع ثنوی آنحضرت سرور کائنات کی  
ابتدائی زندگی کے حالات پر مشتمل ہے اور اس میں دانی حلیمہ  
کی آنحضرت سے غیر معمولی محبت، آنحضرت کا اپنے رضاعی  
بھائی سے سلوک، اور آپ کی دو تین سال کی عمر کی زندگی  
خوبی سے بیان کی گئی ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ ثنوی  
کتنی طویل تھی۔ بحالت موجودہ اس میں پہلا ایک ورق  
یعنے ابتدائی ۱۵ ابیات غائب ہیں۔ جس کے بعد ۷۹  
ابیات محفوظ ہیں۔ اس آخری حصہ میں آنحضرت کے  
معجزہ شق صدر تک حال بیان کیا گیا ہے۔

مصنف اور سنہ تصنیف کا علم نہ ہو سکا۔ کاغذ  
اور کتابت کے لحاظ سے ۱۲۵۰ھ سے قبل کا نسخہ معلوم ہوتا ہے  
جو حضرت قادر بی بی کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا  
اور ارقم الحروف نے ادارے میں بطور عطیہ داخل کیا۔  
آغاز :-

گرد پھرتی تھی کبھی سو سو ہار جیسے ہوشمع پہ پروانہ سنار  
کبھی کر بیٹھتی بے ساختہ شور چاند کو دیکھ کے جس طرح چکور

یکہزاراں بیت آمد در شمار درگناہم روز و شب اینست کار  
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مثنوی میں ایک ہزار بیتیں ہیں  
لیکن زیر نظر نسخے میں تقریباً آٹھ سو ابیات ہی ہیں۔

اس فارسی بیت سے قبل کی ابیات میں مصنف نے  
موضوع کتاب کے اظہار کے طور پر لکھا ہے کہ علم لغت بہت  
وسیع ہے اس لئے اس بحر افاغ میں سے جتنے بھی فقرے  
ہاتھ لگیں غنیمت ہے۔ اس کی ابیات ہیں :-

علم لغت دریا ہے نکتہ شناور خلق نہ پایا انت  
دانش علم لغت اصوات جو یوے سو قطرہ ہات  
آغاز :-

دامد باری ایک خدا ہے فعلن فعلن فاع  
نبی رسول پیغمبر جان صعب اصحاب پاویں مان  
اختتام :-

دامد باری ہوئی تمام دنیا میں رہے اشرف نام  
چار حروف جو فرس کئے اون حرفوں کے رقعہ بنائے  
ترقیمہ :-

”تمت تمام شد کار من نظام شد۔ بتاریخ دوازدہم  
شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۱ ہجری درجہ حیدر آباد  
ترقیم یافت“

”واحد باری“ میں سنہ تصنیف نہیں لکھا۔ البتہ اس  
کتاب سے مصنف کے پورے نام کا پتہ چلتا ہے جو اشرف الدین  
نعمانی ”نوسر ہار“ کے ترقیمہ میں ”از گفتار شیخ اشرف“  
درج ہے۔ غالباً مصنف کا پورا نام شیخ اشرف الدین ہے۔  
یہ مثنوی امیر خسرو کی ”خانی باری“ (دیکھو مخطوطہ ۲۳۱) کی  
تقلید میں لکھی گئی ہے۔ لیکن اس کی بحر و مخلافات خانی باری  
کے شروع سے آخر تک ایک ہی ہے۔ یہ نہ صرف عربی فارسی  
و اردو کی ایک لغت ہے بلکہ اس میں عروض و قافیہ، موسیقی  
اور نجوم کی اصطلاحوں اور مطالب کو بھی سمجھایا گیا ہے۔  
مثلاً عروض کی نسبت لکھا ہے :-

محر ہے دریا آپ فراخ کلام ہوزوں ہے ڈالی شاخ  
حروف قافیہ نہہ جو آئے نوزدہ بحر ہیں تجھے بتائے  
ردیف قید تاسیس روی دخیل نائرہ مصحف لوی  
خروج مزید وصل پہچان حرکات قافیہ شنش ہیں جان  
وافر طویل بسیط مدید سربلہ قریب خفیف مدید  
محبت متدارک اور مشکال مقتضب مضایع اور کامل  
منسرج ہر جہ ہے جان رجز منتقارب رمل ناٹواں عجز  
نیم بیت کو مصرع بول دو مصرع کی بیت ہے کھول  
رباعی کیا چو مصرع جان خمس کیا پنج مصرع خواں  
چند بیت کو قطعہ تو جان از شعرو غزل سے کاٹ کے آن  
کم از پنج بیت نہ آوے غزل ہو ذکر فراق محبت مثل  
قصیدہ غزل کا اول مطلع تخلص آخر بیت کا مقطع  
مدلین بعد از قافیہ آر ایک گھوڑے پر دو سوار  
انی آخرہ (مدق ۹ و ۱۰)

اس نسخے کی آخری دو ابیات سے قبل ایک فارسی بیت

(دوسری بحر میں) میں لکھی گئی ہے کہ :-

معلوم ہو سکا اور نہ سنہ کتابت۔ بحالت موجودہ اس میں ۱۹۲ بند ہیں۔ ہر بند میں ابتداً تین مصرعے اردو ہیں جن کے آخر میں قصیدہ عطار کا ایک ایک شعر درج ہے۔ اس طرح یہ نظم قصیدہ عطار کی ایک مکمل تصنیف ہے۔ بعض بند پورے کے پورے فارسی ہیں۔ چونکہ مصنف خود ایک صوفی ہیں اس لئے عطار کے عارفانہ اشعار کی بہت کاسیاب تصنیف کی ہے اور تصوف و موعظت کے مضامین میں اچھے اچھے مصرعے فراہم کئے ہیں۔

مصنف کے حالات معلوم نہ ہو سکے اسی نام کے ایک بزرگ سید امام الدین (۱۱۱۰ھ تا ۱۱۶۵ھ) بالاپور برار میں گزرے ہیں جن کے خوارق عادات مشہور ہیں اور عبد الجبار خاں ملکپوری نے ان کے حالات تذکرہ اولیاء کن جلد اول صفحہ ۶۵ پر تفصیل سے لکھے ہیں لیکن نہ ان کا تخلص لکھا اور نہ تصنیفات کا ذکر کیا اس لئے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہی اس نظم کے مصنف ہیں۔

اس نظم کی زبان اور طرز کتابت و کاغذ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ۱۱۵۰ھ سے قبل نقل کی گئی ہے۔

آغاز :-

ذات حق جلوہ گر ہے پیل وہلہ اوس کو ہر سمت دیکھ لے اے بیار  
خواہ گھر میں و خواہ در بازار چشم بکشا کہ جلوہ دیدار  
منجلی است از در و دیوار

یعنی خلقت ہے یہ بلند چلت یہ سبھی نیست ہیں وہی ہے ہمت  
اوس کو تو ڈھونڈ آپ میں ہوت سخن اقرب الیہ آمدہ است  
دور افتادہ تو از پندار

اختتام :-

سم کہہ کی کینج پنج و چن گو بظاہر گیا تو چھوڑ وطن

## (۲۳۸) گنج عرفان [۷۰۳]

اوراق - ۲۸ - سطور - ۱۲ -

تقطیع - ۴ × ۹ - خط نستعلیق -

مصنف - امام الدین حسین عارف - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۵۰ھ (م)

یہ مجلس کی شکل میں ایک طویل عارفانہ نظم ہے جس کا دیباچہ فارسی نثر میں لکھا گیا ہے۔ یہ دیباچہ سات صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مصنف نے سبب تالیف نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ پہلے حمد و ثناء لکھی ہے پھر اصل مطلب یوں ظاہر کیا ہے :-

”اے نقیبہ سرا! تعظیہ خوش چین ارباب یقین و ذلہ ربائے  
ایہدہ اسلوب دین امام الدین حسینی التخلص بعارف  
غفر اللہ ذلومہ و ستر اللہ عیوبہ اکثر بطلانہ قصیدہ  
کرامت و ثبوت تصنیف زبدۃ الموحدين و قدوة المحققين  
عالم علوم ائمن واقعہ رموز کان و کن کعبہ صوفیان  
صفت نہاد قبلہ مودان و مدت نرادر شہید تہج کفار  
حضرت فرید الدین عطار نیشاپوری قدس سرہ العزیز  
اشتغال فائزہ“

اس سلسلہ میں آگے چل کر لکھا ہے کہ یہ قصیدہ ”اتنا پسند آیا کہ  
میں نے صاحبان عرفان کی خاطر اس کا ہندوستانی ترجمہ کرنا  
ضروری سمجھا۔ اس موزع پر وہ لکھتا ہے :-

اے مجلس نشینان محل عربی و پردہ گزینان برفق فارسی  
راہنما و کرشمۃ الفاظ ہندی آشنا گرداند“

مصنف نامی کبھی اچھا ادب معلوم ہوتا ہے اور انشا پرانی  
کے جملہ لازم و تکلفات سے اس نے اپنے دیباچہ میں کام لیا ہے۔  
اصل اردو نظم ناقص، آثار ہے، اس لئے نہ تصنیف

مطلع۔ مرا در غم تہیہ اظہار گوا اُدھر منزل عشق بسیا ہوگا  
مقطع۔ ملنگ شاہ سائیں روشن سیم اُدھر لعل دلوں کا بازار ہوگا  
۳۔ غزل کتر۔ ۶ شعر کتر کا کلام اولے کے خط طہ نمبر  
(۲۱۳) میں بھی درج ہے اور وہیں اس کے حالات بھی  
لکھے گئے ہیں۔

مطلع۔ خریدار سے کہناں میں ہوں متلاع دل اینا عیاں بیچنا ہوں  
مقطع۔ بکانام پراس کہ وہاں میں کتر اب آگے ہا کیا عیاں بیچنا ہوں  
۴۔ غزل حیدر۔ ۵ شعر۔ بیرمیدر شاہ دکنی سپاہی تھے ولی  
کے دیوان کی تحفیس کی اور حافظہ کے کلام کی تصنیف۔ بنگال میں  
ذاب سرفراز خاں کے لازم تھے۔ مٹکی میں تقریباً ستو برس  
کی عمر میں وفات پائی۔ (دیکھو گلزار ابراہیم)

مطلع۔ باغ تھل میں تری کل تو بوجھم راہ پائی نہ کہیں باوصا گھوم رہی  
مقطع۔ ہادیہ عینک تھا کیا کرے پر حیدر غفل پلنے کی طرح اپنے تیلے توں رہی  
۵۔ غزل نامکمل۔ ۵ شعر۔ کسی کہنی شاعر کی ناقص الآخر  
غزل ہے کیونکہ اس کے بعد کا ورق غائب ہے۔

مطلع۔ چپ چپا چپ کی باتیں تم نے دیجی جاڑے بھی چپنا بھی چپ سا غم بھی چپ غوا چپ  
آخری مصرع۔ مگر بھی چپلے آہ چپا وہ چپکے آگے اٹھم جنگ..... (ناقص الآخر)  
۶۔ غزل حسین۔ اس غزل کا صرف مقطع موجود ہے۔ اس سے  
آگے ایک ورق غائب ہے۔ اس غزل کے چار شعر کا ذکر اس پر کرنے  
کیا ہے (دیکھو یادگار شعرا ص ۱۲۷) لیکن میو میں ایک شاعر حسین  
گیرے میں جن کی ایک اردو مثنوی کا قلمی نسخہ خود شیرو سلطان  
شہید کے ہاتھ کا کھما ہوا موجود ہے (دیکھو میو میں اردو ص ۹)  
مکن ہے کہ یہ غزل انہی کی ہو۔

لےنے کا حسین اس کے نہ بیچنا بھی عہد سے کے لےر سرانزار کھڑا ہوں  
غزل لطیف۔ ۵ شعر۔ غلام علی غاں لطیف سلطان عبداللہ  
قطب شاہ کے ارمانے قرباش سے تھا۔ اس کی مثنوی "ظفر نادر"

فرض ہے یہ بھی ایک جان من ج چہ باشد ز خود سفر کردن  
بکجا جانب ہدایت کار

کر چکا جب کہ ج..... سے منت سب بجا لایا فرض اور منت  
ایک نانتے..... ناقص الآخر  
اسی نام کی ایک فارسی کتاب قاضی محمود کھری کی بھی اولے  
میں موجود ہے جس کا تذکرہ فارسی محظوظات کی فہرست  
میں درج رہے گا۔

## (۲۳۹) بیاض غزلیات [۷۰۴]

اوراق ۱۰۔ سطور کہیں ۸ اور کہیں ۱۲۔  
تقطیع ۱/۴ ۲/۴ ۳/۴ ۴/۴ خط نستعلیق معمولی۔  
مصنف۔ آبرو، میر، سوز، یغین، کتر، لطیف، رضا  
شاد داں، حسن، مشتاق وغیرہ۔  
زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ۔ زمانہ کتابت قبل ۱۲۵۰ھ۔

یہ ایک ناقص الطرفین مجموعہ غزلیات ہے جس میں  
دکن اور شمالی ہند کے چند قدیم شعرائے اردو کی ۲۱ منتخب  
غزلیات درج ہیں جن کی تفصیل بلحاظ ترتیب بیاض یہ ہے۔  
۱۔ غزل سوز۔ ۵ اشعار سید محمد میر سوز (متوفی ۱۲۱۳ھ)  
دہلی کے مشہور شاعر ہیں جنہوں نے لکھنؤ اور مرند آباد کا سفر  
کیا تھا اور آخر کار لکھنؤ میں وفات پائی۔ جملہ تذکروں میں  
ان کا حال درج ہے۔

مطلع۔ محبت کو دایم بلا جانتا تھا بے حس میں تو اے دل یکیا جانتا تھا  
مقطع۔ دلاسا تو دے توڑ کو چلے پلے مگر تو بگر ہی جلا جانتا تھا  
۲۔ غزل ملنگ شاہ سائیں۔ ۵ شعر۔ ملنگ شاہ غالباً  
کوئی دکنی صوفی تھے۔ حالات معلوم نہ ہو سکے۔



فارسی و اردو ادارے میں موجود ہے (دیکھو تذکرہ ہذا مخطوطہ نمبر ۱۰)  
مطلع۔ دم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا دم کے جانے کا نہایت غم رہا  
مقطع۔ صبح گزری شام ہوئے آئی میر تو نہ چیتا دن نہایت کم رہا  
۱۱۔ غزل میر۔ ۳ شعر۔ یہ میر کی مشہور غزل ہے۔

مطلع۔ جو اس شور سے تیر قنارہ کا تھمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا  
۱۲۔ غزل شاد آں۔ ۶ شعر۔ یہ چید دلال شاداں نہیں بلکہ  
ان سے قبل کے کوئی شمالی ہند کے شاعر ہیں۔ میر جی علی شاداں

کا ذکر تذکرہ جات قاسم و سرور میں درج ہے اور لالہ بساوان نال  
شاداں عظیم آبادی کا ذکر تذکرہ شورش میں ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ  
ان دونوں میں سے کسی کی غزل ہو۔

مطلع۔ معشوق کے آنے کی شامی خبر توڑے اللہ کرے دل کی یہ امید برآوے  
مقطع۔ شاداں تو خوشی اپنی تو کھلے کھلے معشوق جو خوشی میں تیرے اگر آوے  
۱۳۔ غزل ناکمل۔ پانچ خوبیوں بعد کا ورق غائب ہے اس لئے  
مقطع محفوظ نہ رہا۔

مطلع۔ جبریل امین جس کی سدا کا کہم لے کر تھا عجب کھل بھر عرش پہ دم لے  
۱۴۔ غزل رونق۔ ۴ شعر۔ عارف الدین خاں رونق (متولد ۱۲۹۷ھ)

برہانپور کے ایک فارسی شاعر تھے وہاں سے مدراس گئے اور محمد باقر  
آگاہ کے شاگرد ہوئے۔ مشاعرہ اعظم میں شرکت کی حیدرآباد میں  
وفات پائی۔ (محبوب الزمن ص ۶۷) میر غلام حیدر رونق عظیم آبادی  
کا ذکر تذکرہ جات سرور و عشقی میں موجود ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ  
یہ غزل کس رونق کی ہے۔

مطلع۔ تاجکے ضبط فغان آہ مجھے تباہی ناصحا صبر کی واللہ مجھے تاب نہیں  
مقطع۔ غم جوں سے ہوئی رونق بیدار کو آگے غمخواری کی یا شاہ مجھے تباہی نہیں  
۱۵۔ غزل مستان۔ ۴ شعر۔ قبل کا ورق غائب ہونے کی

وجہ سے مطلع محفوظ نہ رہا۔ متان علی صدیقی نے ۱۲۴۲ھ میں ایک  
ثنوی غلام لکھ تھو کر ۱۰۱۵۔۱۰۱۶ء میں ۱۶۶

محمد صیف شمس جری کی تالیف ہے جس میں ۵۵۰۰ ربیات ہیں  
مرثیے بھی لکھا کرتا تھا (دکن میں اردو ص ۸۶) لیکن یہ غزل  
زبان کے لحاظ سے قطب شاہی شاعر کی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ  
ایک میسوری شاعر سید سیف الدین عبداللطیف کی جوگی جن کا  
دیوان ۱۲۸۲ھ میں مرتب ہوا اور ۱۲۹۹ھ میں مطلع فردوسی  
مدراس میں شائع ہوا تھا۔ دیکھو مدراس میں اردو ص ۹ اور  
میسور میں اردو ص ۲۳)

مطلع۔ نام ہیں دبیر کا ہم سحر بنایا تھا ہیں اور غیاروں سے اسکا سن اٹھایا تھا ہیں  
مقطع۔ عاشق و معشوق میں پردہ تھا ہر لطیف اب تم کو ظلموں چلون لگایا تھا ہیں  
۸۔ غزل رضا۔ ۵ شعر یہ غزل ورق ۴ پر شروع ہوتی ہے اور  
۵ پر ختم ہوتی ہے۔ درمیانی دو اوراق جلد ساز کی غلطی سے  
آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔ رضا دکن کا ایک مرثیہ گو تھا (دیکھو  
اردو شہ پارے صفحات ۱۵۳۔ ۱۷۱) اس تخلص کے ۳ اشعار کا  
تذکرہ اسپرنگرنے کیا ہے (دیکھو یادگار شعرا ص ۹) لیکن یہ غزل  
غالباً محمد رضا خاں رضا کی ہوگی جو چندا صاحب کی اولاد میں سے  
تھے اور مرزا دبیر کے شاگرد (مدراس میں اردو ص ۵۷)

مطلع۔ خواہ نزدیک کھو خواہ رکھو دور ہیں دیکھنا ایک نظر تم کو ہے منظور ہیں  
مقطع۔ اب تپنے کی بھی طاقت نہ رہی ہو تو اس قدر آہ کی عشق نے فوجیں  
۹۔ غزل حسن۔ ۴ شعر۔ میر حسن کا تخلص بھی حسن تھا۔ مصنف  
سحر البیان (دیکھو تذکرہ ہذا مخطوطات ۶۸ و ۲۲۷) اس تخلص  
کے ایک شاعر محمد حسن خاں مدراس میں سرکار کپنی کے مدرس تھے  
جنہوں نے ۱۲۵۷ھ میں وفات پائی (مدراس میں اردو ص ۱۳۷)

غالباً یہ غزل انہی حسن کی ہے۔

مطلع۔ کروں شکوہ تو ہے دوساں میں کئے تے کا ہو دھڑکا میرے دل میں گرا کر دھڑکا جا  
مقطع۔ حسن تو میری سے حال لکھتا ہے کہ کون جہنم بنا ہوگا انہیں کچھ اس میں پانے کا  
۱۰۔ غزل آہ۔ ۴ شعر۔ مرتقی مرشد۔ اردو شاعر تھے۔ ان کا دیوان

بِشکر وہ عجب دن تھے بولتے ہی نہیں  
تہد ے منہ سے جو ہم گایاں بھی کھانے تھے  
اگرچہ روٹھ کے جاتے تھے پھر بھی تم کو  
گالے سے .....

میں محفوظ ہے ممکن ہے کہ یہ غزل اپنی کی ہو۔  
افغان تفریں بولے سے قدیر چار دن کے واسطے عاشقوں کے دل یہ کیا کیا گل کھلایا اپنے  
مقطع۔ آگاہی میں دھواں نکلے بیہ منہ سے بار بار اس قدر شوق کا دل جتا جایا آپنے  
۱۶۔ غزل رونق۔ ۵ شعر۔ اس شاعر کی ایک اور غزل

اس محلوے میں موجود ہے۔ ایک غزل نمبر ۱۴۔

۱۷۔ مطلع۔ وہ کہا جیتے رہے جو بے وفائی کر گئے مر گئے آخر کس سے آشنائی کر گئے  
مقطع۔ رہ گیا اور شاد رہی آخرش دونوں گئے جو جھلائی کر گئے اور جو برائی کر گئے  
۱۷۔ غزل آبرو۔ ۳ شعر ابتدائی حصہ غائب ہے۔ نجم الدین بلخی

شاہ مبارک آبرو دہلی کے پہلے اردو شعرا میں سے تھے۔ آرزو کے  
شاگرد اور عزیز تھے۔ ان کا ذکر اردو کے جملہ تذکروں میں  
درج ہے۔ دیوان کم یاب ہے۔

مقطع۔ بہت بیدل کر دمت آبرو کو مسافر ہے شک نہ ہے کد سے  
۱۸۔ غزل نامعلوم۔ ۵ شعر۔

مطلع۔ مرثا ہوا ترے عشق میں شاد نہ ہو ملک میرے لیا زار کی آیار نہ ہو  
مقطع۔ بنائیں جو ناز اٹھائے ترے دل پر پوچھیں گے بھی کو پہ و باز خبر لے  
۱۹۔ غزل یقین۔ ۵ شعر۔ یقین کے دیوان بھی ادارے میں

موجود ہیں۔ (دیکھو خطوط نمبر ۵۷ و ۸۳)۔

مطلع۔ کرنے میں اپنے بال دکھا بتلا مجھے اس پنجے سے بتوں کے لکائے خدا مجھے  
مقطع۔ میں گر رہا ہوں یار کے پاؤں اور تیرے آئی نہ رامت سایہ گل کی ہوا مجھے  
۲۰۔ غزل نامعلوم۔ ۵ شعر۔

مطلع۔ تھے تو تم پر دہنیں غائبیں کوں ہو دل تھا پرے کام کا دل کی کین کوں ہو  
مقطع۔ جسے دیکھا تھا تر نام گیس کے اوپر خون ہوتا ہے یہ دل ہم دلوں کی کین ہو  
۲۱۔ غزل نامعلوم۔ ۵ شعر۔ اس کے بعد کے اوراق غائب ہیں

مطلع۔ ہزار بار جو ہم عجز سے ملاتے تھے تو کس غور سے تم ایک مارتے تھے  
یہ بیاض ناقص الآخر ہے اور اس غزل کے اس شعر میں پر ختم  
ہوتی ہے

## ۲۴۰۔ اسرار غوثیہ [۷۳]

۱۷ اوراق۔ ۳۳۔ سطور۔ ۱۶۔

تقطیع  $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ ۔ خط نستعلیق۔ عنوان سرفی میں۔

نامہ تصنیف قبل ۱۲۶۰ھ

کاتب۔ سید شاہ بلخ الدین۔ سنہ کتابت ۱۲۶۴۔

بمقام۔ قندھار شریف۔

حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم کے حالات زندگی اور مناقب  
میں یہ ایک دکنی رسالہ ہے جس کے دو تین ابتدائی اوراق غائب ہیں  
اس میں غوث اعظم کی کرامتوں اور خرقی عادات سے متعلق نہایت  
تفصیلی معلومات درج ہیں۔ اس محلوے کی ابتدا اچھے مناقب کی  
آخری ۱۳ سطروں سے ہوتی ہے۔ ہر عنوان سرخ روشنائی سے  
شروع کیا گیا ہے۔ اس طرح جملہ ۹۰ مناقب یا عنوانات ہیں۔  
اختتام سے قبل کے ایک ورق کا نچو حصہ غائب ہے۔  
آغاز یہ۔

”اقرار کئے اس پروردگار جب تک نہ اپنے ہاتھ سے  
مجھے کھانا نہیں کھلائے گا جب تک میں نہیں کھانے کا۔  
اس طور سے ایک برس گزرا جب حکم ہوا حضرت سلطان  
ابوسعید مبارک مخزومی قدس اللہ سرہ العزیز کو کہ تم جاؤ  
میرے محبوب کو کھانا کھلاؤ اور کہو اسے محبوب میرے  
یہ ہاتھ خدا کا ہے۔“

اختتام :-

سیوم ہفتہ مکتوت اعلیٰ کی جان بھڑے مقامات عالی عیان  
جب اس نور سے اربعیں ہوتا م عجب غائب نظر آئیں کام  
ترقیمہ :-

”ایں کتاب اسراغوشہ بروز پنجشنبہ بوقت چہارگھڑی روز

برآمد بتاریخ بیت دویم شہر شوال ۱۰۳۶ھ جری درقصبہ

قندھار در مکان حضرت قبلہ پیر و مرید سید شاہ برہان اللہ حسینی

مذللہ - کاتب المحرر فقیر خیر نیاز انیس سید شاہ بدیع الدین“

اس نسخہ کے کاتب سید شاہ بدیع الدین رفاعی (۱۰۳۶ھ -

۱۰۳۹ھ) موت فہرست ہذا کے پردادانئے وہ قندھار شریف کے

مقدس بزرگ حضرت سید علی ساگر لڑے سلطان شکل آسان (متوفی

۱۰۸۶ھ) کی اولاد میں مشہور صاحب علم گزرے ہیں۔ چنانچہ مولانا

انوار اللہ خاں فضیلت جنگ رجوم استاد حضرت سلطان العلوم

آصف جاہ سالیج و معین المہام اور مذہبی سرکار عالی انہی کے شاگرد

تھے۔ سید شاہ بدیع الدین کا سلسلہ نسب حضرت سید علی ساگر لڑے سلطان

تک اس طرح پہنچتا ہے۔

شاہ بدیع الدین خلف سید شاہ محمد خلف سید شاہ بلال الدین

رفاعی خاں خلف سید شاہ سالار ثانی 'خلف سید شاہ احمد ثانی خلف

سید شاہ سالار خلف سید شاہ میراں جی 'خلف سید معین الدین

خلف سید احمد شہلہ چلہ دار خلف سید علی ساگر لڑے سلطان۔

سید شاہ بدیع الدین کے حالات تاریخ قندھار دکن مولفہ امیر حمزہ

(۱۸۵۶ء) اور مشاہیر قندھار دکن مولفہ اکبر صدیقی ایم اے (۱۹۰۵-۱۹۰۶ء)

میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور خود شاہ صاحب کے فرزند سید شاہ

عنایت اللہ حسینی (۱۲۴۳ھ - ۱۳۲۶ھ) کی سوانح عمری "روضہ شہید"

مولفہ شمس الدین امیر حمزہ میں بھی تفصیل سے درج ہیں جو ۱۳۲۵ھ

میں شائع ہوئی تھی۔ حاجی شاہ عنایت اللہ حسینی سہیل

راقم المحرر کے حقیقی دادا تھے۔

سید شاہ بدیع الدین اپنے خاندانی سلسلہ میں اپنے ہم جد

سید شاہ برہان اللہ حسینی تہذیبی سجادہ درگاہ ساگر لڑے سلطان

کے مرید اور خلیفہ تھے۔ چنانچہ یہ نسخہ اپنے مرشد ہی کے

مکان میں ان کی وفات سے چھ سال قبل نقل کیا ہے۔

شاہ برہان اللہ حسینی (متوفی ۱۲۴۸ھ) قندھار کے ایک اور

بزرگ مولانا شاہ رفیع الدین (دیکھو فہرست ہذا صفحہ ۱۶۰)

کے دادا تھے۔ اور جب ان کے فرزند شاہ رحمت اللہ حسینی

۱۲۴۸ھ میں درگاہ حضرت ساگر لڑے سلطان کے سجادہ مقرر

ہوئے تو اس نسخہ کے کاتب شاہ بدیع الدین ہی سے

خرقہ خلافت و اجازت حاصل کی۔ کیونکہ اس خاندان میں

وہی سب سے زیادہ بزرگ اور مقدس سمجھے جاتے تھے۔

دیکھو روضہ شہید ص ۲۴ اور مشاہیر قندھار دکن ص ۵۴۔

شاہ بدیع الدین نے اور کئی کتابیں نقل کی تھیں اور خود بھی

تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے لیکن ان کا سارا تحریری

اثاثہ ۱۳۲۶ھ کی لطیفانی رود موتی میں ان کے فرزند شاہ سید

عنایت اللہ حسینی کے مکان کے ساتھ بہ گنج جو چار محل کے گڈے پر

واقع تھا۔

اس نسخہ کے آخر میں شاہ بدیع الدین نے فارسی میں آن

پانچ ایام کے روزوں کی تفصیل بیان کی ہے جن کا ثواب

معمولی روزوں سے ہزار گونا زیادہ ہے۔ اور آخری ورق پر

اپنی جاگیر موپہ کی اس سالانہ آمدنی کا ذکر لکھا ہے جو ۱۲۵۶ھ

اور ۱۲۵۷ھ کے درمیانی زمانہ میں ان کو وصول ہوئی تھی۔

یہ نسخہ راقم المحرر کے والد حافظ سید غلام محمد شاہ قادی و اعلا

کے کتب خانہ کا ہے جس کو موصوف کی دوسری قلمی کتابوں کے ساتھ ادارے

میں بطور عطیہ داخل کر دیا گیا ہے۔

## (۳۴۱) نظم شادی [۷]

اوراق ۵ - سطور ۱۲ -

تقطیع -  $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2}$  - خط نستعلیق - حاشیہ سرخی میں -

مصنف - عظیم الدین شاہ قادری - زمانہ تصنیف تیس لکھنؤ -

زمانہ کتابت - اوائل تیرھویں صدی ہجری -

عظیم الدین کوئی صوفی شاعر ہیں - غالباً دکن یا بکرات کے

رہنے والے تھے - اس کا کچھ کلام کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ایک

بیاض "گلدستہ گلشن معانی" (۷ ز ۱۵) مکتوبہ تیس لکھنؤ میں محفوظ

ہے - پرو قیسر سرمدی نے فہرست اردو محمولات ص ۱۱۱ اس کا

ذکر کیا ہے - مزید حالات معلوم نہ ہو سکے - زیر نظر نظم کے سروق

پر کتابت نے لکھا ہے :-

"غزل من عظیم الدین شاہ صاحب قادری قدس سرہ"

مالا کہ یہ نظم ہے اور سندس کی شکل میں جملہ ۴۱ بند ہیں - ہر

بند کا آخری مصرعہ ایک ہی ہے - اس میں معرفت کے

مضامین بیان کئے گئے ہیں - اور دنیا بیہ زاری کی

تلقین کی گئی ہے - اس کا نام آخری بند میں خود مصنف

نے ظاہر کر دیا ہے -

آغاز :-

جیساں توں دل شامیرے سخن کوں صریحاً جو بھاکر ترے خوب من کوں

ہیں سرسبز چھوڑ اپنے وطن کوں - تماشے کوں نظر میں سرچن کوں

ہیں کیا کریں بے کہ اس مال دھن کوں

اٹھو جی چلو جائیں اپنے وطن کوں

اختتام :-

عظیم نے کیا خوب شادی گنایا لے ناسوت کے شو کوں لاٹھو لایا

جاگج غنی کے سندرے ملایا ملا لکھ و مدت کی شاہی دلایا

دلا خوش کیا سرسبز اپنے من کوں

اٹھو جی چلو جائیں اپنے وطن کوں

اس نظم کے خاتمہ پر ایک غزل بعنوان "ریختہ" لکھی ہے

جو غالباً عظیم ہی کی ہوگی - اس کا مطلع و مقطع یہ ہے -

مطلع - سدا میں جس مرد کوں سروم نہ اکا دھیان ہے

تحقیق کربانو سہی بگ میں وہی ان ہے

مقطع - مرشد سے سن یہ بات یوں نام خد سات یوں

چو گان و مدت بات یوں گوے یہ چو گان ہے

اس کے بعد آخری صفحہ پر ایک مختصر فارسی مثنوی ہے

عس کا عنوان ہے - "قاعدہ شافعیان وقت از حضرت امیر خسرو"

یہ نظم شادی ایک فارسی رسالہ تصوف "دبیان روح" مولفہ

عبدالرحمن کے ساتھ ایک ہی جلد میں شامل ہے - رسالہ بیان

روح کا تذکرہ فارسی محمولات کے تذکرے میں درج رہے گا -

## (۳۴۲) وفات نامہ زہرا [۳۴۵]

اوراق ۱ - اشعار فی صفحہ -

تقطیع -  $\frac{3}{4} \times \frac{1}{2}$  - خط نستعلیق -

مصنف - کثیر - زمانہ تصنیف قریب ۱۷۷۵ھ

یہ تقریباً ۱۱۵ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں آنحضرت

پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کی زندگی جس رخ و الم

میں گزری اس کو بیان کیا گیا ہے آخر میں ان کی وفات کے

وقت ان کی وصیتیں اور درشاہ کی پریشانی اور رنج و طال کا

تذکرہ بھی درج ہے -

غالباً یہ نسخہ ناقص آخر ہے - ابتدائی صفحہ پر اس کا

عنوان "قصیدہ کثیر" درج ہے - کثیر تخلص کے کسی شاعر کا

ابتدا۔ یا فخر جہاں منزل اول سے وہاں تک  
بدلے نہ کوئی قافلہ سالار ہمارا  
اختتام:-

از بس یہ تمنا ہے کہ اے خواجہ گویند

فرماؤ یہ ہے بندہ بیکار ہمارا

۲۔ نعت ادب۔ شاعر غلام محمد شریف ادب بنگلور کے  
ایک شاعر تھے۔ (دیکھو مدراس میں اردو ۱۸۷۵ء) ممکن ہے کہ  
یہ غزل انہی کی ہو۔

مطلع۔ منہ دکھاؤ مجھے رسول اللہ تم جلاؤ مجھے رسول اللہ  
مقطع۔ اہ وزاری سے ہے آدب بجز تم ہنساؤ مجھے رسول اللہ  
۳۔ منقبت غوث اعظم۔ از شکوہ۔ یہ نظم ایک ترکیب بند  
ہے جس کے ہر بند میں چار چار مصرع ہیں۔ اس طرح جملہ ۱۳  
بند ہیں۔ اس بند کا آخری مصرع ہم قافیہ ہے۔ شکوہ تخلص  
کے دو شاعروں کا پتہ چلتا ہے۔

۱۱۔ محمد رضا شکوہ لکھنوی جو مرزا قیقل کے دوست تھے (مذکرہ  
مصحفی وقاسم)

۱۲۔ سید شکوہ علی شکوہ ساکن سراہہ جنھوں نے ۱۲۳۵ھ سے قبل  
وفات پائی (مذکرہ سرور)  
لیکن اس منقبت کا مصنف کوئی کہنی شاعر ہے جیسا کہ زبان  
سے ظاہر ہوتا ہے۔

آغاز:-

یا غوث الاعظم ظہر سماں دونوں جہاں کے تم ہو سلیماں  
نور چراغ روشنہ روضیاں رونق روئے ماہ درخشاں  
اختتام:-

۱۔ شکوہ تم ہو غوث کے طالب غوث تمہارے دیں گے مطالب  
غوث کا طالب سب سے غالب غوث پہ ہر دم دل سے ہو قرباں

حال معلوم نہ ہو سکا۔ زبان کے لحاظ سے یہ فتویٰ ۱۲۵۵ھ  
۱۲۵۵ھ کے درمیانی زمانہ کی تصنیف ہے اس موضوع  
پر کہی اور کہتا میں بھی کئی تھیں جن میں سے بعض ادارے  
میں بھی موجود ہیں۔ دیکھو تذکرہ ہذا مخطوطات نمبر ۱۴۱۱ و ۱۴۱۲۔  
آغاز:-

آنکھوں سے کر خون جگر کارواں عاشق شیدا کی سنو داستاں  
ہو گئی۔ وقت و قاتل نبی فاطمہ زہرا کو ہوئی بے کلی  
اختتام:-

سوئے ہو گیا اس گھڑی ہو پیغمبر اس سے لوتا کے ذما بلند تر  
انی سے اسرار جو یہ پائے ہم چونکہ کے اب نمید سے یاں انیم  
نواب عنایت جنگ بہادر کا علیہ ہے۔ آخری بیت کے  
نیچے ان کے "تخلص" عنایت حسین ۳۶ م "درج ہیں۔

## (۲۲۳) بیاض اشعار [۳۲۲]

اوراق ۷۔ ۸ شعر فی صفحہ۔

تقلید ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ خط نستعلیق

مصنف ادب شکوہ امیر لطف۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۲۷۵ھ۔

اس بیاض میں نعت و منقبت میں ۵ نظمیں درج ہیں۔ یہ

ناقص الاول ہے۔ اور غالباً کسی بڑی بیاض کا حصہ ہے۔

اس کے آخر میں ایک مکمل نظم "وفات نامہ زہرا" شامل ہے

جس کا تذکرہ مخطوط نمبر ۲۲۲ میں ملکہ کیا جا چکا ہے۔ اس کی

مختلف نظموں کی تفصیل یہ ہے:-

۱۔ نعت۔ ۸ شعر ہیں۔ شاعر کا تخلص ممکن ہے "بیکار" ہو جیسا  
کہ آخری شعر سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ نعت ناقص الاول ہے۔

کی۔ جس کے نتیجے میں شاعر رکن میں اور کون ہے۔ لیکن اس خود ستائی کے باوجود یہ شاعر اپنا تک غیر سروسٹ ہے۔ پہلی بار اس محمولے کے ذریعہ سے وہ روشناس ہو رہا ہے۔

اس محمولے میں اس کی چار مستزادیں ہیں۔ ان میں سے پہلی یعنی ”عنوان“ ”عشق“ ”لکھن گہا ہے۔“ ”کیا نفیٹ نگاروں نے اس صحت سخن کا نام دیا“ ”عشق“ قرار دیا ہے۔ آخر میں ایک طویل مثنوی ہے جو بحالہ ۱۰ ایک طویلہ در سالہ ہے غالباً اس شاعر کا ایک مثنویہ محمولہ نمبر ۲۱۲ میں بھی درج ہے جس کا ذکر ۲۵۶ پر کر رہا ہے۔

۱۔ مستزاد۔ ۵ شعر۔ معرکہ کرپا میں حضرت عباسؑ کے حملہ کا نقشہ ہمارا۔ جس وقت سوار نے چوٹا کھنجر یا میہ ان میں آیا تنارہ کیا فوج میں تب اور دو بار داغ تیغ جابجا اختتام۔ کیا خود ہے خستہ میں تجھے سید بریا بس عشق ہے کافی ۲۔ مستزاد۔ ۵ شعر۔ شہادت اکبر کی واقعہ بیان کیا ہے۔ آغاز۔ اصغر کو آکے تیر لگا جب دہن کے پیش چشموں سے آشکار سرور نعمتوں کی دعائے سخن کے پیچ اہل کا ہے گاکار انتقام۔ صدر مرتبہ سیدی برہان آپ کو کبسا لکھے ہو عشق شاعر کہاں ہے ایسا یہ ملک دکھن کے پیچ سادات نامدار اوق ۴

۳۔ مستزاد۔ ۵ شعر۔ حضرت اکبر کی شہادت بیان کی گئی ہے۔ آغاز۔ فارغ ہوا جو حضرت اکبر نماز سے دروشت کر بلا کوئی کہے کہ اٹھے پیہر نماز سے دروشت کر بلا انتقام۔ ملک دکن میں سیدی برہان کے عشق کا مسنیہ اور جنگ (۵) خزاؤں کون سی شے ہے بہتر نماز سے اے میرے شیوا (اوق ۵) ۴۔ مستزاد۔ ۵ شعر۔ معرکہ کرپا کے واقعات بیان کیے ہیں۔ آغاز۔ فرمائے حکم صیدی سے ہاں کیجئے ڈانکا اس شیر سہر کا معلوم کئے ساروں نے اب ہو چکا۔۔۔ شبیہ کے گھر کا

۵۔ مثنویہ اصغر۔ از امیر۔ ۱۱ شعر۔ کوئی دکنی شاعر ہیں۔ علام عبد القادر امیر میور کے ایک شاعر تھے جو ترکیژہ میں اپنی کشتہ تھے۔ (میسور میں اردو ۱۱)۔ معلوم نہ ہو سکا کہ مثنویہ انہی کا ہے یا ان سے قبل کے کسی دکنی شاعر کا۔ آغاز۔

ہی تھی رو کے بی بی سیکینہ تم اٹھو جی میرے بھائی اصغر  
بے غم نے چھیدا ہے سبب تم اٹھو جی میرے بھائی اصغر  
انتقام۔

مفسر کر بھائی عزا کو یاد رکھیہ امیر گواہ کو !  
دم بدم بولتی تھی یہ بی بی سیکینہ تم اٹھو جی میرے بھائی اصغر  
۵۔ غزل تعتیہ از لطف۔ ۵ شعر۔ مرزا علی لطف مولف  
نذرہ گلشن ہند کے علاوہ ایک اور شاعر میر لطف علی نماں  
لطف برار کے رہنے والے تھے۔ ۱۲ شعر میں وفات  
انی محبوب الزمن جلد دوم ۱۹۷۳ ممکن ہے یہ انہی کی غزل ہو۔  
طبع۔ محبوب خدائش پر پناہ شہ معراج کیا کھل گئی امت کا فیہ بن معراج  
فلسفہ۔ اے لطف جو معبود نے چاہا وہی پایا باقی نہ با ایک تننا شب معراج  
بیاض نواب عنایت جنگ بہ در کا عطیہ ہے۔

## (۲۴۴) کلام برہان [۷۰۵]

اوراق ۱۰۔ سطور مختلف تعداد میں۔  
تقطیع ۱/۴ x ۵ خط نستعلیق۔  
مصنف۔ سیدی برہان دکنی۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۸۵۷ء۔  
سیدی برہان کوئی دکنی شاعر ہے جس نے زیادہ تر  
حب اہل بیت نبیؐ میں نظمیں لکھی ہیں۔ شاعر نے اپنے وطن  
رضن کا کئی جگہ مقطعوں میں ذکر کیا ہے۔ اور خود ستائی بھی

بیاض ”فاضل بیگ“ کے لئے لکھی گئی تھی۔ کاتب نے نہ اپنا نام لکھا اور نہ سہ کتابت۔ کاغذ اور ہنچ تحریر سے ۱۲۵۰ھ سے قبل کی مکتوبہ بیاض معلوم ہوتی ہے۔ اور نواب حنا بیگ کی عطیہ ہے۔ اس بیاض کے متعلق دیکھو مخطوطات ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴۔

## (۲۲۵) کلام میرن [۷-۶]

اوراق ۵۔ سطور مختلف تعداد میں۔

تقطیع ۱۶ × ۵۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ میرن بزواری۔ سنہ تصنیف قبل ۱۱۹۰ھ

میاں میرن بزواری دلی کے شاعر ہیں۔ وہاں کسی نے زنجی کر دیا تھا۔ آخر عمر میں لکھنؤ چلے گئے تھے۔ اور وہیں مکان کی چھت سے گر کر فوت ہوئے۔ چاندکی ہر کیسویں تک پانچ منقبت لکھ لیا کرتے تھے۔ اور زیادہ تر منقبت ہی لکھا کرتے تھے۔ تذکرہ قاسم میں صحیح لکھا ہے کہ ”کلام میں غلط و صحیح اور ربط و یالیں بہت ہوتا تھا“ کیونکہ ادارے میں ان کا جو کلام محفوظ ہے اس سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ان کا حال تذکرہ شورش (مولفہ قریب ۱۱۹۲ھ) اور اسپرنگر کی ”فہرست کتب خانجات شاہان اودھ“ میں درج ہے۔

ادارے میں ان کی تین نظمیں ایک طویل بیاض میں درج ہیں۔ ایک نظم کے آخری حصہ میں انہوں نے اپنے وطن سبزواری کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس بیاض میں امیر خسرو اور شاہ ابوعلی قلندر کی فارسی غزلیں بھی شامل ہیں۔ میرن کی نظموں کی تفصیل یہ ہے :-

۱۔ منقبت ۱۔ اس نظم میں ۸ بند ہیں۔ ہر بند میں چھ مصرعے۔ گویا یہ ایک مسدس ہے۔

اختتام۔ برہاں کوچن آپ کی برداری نہیں بخش کچھ کیجئے یا نہ ہر وقت سنا رہوں یہ دین کا ڈنکا مہاس کے گھر کا ۵۔ مثنوی۔ ۱۳۴ ابیات۔ یہ طویل مثنوی بیاضے خود ایک علمدہ کتاب ہے۔ اس میں انحضرت سرور کائنات کی وفات سے قبل کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک شخص نے جہنوت چومنے کی غرض سے ایک ڈھونگ رچایا اور اس نے دعویٰ کیا کہ حضرت نے ایک وقت میری پیٹھ پر کوڑے مارے تھے اب اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔

بی بی فاطمہ اور حسین کو اس خبر سے بڑی تشویش ہوئی اور مولا نے دو نوں نواسوں نے کہا کہ حضرت کی جگہ ہم سے بدلہ لے لے۔ مگر اس شخص نے نہ مانا۔ جب آخر کار حضرت نے اپنی پیٹھ پر سے کھیل ہٹائی تو اس شخص نے بھپٹ کر جہنوت کا بوسہ لیا اور کہا کہ میں نے اسی غرض سے یہ حرکت کی ہے۔

اسی موضوع پر ادارے میں ایک اور مخطوطہ موجود ہے

لیکن اس میں اصحاب نبی کے پیش کش کا بھی

ذکر ہے۔ سیدی برہان نے یہ ذکر حذف کر دیا ہے۔ لیکن وہ

اپنی نظم کے آخر میں اصحاب کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

پہلے حضرت ابا بکر صدیقؓ ہیں خلیفہ رسولؐ کے تحقیق

بعد ان کے عمر ہیں پھر عثمانؓ چاروں خاص ہے خیر مرداں (بیت نمبر ۱)

یہ مثنوی حب قاعدہ حمد و نعت سے نہیں بلکہ اصل واقعہ سے

شروع کر دی گئی ہے۔

آغاز دل کو اسے مومنو کرتے کچھ لول یہ بیاں تہہ گا از وفات رسول

یوں روایت کئے ہیں حضرت انسؓ کئے خدمت نبیؐ کی دہر برس

اختتام۔ اول کا خادم ہے سیدی برہاں دو جہاں میں ہے امن اور آمان

ہے رسول خدا کا سب کا گفت صلوات سیدی برہاں

سیدی برہان کا یہ سب کلام ایک ضخیم بیاض میں شامل ہے

جس میں اردو و فارسی نثر و نظم کے کئی رسالے شامل ہیں۔ اور یہ

نوابانیت جنگ بہادر کی علیہ ہے اور اس کے لئے دیکھو محظوظات  
نمبر ۲۲۶ و ۲۲۷۔

## (۲۲۶) بیاض نظم و نثر [۷۰۷]

اورق ۲۶۔ سطور مختلفہ۔

تقطیع۔  $\frac{1}{2} \times 5$ ۔ خط نستعلیق و نسخ۔

مصنف جیدر۔ دقار۔ دبیر بہار۔ ناسخ۔ نثار۔

سکندر۔ ابیر۔ مولائی۔ علانی۔ گوہ۔ رسا۔

لکھیف وغیرہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ۔

یہ ایک ضخیم بیاض ہے جس کو ایک کم سوا کاتب نے  
فاضل بیگ کے لئے غالباً ۱۲۵۰ھ سے قبل نقل کیا۔ اس میں  
زیادہ تر کلام ۱۲۵۰ھ سے قبل کا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا  
ہے کہ بعد کو درمیان کی خالی جگہ میں کسی اور کاتب یا  
الک بیاض نے دوسرے شعرائے مابعد مثلاً ناسخ، دبیر و فیض  
وغیرہ کا کلام بھی شامل کر دیا ہے کیونکہ بعد کے کاتب کا خط  
بہت بہتر ہے۔

اس بیاض میں سیدی برہان دکنی اور میاں بیرن  
دہلوی کی کئی نظمیں بھی شریک ہیں۔ اس لئے ان دونوں کی  
نظموں کو علیحدہ عنوانات کے تحت (محظوظات ۲۲۶ و ۲۲۷)  
لکھا گیا ہے کیونکہ دو کلام اتنا زیادہ ہے کہ بجائے خود  
بداگانہ محظوظے ہیں۔

بقیہ شعرا میں بعض شمال کے ہیں اور بعض دکن کے اور  
ان میں سے اکثر غیر معروف ہیں۔ اس بیاض کی ۱۶۰ نظموں  
اور دو نثری رسائل کی تفصیل یہاں درج کی جاتی ہے۔

اس میں جملہ حروف تہجی کے متغیرانہ مطالب ظاہر کئے گئے ہیں۔  
اور ہر بند کا آخری مصرع مشترک ہے۔

آغاز نام مولانا پورچھوٹا یا ہوں اس کے قدروں سے سر لگایا ہوں  
نام پر اس کے میں بیکایا ہوں ڈھونڈ مضمون یہ لے آیا ہوں  
نام مرشد کو دل میں لایا ہوں

الف اللہ میں بھید پایا ہوں

انتہام۔ لام الف ہے مجب وصل میرن ذکر ہمزہ تو ہے بدل میرن  
ی سے یاد علی اول میرن و داحمر ہے اب وصل میرن

فروی اس شاہ کا کہایا ہوں

الف اللہ میں بھید پایا ہوں (اورق ۲۶ ب)

۲۔ ہر تہیہ - ۲ بند۔ یہ ایک محس ہے جس کے ہر بند کا  
آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔

آغاز۔ ہر تہیہ میں سے سب کو رولاؤں تو مھی ایک دم دل سے خوشی بکھول دو مھی  
آہ کروغین میں غوغا چاؤں تو مھی جوشن چشم فلک سے توں بہاؤ تو مھی  
عرش سے کرسی حقیقت یہ لیجاؤں تو مھی

انتہام۔ اور تو شاعر ہیں میرن میں کچھ شاعر نہیں کیا کروں میرے متبادل مرا حاضر نہیں  
رج کے کہنے میں ہے یہ زبان قاضی نہیں تیرے کہنے میں میں تو اب باہر نہیں (م)  
عالم بالا سے مضمون ڈھونڈ لاؤں تو مھی (اورق ۲۲ و ۲۳ ب)

۳۔ مناجات - یہ ۱۲ اشعار کی ایک قصیدہ نما نظم ہے جس میں  
حضرت امام حسینؑ کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ آخری شعر میں  
شاعر نے اپنے وطن سبزدار کا ذکر کیا ہے۔

آغاز۔ جو بیس ایک روز کیا باغ ام میں گزار دیکھو نو کیا تو ہے سبز گل ز بہار  
مختار۔ تم میرے حضرت حسینؑ میں تو ہو میر غیب سبز ہے حشرک میرا وطن سبز وار  
اس نظم کے نیچے کاتب نے ترقیمہ لکھا ہے کہ:-

”پاس فاضل بیگ نوشتہ“

انتہام۔ ستمہ کتبت لکھا ہے اور نہ اپنا نام۔ یہ بیاض



چھپ چکے ہیں۔

مطلع۔ کہوں جو مجری وقت فنا حسین سدا مرسلے صد حسین حسین  
مقطع۔ پڑا ہے دھینپ گورکھن کو محتاج مرا امام مرا مقتدا حسین حسین

۴۔ مناقب بہار۔ یہ ایک مسدس ہے جس میں ۱۱ بند ہیں۔  
اگرچہ عنوان پر مناقب لکھا ہے لیکن یہ اصل میں ایک مرثیہ ہے۔  
شاعر کی نسبت معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

آغاز۔ راوی نے یوں لکھا دیو حسین کی ہو جس ممبر و شکر سخاوت حسین کی  
نظمی سواری جب کہ بیاد حسین کی کرتے تھے خضر و فوح لغابت حسین کی  
تھا شور کون دیوے شراکت حسین کی  
ہے سچ کر بلا میں منہا دت حسین کی

۵۔ غزل ناسخ۔ ۸ شعر ہیں۔ امام بخش ناسخ کے دو قلمی دیوان  
بھی ادارے میں محفوظ ہیں۔ دیکھو خطوط نمبر ۱۹۱ و ۱۹۲۔ اس  
بیاض میں یہ غزل بند کا اضافہ ہے۔

مطلع چٹم جانا اور چٹم غزالا اور وضع الہ اور ہی ترکیب جیواں اور ہے  
مقطع۔ فرق ہے شاہ گدامل قتل تاج و بیج شیر قاتل اور شیر نیتاں اور ہے  
۶۔ نظم بوڑھا پایا۔ از نظیر اکبر آبادی۔ یہ ایک مشہور و مقبول  
مسدس ہے جس میں ۲۰ بند ہیں۔ ہر بند کا آخری شعر مشترک ہے۔  
یہ نظم بعد کو کسی اور کتاب نے بیاض میں شامل کی ہے۔

آغاز۔ کیا تہر ہے یار وجہ آجا بوڑھا پا اور عیش جوانی کے سنس کھائے بوڑھا پا  
شہرت کو مانا غم لے بوڑھا پا ہر کام کو ہر بات کو ترسائے بوڑھا پا

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بوڑھا پا  
عاشق کو تو اللہ نہ دکھائے بوڑھا پا

انتقام۔ گر ہوتی جوانی کو بڑی آج کو نئی تو کا ہے کہ سنتے یہ سنی اون کے گوہنی  
جڑا بیٹھے چھاتی کے اُپر اس کے کٹی لے ڈالتے ایک دم میں ہر یک خند کے کٹی

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بوڑھا پا  
عاشق کو تو اللہ نہ دکھائے بوڑھا پا

۱۔ مناجات حیدر۔ ۱۵ بند ہیں ایک خمس کی شکل میں

جس کے ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ اس  
طویل نظم میں حضرت علی مشکل کشا کی منقبت لکھی گئی ہے۔ اور  
ان سے مدد چاہی گئی ہے۔ فقیر اللہ شاہ حیدر کی تین کتابیں  
(تنباہی (۱۲۳۵ھ) نظم انوار (۱۲۳۵ھ) چارکری) ادارے میں محفوظ ہیں۔

دیکھو خطوط نمبر ۱۲۵، ۱۲۶ و ۱۵۸۔ حیدر تخلص کے ایک  
اور دکنی شاعر کی ایک غزل ادارے کے خطوط نمبر ۲۳۹ میں بھی  
درج ہے۔ لیکن یہ غالباً اور الذکر کی نظم ہے کیونکہ انہوں نے  
اپنی دوسری نظموں میں بھی اس امر کا ذکر کیا ہے کہ ان کا نام پہلے  
حیدر تھا بعد کو فقیر اللہ شاہ مشہور ہوئے۔

آغاز۔ سب طرف سواب تو ہوں چار شکل کشا۔ یکسی میں کوئی نہیں باری شکل کشا  
غیر سے کہنے کا ہے انکار یا مشکل کشا۔ درویر اتم سے ہو ظہار یا مشکل کشا  
دے کر وہ طلب کو میر۔ باری شکل کشا

انتہام۔ یا علی روز ازل سو ہوں تہا ریں ظلام ظاہر نبی سے میر حیدر آزاد و نام  
تم سو اس کے کہوں یا پنا دو کھیر نام صدق سے کہتا ہوں تم پر امرے سرور نام  
ہر گھڑی ہر پل میں سو سو باری شکل کشا

۲۔ حجرا۔ یہ وقار کا ۲۰ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس میں محرک کر بلا  
کا تذکرہ اور حضرت امام حسینؑ کی مدح و منقبت بطور سلام درج ہے  
وقار کوئی غیر معروف شاعر ہے۔ ممکن ہے کہ کاتب نے غلط تخلص  
درج کر دیا ہو۔

آغاز۔ جلوہ ہے جو غبار درلو تراب میں اے مجری وہ ذر کہاں آفتاب میں  
پڑو مجری سلام وہ شہ کی جناب میں جس کو گھیں فرشتہ بیاض ثواب میں  
انتہام۔ دن میں جلا کش کے خیام فلک شکوہ تاب شعاع صرت تھے جن کے طباب میں  
ہے وقت گریہ آہ زہر بار کرد وقار ۲۱ بندہ برق ہوتی بے اکثر سحاب میں

۳۔ سلام۔ یہ ذبیحہ کا ایک سلام ہے جس میں ۷ اشعار ہیں۔ مرزا سلامت علی  
ذبیحہ (متوفی ۱۲۹۲ھ) لکھنؤ کے مشہور مرثیہ گو ہیں جن کے حالات

۱۰۔ ہجو کینز۔ ۱۱ ابیات کی ایک شتوی ہے جس میں ایک فاحشہ کینز کا حال بیان کیا گیا ہے۔ بعض بیتیں فحش ہیں۔ مصنف کا پتہ نہ چل سکا۔

آغاز کیا: بال جہا ہمارو زور بادہ ہے کھڑا..... مثال بادشاہ اختتام۔ بی بی گرو پھل کھا کھا ہے حل بولہ بولہ میرے میاں کا ہے حل ۱۱۔ مسدس ہجو یہ۔ پانچ بندوں کا ایک مسدس ہے جس میں مولویوں اور مشائخوں کی ہجو کی گئی ہے۔ ہر بند کا آخری شعر ہم قافیہ ہے۔ شاعر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

آغاز۔ دل ہے دیوانہ زلف کی لٹ کا کہہ تو شمع سے دیوے مت بجھکا جسے عشق کھا گیا ہے گھونگٹ کا گھورنے کا لگا ہے کیا چٹکا اب سرائے تیری چو کھٹ کا کیوں تو کرتا ہے آسرا پٹ کا اختتام تیری آمد بھلاوے آسقا بن ہی جاتے ہیں احوال و نا قی دور بینک نشہ میں تریاتی بے خودی میں رہے نہ کچھ باقی ان اے عالم تری چھپر کھٹ کا کیا مزا تھا ہر ایک کروٹ کا

۱۲۔ مناقب امیر۔ ۱۲ بندوں کا ایک مسدس ہے جس میں عارفانہ مضامین لکھے گئے ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع مشترک ہے۔ ۱۲ بندوں کے ۱۲ شعر کا تذکرہ اسپرنگ نے لکھا ہے۔ دیکھو یادگار شعرا صفحات ۳۱-۳۲۔ لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون سے امیر ہیں۔

آغاز۔ دیکھو ہم خوش ہیں جام جم کے سات شب کو غلط ہے اس صنم کے سات دید کا سید ہے حرم کے سات دیدہ ہستی میں ہو عدم کے سات تم پھر و جاؤ جی حشم کے سات ہم بھی حاضر ہیں دم قدم کے سات

اختتام عشق ہمیں جس کا ہو چکا ہو امیر خاک کا بستر اچھا ہے امیر کیوں تو اپنے میں گم ہوا امیر پنجن کے کالے آسرا ہے امیر

۱۳۔ مناقب شاعر۔ ۱۳ شعر بطور غزل کے لکھے ہیں۔ اس تخلص کے ۱۳ شعر کا تذکرہ اسپرنگ نے اپنی فہرست میں کیا ہے (دیکھو یادگار شعرا صفحات ۲۰۲ و ۲۰۵) لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس شاعر کی غزل ہے۔ آغاز۔ اے دل خوب پاک کہانا علی علی ہر شوق دل کے پیچ سنانا علی علی اختتام۔ بس ختم کرتا رہا پڑھنا اب یسعی کلام یک رنگ خوب پاک ڈھانا علی علی ۸۔ محسن عشقیہ۔ شاعر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ کل پانچ بند ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔

آغاز۔ شوق تو تیرا ہی اب مجھ کو صنم باقی ہے آفت عشق ہے اردو دوالم باقی ہے ایک جفا کر چکے دوسرا یہ صنم باقی ہے تیغ بسمل کو مرے اوروں سے خم باقی ہے روز و صلت میں ترے ہجر صنم باقی ہے

اختتام۔ نشہ حسن میں ہوش نہ مانا مغرور سچ کہو آپ کا کیا ہو ٹیکا بھلا یہ سنو تم کو ہر طرح کی سونگہ کھانا منظور اچھو تم پر میں فدا جاؤ اور ایماں مسرور سب صنم کھا چکے یک حق کی صنم باقی ہے

۹۔ مناقب سکندر۔ یہ پانچ بندوں کا ایک محسن ہے۔

سوائے پہلے بند کے باقی کے چار بندوں کا آخری مصرع ہم قافیہ ہے۔ اور قافیہ یہ ہیں۔ بہادر۔ دلاور۔ مقرر۔ سکندر غالباً دی خلیفہ محمد علی پنجابی ہیں جن کا ذکر سودا نے اپنی ہجو میں کیا ہے۔ یہ آخر عمر میں حیدر آباد چلے آئے تھے اور یہیں وفات پائی۔ ان کا حال جملہ تذکروں میں درج ہے۔

آغاز۔ اب لکھا آگئے تری ایسی شجاعت یا علی عرش پر چاہتے ہیں مجھے ی تیا علی اور کی پر لکھی تری ولایت یا علی عرش پر کہتے ہیں سب جو رولیا علی ثانی یہ تیرے نہیں کس میں کرامت یا علی

اختتام۔ بس مناقب کو لکھا تو نے غریبان غریب پنجن کے سائیں کہتا غویا غریب دین میں پایہ تیرا ہے کا غریبان غریب سب صبح کی پہر میں کھا غویا غریب ملک اس دکن میں آس (د) سکندر یا علی

شافع حشر میں اہم کے سات

ہم بھی حاضر ہے دم قدم کے سات

۱۳۔ محسن - ۱۸ بندوں کا ایک محسن ہے جس میں ہر بند کا آخری مصرع ہم قافیہ ہے۔ اس نظم میں کسی غیر معروف شاعر نے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول کی جو لکھی ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد ایک مسافر مدینے میں آیا اور خلیفہ کو ڈھونڈ کر چند سوالات کئے۔ خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دیا کیونکہ وہ سوالات سمجھ میں نہ آتے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان سوالات کا جواب دیا جس کی بنا پر شاعر نے حضرت علیؓ کو خلافت کا مستحق اور حضرت ابوبکرؓ کے طرفداروں کو فاجر قرار دیا ہے۔

آغاز - روایت ہے یاروں کے بعد انبشیر جواں ایک آیا مدینہ کے اندر لگا پوچھنے سب سے ہو کر سنخور کہ اس نہر کاں گدا تو نگر

خلیفہ اسے کون ہے بعد سرور

اقتسام - بس ہمارا جو قوم کہتا ہو تم سے میں واقف نہیں ہو کسی نام سے جب ایسے بندے غم بکھرے کا دم والا علی ہیں گے صدمہ او کی غم سے

جو ساقی ہے میرا وہ ساقی کوثر

۱۴۔ غزل مولائی - ۵ شعر۔ اس تخلص کے ایک مرثیہ گو بھی گزرے ہیں ممکن ہے یہ غزل انہی کی ہو۔

مطلع - کل سے گلو مجھے دینے کا تیر میں گل یہ نیا اور کھلا آج کی نظر میں گل مقطع - رو رو دل میں ہے یہ مولائی کے بلا مولا نت چرایا کروں میں روضہ شیریں گل

۱۵۔ مناجات غلامی - یہ ایک محسن ہے جس میں ۷ بند ہیں۔

ہر بند کا آخری شعر مشترک ہے۔ غلامی عہد ابوالحسن قطب شاہ کا ایک شاعر تھا جس نے کتاب ”پدا مات“ دکنی نظم میں لکھی تھی (اردو شہ پار)

لیکن یہ مناجات شاہ غلام محمد غلامی کی ہوگی جو شاہ حاتم کے دوست اور درویش منش شاعر تھے اور ان کی طرح تکیہ شاہ تسلیم میں بیٹھے تھے دیکھو تذکرہ سرور مصنفی۔

آغاز - مجھے یا شاہ شاداں کب کرو گے تفضل مجھ پہ ارزاں کب کرو گے

بیر عذاب سااں کب کرو گے میرے دشمن خراساں کب کرو گے

کرم یا شاہ مرداں کب کرو گے

مری مشکل کو آساں کب کرو گے

اقتسام - غلامی کے تین ہوشا حامی یہ دولت جب تلک تیری غلامی

ترقی دہیز کا گل ہوں دہی ترے ہوں اتانے کا سلامی

کرم یا شاہ مرداں کب کرو گے

مری مشکل کو آساں کب کرو گے (ورق ۲ ب)

۱۶۔ غزل گو تیر - ۷ شعر۔ شاعر کی نسبت کوئی معلوم نہ ہو سکا۔

مطلع - دل کہ ہے منظر اپنے صنم کا جو کہ جھکڑا پاویں گے

دیکھو مرکز صاف وہ صاحب یہاں سے کہاں تم جاویں گے

مقطع - رکھیں بغل میں اپنے پریرد اتو ہمیشہ اسے گو تیر

دیکھ منور جن پریرد ہاتھ ہا سر کاویں گے (۲ ب)

۱۷۔ غزل رسا - ۵ شعر۔ اس تخلص کے تین شاعروں (علیم اللہ

رسا - مرزا بلخی رسا اور مرزا تقی رسا کا ذکر ذکا اور سرور کے تذکروں

میں ملتا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ غزل کس رسا کی ہے۔

مطلع - مرے تو وصل سے گلرو کی آرزو گئی بہار گو کہ گئی پروہ جستجو نہ گئی

مقطع - ہزار طرح سے سمجھایا میں تج کو رستا یہ خٹے بد زری آماہ رو کھو نہ گئی

۱۸۔ غزل فیض - ۵ شعر۔ مقطع نہیں ہے۔ البتہ مطلع میں لفظ

فیض دج ہے اور غزل پر بھی غزل فیض لکھا ہے۔ اس تخلص کے

۵ شاعر معروف ہیں۔ دیکھو یادگار شاعر (۱۵۹)۔ یہ غزل غالباً

شمس الدین فیض دیکھو منظوم نمبر ۱۹۴ کی ہوگی۔

مطلع - ہم تو سنتے تھے کوئی فیض سا ہوشیا نہیں آج دیکھا تو محنت کا سزا نہیں

۱۹۔ غزل نامعلوم - ۶ شعر۔

مطلع - کیوں کہتے ہو پاس اپنے بلانے کے نہیں ہم

اور اپنی جھلک تم کو دکھانے کے نہیں ہم

قبول کئے گئے میرے۔ برخیزد خود را بجنباں۔ اٹھو اپنے تئیں حرکت دو۔  
 "اقدت مارا مشاہدہ نمائی۔ یوں نور من خود را بجنباںید۔ کہ جب  
 قدرت میری غور سے دیکھنا کرے جب نور میرا اپنے پروبال کو حرکت دیا۔"  
 اصل فارسی عبارت ان جملوں پر ختم ہوتی ہے:-

"بازیرسد۔ ہمہ گروہ پیشتر در بہشت کہ خواہد آمد۔ گفت گروہ  
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اول در بہشتند در آیند۔ بازیرسد کہ  
 جائز الندا آفرید۔ است۔"

یہ بیاض نواب عنایت جنگ جبار کا عطیہ ہے۔ اس کے  
 آغاز و اختتام پر ان کی جیفنوی ہر اور۔ تحت "عنایت امیر  
 حیدر آباد" ثبت ہیں۔

## [۸۰۰] دیوان شرف

ادراک۔ ۳۲۔ سطور ۱۵۔

تقطیع ۶۸ ۱/۲ خط نستعلیق۔

مصنف۔ شرف النساء بیگم۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۱۳۳ھ  
 کاتبہ۔ زیادہ تر مصنفہ۔ زمانہ کتابت قریب ۱۱۳۵ھ  
 شرف النساء بیگم زوجہ سید غلام دستگیر قادری، شیخو سلطان  
 کے مشہور سپہ سالار میر میراں سید اترق کی پوتی تھیں۔  
 بعد زوال سلطنت ان کے دادا کو لارڈ ولزلی نے سند  
 اور ماہوار عطا کی تھی۔ یہ ۱۲۴۵ھ کے قریب پیدا ہوئیں  
 اور ۸۶ سال کی عمر میں ۱۳۳۳ھ سے قبل وفات پائی۔

ان کے فرزند مولوی سید احمد قادری مرحوم رنائب صدر  
 محاسب سرکار آصفیہ (اپنے تدین، جاہت اور وضعاری  
 کی وجہ سے مشہور تھے اور پوتے مولوی رحمت اللہ  
 بیرسٹر اٹ لاناظم محکمہ رجسٹریشن سرکار عالی ایک نیک دل اور

۲۰۔ غزل لطیف۔ یہ ۷ اشعار کی غزل ہے جس کے زیادہ تر  
 اشعار افغانی ہیں۔ لطیف کی ایک غزل کا مکمل اور حالات متعلقہ ہر  
 ۳۹ کے بیان میں درج ہیں۔

ملح۔ ترے باغ حرم کے صنم نہ تو گل مانہ ترولا۔ "ریک شاخ بدلی کا جولا سونا بکرنا  
 قطع۔ کبھی دپہ دیر کہ جبار کبھی جی حرم سر گلہا۔ پہلے دن کے لطیف کو کہیں رانا نہیں گھوڑا

۲۱۔ جواب سوال ہندوستانی۔ اس عنوان کے تحت فارسی چھ اور  
 ان کا اردو ترجمہ مسلسل کھا گیا ہے۔ یہ ایک مربوط عبارت ہے جس میں  
 تقریباً ۶۰ سطریں ہیں۔ نہ نے کے طور پر ابتدا اور آخر کی دو دوسریں  
 درج ذیل ہیں۔ مولف کے نام کا پتہ نہ چل سکا۔

ابتدا "کسے آنجا است کوئی وہاں ہے۔

نہ صاحب نہیں صاحب۔

نوکراں آمدہ اند نوکراں آئے ہیں۔

بہیں ہمہ نیامہ اند سب نہیں آئے ہیں۔

کدام نیامہ کون نہیں آیا۔"

اختتام۔ من می خواہم کہ سفر دیا کنم میں چہتا ہوں کہ دریا کا سفر کروں  
 سفر خشکی بسیار خوب است خشکی کا سفر بہت اچھا ہے۔  
 ترجمہ "تمام شد بخاطر فاضل بیگ نوشتہ است"

۲۲۔ نور نامہ۔ یہ فارسی نثریں نور محمدی سے متعلق ایک رسالہ ہے جس کے  
 ایک ایک جے کا اردو ترجمہ ساتھ ہی ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ اس میں  
 جملہ ۱۷۰ سطریں ہیں۔ لیکن اردو ترجمہ صرف ابتدائی ۲۵ سطروں  
 ہی کے ساتھ درج ہے۔ بعد میں صرف فارسی لکھی گئی ہے۔ اردو ترجمہ  
 کا آغاز و اختتام یہ ہے۔

آغاز نقل است۔ نقل ہے۔ کہ چون۔ کہ جب۔ حضرت رسالت پناہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم را آفریدہ است۔ اللہ تعالیٰ جب رسول خدا  
 کو پیدا کیا۔ در حدیث آمدہ است۔ بیچ حدیث کے آیا ہے۔  
 اختتام "اے حبیب من واٹے برگزیدہ من۔ اے دوست میرے دے

بعض اصل مصرعے اور ان کی اصلاح شدہ شکلیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

### اصل مصرع

اے رسول خدا ہوں میں بے قرار ترے ہجرتے دل ہے زار و تزار  
اصلاح شدہ مصرع

محبوب خدا اے شاہِ اہم ترے ہجرتے دل ہے خانہٴ غم  
اصل مصرع اصلاح شدہ مصرع

دکھلا کے قلم اپنے شرف دے تجھے شتا | دکھلا کے اپنا جلوہ شرف دے تجھے شتا  
پائی ہے شرف دیکھ تجھے تیری پرستار | پائی ہے تجھے دیکھ شرف تیری پرستار  
بس کافی ہے اک نظرِ کرم میری شفا کو | بس کافی ہے اک ترچھی نظر میری شفا کو  
تیرے رضی عشق کو دریاں نہیں درکار | تیرے مرض عشق کو دریاں نہیں درکار

اس مجموعے میں تقریباً ایک ہزار شعر ہیں جو زیادہ تر غزلوں کی اور کچھ مختصر نعتیہ قصیدوں اور مسزادوں کی شکل میں ہیں۔ اس مجموعہ کی وجہ سے دکن کی ایک اچھی شاعرہ اردو دنیا سے روشناس ہو رہی ہیں۔ اردو کی بہت کم خواتین ایسی ہیں جن کے کلام کا اتنا مکمل مجموعہ محفوظ ہے۔ اس وقت تک دکن میں صرف ماہ لقا بانی چنڈا کو صاحب دیوان کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔ اور وہ بھی چونکہ طبقہ طوائف سے تعلق رکھتی تھی اس لئے اس کا کلام نسوانی ذہنیت کا مکمل نمونہ نہیں سمجھا جاسکتا اس لئے موجودہ معلومات کی حد تک شرفِ دکن کی پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ایک مکمل دیوان مرتب کیا جو اب تک محفوظ ہے اور جس پر جگہ جگہ مصنف نے خود اپنے قلم سے اضافے کئے ہیں یہ محفوظہ غالباً مصنف ہی کی اولاد کے یہاں محفوظ رہا۔ چنانچہ اس پر سید محمد قادری کے دستخط ہیں۔ اور

ادامے کو ہنگنڈہ سے ۱۳۵۹ھ میں بطور عطیہ حاصل ہوا۔

قابل عہدہ دار ہیں جنہوں نے نائب معتمد امور عامہ اور پروفیسر جاگیردار کالج کی حیثیت سے اپنی علمی و انتظامی قابلیتوں کی بناء پر شہرت حاصل کی ہے۔ اور ان کی زوہ محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ ادارہ ادبیات اردو کی محاسن رفیق اور اس کے شعبہٴ نسوان کی روح رواں اور سرگرم معتمد ہیں۔ شرف النساء بیگم قدیم طرز کی تعلیم یافتہ قانون نویس۔ شعر و سخن سے ذوق تھا لیکن قدیم زمانہ کے معزز خانہٴ دلوں کی خواتین کی طرح مذہبی کتب کا زیادہ مطالعہ کیا تھا اور اپنے کلام میں بھی صرف عشق حقیقی اور نعتیہ مضامین پر اکتفا کیا ہے۔ یہ محفوظہ غالباً ان کا مکمل مجموعہٴ کلام اور خود ان کا بیضہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طباعت کے لئے اس کو مرتب کر رہی تھیں اور تکمیل کی خاطر کسی استاد سے اس مجموعہ پر اصلاح لی تھی۔ چنانچہ جگہ جگہ حاشیہ پر اصلاحی الفاظ اور مصرعے درج ہیں اور بعض مقامات پر استاد نے ہدایتیں بھی لکھ دی ہیں۔ ان ہدایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد دعویٰ فارسی کے بھی عالم تھے۔ بعض ہدایتیں نمونے کے طور پر درج ذیل ہیں :-

(۱) چونکہ یہ بحر اردو میں مستعمل نہیں اس لئے ہر شعر غیر موزوں نظر آتا ہے اس لئے بجائے ہمارا امرِ دلین ہونا چاہئے۔  
کیونکہ یہ بحر اردو میں بالکل ناجائز ہے۔ ہاں عربی قصیدہ ہوتا تو مضائقہ نہ تھا۔ (ورق ۱۳)

(۲) محبوب خدا خاص لقب آنحضرت صلعم کا ہے اور حضرت محبوب سبحانی کا لقب ہے حضرت غوث پاکؒ کا۔ (ورق ۱۶)

(۳) مناسب ہوگا کہ اسی ردیف میں دوسری غزل قافیہ درست کر کے لکھی جائے۔ وہ صحیح کر دی جائے گی (ورق ۱۷)  
استاد کی اصلاحوں کی وضاحت کے لئے اب شرف کے

آغاز:-

منظہر کسریا نہیں ملتا سرور انبیا نہیں ملتا  
جان لب پر ہے بحر میں جسکے وہ میحاً مرا نہیں ملتا  
شبِ فتنہ کی تیرگی کب تک نہ بدرالجبی نہیں ملتا  
جان و دل اپنائیں کوں قریباً مجھ کو خیر اوری نہیں ملتا

اختتام:-

سیر کی افلاک کی اک آن میں ایسی برتر شان والا کون ہے  
نور سے تیرے ہو اپیدا جہاں تو ہی نور رب ہے تجھ سا کون ہے  
رب سے جو مانگا دی تجھ سے ملا اور ایسا حق کا پیار کون ہے  
جان دے آخر نبی کے عشق میں جز شرفِ مشتاق ایسا کون ہے  
اس کے بعد پانچ چھ اوراق اور شامل ہیں جن  
میں مختلف غزلیں زیادہ تر مصنفہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی  
درج ہیں۔ درمیان میں ایک صفحہ پر خضاب کا نسخہ اور  
طریقہ استعمال بھی اردو نثر میں لکھا ہوا ہے۔

## (۲۴۸) بہارِ گلشن [۷۸]

ادراق ۲۹- سطور ۱۷۷ (۳۲ ابیات فی صفحہ)

تفکیع ۷۷ x ۱۱ - خط نستعلیق۔

مصنف۔ شوق۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۲۵۰ھ۔

سنہ کتابت۔ ۱۲۹۷ھ۔

مولوی قدرت اللہ شوق رامپوری کا بیان اس تذکرہ  
محظوظات صفحہ ۱۸۸-۱۹۰ میں گزر چکا ہے۔ انہوں نے  
اردو شعر کا ایک تذکرہ گلشن پر غار لکھا تھا۔ غالباً یہ مثنوی  
”بہارِ گلشن“ بھی نام کی مناسبت کی وجہ سے انہی کی تصنیف ہے۔  
ایک اور شوق (محمد علی) کی کتاب ”چہار درویش“ منظوم کا

تذکرہ محظوظہ نمبر ۱۰۱ کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اس عہد کے ایک

اور شوق (نواب مرزا حکیم تصدق حسین خاں لکھنوی) مشہور  
مثنوی گوئے لیکن ان کی مثنویوں (زہرِ عشق، بہارِ عشق، قریبِ عشق،  
لذتِ عشق اور خیرِ عشق) کی فہرست میں ”بہارِ گلشن“ نام کی  
مثنوی شامل نہیں ہے۔ البتہ ”بہارِ عشق“ ایک مثنوی ہے  
جو زیرِ نظر مثنوی ”بہارِ گلشن“ سے بالکل جدا اور وہ سرقی بحر میں ہے۔

یہ مثنوی تقریباً دو ہزار ابیات پر مشتمل ہے اور اس میں  
حمد و نعت و مناجات کے بعد اصل داستان شروع کی گئی ہے  
جو شاہِ عجم کے فرزند ماہِ عالم اور غمخوارِ دی یاسمن کے عاشقہ  
پر مشتمل ہے۔ مصنف نے قدیم مثنویوں کی طرح فوقِ فطری  
عناصر سے پلاٹ کی تکمیل میں مدد لی ہے۔ اور قصہ کا آغاز و اختتام  
بھی بالکل روایتی ہے۔ نیچے شہزادے کی پیدائش تعلیم و تربیت  
اور ایک تاجر کے یہاں یاسمن کی تصویر دیکھ کر اس پر عاشق  
ہونا اور پھر اس کی تلاش میں نکلنا۔ راستہ میں طرح طرح کی  
پریشانیوں میں مبتلا ہو کر آخر منزل مقصود کو پہنچنا۔ شادی۔  
وطن کو واپسی اور جشن و خوشی۔

شاعر نے مثنوی کے درمیان میں جو غزلیں لکھی ہیں ان کے  
مقطع سے بھی مصنف کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ایک غزل کا  
مقطع یہ ہے:-

ہاتھ آئے گی کا کل ایک دن شوق باقی جو نفس کا سلسلہ ہے (وق ۱۶)  
آغاز داستان سے قبل ”عمر و خاکساری بدرگاہ جناب باری“  
کی سرخی کے تحت جو ابیات لکھی ہیں اس کے آخر میں مصنف  
نے اپنا تخلص اور مثنوی کا نام اس طرح درج کیا ہے۔  
اس نسخہ کو کیسیا پہ جو فوق یہ گل ہو بہارِ گلشن شوق  
آغاز:- اللہ کی حمد و زبان پر ہے آج داغ آسمان پر  
وصف او کے لکھیں جو لکھنے کا کوئین کے دو ورق ہوں کالے

اختتام :-

اشتر کے محل میں زہرہ آئی ظاہر کی نقطہ تھی یہ جدائی  
یک دل رہے آشکار ہے سب ہمد رہے ہم نوار ہے سب  
ترقیمہ :-

”شہنوی بہ ابحال شاہزادہ ماہ عالم و شاہزادی یاسمن  
حب فرمایش جناب فیض ماب محمد اجد علی خاں صاحبہم  
پرچہ اخبار تحریر کرد ۱۳۹۲ھ“

یہ مخلوط نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ پہلے ورق کی  
پیشانی پر ان کی بیضوی مہر ”مصدقہ الطاف و عنایت حسین  
۱۳۳۶ھ“ ثبت ہے۔

آغاز :-

کون کر سکتا ہے اس غلاقِ اکبر کی ثنا  
نارسا ہے شان میں جس کی پیغمبر کی ثنا  
سرور اس منہ سے ہو سکتی ہے کب نعتِ رسول  
یا ابابکر و عمر عثمان و حیدر کی ثنا

اختتام :-

مسافر نو کے آئے ہیں یہاں میں تب سے وحشت میں  
قیامت ہے اگر ہم اس خرابے میں وطن کرتے  
کوئی فرما دجیے بے زباں کو قتل کرتا ہے  
یقین ہم وہاں اگر ہونے تو ایک دو دوچن کرتے

ترقیمہ :-

تمت تمام شد دیوان یقین بتایخ شانزہم جمادی الاول ۱۲۲۵ھ

روز پنجشنبہ بوقت یک پاس روزہ برآمدہ۔ در فرخندہ میناد

حیدر آباد برائے پاس خاطر حضرت برحق اوستاد کمال

منج فضائل ہادی شاگرداں حکم کراہ منزل محسن میاں

المخاطب بہ محسن ساکن بودن و خطیب قصہ مذکور بدست

احقر العباد بندہ بنگٹ پرشاد المتخلص بہ عاشق (یا عیاش) دب۔

کاتب نے اپنے جن استاد محسن کا ذکر کیا ہے وہ بھی ایک

بڑے عالم و فاضل اور ادیب و شاعر تھے۔ ان کی ایک

فارسی کتاب ”گلستانہ محسنی“ ادارے کے فارسی محظوظات

کے ذخیرے میں محفوظ ہے اور اس کا ذکر ”تذکرہ محظوظات فارسی“

میں شائع ہو گا۔ یہ کتاب علامہ میں نواب شمس الامرا کی

فرمایش پر لکھی گئی ہے۔ اور اس میں بودھن کی تاریخ بھی

ایک عمدہ باب میں درج ہے۔ بودھن کو شکر کے کارخانے کی

وجہ سے زمانہ حال میں خاص اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ محمد حسن

محسن بودھن ہی کے منوطن اور خلیفہ تھے۔ نواب شمس الامرا چاکر

## (۲۴۹) دیوان یقین [۷۰۸]

ادراق - ۳۳ - سلور ۱۶ -

تقطع ۵ x ۸ خط نستعلیق۔ عنوان اور تخلص سرخی میں۔

مصنف - انعام اللہ خاں یقین۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۲۵ھ

کاتب - بنگٹ پرشاد۔ سنہ کتابت ۱۲۲۵ھ

یقین کے اور دیوان ادارے میں محفوظ ہیں۔ (دیکھو تذکرہ

ہذا محظوظات ۷۱، ۷۵، ۸۳) یہ دیوان بالکل مکمل ہے

اور اچھے اہتمام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ہر مقطع میں تخلص سرخ

روشنائی میں درج کیا گیا ہے۔ اس میں تقریباً ایک ہزار

شعر ہیں۔ یہ اس لئے اہم ہے کہ اس میں ادارے کے پہلے

تین دوادین کے مقابلہ میں زیادہ اشعار ہیں اور مکمل دیوان

ہے نیز اس کا کاتب خود ایک شاعر ہے اور ایک بڑے شاعر

اور ادیب کا شاگرد۔

خود مقامی باشندوں نیز اس زمانہ کے صاحبان علم و فضل اور مؤرخین سے مواد جمع کیا تھا۔ اسی زمانہ میں دکن کے ایک مشہور مورخ منشی محمد شمس الدین امیر حمزہ تلخیص قند ہار کن مرتب کر رہے تھے (جو ۱۱۵۱ھ میں تکمیل کو پہنچی) ان سے بھی مولف نے تاریخی امور میں مشورہ کیا چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے:-

”یہ کمی یوں پوری ہوئی کہ مکرری جناب منشی محمد امیر حمزہ صاحب نائب سرشتہ دار ناظم طبع خانہ جات سرکار عالی دہلی کے بتقریب دورہ خلد آباد آئے۔ چونکہ تلخیص قند ہار دکن ان کے زیر تالیف تھی جس کی وجہ سے بہت سارے باہ ادون کے پاس موجود تھا۔ لہذا حسب ضرورت دو ایک نسخے انہوں نے مرحمت فرمائے“ (صفحہ ۱۵)

اس تاریخ کے مرتب رونق علی بھٹولی ضلع بارہ بنکی کے باشندے تھے لیکن مدرسہ خلد آباد عرف روضہ کے صدر مدرس تھے اس لئے وہاں عرصہ تک قیام کا موقع ملا اور اس طرح یہ تاریخ مرتب ہو سکی۔ چونکہ یہ کتاب بعد کو چھپی تھی اس لئے اس کی مزید وضاحت غیر ضروری ہے۔

آغاز:-

ناظرین کے سامنے تالیف کے یہ چند اجزاء پیش کرنے کے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے اسباب تالیف بھی تھوڑے سے بیان کر دیں۔ اگرچہ اس کے تحریر کرنے میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کسی قسم کی دلچسپی۔ لیکن اس قدر غور ہے کہ بزرگوں کے نام نامی کے ساتھ ان سرپرست احباب کے نام بھی یادگار رہ جائیں گے جو کتاب کے مسبب ہیں۔“

علم و فضلا کے قدردان تھے اس لئے انہوں نے مالک محروسہ کے اضلاع دیہات کے اکثر ادیبوں اور شاعروں کو اپنے یہاں بارہوٹ کیا تھا جن میں ادھونی کے شاہ علی اور بودھن کے محمد حسن بھی شامل تھے۔ حسن راقم الحروف کے پرانا تھا۔ ان کے فرزند اور راقم الحروف کے حقیقی نانا منشی وقار الدین حضرت قادری بی (دیکھو محظوظات ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲) کے داماد اور مولوی الوار اللہ خاں فضیلت جنگ کے بہنوئی تھے۔ وہ بھی پائیک گاہ آسمانجا ہی کے منسب دار تھے اور وہیں تعلقداری کے درجہ تک پہنچے ان کو بھی سلم و فضل اور انشا پردازی کا خاص ذوق تھا چنانچہ راقم الحروف کے کتب خانہ میں ان کی نقل کی ہوئی کئی قلمی کتابیں محفوظ ہیں جن میں سے اکثر ادارے میں بطور تحفہ داخل کر دی گئی ہیں۔ اور ان کا ذکر اس تذکرے میں بعد کو درج ہوگا۔

ان کے فرزند مولوی ریاض الدین خلیب بودھن اب اپنے دادا محمد حسن کے موروثی معاش و النامی اراضی پر قابض ہیں۔

## (۲۵۰) روضۃ الاقطاب [۷۰۹]

اوراق ۸۸ - سطور کہیں ۲۰ اور کہیں ۱۶ -

نقطہ - ۸ x ۱۳ - خط نستعلیق -

مصنف رونق علی - سنہ تصنیف قریب ۱۳۱۹ھ -

کاتب - وقار الدین - سنہ کتابت ۱۳۳۲ھ -

یہ ضخیم کتاب روضہ خلد آباد اور اس کے اطراف و اکناف کی درگاہوں اور قدیم آثار کی مفید تاریخ ہے جس کی ترتیب میں مصنف نے بڑی محنت اور کاوش سے قدیم کتابوں اور



## (۲۵۱) چار گلزار [۷۱۰]

اوراق ۳۴ - سطور ۱۶ -

تقطیع ۸ x ۱۳ - خط نستعلیق -

مصنف - فضل الرحمان - سنہ تصنیف ۱۳۸۰ھ -

کاتب منشی محمد وقار الدین - سنہ کتابت قریب ۱۳۲۵ھ -

یہ مغلغائے راشدین کی ایک تاریخ ہے جس کو منشی فضل الرحمن

منصف عدالت سرکار عالی نے شاہیہ میں بمقام حیدر آباد مرتب کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاول ہے۔ ابتدا کے صرف ۲ ورق غائب ہیں۔

مصنف نے ہر باب کو کتاب کے نام کی مناسبت سے ایک

گلزار قرار دیا ہے۔ اور ہر گلزار میں چار چین یعنی ذیلی ابواب لکھے ہیں۔ اور ہر چین کو پھر ذیلی سرخیوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ ابواب کی تفصیل یہ ہے :-

گلزار پہلا - حالات حضرت ابوبکر صدیقؓ (صفحات ۵ تا ۱۹)

چین پہلا - کیفیت اسلام (ناقص الاول)

” دوسرا - فضائل حضرت ابوبکرؓ (ص ۶)

” تیسرا - وفات ” (ص ۱۲)

” چوتھا - کرامات ” (ص ۱۷)

گلزار دوسرا - حالات حضرت عمر فاروقؓ (صفحات ۱۹ تا ۳۵)

چین پہلا - کیفیت اسلام عرفانقؓ (ص ۱۹)

” دوسرا - فضائل ” (ص ۲۲)

” تیسرا - شہادت ” (ص ۲۷)

” چوتھا - کرامات ” (ص ۳۲)

گلزار تیسرا - حالات حضرت عثمان غنیؓ (صفحات ۳۵ تا ۵۱)

چین پہلا - کیفیت اسلام عثمانؓ (ص ۳۵)

اختتام :-

” صاحب کے گنبد کے علاوہ کاغذی پورے اور اس کے

معدو میں اور بھی بڑے گواہوں کے مرادات میں اور وہ سب

برائے الدین صاحب غریب کی اصحاب مشہور ہیں۔ فہرست

ذیل سے ان کے اسمائے گرامی کا علم ہو جائے گا۔“

اس کے بعد ۱۲ اصحاب کی فہرست مع تاریخ عرس و وفات

درج ہے :-

یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اور کاتب کا کوئی ترقیم نہیں ہے لیکن کتاب کے شروع کی پیشانی پر رقم تذکرہ ہذا کے والد مرحوم ”مہر ت حافظ سید غلام محمد شاہ قادری الرفاعی المتخلص بزعم نے یہ عبارت لکھی ہے :-

” در حالات بزرگان قصبہ خداداد شریف ضلع اورنگ آباد

کہ مولوی رفیق علی صاحب صدر مدرس مدرسہ اورنگ آباد

تحریر فرمود کہ خسرین محمد وقار الدین صاحب مرحوم قبل از

وفات خود در ۱۳۳۳ھ بدست خود تحریر فرمود۔“

یہ محمد وقار الدین وہی خطیب بودھن ہیں جن کے والد

محمد حسن محسن کا ذکر اس تذکرہ کے مخطوط نمبر ۲۶۱ میں گزر

چکا ہے۔ منشی وقار الدین خود بھی ایک ادیب اور فاضل تھے۔

اور پائنگاہ آسمانجاہی میں تعلقداری کی خدمت پر فائز تھے۔

یہ کتاب میں نے ادارے کے کتب خانہ میں بطور عطیہ داخل کی ہے۔

کتاب خانہ جامعہ اسلامیہ  
پاکستان

اور معجزات آپ سے ظاہر ہونے شروع ہوئے۔“

اختتام:-

”ایک روز وہ بدبخت اپنے شتر کو قلاب سے دروازہ

کے بندھ کر مسجد نبوی میں اندر مجلس کے آکر بیٹھا۔

وہ شتر بعد تھوڑی دیر کے مسجد میں آکر اپنے مولا کو

منہ میں پکڑ کر اٹھا اپنے سینے کے نیچے لے کر مل ڈالا۔“

اختتام حصہ قطعات تاریخی۔

نور در حال اصحاب نبی تعین کرد تا فصل حال بردہا ئے ماگرد و پدید

سال آتماش میں تحریر کردم احمد شہ عجب ایکا دنامی چار گلزار شہید

کوئی ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد رسالہ حسن جلد دوم نمبر ۱۲ کے

۲۴ صفحات نقل کئے گئے ہیں۔

اس نسخے کے کاتب راقم الحروف کے حقیقی نانا منشی وقار الدین

خطیب بودہن ہیں جن کا ذکر مخطوطات نمبر ۲۲۹ و ۲۵۰ میں

درج ہے۔ یہ کتاب میرے والد مرحوم حضرت حافظ سید غلام محمد شاہ

قادری کے کتب خانے کی ہے جس کو میں نے ادارے میں

بطور تحفہ داخل کیا ہے۔

چمن دوسرا۔ فضائل عثمان (۳۵)

”تمیرا۔ شہادت۔ (۳۹)

”چوتھا۔ کرامات۔ (۴۵)

گلزار چوتھا۔ حالات حضرت علی مرتضیٰ (صفحات ۵۱ تا ۶۸)

چمن پہلا کیفیت اسلام علی (۵۱)

”دوسرا۔ فضائل علی (۵۱)

”تمیرا۔ شہادت۔ (۵۱)

”چوتھا۔ کرامات۔ (۵۱)

کتاب کے آخر میں مشاہیر شعرائے معاصرین مثلاً حافظ میر تقی میر

فیض۔ شیخ خواجہ غلام احمد، احمد علی عمر، منشی عبدالصمد

اور قادیان سنن وغیرہ کے قطعات تاریخی فارسی و اردو

درج ہیں۔ اس تاریخ کے مصنف فیض کی جو تعظیم کرتے تھے

اس کا اندازہ ان القاب سے ہو سکتا ہے جو ان کے قطعہ تاریخ

کے اندراج سے قبل لکھے گئے ہیں یعنی:-

”قطعہ تاریخ شہنشاہ کنور شاعری دسریر آرائے

شہرستان سخنوری جناب مولوی حافظ میر تقی میر

فیض، ظلہ العالی“

یہ فیض کا آخری زمانہ تھا اور اس کتاب کا قطعہ تاریخ ان کا

قریباً آخری کلام ہے۔ فیض کا ایک غیر مطبوعہ اردو دیوان

اور فتویٰ ”فیض باری“ ادارے میں موجود ہے۔ لادیکو تذکرہ ہذا

مخطوطات نمبر ۱۹۳، ۱۹۴

تمہ نے اس کتاب کا سنہ تصنیف اس مصرع سے نکالا ہے

چار گلزار نسخہ اصحاب

۱۲۸۰ھ

آغاز:-

”کہ جب حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرق خلافت کے واسطے تبلیغ احکام کے مبعوث کیا

(۲۵۲) منتخب دیوان ناظم (۳۲۲)

ادراق ۳۹۔ سطور ۱۵۔

تقلید  $5 \frac{1}{4} \times 9 \frac{1}{4}$ ۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ سید یوسف علی خاں۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۸۱ھ

کاتب۔ سورج بہان میکش تھانوی۔ سنہ کتبت ۱۳۰۶ھ۔

بمقام حیدرآباد۔

یہ نواب سید یوسف علی خاں فردوس مکاں متونی

کا منتخب دیوان ہے جس کو اردو کے ایک مشہور شاعر اور متونی

مبداء فیاض سے دونوں ہیں ناظم بہرہ یاب  
 میں بھی ہوں استاد کے حسن طبیعت کا شریک (ورق ۸ اب)  
 اس میں غالب کے اس شہور شعر کی طرف اشارہ ہے  
 انچہ در مبداء فیاض بود آن من است  
 گل جدا ناشدہ از شاخ بدامان من است  
 اپنے استاد کے انداز پر میرا ہے کلام

مجھ کو ناظم ہوس پیروی میر نہیں (ورق ۱۲۳)  
 بعض لوگوں نے نواب یوسف علی خاں کو اسیر لکھنوی کا بھی  
 شاگرد لکھا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ اپنی وفات تک  
 مسلسل غالب کو کلام دکھاتے رہے۔ نواب کی شاعری اور  
 علم دوستی کے تفصیلی حالات مکاتیب غالب (مطبوعہ مطبعہ  
 قیمہ بھئی) کے دیباچہ میں مولوی امتیاز علی صاحب عرشی  
 نے قلمبند کئے ہیں۔

یہ محظوظ دو وجوہات سے اہم ہے پہلی یہ کہ ایک  
 حکمران شاعر کا غیر مطبوعہ کلام ہے اور دوسری وجہ یہ کہ ایک  
 ایسے بلند پایہ صوفی شاعر نے انتخاب کیا ہے جس کی تبدیلی مذہب  
 کی تاریخ اس کے ترقیہ سے متعین ہوتی ہے۔ جس کا ذکر  
 آگے درج ہے۔

اس میں تقریباً ۲۳۰ غزلوں کے ایک ہزار شعر  
 درج ہیں۔ کلام میں جگہ جگہ غالب کا رنگ جھلکتا ہے اور متعدد  
 غزلیں انہی زمینوں میں ہیں جن میں غالب کی غزلیں مشہور ہیں  
 آغاز :-

محتاج نہیں قافلہ آواز دسا کا سیدی ہے بہ جگہ احسان خدا کا  
 خوشنودی معشوق ہے بخوبی علوش بے دروہے وہ خستہ کے نام دہاکا  
 احتشام :- عدو کے دل کا نہیں ٹھکانا نگہ تم اس پر نہ آزمانا  
 ہدف نہ ہو جنبہ جگہ ناظم تو کیوں نہ ناوک خطا کریں گے

سورج بھان میگیش نے (جو بعد کو مسلمان ہو کر شمس الحق سبحانی  
 صوفی کے نام سے مشہور ہوئے) منتخب اور نقل کیا ہے۔  
 نواب یوسف علی خاں غالب کے شاگرد اور سرپرست تھے۔  
 بچپن میں قیام دہلی کے زمانہ میں غالب سے فارسی پڑھی تھی  
 اہوالی رام پور ہونے کے دو سال بعد مولانا فضل حق خیر آبادی  
 کے ایما سے غالب سے مشورہ سخن کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ناظم  
 تخلص غالب ہی کا عطیہ ہے۔ انہی کی دعوت پر ششہ میں  
 غالب نے رام پور کا سفر کیا اور نواب نے بڑی قدر و منزلت کی تھی۔  
 ناظم نے شاعری کا آغاز ششہ امرہ ہی سے کیا اور اس  
 کے بعد آٹھ سال زندہ رہے۔ اس عرصہ میں ایک دیوان  
 مرتب ہو چکا تھا جس میں غزلوں کے علاوہ سلام بھی شامل تھے  
 چنانچہ غالب ان کے جانشین نواب سید کلب علی خاں کو  
 خط میں لکھتے ہیں :-

حضرت فردوس مکاں سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم  
 سے دو تین ہینے پہلے سلام پانچ سات لکھتے تھے اور  
 فردا فردا میرے پاس بھیجا کرتے تھے۔ جب وہ فراہم ہو چکے  
 تو محرم سے دو چار دن پہلے میں اصلاح کر کے بھیج دیا  
 کرتا تھا۔ اب کی برس ایک ہی سلام بھیجنے پائے.....  
 بھیجتا ہوں کہ وہ..... حضرت کے دیوان میں شامل ہو جائے

(مکاتیب غالب ۵۱)

ناظم نے اپنے اکثر مقطعوں میں بھی اپنی شاگردی کی طرف  
 اشارہ کیا ہے چنانچہ اس منتخب دیوان کے بعض ایسے قطعے یہ ہیں :-  
 کیوں نہ غالب کے ہوں اشراق کا قائل ناظم  
 دور سے جس نے سکھایا مجھے ایسا کہنا (ورق ۳۱)

استاد نے راہیں مجھے بتلائی ہیں ناظم  
 اب اور ہی انداز کے اشعار کہوں گا (ورق ۷۱)

کیوں خضر سکندر کو گیا راہ بتانے بیچارہ کو گمراہ کیا رہنمائے  
نمت تمام شد

اس کے بعد دوسرے صفحے سے میکش نے شاعری اور  
میر کے کلام کے مختصات نقل کئے ہیں جن کا ذکر آئندہ ایک  
جلدہ عنوان کے تحت درج ہے۔ انتخاب دیوان میر کے بعد  
یہ ترقیم لکھا ہے :-

”بقلم ناقص راقم بندہ سورج بھان سکندر خان بھون

حال وارد حیدر آباد دکن حسب فرمایش جناب خاں صاحب

محمد صدیق خاں سلمہ اللہ تعالیٰ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ“

دیوان ناظم کے پہلے صفحہ کے ناصیب پر ایک چھوٹی سی ہنست پہلو  
ہر شت ہے جس پر محمد صدیق خاں ولد علی بخش درج ہے۔

اس کتاب کے کاتب پنڈت سورج بھان گڑتوم

کے برہمن اور تھانہ بھون ضلع مظفرنگر کے رہنے والے تھے۔

اوائل شباب ہی سے درویشی کا شوق تھا۔ چنانچہ یوگیوں

کے شغل و مشغال میں مصروف ہو گئے۔ اتفاق سے ان کے

ایک ہم وطن صوفی منشی میرا مد علی حیدر آباد سے اپنے وطن

کو گئے تو وہاں سورج بھان ان کے معتقد ہو گئے اور

قدیم تذکروں میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہیں مسلمان بھی ہوئے۔

لیکن اس مخطوطے کے ترقیم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیدر آباد

آنے سے قبل مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ غرض امداد علی علوی

کے فرام میں ۲۷ صفر ۱۳۰۵ھ کو حیدر آباد پہنچے اور چونکہ

بے روزگار تھے غالباً کتابت پہلے ذریعہ معاش تھی بعد کو

حکماء صغائی میں بھی کچھ دن ملازمت کی یہ نسخہ ان کی آمد

حیدر آباد کے ٹھیک ایک سال ایک ماہ بعد نقل کیا گیا ہے

اور اس وقت تک تو وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے ورنہ اپنے

ہندو نام کی جگہ مسلمان نام لکھتے۔ اس طرح امداد حیدر آباد

سے قبل کے جو حالات تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم کے صفحات  
۵۴۳۵۲ میں لکھے گئے ہیں غلط ثابت ہوتے ہیں۔

امداد علی علوی کے علاوہ حیدر آباد کے ایک اور بزرگ

حضرت سردار بیگ بھی میکش کے مال پر ہربان تھے اور دراصل

انہی بزرگوں کے فیض صحبت اور باطنی توجہ نے میکش کو

شمس الحق بنادیا۔ ان کو حیدر آباد میں ایک اعلیٰ پایہ صوفی

اور شاعر مانا جاتا تھا چنانچہ ان کی وفات (۱۳۲۷ھ) کے بعد

ان کے شاگرد مولوی حبیب الدین صغیر ہر سال ان کی یاد میں

مشاعر منعقد کیا کرتے اور اس مشاعرے کی غزلوں کا مجموعہ

”ہزم اداس“ کے نام سے چھاپا کرتے تھے۔ میکش کی تصدیق اور

کے مرتبہ ”موقع سخن“ جلد دوم ۳۲۷ پر شالچ کی جا چکی ہے۔

تزک محبوبیہ جس وقت لکھی گئی اس وقت میکش صرف ۱۲

سال کے تھے اور اس وجہ کہ پہنچ چکے تھے کہ مولف نے شعرا

کے علاوہ ادیباء اللہ اور صوفیائے کرام کے سلسلہ میں بھی

ان کے تفصیلی حالات اور فضائل درج کئے اور ان کا نام

ان القاب کے ساتھ زیب عنوان کیا :-

”مستغرق دریائے توحید، مستہلک بحر تغیر، نواس محیط

سرمی، غواظ قلم، مجری، عارف ربانی، میکش خندان

معانی، حضرت شمس الحق سجاد علی صاحب میکش چشتی نظامی“ (۱۳۲۷ھ)

میکش نہایت پُرگو شاعر تھے اور ان کے چھ دیوان (”یخانة عشق“

غناء، خمائر، خرابات میکش، جوش میکش، شراب انصالحین، اور

پیمانہ میکش) ۱۳۳۰ھ تک شالچ ہو چکے تھے۔

یہ نسخہ مولوی مرزا ضامن علی صاحب غازی کا عطیہ ہے۔

اس کے بعد جو ترقیہ درج ہے وہ خطوط نمبر ۲۵۲ کے ختم پر درج کیا جا چکا ہے۔

## (۲۵۳) انتخاب میر و شاہی [۳۴۳]

اداق ۱۹۔ سطور ۱۵۔

قطع۔  $\frac{1}{4} \times \frac{5}{8}$ ۔ خط تعلیق۔

مصنف۔ شاہی۔ میر۔ آذرہ وغیرہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ۔

کاتب۔ سورج بھان میکش۔ سنہ کتبت ۱۳۰۶ھ۔

یرقنی میر کے منتخب کلام کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

جن میں سے ایک مولوی عبدالحق منہج النجمن ترقی اردو کا مرتبہ

ہے اور دوسرا جامعہ ملیہ نے مرتب کرا کے شائع کیا ہے۔

زیر نظر منتخب کلام میر اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ آج سے ۵۶

سال قبل مرتب ہوا ہے اور اردو کے ایک اچھے اور صاحب ذوق

شاعر میکش تھا نوی نے اس کو مرتب کیا ہے۔

یہ مجموعہ غالباً ناقص الاول ہے تاہم اس میں میکش

کے منتخب کئے ہوئے ۳۷۵ اشعار شامل ہیں۔

میر کا ایک اہم دیوان جو ان کی زندگی میں دلی میں

نقل ہوا ہے ادارے کے کتب خانہ میں محفوظ ہے (دیکھو تذکرہ

ہذا صفحہ ۱۰۸)۔ اس منتخب کلام کا آغاز و اختتام ان

اشعار پر ہوتا ہے۔

آغاز :-

اے قیامت نہ آئیو جب تک وہ مری گور پر نہ ہو جائے

رنگ دشمن کا فائدہ معلوم مفت جی کا ضرر نہ ہو جائے (دوق ۱۵)

اختتام :-

جدائی سے تیری اے صندلی رنگ مجھے یہ زندگانی درد سر ہے

نہیں ہے غیر کے قصے کی کچھ ہم کو خبر یوسف

زبان پر رات دن اس یار کا افسانہ رکھتے ہیں

(دوق ۱۶)

— ۲ —

شاہی تخلص کے دو شاعر (علی عادل شاہ شاہی اور

شاہ قلی غاں شاہی حیدر آبادی) بہت مشہور ہیں۔ یہ شاہی

بعد کے زمانہ کے شاعر ہیں۔ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ کلام

بہت اچھا ہے۔ میکش نے اس مجموعے میں ان کی غزلیں

(تقریباً ۶۰ اشعار) منتخب کر کے نقل کی ہیں جن کا آغاز و

اختتام یہ ہے۔

آغاز :-

غصہ میں جو ہولال تو رنگ اس کا نکھر جائے

یہ دوسری خوبی ہے کہ بگڑے ٹوسنور جائے

کیا وصل کا ہوا قصہ کہ نازک ہے وہ اتنا

گرد و عیان پہ چڑھ جائے تو وہ نہ اس کا اثر جائے

اختتام :-

تو ہم ہے دونوں کو گھیرے ہوئے وہ پہلو میں ہیں اور غلوں نہیں

تہیں ہو نزلے کہ بیزار ہو کسے درنہ شاہی کی پاہت نہیں

شاہی کی ان غزلوں اور دیوان ناقلم کے درمیان کاتب نے

آذرہ کی ایک اور معین کی ایک غزل نقل کی ہے۔

آذرہ (مفتی صدر الدین خاں دہلوی) غالب کے دوست

اور دہلی کے صدر الصدور تھے۔ عالم و فاضل تھے اور شعر و سخن

کامیابی چھا ذوق تھا۔ ان کی غزل کا مطلع و قطع یہ ہے :-

مطلع۔ آنکھ اٹھائی نہیں وہ سامنے سو بار ہوے

ہجر میں ایسے فرا مشگر دیدار ہوئے

مقطع۔ یہ ہیں آذرہ جو کہتے ہوئے شیا للشد

آج دیوڑہ گر خانہ خار ہوئے

حیات ہو۔ اس خطوط کے اختتامی اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے باب میں ”سلوک“ کے موضوع پر معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ مصنف علم دین سے واقف اور علوم متداولہ کا فاضل ہے۔ زبان و انداز سے پتہ چلتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں تصنیف ہوئی ہے۔ کتاب کا نام آخری ابیات اور ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے۔

آغاز :-

حرف حق کے بعد ہے نعت نبی دے ہدایت مومنوں کو یار نبی  
باب اول ہے نصیحت کا صیب باخبر ہو موت آئے عنقریب  
(اختتام :-)

باب اول ہو گیا یہاں سچیا مصطفیٰ پر ہو دروداں اور صلوٰۃ  
باب دوم سر پہ پہنچ ہے ذکر سلوک سالکان کو نہیں خدا بن پیاس بھوک  
ترتیب :-

”دعوت نزام شد رسالہ آپ حیات باب اول غلام حسین  
ولد لطیف صاحب پھنسنے بند مقام شاہ پور پیت (د)  
عادل پور دوازہم ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ“  
یہ نسخہ مولوی مرزا ضامن علی صاحب غازی کا عطیہ ہے۔

## (۲۵۵) کلام میرن و سید [۷۱۱]

اوراق ۶ - سطور ۱۹ -  
تقطیع  $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$  ۸ خط نستعلیق شکستہ آمیز -  
مصنف - میرن و سید - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۰۰ھ -  
کاتب - غلام حسین - سنہ کتابت ۱۲۹۲ھ -  
میاں میرن بزداری دلی کے شاعر تھے۔ زیادہ تر منقبت  
کہتے اور ہر ہجری چھینے کی ۲۱ تاریخ تک ۵ منقبت تیار کر لیتے تھے۔

معتین کی غزل کا مطلع مطلع یہ ہے :-  
مطلع - شب غم مر گیا میں دیکھ کر اپنی تباہی کو  
قضا آئی مری بیت الحزن میں عذوقی کو  
مطلع - معتین اللہ سے گری گدا کے داغ حسرت کی  
ہمانے اپنے سایہ میں چھپایا بادشاہی کو  
اس خطوط کے آخر میں بالکل فارسی شعرا کی دس  
بارہ غزلیں بھی شریک ہیں جن کا ذکر مذکورہ محظوظات فارسی  
میں درج رہے گا۔ یہ مجموعہ منتخبات دیوان ناظم کے ساتھ  
ایک ہی جلد میں شریک ہے اور اس کو سورج بھان (نسفی  
سجاد علی میکش دیکھو محظوظہ ۲۵۲) نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ  
منتخب غزلیات میر کے آخر میں لکھتے ہیں۔

”بقلم ناظم رقم بندہ سورج بھان سکنتہ تھانہ بھون  
حال دار و حیدر آباد دکن۔ حسب فرمایش جناب غاٹا  
محمد صدیق غاٹا سلمہ اللہ تعالیٰ ۳۰ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ“  
یہ خطوط مولوی ضامن علی صاحب غازی رفیق (دار و کا عطیہ ہے۔

## (۲۵۴) آب حیات [۷۱۲]

اوراق ۸ - سطور ۱۳ -  
تقطیع  $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$  ۸ خط نستعلیق -  
مصنف - حیات (د) زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ -  
کاتب - غلام حسین - سنہ کتابت ۱۲۹۲ھ -  
یہ ایک دکنی مثنوی کا پہلا باب ہے جس میں دنیائے فانی  
سے بے تعلقی اور خود آگاہی و عشق حقیقی کی طرف مختلف ذیلی عنوانوں  
کے تحت توجہ دلائی گئی ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ پوری مثنوی کتنے  
ابواب پر مشتمل تھی اور مصنف کون تھا۔ مگر ہے کہ اس کا تخلص

اس زمانے نے کیا ہے جھگو گردش سوں خفیر  
تجہ سر کیا سر پہ میرے ہے وسیلہ بے نظیر  
جلد میری کر دیا غوث اعظم و تنگیر  
اختتام :-

سید اکے دل سیتی اے شاہ دیں تو میں ہے دور  
صدق دل سوں ہر گھڑی رہتا ہے دتیرے حضور  
تیرے قدموں کی برکت سو سوار ہے اوس پونور

یونہی تیکو لپکار اب اوس کو ہے وقت ضرور  
جلد میری کر دیا غوث اعظم و تنگیر  
اس کے بعد دو صفحے سادہ چھوڑ کر کتاب ”آپ حیات“ نقل  
کی گئی ہے جس کا ذکر مخطوطہ ۲۵۴ میں گزر چکا ہے۔ اور اس  
کاتب کا ترقیمہ بھی اسی میں درج ہے۔

کلام میرن و سید سے قبل اس مخطوطے میں غالباً پشتو  
زبان کی کئی نظمیں بھی درج ہیں جن کا ذکر اس تذکرہ محظومات  
کی کسی اور جلد میں درج کیا جائے گا۔

## (۲۵۶) کلیات کاظم (۳۴۱)

اوراق ۳۶ - سطور ۱۳  
تقطیع ۳/۵ x ۸ - خط نستعلیق -  
عنوانات اور حاشیہ سرخی میں -  
مصنف کاظم علی - سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ -  
کاتب ” - سنہ کتابت ”

کاظم علی حیدر آباد کے ایک مرہٹہ الحال اور صاحب ذوق  
امیر زادے، حضرت ادب لاشاہ کے مددکنک گیری کے فواب  
برجنگ کے داماد اور فطرتی شاعر تھے۔ اوں کے کلام کا یہ

کسی شخص نے مجروح کر دیا تھا۔ بعد کو لکھتے چلے گئے اور وہیں  
مکان کی چھت سے گر کر فوت ہوئے۔ تذکرہ شورش و تذکرہ  
قاسم میں ان کا ذکر درج ہے۔ اور ادارے میں بھی ان کا اور  
کلام موجود ہے جس کا بیان اس تذکرہ کے مخطوطہ نمبر ۲۴۵ میں گزر  
چکا ہے۔ بقول قاسم ان کے کلام میں غلط صیغ اور طب و یالس  
بہت ہے۔

میرن سبزاری کی جو منقبت اس مجموعہ میں شامل ہے  
وہ ناقص الاول ہے۔ یعنی ابتدا کے ۳ بند موجود نہیں ہیں۔  
اس میں جملہ ۱۳ بند (ہر بند میں ۴ ہم قافیہ مصرعے) تھے۔ اس  
مخطوطہ میں صرف آخری ۱۰ بند ہیں۔

آغاز :-  
طوفانِ آب غار الہی جو تاب آ کشتی بتائے نوح اوس پر ہے گانا ندا  
اگر کہا جبریل نے اے نورخوش نقا کچھ پیر اگر یہ یاد ہونی الفور اے پڑا  
اختتام :-

میرن ہے سبزو غلامِ امام دین کرتا ہے عرض تم سے اللہ عالمیں  
منکر نیک پوچھیں خبریں یہ سوال دیں میں اون کوں یہی جواب دوں گا۔ دوزخیں  
(یہ شعر غلط ہے۔ پہلا مصرع غالباً یوں ہو گا۔ منکر نیک قبریں پوچھیں ال دیں)  
وصفِ بنی و آل بنی بر زبان ما گویا زباں برائے ہمیں درد ہاں ما

سید تخلص کے کئی شاعر اردو میں گزرے ہیں۔ (دیکھو یادگار  
شعر صفحات ۱۱۲ و ۱۱۳) لیکن اس مجموعے میں جس شاعر کی طویل  
مناجات درج ہے وہ کوئی قدیم دکنی شاعر تھے۔ یہ مناجات دراصل  
محبوب سبحانی غوث اعظم کی مدح و منقبت میں ایک بخش ہے جس  
میں ۷۱ بند ہیں۔

آغاز :- مل کر دھنکل مری یا حضرت پیران پیر  
ہے مرا حوال روشن تم کو اے روشن ضمیر

ناقص الاول لیکن نادرجہ مختلف اصناف سخن کے دلچسپ نوزوں پر مشتمل ہے۔ عام دواؤں کی ترتیب کے خلاف اس میں زمانہ تصنیف کی ترتیب سے نظمیں، غزلیں، مرثیے، مثنویاں وغیرہ درج ہیں۔ اس نے ردیف و ارتبیب ہے اور نہ صنف وار معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود مصنف نے نقل کیا ہے۔ اور بعد میں جگہ جگہ مصلح اور الفاظ میں خود ہی تبدیلی اور اصلاح کی ہے۔ اس کا کوئی دوسرا نسخہ کسی اور کتب خانہ میں ہمدست نہ ہوا۔

یہ اپنی نوعیت کا پہلا مجموعہ کلام ہے کہ اس میں زمانہ تصنیف کے لحاظ سے نظمیں درج ہیں اور اس لئے بھی اہم ہے کہ مصنف نے رسمی شاعری نہیں کی بلکہ اس کی تمام تر نظمیں خود شاعر کی آپ بیتی ہیں۔ کلام میں آورد اور تصنیح کا کہیں پتہ نہیں۔ آمد ہی آمد ہے اور اس لئے بعض شعر شاعرانہ محاسن سے محروم ہیں۔ چونکہ یہ ایک نادرجہ مجموعہ ہے ہم اس کی خاص خاص نظموں کی تفصیل مخطوط کی ترتیب کے مطابق درج ذیل کرتے ہیں۔ اس مجموعے میں پہلی نظم ایک مخمس ہے جس میں حضرت علیؑ کی منقبت لکھی گئی ہے۔ یہ ناقص الاول ہے اس میں

آخری ۱۳ بند موجود ہیں۔ آخری بند درج ذیل ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے مرشد کا نام بھی لکھ دیا ہے۔

اب غم سے دل تاریک ہے یا صاحب حاجت روا

مرشد اوجالاشاہ ہے یا حضرت مشکل کشا

تم سا وسیلہ چھوڑ کر جاؤں کہ ہر ہو کر گدا

غراب ہے فکروں سنی ہر وقت نالایق ترا

کاظم کا اب کرنا بعلیا حضرت مولاعلی

اس کے بعد مسدس کی شکل میں ایک مرثیہ ہے جس میں ۱۵

بند ہیں ہر بند کا آخری شعر دوسری بحر میں ہے۔ اس کا

آخری بند یہ ہے:-

کاظم کے تئیں کو مولا جلدی سے ہوئے عنایت

خدمت چرن کی لینے رکھتا ہے دو ارادت

مختو چرن کی خدمت اور شاہ دیں تمہادت

بندے کو اپنے صاحب رتبہ دے غلاماں کا

کاظم گنہ سے مت ڈر مرشد ہیں اوجالاشاہ

جد ہر ہیں شاہ کر بلا چرن بھی ہیں ہمراہ

اس کے بعد ایک غزل نما نظم شامل ہے جس کی ردیف

سجدہ ہے۔ اور ساتھ ہی شاعر نے مرشد اوجالاشاہ کی

مدح میں ۹ بندوں کا ایک مخمس لکھا ہے۔ اوجالاشاہ اس

عہد کے ایک مشہور بزرگ اور صوفی ہیں۔ ان کا مزار سرورنگر

کے راستہ میں سید آباد (حال سعید آباد) کے قریب واقع ہے۔

حیدر آباد کے عوام اب بھی ان کے بے حد معتقد ہیں اور اپنی

منت مرادوں میں کامیابی کے بعد وہاں جا کر نیاز کرتے ہیں۔

اس نیاز میں مرغ فرور کاٹے جاتے ہیں کیونکہ مشہور ہے۔

اوجالاشاہ سات دن میں صرف ایک بار مرغ کے گوشت کے

ساتھ روٹی کھاتے تھے۔ کاظم کی مدح اوجالاشاہ کے چند منتخب

بند درج ذیل ہیں:-

مدح مرشد کامل ہادی آگاہ دل حضرت اوجالاشاہ

تشیع و حاکمی روز جزا اوجالاشاہ ولی و دالی ہر دوسرا اوجالاشاہ

خدا کی راہ کے میں پیٹوا اوجالاشاہ حبیب و عاشق حق بے ریا اوجالاشاہ

صحیح مرشد من بے ریا اوجالاشاہ

امین دین ہیں پانچوں کے پر کمال

صفائیں پاک ہیں فاضل ہیں حق سنی شاعری

مراد شاہ گدا ہیں گی اون سنی حاصل

عجب دو شاہ قناعت ہے رب سنی واصل

صحیح مرشد من با خدا اوجالاشاہ



مجھے بلانے لائے تھے دشت میں یا شاہ

گرا تھا چاہ میں جا کر پھینسا تھا اسپ ہمارا

تہارے نام کے لیتے ہی آگئے دو چاہ

لکائے غار سے مجھ کو دیئے ہو اپنی پناہ

صحیح مرشد من با خدا او جالا شاہ

تہارے پاس جو آئے ہیں التجائے کر کئے علاج ہو ہر درد کا دغا دے کر  
روا کئے ہو اس حاجت کو دغا دے کر ماسو مردہ اوٹھا ہے گا دودھا کر

صحیح مرشد من با خدا او جالا شاہ

تہارے فیض کے لایت ہے یہ اگر کاظم تو اس کی شرم رکھو دو جہاں میں کاظم  
تہارے پاس دو آنے کو رہتا ہے عازم نہیں بھی رکھنا شفقت ہے اس پر لازم

صحیح مرشد من با خدا او جالا شاہ

مثنوی سوز و ساز عشق :-

یہ ۲۱ ابیات کی ایک طویل مثنوی ہے جس میں کاظم

نے اپنے عنفوان شباب کی آپ بیتی بیان کی ہے۔ اس کی

تصنیف کے وقت وہ جوان تھا چنانچہ کہتا ہے :-

اگر زندگی ہے ضعیفی تک ضعیفی اپنی سے دیا کیوں فلک

چند ابیات کے بعد پھر کہتا ہے کہ -

جو معلوم ہوتا جوانی میں دکھ نہیں ہے گاقامت میں میرے دیکھ

تو میں کس سے ہرگز نہ ملتا خدا عبث مل کے ناحق نہ جلتا سدا

اصل واقعہ یہ ہے کہ او جالا شاہ کی اس تلقین کی

بنیاد پر عشق حقیقی کے لئے عشق مجازی لازم ہے شاعر نے

اپنے عزیزوں میں ایک لڑکی سے محبت شروع کی اور اس

محبت میں جو مصیبتیں اٹھانی پڑیں اس کی کئی نظموں میں بہت

اچھی تفصیل لکھی ہے آخر کار ۱۸ سال کی عمر میں اس کی آرزو

پوری ہوئی اور غالباً اسی محبوب کا تقرب نصیب ہوا جس کے

بعد پھر جدائی کے صدمے اٹھانے پڑے۔ اسی مایوسی کے

عالم میں اس کو نوید ملی کہ ۱۱۹۹ھ ختم ہو کر بارہویں صدی

پوری ہو جائے تو شادی ہو جائے گی۔

مثنوی احوال عشق :-

یہ ۱۲۷ ابیات کی مثنوی ہے جس میں فراق محبوب کا

عالم بیان کیا ہے۔ آخری حصہ میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے :-

کرا ب ختم قصے کو کاظم علی کرسی عشق میں تجھ کو عازم علی

اسی سلسلہ میں مرشد کا بھی ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ

اس وقت تک زناہ تھے

ترسے ہیر کا تجھ پہ سایہ رہے دو عالم کا تجھ پاس مایہ رہے

مثنوی روزگار :-

یہ مثنوی بہت اہم ہے۔ اس میں شاعر نے اپنے زمانہ

کی معاشرت اور اخلاق و عادات کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس میں

۷۲ ابیات ہیں۔ یہ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کا

زمانہ تھا اور اسطو جاہ مدار الملہام تھے۔ اول الذکر ضعیف

ہو چکے تھے اس لئے طبیعت میں نرمی اور درگزر کا مادہ بڑھ

گیا تھا اور دربار میں شریر النفس لوگ حاوی تھے۔ اور کسی کو بادشاہ

کے یہاں باریاب نہ ہونے دیتے تھے۔ چنانچہ ان امور کی طرف

اشارہ کرتا ہے :-

ظلم بیدادی ہمیشہ گرم ہے بادشاہ ملکیت کیا نرم ہے

ایسے ظالم چوں طرف پھیلے ہیں یار اون کے یہاں جانے کسی کو نہیں ہر بار

ہاں گر پاجی غلاماں پیش ہیں مال دوز سے سب طرح دویش میں

جگ و دولہ ہو گئے پاجی بھی اون کے بابا موش نامارے کبھی

نواب اسطو جاہ کی مطلق العنانی اور سخت مزاجی کی طرف

یوں اشارہ کرتا ہے :-

خلق عالم اوس کے ہاتھوں سے ہوا نائب دجال خرید ہوا

بارہویں صدی کے سب آثار ہیں سید و اثران سارے خواہ ہیں

ہینگے تم دونوں جہاں کے آفتاب محویت  
ذرہ کا قلم کہیں اب داخل شاہاں کرو  
کوئی رقیعہ نہیں ہے۔ یہ نسخہ مودی مرزا فاضل علی غازی رضوی  
رفیق ادارہ ادبیات اردو کا عطیہ ہے۔

## (۲۵۷) گلزار السالکین [۸۰۱]

ادائی ۱۳۔ سطور ۱۱۔  
تقطیع ۱۵ x ۲۱۔ خط نستعلیق۔  
مصنف۔ عابد شاہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۹۵ھ۔  
زمانہ کتابت قبل ۱۳۵۵ھ۔

یہ قدیم اردو نثر میں ایک رسالہ ہے جس میں سالکوں  
کے لئے تصوف و عرفان کے مضامین بیان کئے گئے ہیں مصنف  
نے حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد کی مدح اس طرح شروع کی ہے۔

منقبت حضرت پیر بشیر مظہر انور نورانی محرم اسرار سبحانی

کعبہ دین دایماں حضرت شاہ یوسف روحانی العرف

حضرت پیر بشیر شاہ راجو حسینی الحسنی طلال اللہ عرفہ

راپیر مجتہد کون بتلا دیا اسی تین احمد کون دیکھلا دیا

اوی نور کون پیر اتن نے یو پایا خدا تن کے گلشن سے

اہلی بحق شفیع الامم ! یوں رکھ شاہ راجو پو اپنا کرم

اہلی بحق دمہ مصطفیٰ توں رکھ تندرست اس کے تین تابا

اہلی بحق حسین و حسن توں رکھ ان کون آفات سے نہ صفت

اہلی مہر پیر کون دے امان انماہت کرتا ہوں مطلب پو آن

اس کے بعد کتاب کا اودھ پنا نام اس طرح لکھا ہے :-

”اس کتاب گلزار السالکین از تصنیف فقیر فقیر عابد شاہ

از فقیران مکترین خاک بر حضرت شاہ راجو حسینی الحسنی طلال اللہ عرفہ“

اسی سلسلے میں عام حیدر آبادیوں کے اخلاق و عادات  
کی جو خرابیاں بیان کی ہیں تعجب ہے کہ ان میں سے اکثر ابھی  
(یعنی چودھویں صدی میں) موجود ہیں۔ حالانکہ شاعر کو یہ توقع تھی کہ  
بارہویں صدی کے خاتمہ کے ساتھ یہ خرابیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔  
وہ کہتا ہے :-

بارہویں صدی بھی اب آخر ہے یار جس کا تم نے سب سارا پر کار  
پھر تو پا جی مدد اپنی آر ہیں سید و اشرف اپنی بار ہیں  
اس مثنوی کے خاتمے پر ۲۰ غزلیں درج ہیں جو مختلف ردیفوں میں  
لکھی گئی ہیں۔ اور جن میں سے اکثر مسلسل کسی کسی موضوع پر لکھی  
گئی ہیں۔ پھر ایک محسن شروع ہوتا ہے جس میں راجہ ہیں اس طرح  
کئی مثنویاں اور غزلیں یکے بعد دیگرے لکھی گئی ہیں اس سلسلے میں  
وہ مثنوی بھی شریک ہے جس میں شاعر نے اپنی بیوی کی تعریف قلمبند  
کی ہے اور جس میں اپنے خسر اور خوشدامن کی خوبیاں بھی بیان  
کر دی ہیں۔ یہ مثنوی بہت دلچسپ ہے اور اس لئے ایک نادر نظم ہے  
کہ محمد قلی قطب شاہ کے بعد شاید ہی کسی شاعر نے اپنی بیوی کی ایسی  
تفصیلی مدح لکھی ہو۔ اس کی چند آخری ابیات یہ ہیں :-

قیامت تک ہے میر ساتھ پیارا عجب ہے با وفا دلبر ہمارا  
خدا اوس کو رکھے نت آبرو سے حیا و خوش دلی اور سرخرو سے  
ہے کاظم جان و دل سراسر عاشق وہ پیاری کامی تعاقب لایق  
یہ دلچسپ مجموعہ جن اشعار پر شروع اور ختم ہوتا ہے وہ درج ذیل ہے :-  
آغاز :-

برزخ تمہارے نام کی سب پر دے سے یا پنجتن

پانچوں کا سارا نور ہے جو کچھ دے سے یا پنجتن

تم سب میں ہو نور الہی یا حضرت مولانا علی

اقتتام :- میں نے پایا ہوں خدا تم سے بتلا نور کا

مجھ کو لایق کہ جہاں میں محرم سبحاں کرو

یہ تمام شے پر اس کی ذات بالا تر ہے۔“

اختتام :-

”اگر کوئی پوچھا کہ اے الگ تیرے وجود کیسے ہیں اور راہ

اور منزل الال اور نفس اور شہادت اور مقام اور حال اور

روح اور تجید اور نظر اور بادل اور زبان اور درجہ اور

عناصر اور رنگ اور مزہ اور پہل اور مثال اور خاندان

یہ سب چیزیں آپس میں کیسے ہیں۔ جواب دے۔ اس واسطے

اس کی پچھانت کوں محفل (۳) بنایا ہوں“

کوئی ترقیم نہیں ہے۔ کاتب کم سواد ہے اور اس نے جگہ جگہ

اپنے زمانہ کی زبان اور اظہار داخل کر دیا ہے۔ اس کتاب کے

بعد اسی کاتب نے حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے معالجات اور نسخے

نقل کئے ہیں۔ چونکہ وہ بجائے خود ایک علمدار کاتب ہے۔

اس لئے اس کا ذکر علمدار درج ہے۔

یہ کتاب محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک معتمد شعبہ نسوان

ادارہ ابیات اردو کا عطیہ ہے۔

(۳۵۸) معالجات خواجہ بندہ نوازؒ [۸۰۲]

اوراق ۸ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۱۵ × ۱۲ ۱/۲ - خط نستعلیق -

مصنف - عابد شاہ (۳) زمانہ تصنیف قبل ۹۲ھ

یہ قدیم اردو نثر میں ایک طبی رسالہ ہے جو عابد شاہ کی ”گلزار السان“

کے ساتھ ایک ہی جلد میں شامل ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں تقسیم ہے۔

پہلے مختلف بیماریوں کے علاج بیان کئے گئے ہیں اور اس کے بعد

لسنہ گھوڑا جری (یا گھوڑا جیری) اور اس کے ۶۳ فوائد درج ہیں۔

پہلا حصہ ناقص الاول ہے اس کا آغاز و اختتام یہ ہے :-

مصنف نے دو ہزار مقامات پر شاہ راجو کا ذکر جس طرح کیا ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کتاب کی تصنیف کے وقت

زندہ تھے۔ اور چونکہ انھوں نے ۹۲ھ میں وفات پائی اس لئے

یہ کتاب اس سے قبل لکھی گئی ہے۔ شاہ راجو ابوالحسن قطب شاہ

کے مشفق تھے اور اس کی تخت نشینی میں اپنی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

عبداللہ قطب شاہ بھی ان کا معتقد تھا چنانچہ ابوالحسن کو

دامادی کے لئے معقب کرنے میں اسی اعتقاد نے کام کیا ہے۔

شاہ راجو نے اپنے دوسرے مریدوں کی طرح ابوالحسن کو ناما شاہ

کا لقب عطا کیا تھا اور یہ بادشاہ اسی لقب سے اب تک مشہور ہے۔

شاہ راجو کی زندگی ہی میں حیدر آباد کے ایک اور شاعر

ملہتی نے بھی (اپنی مثنوی ”بہرام و گل اندام“ کے دیباچہ میں)

ان کی طرح لکھی تھی۔ دیکھو اردو شہ پارے صفحہ ۱۱۰۔ شاہ راجو

کے حالات تذکرہ اولیائے دکن جلد اول کے صفحہ ۲۲ تا ۳۲ پر درج

ہیں۔ اور ان کا کچھ اردو کلام ۱۱۱ء میں بھی محفوظ ہے۔ دیکھو تذکرہ

پہلا صفحہ ۲۶۳۔

اس کتاب کا کوئی اور نسخہ کسی اور کتب خانہ میں نظر سے

نہ گزرا اور نہ ہی اس کے مصنف عابد شاہ کی نسبت کچھ معلومات

حاصل ہو سکیں۔ مصنف اپنی زبان کو دکھنی کہتا ہے۔ اس کی

مناجات کا آخری شعر ہے :-

شروع جو کیا ہوں یہ دکھنی کتاب یو اتنام جلدی سوں ہوئے شباب

آغاز :-

”و اول ثنا صفت کرنا اللہ تعالیٰ کا کہ او قادر ہے۔ تمام چیز

اور قدرت رکھتا ہے اور ہر شے میں حاضر اور ناظر ہے۔ جیسا کہ

شکر بیٹھائی اور پھول میں باس اسی طرح سب میں منت مگری

لکھتا ہے :-

دیکھ توں آدم میں کیا صفت دھریا اس کا صالح ہے خدا کبریا

## (۲۵۹) کسب عروج [۸۰۳]

اوراق - ۹ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۳۳ × ۸ - خط نستعلیق شکستہ آمیز۔

مصنف شاہ صدرالدین - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۶ھ

کاتب - پایا نعل - سنہ کتبت ۱۲۹۷ھ -

شاہ صدرالدین کے ایک اور منظوم رسالے کسب محویت کا

ذکر اس تذکرے کے خطوط نمبر ۱۱۱۱ میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی

اپنی شاہ صدرالدین کا رسالہ ہے۔ زبان و انداز و بیان بھی وہی ہے۔

شاہ محمد صدرالدین ولد شاہ میرزا حسین متوطن نونگل

سلطان حیدر علی خاں کے عہد حکومت میں علاقہ میسور میں گزرے

ہیں۔ ان کا تذکرہ میسور میں اردو مکتبہ پر درج ہے جہاں

لکھا ہے کہ ان کی تین کتابیں امن لکھن - مراۃ الاذکار - اور

مصباح النور علی خط میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن ان کا

ایک ہی شعر بطور نمونہ دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ دیوان کا بھی پتہ

چلتا ہے۔ ممکن ہے کہ ادارے میں شاہ صدرالدین کی جو دو

کتابیں کسب محویت اور کسب عروج محفوظ ہیں وہ اپنی میسوری

بزرگ کی ہوں لیکن ان دونوں نظموں کی زبان و انداز بیان

بہت قدیم ہے۔ اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ زمانہ

حیدر علی کے شاہ صدرالدین کی تصنیفات ہیں۔

زیر نظر شتوی میں ۱۴۹ ابیات ہیں اور خود مصنف نے تعداد

ابیات اس آخری بیت میں ظاہر کی ہے :-

اثنا عشر ابیات سکل یو یاد رکھو اے دوست

یہ جب دیکھ کرے گا پیدا او سے تجھے ہمہ دوست

اس کتاب کا موضوع عرفان باری تعالیٰ ہے اور اس میں

دھیان اور گمان کے متعلق تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے۔

آغاز :-

”جو طالب کچھ آواز آیا تو ایسا طالع اپنے تن میں کرنا باہر کی چیز

کچھ لینا درکار نہیں ہے۔ پورا آدمودہ ہے سہی علاج :-“

اختتام :-

”یہ کمال کا نام تو اس جلو کوں کا کہ کر کان کا میل لگانا پورا دس

جلو کوں موں کی بھاپ سے سیکنا۔“

دوسرے حصے کا آغاز و اختتام :- ہے :-

آغاز :-

”مختصر دس سے قلب الما قطاب کے حضرت خواجہ صدرالدین بندہ

مخدوم حبیبی لیغہ گیسو در از رحمت اللہ علیہ جو کہ زمانے ہیں۔ باب

میں تجربات ہر ہر مرض کے مفصل تحقیق مجرب ہے :-“

اختتام :-

”خواجہ بندہ نواز کے نام سے فاتحہ دے کر بعد از دعا دینا۔

اور تمام سات سو مرفوض کو فائدہ ہے۔ اور گویاں بتاتے

وقت پر یہ آیت پڑھا ”قَالَ آمَنَّا بِاللّٰهِ عَلَى رَسُوْلٍ تَعْلَمُوْنَ“

وقت شروع کرنے کے یہ نسخہ دو رکعت نماز پڑ کر ہر رکعت سورہ

فاتحہ داغلاں یک بار پڑنا۔ نسخہ پینے کے وقت وضو سے

رہنا۔ نسخہ گھوڑا جری تحت تمام“

اس کتاب کے مصنف کا نام یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ چونکہ

عابد شاہ حضرت خواجہ بندہ نواز کے سریر شاہ راجہ کے مدد تھے

اور اپنی کتاب گزراں السالکین کے ساتھ یہ کتاب معالجات بھی نقل

کی گئی ہے اور اس کی زبان بھی ویسی ہی ہے اس لئے قیاس

غالب یہی ہے کہ عابد شاہ ہی نے خواجہ بندہ نواز کی فارسی

تحریروں سے اس کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ نسخہ بھی محترمہ

بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر کا عطیہ ہے۔

ترقیہ کے بعد آخری ورق پر حسب ذیل شعر لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصنف شکرت اور ہندومت سے بخوبی واقف تھا۔

درو، اویاسن، ہری بھجن، اور کار منی بھوگ

پسہ خواہش ذکر صحبت ورت

ظاہر باطن دیکھے یہی تینوں روگ

اس نسخے کے کاتب نے اگرچہ اپنا نام نہیں لکھا لیکن کتاب کے پہلے اور آخری اوراق پر ایک مستطیل ہر (جس کے گوشے کٹے ہوئے ہیں) ثبت ہے جس پر ”پاپا لعل ۱۲۹۳ھ“ کندہ ہے۔ یہ غالباً کاتب ہی کی ہر ہے جس نے اپنے فرزند چھوٹے لعل کے لئے یہ نسخہ نقل کیا تھا۔

یہ مخطوط محترمہ بشیر النساء و حکیم صاحبہ بشیر تریک متحدہ شعبہ نسوان ادارہ ادبیات اردو کا عطیہ ہے۔

زبان میں برج بھاشا کا اثر غالب ہے۔ اس مثنوی کی کئی آیات میں مصنف نے اپنا نام صدر الدین شامل کیا ہے۔

ادارے کے اس نسخے میں اگرچہ ۴۹ آیات کے بعد اصل مثنوی ختم ہو گئی ہے لیکن پھر وہ سرے صفحہ پر مزید ۵ آیات اسی بحر میں درج ہیں اور ان میں اصل کتاب کے موضوع اور ۴۸ آیات کی طرف دوبارہ اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ترقیہ بھی اپنی کے آخر میں لکھا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اصل کتاب کا ایک حصہ ہیں۔ اصل کتاب کا آغاز و اختتام یہ ہے:۔

اول نام اللہ کا لے کر بعد سے رسول

کاسب کے تئیں کسب دیکھا یا صدر الدین انول

کسب مینا سب الوح ہے الوح نہ بوجے سوج

سوج بوج کی توج بوجھاوے او ہے بوج بوج

اختتام:۔

عروجیت کا کسب جو تھا سو ہے اے اظہار

شاہ صدر الدین بول نکو کچھ پھر پھر کیا تکرار

اٹائیں آیات سکل یو یاد رکھو اے دوست

یہ جب دیکھ کرے گا پیدا او سے تجھے ہمہ دوست

بعد کے صفحے پر جو مزید آیات ہیں ان کی پہلی اور آخری بیت

یہ ہے۔

ابتدا۔ دیکھ بوج میں جو ہو قائم او سے طے یواہ

ذکر شغل جو کرے برادر ہوئے ادھی تباہ

اختتام: جس پر ہوئے فضل کرم سو پاوے دیکھ اور بوج

دیکھ بوج کوں جو کوئی پاوے ادھی صا سوج

ترقیہ:۔

”برائے مطالعہ برادر داچھوٹے لعل طومرہ۔ مرقوم، ۲۷ شعبان ۱۲۹۶ھ“

(۲۶۰) طلسم اعظم [۳۴۰]

اوراق ۴۰۔ سطور ۱۵ متن میں اور ۲۸ حاشیہ پر

تقطیع ۱۰ x ۴۔ خط نستعلیق۔ عنوانات سرخی میں

مصنف فضل حسین لکھنوی۔ سنہ تصنیف ۱۲۶۳ھ

کاتب غالباً مصنف۔

یہ ۲۲۵۰ آیات کی ایک طویل مثنوی ہے جس میں ایلی بخون

کے قصے کو منظوم کیا گیا ہے۔ مصنف فضل حسین ہیں جنہوں نے اپنا

نام اور وطن سبب تالیف کے عنوان میں اس طرح ظاہر کیا ہے۔

ہے فضل حسین نام میرا ہے لکھنؤ میں مقام میرا

کتاب کے آخری حصے میں مصنف نے اپنا سلسلہ نسب بھی بیان

کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

فضل حسین ولد شاہ ابوالعالی ولد شاہ محمد اسلم ولد شاہ ناصر الدین

ولد شاہ خوب اللہ ولد شیخ محمد افضل۔

مصنف کا تخلص فضل تھا وہ شیخ امام بخش ناسخ (۱۱۷۰-۱۲۵۴) کے شاگرد تھے۔ ناسخ ان کے والد شاہ ابو المعالی کے دوست تھے اور جب وہ لکھنؤ سے سیاسی انقلاب اور مخالفت کی باعث دوبارہ نکلے تو الہ آباد میں انہی کے یہاں آکر دائرے میں پناہ لی تھی۔ اسی زمانے میں فضل نے شاعری کا ذوق حاصل کیا اور ناسخ سے مشورہ سخن کرنے لگے۔ چنانچہ اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:-

استاد کی میں نے بہتجو کی اس فنِ عجب کی آرزو کی  
طالع جو تھے ارجمند میرے مطلب فوراً گری پر آئے  
اک شیخ امام بخش ناسخ جن کا ہے کلام سب کا ناتج  
سر دفتر شاعرانِ عالم استاد (ج) ماہرانِ عالم  
لائے تشریف دائرے میں تشریف شریف دائرے میں  
میرے ہی مکاں میں آئے ان کی جی سے ملازمت جو اون سے  
آخردخواست میں نے یہ کی شاگردی ہو قبول میری  
کی عرض انہوں نے میری منظور تعلیم ہوئی پھر ایسی منظور  
نھوڑے ہی دنوں میں بڑھ گئی طبع لالی خبر آسمان کی طبع

اسی سلسلہ میں ختم کتاب سے قریب مصنف نے جو مناجات لکھی ہے اس سے بھی ان کے کچھ خانگی حالات کا پتہ چلتا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اس مثنوی کی تصنیف کے وقت بہت مقررہ تھے۔ اور بہت بگ ان سے حد کرتے تھے۔ ان کو اولاد زینہ کی آرزو تھی کیونکہ اس وقت تک ان کے سات اولادیں ہوئی تھیں جن میں سے صرف ایک لڑکی بقید حیات تھی۔

سبب تالیف کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ کڑے کی سرانے میں ایک تاجر آیا اور قصہ کہانیوں کی بہت سی کتابیں اپنے ساتھ لایا۔ دوست احباب نے دلچسپی اور وقت گزردی کی خاطر اس کے یہاں سے

کتے ہیں لانے کی ٹھانی چنانچہ اس طرح ایک قصہ لیلیٰ مجنوں ہاتھ لگا جو ہوس کی تعینف تھا۔ دوستوں نے اس کو پسند کیا اور فضل حسین کو مجبور کیا کہ اس کو نظم میں لکھ دیں۔ چنانچہ دوستوں کے اصرار پر یہ مثنوی تلمین کی گئی ہے۔

مصنف نے جس ہوس کا ذکر کیا ہے وہ مرزا تقی ہوس ابن مرزا علی خاں لکھنوی تھے جو نواب آصف الدولہ اور سالار جنگ کے ایک ذی علم رشتہ دار تھے۔ ہوس نے مصنف سے مشورہ سخن کیا اور قصہ ”مجنوں و لیلیٰ“ تالیف کیا (دیکھو تذکرہ عشقی اور طبقات سخن اور اسپرنگر کی فہرست کتب خانہ جات شاہانِ اودہ)

کتاب کی ابتدا حمد و ثناء و معراج کے طویل حصوں سے کی گئی ہے جس کے بعد سبب تالیف لکھ کر داستان کا آغاز کیا ہے۔ مثنوی کا نام آخر کتاب میں اس طرح درج ہے:-  
نام اس کا رکھ طلسمِ عظم اور آگے بول بند کر دم  
اسی طرح آخری ایات میں تاریخ تصنیف بھی لکھ دی گئی ہے۔  
آغاز:-

کیا خامہ ہے صرف حمد باری کی جس نے ہزار نقش کاری  
پیدا کئے خاک سے گل تر عاشق کیا بلبلوں کو اوس پر  
انتقام:-

ہاں ہوتا یخ کی جو خواہش کچھ کرے یہیں ضرور کاوش  
کہنا سر آہ جو ہو سائل شور نمک جرات دل  
ترقیمہ:-

”الحمد للہ علی احسانہ کہ یہ مثنوی مسمیٰ بہ طلسمِ عظم چودہ گھنٹے میں آغاز ہو کر انجام کو پہنچی۔ اس مثنوی کے ناظرین سے یہ امید ہے کہ جب اس مثنوی کو پڑھیں تو مصنف کو دعا لے خیر سے یاد فرمائیں“

### اختتام:-

”والا آتافرق نہ ہونا۔ جس کو مفصل اس کا دریافت کرنا  
ہو وہ اصل کتاب کے آخر کو شاہ جہاں نامے کے اس  
مقام کو جہاں وہ احوال ہے ملاحظہ کرے۔“  
ترقیمہ:-

یہ کتاب ترجمہ بکاؤلی مذہب عشق نام ہفتے کے روز تین پیر  
کے وقت اُمیتسویں ہادی الاول کی ۱۲۵۵ھ ہجری مطابق  
نیاہویں جولائی کی ۱۸۴۲ء عیسوی میں عاصی مکتبہ خاکیا نے  
نشانِ قدیم و جدید منشی محمد عمر ولد عبدالرحمن دہس دیوٹی  
کے ہاتھ سے شہر بھلی بندر کے درمیان انگریز پالم کے بیچ تحریر  
پائی۔“

اس نسخے کے ابتدائی اور آخری اوراق پر ایک بیضوی ہرشت ہے  
جس پر ”منور علی ۱۲۵۵ھ“ کندہ ہے۔ اور سرورق پر ایک انگریز  
”جارج فلپ منرو“ نے اردو میں سرخ روشنائی میں دستخط کئے  
ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اس کی ملک تھا اور غالباً اسی  
کی تعلیم کی خاطر نقل کیا گیا ہے۔

سرورق پر جو عبارت درج کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ  
یہ کتاب ۱۸۴۲ء مطابق ۱۲۵۵ھ میں کلکتہ کے ہندوستانی چھاپے خانے  
میں چھاپی گئی تھی۔  
یہ نسخہ محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک معتمد شعبہ نسواں  
ادارہ کا عطیہ ہے۔

اس ترقیہ کے انداز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ غالباً  
مصنف ہی کا مکتوبہ ہے۔ اس کا مصنف شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں  
اور یہ شادی طبع ہوئی ہے یا نہیں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ یہ نسخہ محترمہ  
بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر کا عطیہ ہے۔

## (۲۶۱) مذہب عشق [۷۱۳]

اوراق ۹۲۔ سطور ۱۸۔  
تقطیع  $9\frac{1}{4} \times 10\frac{1}{4}$ ۔ خط نستعلیق۔  
مصنف۔ نہال چند لاہوری۔ سنہ تصنیف ۱۲۱۷ھ۔  
کاتب۔ محمد عمر۔ سنہ کتابت ۱۲۵۸ھ۔  
بمقام بھلی بندر۔

یہ نہال چند لاہوری کے ترجمہ گل بکاؤلی کا ایک مکمل نسخہ ہے  
اردو نثر کی یہ کتاب فورٹ ولیم کالج میں لکھوائی گئی تھی اور اس کے  
دو اور نسخے (مکتوبہ ۱۲۵۸ھ و ۱۲۷۴ھ) ادارے میں محفوظ ہیں۔  
جن کا ذکر اس تذکرے کے صفحات ۱۱۵ و ۱۱۶ پر درج ہو چکا ہے  
اس لئے مزید تفصیل یہاں غیر ضروری ہے۔ اس نسخے کے ترقیہ  
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف سے چالیس پچاس سال  
بعد بھی اس کتاب کو انگریزوں کی تعلیم کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔  
آغاز:-

”الہی کر سخن میرے کو وہ پھول

کہو ہر ایک کے دل کا وہ مقبول

گلستاں حمد و ثنا کی ہمیشہ بہار کا باغباں حقیقی کو سزاوار ہے  
کہ اس طرف بوستان جہاں نے آب و رنگ تازہ اور لطافت و  
طراوت بے اندازہ اُس کے روضہٴ رضواں سے پائی۔“

## (۲۶۲) مجموعہ مناجات (۸۰۴)

اداق ۱۰ - ۲۰ اشعار فی صفحہ -

تقطیع  $\frac{1}{2} \times 9$  خط نستعلیق -

مصنف - فقیر و ناقص - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۷۵ھ

کاتب محمد اسد علی - سنہ کتابت ۱۳۵۵ھ

اس مجموعہ میں ۵ مناجاتیں ہیں جن کو دکن کے شریف خاندانوں کی خواتین محفل میلاد میں خاص اعتقاد سے پڑھا کرتی تھیں -

ہر مناجات کسی خاص تقریب یا موقع پر پڑھی جاتی تھی - ان کی تفصیل یہ ہے -

مناجات اول - از فقیر شہنوی کی شکل میں نسبتہ نظم ہے -

جس میں جملہ ۲۵ آیات ہیں - اس کے مصنف غالباً میرٹھس الدین فقیر تھے جنہوں نے دکن میں بھی قیام کیا تھا اور حج سے واپس ہوتے وقت ۱۱۸۱ھ میں جہاز کی تباہی کے باعث غرقاب ہو گئے -

(تفصیل کے لئے دیکھو یادگار شعرا ص ۱۵۸)

آغاز :-

رسول اللہ جدائی سے تنہا رہی ہوئی ہے بیکسوں پر بے قراری  
حبیب حق شفیع المذنبین ہو مقرر رحمت للعالمین ہو

اختتام :-

وہاں تب امتی کہتے ہو آؤ گناہوں کو گنہ گاروں سے بخشاؤ  
فقیر بے سروں ماں کو اللہ وہاں سے بے جلو قدموں کے ہمراہ  
مناجات دوم - ۲۱ اشعار کا ایک نعتیہ قصیدہ ہے جس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا - ممکن ہے کہ یہ بھی فقیر کا کلام ہو -

آغاز :-

ہو تم شفیع محشر یا مصطفیٰ محمد جن و بشر کے سرور یا مصطفیٰ محمد  
تم ساند کوئی ہو اے اور شریک ہو گا دونوں جہاں کے اوپر یا مصطفیٰ محمد

اختتام :-

جو بندگی کریں گے ان کی خوشی سے گزرے

ہم عاصیوں کی کیونکر یا مصطفیٰ محمد

ابر کرم سے تیرے ایک قطرہ ہے کفایت

دھوئیں گے سب کے دفتر یا مصطفیٰ محمد

مناجات سوم - از ناقص - یہ ۱۷ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں خدائے تعالیٰ سے اعمال نیک کی ہدایت چاہی گئی ہے - خواجہ محمد ناقص ولد خواجہ مظفر ملکا پوری (۱۲۱۸ھ - ۱۲۹۳ھ)

ملکا پور (برار) کے قاضی تھے - فارسی و اردو دونوں میں شعر لکھتے تھے - (تفصیل کے لئے دیکھو محبوب الزمن جلد دوم ص ۱۵۶)

ص ۱۱۱ - ممکن ہے یہ نظم ناقص ملکا پوری ہی کی ہو کیونکہ یہ بیاض جن خاتون کے لئے مرتب کی گئی تھی وہ براری میں بیاباں لکھی تھیں -

آغاز :-

اے مومنو یہ دنیا دُؤ دن کی زندگانی

یا کھیل یا تماشا یا خواب یا کہا نی

اختتام :-

ناقص خوش ہو جا کب تک یہ شور و غوغا

رکھ دل میں یا د مولا بس کر یہ قصہ خوانی

مناجات چہارم - از ناقص - یہ ایک طویل مسدس ہے جس میں ۷۱ بند ہیں اور جس کے ہر بند کا آخری شعر وہی ہے جو پہلے بند کے آخر میں درج ہے - اس مسدس میں رمضان کی برکتوں کو بیان کیا گیا ہے - اس کا مصنف بھی وہی ہے جس کا ذکر مناجات سوم کے بیان میں کیا گیا ہے -

آغاز - بزرگی سے اس ماہ رمضان کے کھلا باب احسان رحمان کے ہوئے قافلے قید شیطان کے کئے سرسجدہ سے ملک آن کے



جملہ کتابوں کی طرح راقم الحروف نے یہ مخطوطہ بھی ادارے میں بطور تحفہ داخل کیا ہے۔

## [۲۶۳] مجموعہ مولود شریف [۸۰۵]

اوراق ۵-۸ اشرفی مصنف۔

تقطیع ۱/۵ × ۹- خط نستعلیق۔

مصنف۔ نداء مستود، دستگیر مسکین۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۴۵ھ  
کاتب۔ محمد صدرا الدین خطیب۔ سنہ کتابت ۱۳۱۶ھ۔

اس مجموعے میں ۷ قصائد منقبت اور نعتیہ غزلیں محفوظ ہیں جن کو نصف صدی قبل دکن کی خواتین محفل میلاد میں پڑھا کرتی تھیں اور بعض خاندانوں میں یہ رواج اب بھی باقی ہے۔

ان سب نظموں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ قصیدہ نداء۔ یہ ایک دکنی شاعرہ کا ۱۵ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں نعتیہ مضامین درج ہیں۔ نداء دکنی کا ذکر خوب چند ذکا دہلوی نے اپنے تذکرہ عیار الشعراء (۱۲۰۸ھ - ۱۲۲۷ھ) میں کیا ہے۔

مطلع۔ یارو مدینہ پاک کو اب جائیں گے چلو

روضے کو ہاں رسول کے جائیں گے چلو

مقطع۔ راضی نہیں ہوں ہند کی مٹی سے اے نداء

یہ شرب میں رہ کے بس وہیں مرجائیں گے چلو

۲۔ غزل مستود۔ یہ ۹ اشعار کی ایک غزل ہے جس میں محفل میلاد کی برکتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ مستود کوئی دکنی شاعر ہیں حالات

معلوم نہ ہو سکے۔

مطلع۔ نور خدا محفل میلاد ہے صل علی محفل میلاد ہے

مقطع۔ اس غزل نعت کو مستود پھر پڑھ کر محفل میلاد ہے

۳۔ غزل حبیبیہ۔ یہ ۶ اشعار کی ایک غزل ہے جس میں حافظانہ

الہی تو برکت سے قرآن کے گنہ بخش سب اہل ایمان کے اختتام :-

جو ناقص گنہ گار ہے بلہ نوا نہیں آسرا اس کو تیرے سوا  
گنہ بخش سب اس کے اے کبریا دو عالم کی آفت سے اس کو بچا  
الہی تو برکت سے قرآن کے

گنہ بخش سب اہل ایمان کے

مناجات پنجم۔ از ناقص ادایہ بھی ایک مدس ہے جس میں ۶ بند ہیں۔ ہر بند میں مناجات نہرہ کی طرح آخری مصرعہ مشہور ہے۔ مصنف کا تخلص درج نہیں غالباً یہ بھی ناقص ہی کی تصنیف ہے۔ اس نظم میں تراویح کے فوائد درج ہیں اور غالباً رمضان کی آخری رات ”ختم“ کے وقت پڑھنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ آغاز :-

تراویح موج ہے دیادلوں کی تراویح فوج ہے سب مومنوں کی  
تراویح مل ہے مارے مشکلوں کی تراویح شب ادایہ سب غافلوں کی  
ہوا آخر یہ اتمام تراویح

پلے راحت لے ایام تراویح

اختتام :-

برکت سے تراویح کے الہی دفع کراہل ایماں کی تباہی  
دلوں سے دھو گناہوں کی سیاہی دے رحمت دین و دنیا کی کماٹی  
ہوا آخر یہ اتمام تراویح

پلے راحت لے ایام تراویح

ترقیمہ :-

”فقط المرقوم ۱۲ اشوال مستود۔ اس مناجات برائے

حضرت پیمبر صاحبہ قبلہ ہفتہ دادہ شد۔ کترین محمد اسد علی“

اس نسخے کے کاتب محمد اسد علی محمد..... ولد عبد السلام کہ فرزند تھے اور حضرت قادری بی صاحبہ کے حقیقی بھتیجے۔ موصوفہ کے کتب خانہ کی

مضامین میں درج ہیں غالبیہ غزل حبیب اللہ شاہ کی جن کی کتاب میں بلایا گیا ہے دیکھو ۲۱  
 مطلع - پیر بن دعا نہیں ملتا خضر بن راستہ نہیں ملتا  
 مقطع - میں خود اپنے کو ڈھونڈتا ہوں حبیب  
 قاصد لے پہل مجھے بنی تک  
 قطع - بدمذہب خواجہ جدا نہ رہنا  
 قاصد لے پہل مجھے بنی تک

ترجمہ - (خطوط کے سرورق پر درج ہے نہ کہ آخر میں)

۱۱۔ اس کتاب حمدتہ جناب قادری بی صاحبہ است۔ المرقوم

۲۹ شعبان ۱۲۱۶ ہجری بمقام محمد صدر الدین خطیب

قادری بی صاحبہ کے کتب خانے کے جملہ نقلی نسخے ادا سے میں بطور عطیہ داخل کئے گئے ہیں جن میں سے کئی اس تذکرے میں بھی شامل ہیں

## ۱۶۴) مسدس اکبر

اوراق - ۷ - سطور ۱۶

تقطیع -  $8\frac{1}{4} \times 6\frac{1}{4}$  - خط نستعلیق

مصنف میر کاظم علی خاں شعلہ - سنہ تصنیف ۱۲۸۷

کاتب مصنف - سنہ کتابت ۱۲۸۷

یہ ایک طویل و جہد مسدس ہے جس میں ۵۲ بندہ یعنی ۱۵۶

اشعار ہیں یہ خطوط مصنف کا مسودہ ہونے کی وجہ سے بہت

ہے۔ اس کے مصنف میر کاظم علی خاں شعلہ (۱۲۵۴ھ - ۱۳۰۸ھ)

یہ احمد علی خاں شہید دہلوی (متوفی ۱۲۹۲ھ) کے فرزند تھے جو

حضرت سکندر جاہ آصف جاہ ثالث کے عہد میں حیدر آباد آئے

اور حضرت ناصر الاول آصف جاہ راج کے عہد میں خلعت و خط

میر انشراح سے سرفراز ہوئے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو جوب الزمن

جلد اول صفحہ ۵)

شعلہ کا سلسلہ نسب سر بلند خاں دلاور جنگ مبارز الدہ

مبارز الملک صوبہ دکن گجرات تک پہنچتا ہے۔ حیدر آباد میں پیدا ہو

۵۔ غزل مسکین - یہ ایک نعتیہ غزل ہے جس میں ۹ شعر ہیں۔ مسکین  
 کے حالات کے لئے دیکھو مخطوطہ نمبر ۱۷۳۔

مطلع - غجوں سے لی جاؤ معراج والے

تتنا یہ برلاؤ معراج والے

مقطع - جدا ہو نہ خواہر سے مسکین بندہ

تتنا یہ برلاؤ معراج والے

۶۔ غزل دستگیر - ۸ اشعار کی ایک نعتیہ غزل ہے جس کے  
 مصنف غیر معروف ہیں۔

مطلع - کیا بیاں وصف کرے بندہ ادنی تیرا

نہ ہوا حال فرشتوں پر ہویدا تیرا

مقطع - واسطہ دے کے حمد کا دعا کر حق سے

دستگیر تاج ہی مل ہوتا ہے عقدہ تیرا

۷۔ غزل نعتیہ - یہ ۱۰ اشعار کی ایک نعتیہ غزل ہے مصنف

کا تخلص معلوم نہ ہو سکا ممکن ہے کہ بندہ تخلص ہو۔

نمایاں ہے۔ بطور ترکیب بند لکھا گیا ہے یعنی ہر بند کا آخری شعر پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔

آغاز :-

بیاں بید کا جب تک شکوہ و شکوت و فرہو  
مکان تاشع اوصاف فریدوں سے منور ہو  
جواغ بزم جاں تا ذکر اقبال سکندر ہو  
جہاں تا اسم اعظم کا سیماں کے مسخر ہو  
شریک مہر تو فرمانروائے ہفت کشور ہو  
اطاعت کا بھی حلقہ زیب پوش چرخ چنبر ہو  
اعتقاد :-

اثر جب تک دعائیں اور دعا جب تک رہے دل میں  
ہو دل پہلو میں اور پہلو تن آرام مایل میں  
تن آرام مایل تار سے دنیا کی منزل میں  
بنائے منزل دنیا طلسم افسار عاقل ہو  
اپنی دولت دنیا دیں تم کو میسر ہو  
توجہ کی نظر مبذول ہو شعلہ شاکر ہو  
اس کے بعد وہ سرت سے سرفے سے اور نئے بند شروع کئے گئے ہیں  
تن کے اخیر اکبر علی خاں کی افریقہ سے کامیاب واپسی کی  
مبارک باد دہی ہے اور تاریخ لکائی ہے۔ اس حصہ کا آخری  
بند یہ ہے :-

ہو ذکر سخا سرکار کا مشہور عاتم سا  
رہا نام دلاور شہرہ آفاق رستم سا  
طلوع کو کب اجمال ہو بارب کے دھم سا  
مبارک دورہ ملک آپ کو ہو مہر عالم سا  
یہ سال باز گشت اس طرح دل بولنا شاکر ہو  
سفر سے تازہ آنا آپ کا یہ سعد اکبر ہو  
۱۲۸۴ھ

دارالعلوم میں تعلیم و تربیت پائی اور مختلف محکموں میں ملازمت کی۔  
ان کے دو فرزند دروازہ علی محمد اور نادر علی محمد بھی دکن کے  
اچھے شاعروں میں شامل رہے ہیں ان کے پوتے حکیم میر کاظم علی  
برقی ایک نوجوان خوش ذوق شاعر آج کل موجود ہیں اور یہ  
مخطوطہ انہی کا عطیہ ہے۔ شعلہ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو  
محبوب الزمان جلد اول صفحہ ۱۷۵ اور تزک محبوبیہ جلد دوم صفحہ ۱۹۹  
شعلہ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ اس سلسلے میں انہوں  
نے میر اکبر علی خاں (اکبر جنگ اکبر الدہ اکبر الملک کوتوال بلدہ حیدر آباد)  
کی مدح لکھی ہے اور غالباً عید النضی کے موقع پر یہ سلسلہ مدح کی  
خدا ت میں پیش کیا گیا ہے۔ میر اکبر علی خاں انگریزوں کی طرف سے  
افریقہ کی لڑائی میں کار ہائے نمایاں انجام دے کر اسی زمانہ میں  
واپس ہوئے تھے اور برطانوی حکومت سے ستارہ ہند یعنی سی آئی ای  
کا اور حکومت نظام سے خاں بہادر کا خطاب حاصل کیا تھا۔  
اس سلسلے میں ان تمام امور کا تذکرہ ہے۔ شاید اس زمانے  
میں یہ خبر بھی مشہور تھی کہ اکبر علی خاں کو حکومت برطانیہ ان کی  
اعلیٰ خدمات کے صلے میں کوئی ریاست بھی دے گی چنانچہ اس کی  
طرح بھی اس سلسلے میں واضح اشارے ملتے ہیں۔ اور یقیناً بلکہ  
شاعر اپنے مدح کو ایک فرماں روا کی طرح خطاب کرتا ہے۔  
اکبر علی خاں کو ریاست تونہ علی البتمہ ۱۴ سال بعد ۱۳۳۵ھ میں  
وہ حیدر آباد کے کوتوال مقرر ہوئے اور اکبر جنگ کا خطاب ملا۔  
اس کے ۱۵ سال بعد ۱۳۳۵ھ میں شاعر کی یہ آرزو بھی پوری ہوئی  
کہ محمد روح کو دولہ اور ملک کے خطاب ملیں۔ چنانچہ وہ اکبر الدولہ اور  
اکبر الملک بنائے گئے۔ اکبر جنگ کے تفصیلی حالات ان کی مطبوعہ  
سوانح عمری میں درج ہیں اس لئے یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔  
یہ سلسلہ خود مصنف کا مسودہ ہے۔ بلکہ جگہ حاشیہ پر  
مصرعوں اور الفاظ میں تبدیلی کی گئی ہے اور کاٹ چھانٹ

یہ نسخہ شعلہ کے نمبر ۷۰ میر کاظم علی برق موسوی کا عطیہ ہے جو  
شعبان ۱۳۵۳ھ میں ادارے میں داخل ہوا۔

=====

## (۲۶۵) ریختہ ہندی کی صرف نحو [۲۳]

ادراک ۳۶۰۔ سطور ۱۱۔

تفلیح ۶ x ۸ ۱/۲۔ خط نستعلیق۔ عنوان سرخی میں۔

زمانہ تصنیف۔ قبل ۱۲۲۵ھ۔

کاتب۔ عبد الکرم۔ سنہ کتابت ۱۲۳۸ھ۔

یہ اردو نثر میں صرف و نحو پر ایک رسالہ ہے جس نے مصنف

اور سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ غالباً ۱۲۲۵ھ سے قبل کی تالیف

ہے اور چونکہ اس موضوع کی ابتدائی اردو کتابوں میں سے ہے

اس لئے نہایت اہم ہے۔ مولف نے نہایت باضابطہ اور اصولی

ترتیب پر یہ رسالہ مرتب کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے :-

مقالہ اول۔ مفردات۔

بحث اول۔ اسم کا بیان۔

باب اول۔ تقسیم اسم۔ نوع اول جام۔ نوع دوم مصدر۔

نوع سوم مشتق۔ (قسم اول اسم فاعل۔

قسم دوم اسم مفعول۔ قسم سوم اسم حالیہ۔

قسم چہارم اسم تفضیل)۔

باب دوم۔ اسم باعتبار تعین۔ تقسیم۔ نوع اول علم۔

نوع دوم ضمیر۔ (قسم اول ضمیر فاعل۔

قسم دوم ضمیر مفعول۔ قسم سوم ضمیر مضاف الیہ)۔

نوع سوم اشارہ۔ نوع چہارم اسماء موصول۔

باب سوم۔ تقسیم اسم باعتبار دلالت کرنے اور معنی کے۔

قسم اول زواید آخر قسم دوم زواید اول۔

باب چہارم۔ تذکیر و تانیث واحد و جمع۔ فصل اول

نہ تم تبدیلی۔ فصل دوم جمع کا عام قاعدہ

فصل سوم اقسام تذکیر و تانیث۔

فصل چہارم۔ حالت۔ اسم۔ فصل پنجم

رحلت و جمع اسماء غیر متبدلہ

بحث دوم۔ فعل کا بیان۔

باب اول۔ فعل بناء ماضی۔

باب دوم۔ اقسام فعل۔ نوع اول متعدی بنفسہ

(چار تفصیل اور کئی نوع ہیں)

باب سوم۔ فعل مجازی۔ (کئی ذیلی عنوان ہیں)

بحث سوم۔ حروف کا بیان (کئی ذیلی عنوان ہیں)

مقالہ دوم۔ مرکبات۔

بحث اول۔ مرکب غیر کلامی۔

نوع اول۔ توصیفی۔ نوع دوم اضافی۔ نوع سوم

اعدادی۔ نوع چہارم امتزاجی۔

بحث دوم۔ کلام و جملہ۔

قسم اول اسمیہ۔ قسم دوم فعلیہ۔

خاتمہ

فصل اول حال۔ فصل دوم تیز۔ فصل سوم توالج

(نوع اول کی چار قسمیں اور نوع دوم میں توالج کا

بیان)۔ فصل چہارم بعضے فواید کا بیان۔

۳۱ طرح پوری کتاب دو مقالوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اور جملہ

مباحث نہایت سادہ زبان میں پوری وضاحت کے ساتھ درج

کئے گئے ہیں

آغاز :-

”یہ رسالہ زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو میں مشتمل ہے وہ مقالہ پر۔“

## (۲۶۶) ترجمہ آمدنامہ (۸۰۸)

اوراق ۲۸ - سطور ۱۲ -  
تقطیع  $\frac{1}{4} \times 11$  - خط نستعلیق -  
اردو ترجمہ سرخ روشنائی میں -  
زمانہ تصنیف قبل ۱۱۵۰ھ -

کاتب - سید عارف - سنہ کتابت ۱۲۳۱ھ -  
برقام قلعہ کوڑہ -

یہ فارسی کی مشہور درسی کتاب ”آمدنامہ“ کا اردو ترجمہ ہے جس کے مصنف اور زمانہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ اگرچہ ۱۲۳۱ھ میں یہ نسخہ نقل کیا گیا ہے لیکن زبان کے لحاظ سے غالباً وسط بارہویں صدی ہجری کی تالیف ہے۔ فارسی عبارت اوپر کی سطروں میں سیاہی سے لکھی گئی ہے اور نیچے کی سطریں (سرخ روشنائی میں) اردو ترقیہ درج ہے۔ لیکن یہ التزام آخر تک باقی نہیں ہے۔ صرف ابتدائی پانچ فصلوں کا (یعنی ابتدائی ۶۶ صفحات) ترجمہ ہے۔ بقیہ صفحات میں صرف فارسی ہے اردو کی جگہ خالی رہ گئی ہے۔ آغازی و اختتامی حصے (صرف اردو کی حد تک) یہاں درج ہیں۔

آغاز :-

آنا - آیا - آوے - آتا ہے - آیا تھا -  
آتا تھا - آوے گا - چاہتا ہے آوے - سکتا ہے آوے -  
آیا - کیوں آیا - کس واسطے آیا - آیا ہے - آ - مت آ -  
آنے ہارا - آنے ہارے - آئے ہیں - آیا توں - آئے تم -

اختتام :-

سوگنا - سوگے - سوگنہارا - درہ - کر - سکن - سکانا -  
دس - دینا - قتل - کرم - خیال - علافہ - فصل ششم -

مقالہ اول مفردات - کلمہ وہ لفظ کہ موضوع ہووے واسطے  
ایک معنی مفرد کے - یہ مثال ہے جن بہت پر :-

اختتام :-

”حال بغیر ماضی بعید و قریب کے اور ماضی لمحی کہ سوائے اسم کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور ماضی استمراری کو حال نہیں گردانتے ہیں“

ترجمہ :-

”تمت بالیہ العافیت بالمرور احسن الملک ابوہاب انصوری  
تحت تمام شد شہر ربیع ۱۲۴۵ھ“

یہ کتاب دو فارسی خطوط (انشا و امان اللہ حسینی اور جامع الفوائد) کے درمیان درج ہے۔ سب کا کاتب ایک ہی عبدالکریم ہے جس نے ہر کتاب کے آخر میں کچھ کچھ ترقیہ لکھا ہے۔ ان تینوں ترقیوں سے پتہ چلتا ہے کہ کاتب نے چند ماہ کے اندر ہی تینوں کتابیں نقل کی ہیں۔ پہلی کتاب کے ترقیہ کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے کاتب کا نام اور جس دوست کی خاطر یہ کتابیں نقل کی گئی ہیں اس کا نام بھی معلوم ہوتا ہے۔

”بتاریخ بیت پنجم شہزادہ عقدہ روز دوم شنبہ وقت عصر سنہ  
یک ہزار و دو صد و سی و ہشت ہجری بہ پاس خاطر بر خوردار  
لورالابصار سعادت یار کامکار گل روئے مدون، ثمرہ دوحہ  
فتوت، خال رخسارہ فوہی، غارہ عارض مجہبی، محب واثق،  
دوست صادق، عزت آثار، فضیلت دثار، مرزا دلدار علی  
طال اللہ عمرہ و اعز قدرہ از دست عامی عبدالکریم صورت  
انجام پذیرفت“

سکنا سکے۔ سکھارا۔“

اس نسخے کے آخر میں کوئی ترقیم نہیں ہے لیکن اس جلد میں اسی کتاب کی جو دیگر فارسی کتب (طوطی نامہ سید محمد قادری اور انٹائمے صبیان) شامل ہیں ان کے بعد ترقیمے موجود ہیں۔ یہ ترجمہ آمد نامہ درمیان میں درج ہے۔ طوطی نامہ کے ترقیمہ کا اقتباس یہ ہے:-

”تاریخ پانزدہم شہر ثاوی الاول بوقت سیاس روز جمعہ کہ شہر کراچہ اندرون قلعہ بیرونی زدی نواب علی القاب نوشتہ شد کہ کاتب میں کتاب سید عارف ولد سید محمد ولد سید قاضی عبداللہ ولد سید مصطفیٰ السلسلہ ہجری“

## (۲۶۷) کشف الخلاصہ [۸۰۹]

اوراق ۲۳۔ سطور ۱۰۔

تقطیع  $\frac{1}{2} \times \frac{5}{8}$  خط نستعلیق۔

مصنف۔ حافظ شجاع الدین۔ سنہ تصنیف ۸۱۲۳۲

کاتب۔ خان محمد۔ سنہ کتابت ۱۲۵۸ھ۔

حافظ شجاع الدین حسین کی اس اردو مثنوی کا ایک اور نسخہ ادارے میں محفوظ ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کے لئے دیکھو مذکرہ ہذا مخطوطہ ۱۳۴ (۱۴۰)۔ یہ نسخہ اس کتاب کے مذکورہ مخطوطے سے چار سال قبل نقل ہوا ہے اور زیادہ صحیح اور مکمل ہے۔ اس میں تقریباً ۲۵ آیات ہیں۔ کشف الخلاصہ مسائل فقہ میں ایک مستند کتاب ہے جس کی اکثر آیات اب تک حیدرآباد کی رفیع خواتین کو یاد ہیں۔

غائر:-

سب شہا ہے حضرت رحمان کہ جان و عقل دوں دیا انسان کو  
نسل سے اپنے ہمیں قرآن دیا اور میں امر و نہی سب روشن کیا

اختتام:-

آل اہل بیت صحابہ اجمعین تابعین اور بعد تبع تابعین  
بنی اہل سبہ و منات و بنین استجب مولائے رب العالمین  
ترقیمہ:-

”تت نام شد کاومن نظام شد کتاب کشف الخلاصہ  
تصنیف میر شجاع الدین کتاب رسالہ خلاصہ تمام اوقات  
برآمدن چہار گھڑی روز بروز پنجشنبہ و بتایخ نوزدہم  
شہر ذی قعدہ ۱۲۵۸ھ ہجری۔ مکان سید علی مستاجر ولد  
سید سیر در موضع چیکٹ مارٹی۔ کاتب الحداد خان محمد  
ولد محمد مولانا صاحب ساکن بیجا پور عرف تھبہ اندول  
جوگ پٹھہ“

آخری ورق پر حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی ایک فارسی غزل بھی  
درج ہے جس کا مقطع یہ ہے:-

نعمت اللہ فقیہ حضرت او چاکر خواجہ ام خفی و علی

یہ نسخہ محمد ام صاحب کی ملک رہ چکا ہے جنہوں نے  
۲۵ ربیع الاول ۱۲۶۵ھ کو اس کے مطالعہ کی تکمیل کی تھی

اور ورق ۲۲ پر بطور یادداشت اپنے مطالعہ کا دن اور بتایخ  
درج کی ہے۔ یہ محمد ام صاحب غالباً وہی تاضی محمد محمد ہیں جو  
حضرت قادر باری بنت عبد السلام کے بڑے بھائی تھے اور  
عام طور پر محمد ام صاحب کے عرف سے مشہور تھے اور جن کی مشیرہ  
قادر باری رحومہ کے متعلق فقہی نسخے ادارے میں راقم الحروف  
نے بطور عطیہ داخل کئے ہیں۔







اختتام :-

کیوجہ شروع اپنے غم کا بیاں بغیر آگ جلنے لگی سب زباں  
بہر آئے رے چشم آنسو سستی اوٹھا شعلہ دودہر موسیقی  
اس کا ایک تلمی نسو جو ۱۱۹۵ء کا مکتوب ہے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ  
میں بھی موجود ہے۔ پروفیسر لدی نے کلیات سراج میں اس کو  
بھی شائع کر دیا ہے۔ یہ نسخہ محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک  
معتمد شعبہ نسوان کا عطیہ ہے۔

## (۲۷۰) یلیٰ مجنوں (۷۱۴)

اورانی ۷۰ء - سطور ۱۵ -

تقطیع ۶ × ۹ - خط نستعلیق -

ماس شبیہ اور عنوانات سرخی میں -

مصنف - میر تقی زبانی تصنیف قریب ۱۱۹۰ھ -

کاتب - عبد المجید خاں - سنہ کتابت ۱۲۳۶ھ -

یہ تقریباً دو ہزار ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں یلیٰ مجنوں

کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف میر محمد حسن عرٹ

میاں حاجی ولد میر محمد حسین کلیم اردو کے مشہور شاعر میر تقی میر کے

بھانجے اور دہلی کے معروف شعرا میں سے تھے۔ ۱۲۰۹ھ میں ان کی

عمر چالیس سال کے قریب تھی لیکن اس وقت تک اس مثنوی یلیٰ مجنوں

کے علاوہ ایک ضخیم دیوان مرتب ہو چکا تھا وہ غزلوں اور مثنویوں کے

ساتھ ساتھ خمس اور سدس بھی لکھتے تھے۔ ان کا کلام دہلی میں

بہت مقبول تھا۔ مصحفی کے دوست تھے چنانچہ انھوں نے اپنے

تذکرہ ہندی (صفحہ ۱۷) میں ان کا ذکر اور نمونہ کلام درج کیا ہے۔

مثنوی کے اس نسخے میں حمد و نعت کے عنوانات شامل

نہیں ہیں۔ بلکہ اصل قصے سے مثنوی کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ معلوم نہ

ہو سکا کہ مصنف ہی نے اسی طرح مثنوی کا آغاز کیا تھا یا کاتب

نے ابتدائی حصہ نقل نہیں کیا۔ اس کا کاتب کم سواد ہے اکثر

الفاظ کا امل غلط لکھا ہے۔ چنانچہ آخری بیت کا آخری لفظ

بھی غلط معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ سے کتاب کے سنہ تصنیف

کے بارے میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے یہ بیت یوں لکھی ہے :-

یہ تیاج تب پائی میں ہم نشین کر کل دیگی جنت میں ہے آسپین

جس سے سنہ برآمد ہوتا ہے جو غلط ہے۔ اگر آخری لفظ

کو آستین پڑھیں تو سنہ تصنیف ۱۱۸۸ ہوتا ہے جو ایک حد تک

قرین قیاس ہے کیونکہ مصحفی نے اپنے جس تذکرہ ہندی میں

اس کا ذکر کیا ہے وہ سنہ ۱۱۸۸ھ میں شروع کیا گیا تھا۔ لیکن

آستین پڑھنے کے بعد بھی شعر کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔

بہر حال یہ شمالی ہند اور خاص کر دہلی کی قدیم ترین طویل

مثنویوں میں سے ہے اور میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" (۱۱۹۹ھ)

سے قبل لکھی گئی ہے۔ اس لئے خاص اہمیت رکھتی ہے۔

اثنائے مثنوی میں مصنف نے اپنا تخلص بہت کم استعمال

کیا ہے۔ البتہ آخری عنوان سے قبل مجنوں کی وفات کا بیان

لکھ کر ایک جگہ لکھا ہے :-

شمس اپنکلی آتش بہ جاں زبان ہے آتش کا تیری زباں

اس کے بعد چار ابیات لکھ کر آخری عنوان یہ قائم کیا ہے :-

"داستان در بیان باز در خواب دیدن مجنوں و یلیٰ را میر تقی"

اس عنوان میں مصنف نے اپنے ایک خواب کا واقعہ لکھا ہے کہ

کس طرح اس نے یلیٰ اور مجنوں کو جنت میں اپنی کتاب پڑھتا ہوا

دیکھا تھا۔ ان سے جو سوال و جواب ہوا تھا اس کو بھی وضاحت

سے بیان کیا ہے۔

آغاز :-

عرب کی ولایت میں تھا ایک شاہ سکندر چشم اور دارا -

۱۰۷۰ھ بیان کیا ہے حالانکہ عام طور پر ۱۰۷۰ھ مشہور ہے۔ لیکن میراں یعقوب کا بیان زیادہ مستند معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ان کے مرید تھے اور اس کتاب میں انہوں نے خدا ناما کے فرزند اور نواسے کا بھی (دوبارہ) ذکر کیا ہے۔ خدا ناما کی تعلیم و شفقت کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

### الح سید میراں چشتی خدا ناما

سید السادات، عارون، ذات و صفات، تحقیقان کے قطب، موحداں کے پیروا، امریاں کے دستگیر، طالبان کے رہنما، پوپنہار سے علم لدنی کے سونپنہارے، تحقیقان دین و دنیا کے پیر میراں سید میراں چشتی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پایا۔ جو رباض کے عالم تھے قمار کے عالم میں لیا۔ ہمیشہ ان کی عنایت کی نظر سوں پر دوڑیں پاتا تھا۔ جو دن دن اسرا مشہور ہو رہا اس ہوش میں آتا تھا۔ جب بلوغت میں آکر سرت بیعت نعمت پایا تب ارستا و تفتین کی لذت سوں اگھایا شریعت طریقت کے وزا ورا (وضع ایک مرے چکھائے ہوئے حقیقت، معروف جسنہ جنس کے تماشے دکھائے)۔

.....

عالم میں دوہاں کے سنے میں انو اپنی ذات کو نہیں بھلیا تو ہجرت کے یک ہزار ستر پر چوتھے برس میں اس گھرنے اس گھر کوں لجا یا۔

دوستاں کو دست سوں اپنے حضور کی خوب ہیں  
دشمنان نھے دوست کے سین ان کوں دوری نویں

سید میراں حسینی چشتی کے تذکرے کے بعد ان کے فرزند امین الدین ثانی کی مخالفت کا حال لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید بعض لوگ ان کی مخالفت و سجادگی سے ناراض تھے۔ لیکن

ہالت میں مانند نوشیر داں رہ جو میں جیسے حاتم رواں  
اختتام :-

ہرستہ تحفہ کر کے بعد از دو سال لکھا میں نے اب یہ جواب سوال  
یہ تاریخ تب پائی میں ہم نشین! کہ کل دیکھی جنت میں ہے اس میں  
ترقیمہ :-

”تمام شد قصہ مجنوں و یسوی من تصنیف میر تقی بیٹا بہ رب  
بیچہ داں عبدالحیہ خاں افغان قوم گوڈی ساکن رام پور  
پاس خاطر قزلدین خاں افغان قوم مندوزی ساکن  
عبر سرد شہر چچ پور درمہ دراجہ جے منگہ بنیابت راول تپو  
در بادشاہی اکبر بادشاہ غازی بتاریخ جنت ہفت صفر المظفر  
۱۰۷۰ھ جاری مطابق سنہ ۱۰۷۰ھ جلوسی درمہ نگامیاں  
تحریر یافت“

یہ نسخہ محترمہ بشیر الدنایم صاحبہ بشیر کا عطیہ ہے۔

## (۲۷۱) شامل التقیا (۸۱۱)

۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵

تقطیع ۱۰۷۴-۱۰۷۵-خط نستعلیق

عنوانات سرخی ہیں۔

مصنف میراں یعقوب، سنہ تصنیف قریب ۱۰۷۵-۱۰۷۶

فیضیم کتاب عبد قطب شاہیہ کی اردو نثر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ اس کے مصنف میراں یعقوب حیدر آباد کے مشہور صوفی سید میراں حسینی چشتی المعروف خدا ناما کے مرید تھے۔ خدا ناما کی اردو تصنیفات ادارے میں موجود ہیں اور ان کے بیان میں خود خدا ناما کا ذکر اس قہرست کے صفحات ۲۵۰، ۲۵۱ اور ۱۵۲ پر گزرجچکا ہے۔ میراں یعقوب نے اپنے مرشد کا سنہ وفات

آخر کار سب قائل ہو گئے اور ان کی ذات سے خلق خدا کو بہت فیض پہنچا۔ اس حصہ کا اقتباس یہ ہے :-

### ملح امین الدین

”عارف واصل“ اولیٰ کے یقین، انبیاء کے جانشین،

محمد کے دیں کے امین، علی امین الدین رحمتہ اللہ کے

جلوس سول سجادہ شریف منور ہو، ہو مجلس کوں

زیب و رائق زیادہ تر ہو کی۔ منکراں ہو مبالغوں

انکار ہو رطلات نہ ایسے۔ ہو مومنوں ہو معتقدوں

ایمان ہو رافتقا دگھٹ کئے۔ نظم

جلوی منکراں تھے سو ایمان کیا جو گرا تھے سو سیدی ماہ پائے

جو ناقص ہے تھے سو کمال ہو جو کمال تھے سو مکمل ہوئے

معنا تھے سو محقق ہوئے جے کوئی تھے عارف سو عاشق ہوئے

بس پناہ کینے غلامت ولی بدلک اپس نالوں کر کر ملی

اپنی حیات کے وقت میں منجے بنارت کئے مجھے جو سائل التیقا

کتاب کوں ہندی زبان میں لیا دے تاہر کسی کوں سمجھ

آوے۔ اس وقت مجھے بھایا میں تا آکہ اُنویک ہزار ستر

پراٹوں مال کوں رملت کئے :-

مذکورہ بالا عبارت سے سبب تالیف بھی ظاہر ہو گیا کہ

امین الدین ثانی کی فرمائش پر شمالی اتقیا کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

اب خود امین الدین سے متعلق اتنا بیان کر دینا ضرور ہے کہ وہ

برائے خدائے اکھوتے فرزند تھے اور کسر نفسی اور درویشی میں

بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اپنے والد کا گنبد (جو حیدر آباد میں

محلہ کاروان کے قریب ”کرخی گنبد“ کے نام سے مشہور ہے)۔

تیار کرایا اور صرف چار سال کے بعد اجمادی الاول ۸۱۷ھ

میں لاؤلفوت اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ تذکرہ

محبوب ذی المنن میں لکھا ہے کہ :-

”ہمدردی میں یگانہ کیا دوست کیا بیگانہ آپ کے

نزدیک سب سادی تھے۔ جو کوں کو کھانا تنگوں کو

کپڑا دیتے تھے۔ بیتوں کی سرپرستی غریبوں کی دستگیری

فرائے تھے..... مدۃ العزبان سے لفظ میں نہیں

نکالا۔۔۔ بجائے میں لفظ فقیر استعمال کرتے رہے۔ اپنے کو

سب سے ذلیل سمجھتے رہے فرائے تھے کہ فقیر محض ناچیز

مطلق ہے“ (جلد اول ص ۱۳)

میرا یعقوب نے امین الدین ثانی کے تذکرے کے بعد ان کے

بھانجے (یعنی میرا جی خدائے نوا سے) شاہ میرا ثانی ابن

سید حسین کا ذکر کیا ہے کہ وہ جب اپنے ماموں کی جگہ خلیفہ ہوئے

تو میرا یعقوب نے یہ کتاب لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کی

شاہ میرا ثانی کا نام اس طرح لیا ہے :-

عارف حق رسیدے عارفان کے نور دیدے مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کے کلیجے رضی کے نبی شاہ میرا

ابن سیدین سلم اللہ تعالیٰ :-

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ میرا ثانی اس وقت کم عمر تھے۔

وہ بڑے شاہ حسینی کے لقب سے مشہور ہوئے اس لئے کہ خدائے

کے بڑے نواسے تھے۔ اور اپنے مرشد اور ماموں کی اجازت

سے دھول پیٹھ میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے دوسرے

بھائی کو باہر (غالباً شہر سے) جانے کی اجازت دی گئی۔

ذبحہ ۱۱۱۷ھ میں وفات پائی (محبوب ذی المنن جلد دوم

صفحہ ۸۶۰)

شاہ میرا ثانی کے بعد میرا یعقوب نے ایک اور بزرگ

بابا ابراہیم خلیل کا ذکر کیا ہے کہ کتاب مکمل کر کے جب ان کے

روبرو پیش کی تو وہ اس کے مطالعہ سے بہت خوش ہوئے۔

میرا یعقوب شاید میرا جی خدائے نوا کے بعد ان کے معتقد ہو گئے تھے

اس کے بعد ہی سبب تالیف اور موضوع کتاب کی نسبت میرا یعقوب نے یہ عبارت لکھی ہے :-

یو کتاب پیمیں فارسی تھا۔ رکن عماد، پیر معزی حضرت سلطان العارفين خواجہ برہان الدین غریب کے مرید تھے۔

انہو مت مدت تک بزرگان کے بھوت کتاباں ہور رملے مطالعہ کئے تھے۔ اس کتاباں تھے ہر یک بیان علامہ کوکر یو کتاب فارسی لکھے ہیں۔ ہور اس کا ناؤں شمایل الانقیاء

کر رکھے ہیں۔ یعنی پیر سیزگاراں کے خصلتاں۔ ہور اس

تمام کتاباں میں جو کچھ دلیاں کا اقوال و احوال ہور خصلتاں ہور خارج کشف اپنے پیر کی زبان مباد کہ فی

سنے ہیں ہور تلقین پائے ہیں سو بھی تمام اس کتاب میں دیا ہے۔ جو طالب کون اتنے کتاباں مطالعہ کرنا

پڑے ہور آسانی سوں مطلب کون انہو نے۔ لکم سکل ہور ہاں علم ناسوت کے سکل موتیاں بھولوت کے

لطیفہ چنچھے چنچھے ذہن کئی اوصاف ار ارجوت کے

کئی دج اس دج میں ایک ٹھار جو آساں ہویں قرب لاہوت کے (دق ۳۱)

اسی سلسلہ میں اصل کتاب کے مافذوں کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔

یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ شیخ رکن الدین بن عماد کا شانی مصنف نفائس الانفاس و شمایل الانقیاء و دلائل الانقیاء

ایک مشہور مصنف اور شیخ برہان الدین غریب کے مرید تھے۔ چنانچہ اول الذکر کتاب میں تو اپنے مرشد کے طغولات جمع کئے ہیں

اور موزن ذکر میں ان کے بہت سے مقولات اور احوال محفوظ کر دئے ہیں۔ یہ کتاب ایک وسیع مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ

اس کے مافذوں کی تعداد سو سے زیادہ ہے جن کی فہرست اس دکنی ترجمے میں بھی میرا یعقوب نے تفصیل سے (کئی

صفحات میں) لکھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قدیم

زمانے میں بھی کیسے کیسے لائق مصنف اور محقق گزرے ہیں اور ان کے کتب خانے کیسے کیسے نوادر علم و فضل سے معمور رہا کرتے تھے۔ رکن الدین عماد کی فارسی شمایل الانقیاء کا ایک قدیم قلمی نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے اس کا ذکر تذکرہ فارسی محظوظات میں درج رہے گا۔

اردو ترجمے کے نام اور کتاب کے موضوع اور ترتیب کی نسبت خود مصنف نے یوں وضاحت کی ہے :-

اس کتاب کا ناؤں شمایل الانقیاء کر رکھا گیا ہے۔ ہور اس میں طریقت حقیقت کے علم ہور مقاماں کے چہار قسم ہور نوڈ پر یک بیان کیا گیا ہے۔

پہلا قسم۔ طریقت کے لوگاں کے افعال کے بیان میں۔ دو اگلے پچاس بیان سوں۔

دوسرا قسم۔ حقیقت کے لوگاں کے احوال کے بیان میں۔ دو اگلے تیس بیان سوں۔

تیسرا قسم۔ خدائے تعالیٰ کے وجود ہور ذات کے صفات کے بیان میں، ہور ازل ہور ابد کے بیان میں،

ہور عزت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یک ذات کے صفات ہور نسبت میں ہے۔ چہار

بیان سوں۔

چوتھا قسم۔ نہایت نہایت کے اچھے ہور نازکیاں کے بیان

میں ہور دواؤں (وضع) کی حقیقت۔ ان کے

رموزاں ہور باریکیوں کے بیان میں۔ ہور بہتر

آدم کی پیدائش کی صفت میں، ہور آدمیاں کی

بڑائیاں ہور انسان کیاں خصلتاں، ہور انوکھا

امیدعاریاں، ہور انوکھے حق میں خدا کیاں غنایتا

کے بیان میں ہے۔ تین بیان سوں۔

## (۲۷۲) عشق نامہ (یوسف زلیخا) [۷۱۶]

اوراق ۱۲۷ - سطور ۱۲

تقطیع ۱/۲ × ۱/۲ - خط نستعلیق -

عنوانات - سرخی میں -

مصنف - نگار - سنہ تصنیف ۱۲۱۲ھ -

کاتب - حسین خاں - سنہ کتابت ۱۲۸۰ھ -

یہ ۳۰۲۰ (تین ہزار بیس) ابیات کی ایک ضخیم مثنوی ہے جس کو ایک غیر معروف شاعر نگار نے صرف دو ہفتوں میں منظوم کیا ہے۔ نگار تخلص کے ایک شاعر مرزا قطب علی بیگ تھے جن کا ذکر تذکرہ ”مجموعہ نغز“ میں قاسم نے کیا لیکن لکھا ہے کہ وہ دوسروں کے شعر اپنے نام سے پڑھتے تھے اور سنہ ۱۲۲۲ھ سے قبل وفات پائی۔ لیکن اس مثنوی کے مصنف خود ایک قادر الکلام شاعر معلوم ہوتے ہیں چنانچہ ایسی طویل مثنوی انہوں نے صرف دو ہفتوں میں ختم کی تھی۔ وہ لکھتے ہیں -

بہت خوبی سے دی انجام اس کو دو ہفتہ میں کیا اتمام اس کو (اورق ۱۲۶)

مثنوی کا آغاز حمد و نعت سے کیا ہے اور صحابہ کا ذکر نہیں ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مصنف شیعی المذہب ہوں۔ انہوں نے نعت کے حصہ کو اس بیت پر ختم کیا ہے :-

نبی کی آل او پروار جانا اسی بارہ درے سے پار جانا (اورق ۳۱۱)

نعت کے بعد سبب تالیف میں لکھا ہے کہ میں تنہائی سے بیزار تھا

کہ جاتی لی یوسف زلیخا نظر پڑی - یہ مثنوی بہت پسند آئی

(اس کی بڑی تعریف لکھی ہے) - اور خیال آیا کہ تنہائی کا رفیق

قلم سے بہتر کوئی نہیں ہے چنانچہ اردو میں اس کا ترجمہ شروع کر دیا۔

مصنف نے اپنی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ البتہ حسب ذیل

ابیات میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے :-

افسوس ہے کہ یہ مخطوط ناقص الآخر ہے۔ سنہ کتابت کا پتہ نہیں چل سکتا۔ غالباً اوائل تیرہویں صدی کی کتابت ہے۔ اس کتاب کا ایک اور قلمی نسخہ (مکتوبہ ۱۱۶۳) کتب خانہ آصفیہ (فن تصوف نمبر ۶۶۳) میں موجود ہے۔ اور اس کا محقر تذکرہ اردو شہ پارے (ص ۱۱) دکن میں اردو (ص ۱۱) اور اردو قدیم (ص ۱۱) میں شائع ہو چکا ہے۔

آغاز :-

”حمد و ثنا آفتاب اصفا کی کان“ ہو رسلتاں کے من بے حد  
و بے پایاں ہو سرنا بکھانا اولیاء و انبیاء کی نیکیاں ہو  
صفقاں ہو صفقاں کی بھانت بے گنت ہو بے انت  
اس ایک پاک ذات کوں واجب ہو رسل و اوار ہے کہ  
جنے پر میرے گیاراں کی ٹولی کوں اپنی نزدیکی کی بڑائی دیا۔“

اختتام :-

”پہنچے تحقیق میں خدا ہوں۔ منجہ بان کوئی خدا نہیں۔  
جو کوئی راضی نا اچھے میری تفسا سوں ہو ر صوری نہ کرے  
میری بلا پر ہو رشکر“

یہ قلمی نسخہ محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک متحدہ شعبہ  
نسوان ادارہ ادبیات اردو کا عطیہ ہے۔

رمضان المبارک تاریخ بیت و خیم کاتب الحروف  
حسین خاں فرانیس بر محمد دفعدار آردہ کوٹوالی در  
ماضی جانی صاحب فرنگی در اجرائی پتھر گمش کام  
کر و حکم سالانہ جنگ بہادر ۱۲۸۸ ہجری  
کتاب کے پہلے اور آخری اوراق پر عبد الرحیم خاں ۱۳۰۳  
پرورش علی ولد حسین خاں ۱۲۹۶ ہجری محمد خاں ۱۲۷۸ ہجری  
اور عبد الرحیم ولد عبد الکرم خاں ۱۳۱۰ ہجری کی تہریں ثبت ہیں۔

## (۲۷۳) طوطا کہانی [۷۱۶]

اوراق ۸۔ سطور ۱۱۔

نقطہ ۱/۵ x ۸/۸۔ خط نستعلیق۔

عنوانات سرخی میں۔

زمانہ تصنیف قریب ۱۲۲۰ھ

کاتب حسین خاں۔ سنہ کتابت ۱۲۸۰ھ۔

طوطا کہانی ایک مشہور داستان ہے جو اصل میں سنسکرت  
میں لکھی گئی تھی اور بعد کو دنیا کی اکثر بڑی بڑی زبانوں (مثلاً  
انگریزی، جرمن، ترکی، فارسی، اور اردو) میں منتقل کی گئی اور  
بہت مقبول ہوئی۔ یہ اصل میں ۷۰ کہانیوں کا مجموعہ ہے  
جس کا غالباً پہلا ترجمہ ضیاء الدین نخشبی نے ۷۳۵ھ میں فارسی  
میں کیا۔ لیکن اس کی زبان بہت متعلق تھی اس لئے کئی اور  
مصنفین نے اس کو آسان فارسی میں مرتب کیا جن میں ابو الفضل  
اور سید محمد قادری کے ترجمے معروف ہیں۔ موخر الذکر نے نخشبی کے  
۵۲ حکایات ہی میں سے صرف ۳۵ کو سلیس فارسی میں منتقل  
کیا تھا۔

فارسی کے علاوہ اردو میں بھی کئی مصنفین نے اس کتاب یا

کیا تو نے نگار اب لطف ہے نام تو اپنے لطف سے اب بھر کام  
نگار اب داستان کو ایک باری سنا جلدی کہ ہے گی انتظاری  
نگار اب خاموشی ہے تجھ کو بہتر بھلا ہے اب یہ قصہ مختصر (درق ۵)  
اصل قصہ درق ۵ سے شروع ہوتا ہے اور اس کے جملہ عنوانات  
اردو نشر ہی میں لکھے گئے ہیں۔ درق ۱۲۶ سے خاتمہ کتاب کا عنوان  
شروع کیا ہے جس میں کتاب کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اور آخر  
میں سنہ تصنیف اور تعداد ابیات اور مثنوی کا نام بھی ان  
مسلل ابیات میں لکھ دیا ہے۔

ہزار اور دوسو اور دس اوتھے دو کیا انجام جب یہ داستان کو  
گئے ابیات جو میں اس کے ایک بار ہوئے تب تین ہزار اور بیس اشعار  
لکھی تھیں عشق سے جو اس کو خامہ لکھتا نام اس کا عشق نامہ  
جاتی کی ”یوسف زلیخا“ کا دکنی شعر اسے بھی اس ترجمہ سے  
ڈیڑھ دو سو سال قبل اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ مثنوی فارسی ادب  
کی مقبول ترین کتب میں سے ہے۔ نگار کا یہ ترجمہ زبان و  
انداز بیان کی وجہ سے میر حسن کی مثنویوں کے مقابلہ میں کوئی  
اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کا مصنف کوئی مشہور یا پیشہ ور  
شاعر نہیں ہے حالانکہ وہ اتنا قادر الکلام ہے کہ دو ہفتوں  
میں تین ہزار سے زیادہ ابیات لکھ ڈالیں۔

آغاز:-

اہل عشق سے اپنے تو کر شاد رادل کر تو اپنا عشق آباد  
عناصر کی یہ میری ہے جو ہستی بسا تو عشق کی اس بیچ بستی  
اختتام:-

نگار اب خاموشی ہے تجھ کو بہتر بھلا ہے اب یہ قصہ مختصر کر  
گئی آنکھوں سے نیند اب ناگہانی زباں کر بند بس کر یہ کہانی  
ترجمہ:-

”تمام شدہ قصہ یوسف زلیخا بوقت سپہر روز یکشنبہ درادہ

سے بیان کئے ہیں کہ آگے کے زمانے میں ہند کے شہروں  
میں سے ایک شہر ہی کوئی سوداگر تھا صاحب مال اور  
ہمت۔ اور نام اس کا مبارک تھا۔  
اختتام :-

”میمون کہا کیا کیفیت ہے تو ہی بول۔ طوطا تمام احمال  
ہوا سو نچستہ کا کہا ایک جوان پر ادرما سے جانے میں  
شارک کے اول سے آخر تک میمون سے کہا۔ میمون اس  
وقت نچستہ کو نصیحت کیا۔“

ترقیمہ :-

”کاتب المروء حسین خاں برائے میر محمد دفعہ علاقہ کوتوالی  
آوردہ علاقہ جانی صاحب فرنگی است۔ نمت تمام شد۔  
بوقت دوپہر روز شنبہ بتاریخ بست نہم ربیع الثانی ۱۲۸۲ھ  
اسی کاتب نے اور دو خطوطے (عشق نامہ اور واسوخت آباد)  
بھی نقل کئے ہیں جن کا ذکر خطوطہ ۲۷۲ و ۲۷۴ میں درج ہے۔  
اس کتاب کے سرورق کی پیشانی پر ”پرورش علی ولد  
یلین خاں ۱۲۹۶ھ“ اور ”عبدالرحیم ولد عبدالکریم خاں  
۱۳۱۰ھ“ کی ہر یہ ثبت ہیں۔

اس کی بعض کہانیوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں کئے ہیں  
جن میں غواہی (۱۰۲۹) ابن نفاطی (۱۰۷۶) اور چند بخش  
حیدری (۱۲۱۶) بہت مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ دو اور کوئی  
مصنفین نے بھی اس کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ لیکن دونوں  
کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں ایک ترجمہ  
(اردو نثریں) محفوظ ہے جو علامہ میں کیا گیا تھا اور جس کا  
ذکر پروفیسر سروری نے فہرست اردو خطوطات (۱۸۳-۱۸۴)  
میں تفصیل سے کیا ہے۔ اردو سے قدیم میں بھی طوطا کہانی کی  
نسبت تفصیلی معلومات درج ہیں (۱۲۲)۔

ادارے کا زیر نظر خطوطہ طوطا کہانی بھی دیکھنی نثر  
میں ہے۔ لیکن اس کی زبان نسبتاً بعد کی ہے اور اس کا  
مصنف جامعہ کے خطوطے کے مصنف سے غالباً سو سال بعد  
کا ادیب ہے۔ افسوس ہے کہ اس خطوطے سے مصنف کے نام کا  
پتہ چل سکتا ہے اور نہ زمانہ تصنیف کا۔

ادارے کی زیر نظر ”طوطا کہانی“ بھی سید محمد قادری  
کی فارسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے چنانچہ اس میں بھی (۳۵)  
کہانیاں ہیں۔ لیکن ابتدا میں مصنف نے نہ حمد و نعت کی  
سرخیاں قایم کی ہیں اور نہ سبب تالیف ہی بیان کیا ہے۔  
بلکہ بسم اللہ کے ساتھ ہی پہلی کہانی شروع کر دی ہے۔ یہ بھی  
معلوم نہ ہو سکا کہ کاتب نے نقل کرتے وقت ابتدائی حصے چھوڑ  
دئے یا مصنف ہی نے ان کا خیال نہ رکھا۔ کاتب چونکہ کم سواد  
ہے اس لئے کتابت میں کئی غلطیاں ہیں۔

آغاز :-

”پہلی کہانی یہ کیفیت میمون اور نچستہ کی اور خرید کرنے میں  
میمون ایک طوطی کے۔ اور ایک تاجر کی طوطی کی کیفیت  
اور دنیا کی حکایت یوں ہے۔ دانایاں اور عقلمند اس طور

## (۲۷۴) واسوخت آباد [۷۱۷]

اوراق ۳۵ - سطور ۱۲ -

تعلیق  $\frac{1}{4} \times 8 \times \frac{1}{8}$  - خط نستعلیق -

عنوانات سرفہری میں -

مصنف - ہمدی حسین خاں آباد - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۶۸ھ -

کاتب حسین خاں - سہ کثابت ۱۲۸۰ھ -

یہ ۱۲۶۹ ہندوں کا ایک طویل مدس ہے جو بطور واسوخت قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف مرزا ہمدی حسین خاں آباد (متولد ۱۲۵۵ھ) خلف مرزا جعفر خاں لکھنوی ناسخ کے شاگرد تھے۔ دیوان، تہن واسوخت اور ایک مثنوی ان کی یادگار ہے۔ ایک دیوان نگارستان عشق ۱۲۶۲ھ میں مطبع مرقنوی لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ بہارستان عشق میں ان کی وہ غزلیں شامل ہیں جو آتش و ناسخ کی ہم طرح ہیں۔ واسوخت نگار کی حیثیت سے بھی انھوں نے بڑی شہرت حاصل کی ہے۔

یہ واسوخت معاملہ ہندی اور لطف زبان کے لحاظ سے بہت دلچسپ اور قابل قدر ہے۔

آغاز :-

عشق وہ آئینہ ہے جس کی صفالینت ہے  
عشق ہر دیدہ خود میں کے لئے میرت ہے  
عشق سے خاند خرابوں کے لئے زینت ہے  
عشق کا روپ نرالا ہے نئی صورت ہے  
عشق کا میل ہر اک دل کے لئے صیتل ہے  
آخر کار صفاتی ہے غبار اول ہے

انتہام :-

مثل آباد رہا پاس سخن کا تازلیت  
آنکھ اٹھا کر نہ کسی اور کو دیکھا تازلیت  
فرق الفت میں نہ لایا دل شیدا تازلیت  
دولت حسن کہ دل لکھوں کے پونا تازلیت  
حاصل عمر نثار رہو یا رے کر دم  
شادم از دہ گئی خویش کہ رے کر دم

ترقیمہ :-

”تمت تمام شد کار من نظام شد بوقت دو  
گھر می دن مانده این کتاب ”واسوخت“  
تمام گردید۔ نوشتہ حسین خاں غریب حقیق  
روز سہ شنبہ خواند میر محمد دندار در نوکری  
کو توالی علاؤ از طرف جانی صاحب فرنگی  
آوردہ در تیاری سڑکاں تیار گردیدہ است  
نوشته شد تحریر فی الذیخ دواؤہم جادی الاول ۱۲۸۵ھ“

ترقیمہ کے اوپر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واسوخت مطبع مصطفائی کا پور میں ۱۲۶۹ھ میں چھپ بھی چکا ہے۔

”الحمد لله والمنة كواسوخت دل چپ رنگین“

از تعینفات سر دفتر اشترای متاخرین  
مطلع دیوان خوش بیانی، مطلع سخن سنجی و  
سخن دانی، آشنائے بحر مضامین استناد،  
مرزا ہمدی حسین خاں متخلص بہ آباد، بتاریخ  
دہم ربیع الاول ۱۲۶۹ھ جری در مطبع مصطفائی  
محمد مصطفیٰ خاں خلف حاجی محمد روشن خاں رحم  
دشہر کا پور محلہ ہر کا پور محلہ طبع پوشیدہ“



کتاب کے آخری ورق کے نیچے پیر محمد ولد خان محمد اور عبد الرحیم ولد عبد اکرم کی ہرین ثبت ہیں۔ اسی کتاب کی لکھی ہوئی دو کتابوں (مخطوطات ۲۷۲ و ۲۷۳) کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

## (۲۷۵) کلیات سلطان [۳۳۸]

اوراق - ۱۱۳ - سطور ۱۷ -  
تقطیع ۹/۶ x ۹/۶ خط نستعلیق -  
مصنف سلطان - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۰۰ھ -  
سنہ کتابت - ۱۲۳۷ھ -

یہ ایک مشہور صوفی شاعر سلطان کا ضخیم کلیات ہے جس میں ۳۸۰۰ تین ہزار آٹھ سو سے زیادہ اشعار ہیں۔ لیکن تعجب اس کا ہے کہ اتنے ضخیم کلام میں بھی کہیں شاعر نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس سے ان کے وطن، نام اور زمانے کا پتہ چل سکتا۔ ان کا کچھ اور کلام بھی ادارے میں موجود ہے جس کا ذکر اس تذکرے کے مخطوطہ نمبر ۲۰۶ (۲۷۵) کے بیان میں گزر چکا ہے۔

سلطان ایک بہت بڑے صوفی اور اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ ان کے مریدوں اور معتقدوں کی بعض کتابوں کے قلمی نسخے بھی ادارے میں موجود ہیں۔ بچپانچہ ”دالاملار“ (دیکھو مخطوطات نمبر ۱۷۰ و ۲۱۸) کا مصنف بھی ان کا مرید تھا۔ اور سبب تالیف کے بیان میں وہ لکھتا ہے کہ:-

”اے بھائی حق کی توفیق سوں ہو، اس

بادی شاہ سلطان کی مدد سوں سالکال ہو،

طالبان کے واسطے اوس بہت کے موتیاں چین کر

لیا یا ہوں“ (دیکھو تذکرہ ہذا ص ۲۶۱)

ان کے ایک اور مرید افضل (مصنف محی الدین نامہ) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان میراں شاہ معروف کے خلیفہ تھے۔ (دیکھو تذکرہ ہذا ص ۲۶۱)۔

اسی طرح رفعتی (مصنف وصل نامہ) بھی سلطان ہی کے مرید تھے چنانچہ اپنی فتویٰ میں ان کی مدح لکھی ہے۔ (دیکھو تذکرہ ہذا ص ۲۵۷)۔

ان معلومات کے علاوہ افسوس ہے کہ سلطان کی نسبت اور کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ان کے کلام کے ذکر میں اس تذکرہ کے صفحہ ۲۴۷ پر جو لکھا گیا ہے کہ راقم الحروف کی نظر سے ان کا دیوان ملو کہ ڈاکٹر عبد اللطیف گزرا ہے وہ غالباً یہی دیوان ہے جو پروفیسر لطیف احمد صاحب فاروقی کی ملک تھا اور شاید انہی کے یہاں راقم الحروف نے اس کا مطالعہ کیا تھا۔

اس دیوان میں جو غزلیں ہیں ان کے مضامین مجازی اور حقیقی دونوں قسم کے عشق و عاشقی پر مشتمل ہیں۔ اکثر غزلوں کی زمینیں وہی ہیں جو کلیات محمد قلی قطب شاہ میں نظر سے گزرتی ہیں۔ اور زبان بھی قریب قریب اسی زمانے کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی کا دیوان اس صوفی سلطان کے مطالعے میں رہا ہے۔ اور یہ کہ وہ بھی عہد قطب شاہیہ کے شاعر تھے۔

سلطان کے کلام میں بختگی، مضامین میں تنوع، اور زبان پر قدرت ہے۔ وہ شاید صوفی اور شاعر ساتھ ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ اس کلام کے پیش نظر تو وہ صوفی سے زیادہ شاعر ہی تھے۔ ادارے کے مخطوطہ نمبر ۲۰۶ میں ان کا جو کلام درج ہے وہ سب کا سب اس کلیات میں اپنی اپنی جگہ پر

از الف اول تھا ہو نکتہ سلطان صفی  
ابتدا ہو انتہا کا اسم آبی کر خفی (ورق ۱۱۲)  
لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ لفظ صفی نام کی مناسبت  
سے لکھا ہے یا صوفی معانی کی صفت ظاہر کرنے کے لئے۔  
آغاز :-

اوس پاک عشق بازگوں جب نہہ کا اثر ہوا  
تب نور ذات چو شمع جو اندہ کسب بر ہوا  
نس نور ذات نام رکھیا احمد و صفات  
سہ وصف کی زبان سستی کن کا اچھ ہوا  
اختتام :-

ایہہ بھید باطن کر بظاہر عشق کا سلطان ہو  
سین میں آخود کوں رکھیا ناؤں اپنا ندری  
ایہہ صفت اپنی اب لکھن سلطان آئینہ محل آ  
چرا کر چھیا خوش طرز کا بیٹھا صدر کر محمدی  
ترقیمہ :-

درمقت المکتب بون الملک الوہاب بنارنج  
بیت ششم مع ۱۱۱۱ بروز شنبہ ۱۲۲۳ شمسری  
مطابق ۲۲ دسمبر ۱۸۴۲ عیسوی دہلی قصبہ ہولیپور  
در حال منصفی قصبہ دیپور

سلطان کا کلیات کہ باب ہے اس کا نسخہ کسی اور  
کتب خانے میں اب تک دستیاب نہیں ہوا اور نہ کسی  
کتب میں اس شاغر کے علامات اس وقت تک شائع  
ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ ایک نادر نسخہ ہے۔ یہ نسخہ  
مولوی لطیف احمد صاحب فاروقی ایم اے۔ ایل ایل بی  
پکچر فارسی و پراکٹہ جامعہ عثمانیہ کی ملک تھا جس کو

موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام اتنا مقبول تھا کہ  
لوگوں نے اپنی بیاضوں میں ان کی منتخب غزلیں نقل کر لی تھیں۔  
محمد قلی قطب شاہ کی طرح سلطان نے بھی ہر ردیف میں  
کئی کئی غزلیں لکھی ہیں۔ اور بعض غزلیں اس بادشاہ شاعر  
کی غزلوں کی طرح اتنی طویل ہیں کہ قصیدہ سمجھی جاسکتی ہیں۔  
مثلاً ورق ۹۳ پر تصوف میں ایک مسلسل غزل لکھی ہے جس میں  
۳۴ شعر ہیں۔

سلطان خود بھی اپنے شاعرانہ محاسن سے واقف تھے۔  
چنانچہ بعض مطلعوں میں خود ستائی بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً۔  
اشعار کو ناؤں تک سلطان بن جگہ نظم کوں  
ہر جہ میں بازیکہ ہے معنی اسرار عشق (ورق ۶۵)  
مجھ غزل سن تو نہ یک سلطان بیچھیا ہو کیا  
نظم میرا سن کہے سب شعر گویا ہے لذیذ (ورق ۳۶ ب)  
سخن معروف ترلو جوں جسے سلطان مسکین میں  
ہر خلعت موافق ہر کسے ہم یار خوشش لگتا (ورق ۱۱ ب)  
بعض غزلیں قطعہ بند ہیں اور کسی مناسب موضوع پر لکھی گئی ہیں۔  
چنانچہ اس کلیات کے آخری حصے میں قصیدہ کے طور پر ۲۱ شعر کی  
ایک غزل درج ہے جس کا مطلع ہے :-

غزیاں مجھ نصیحت سن نہ ہو غافل ہے تن فانی  
جہ لگ ہے بھیج اس کوں نہ بھیجا ہے توجیرانی (ورق ۱۱)

غزلیات کے آخر میں ایک نظم بھی شامل ہے جس کے ہر بند میں  
چار مصرعے ہیں۔ اور اس نظم میں حروف تہجی کے عارفانہ بھید  
سمجھائے گئے ہیں۔ اس نظم کے حسب ذیل پہلے شعر میں اپنے  
نام کے ساتھ ”صفی“ اس طرح لکھا ہے۔ کہ شاید یہ لفظ شاعر  
کے نام کا جز ہو۔

انہوں نے ۱۹۳۸ء میں بمقام اوٹی کنڈ (کوہ نیلگری) ۱۱ ارے میں بطور عطیہ داخل کرنے کے لئے خریدا تھا۔ چنانچہ اس کے ابتدائی اور آخری اوراق پر موصوف کے دستخط ثبت ہیں۔ اس مخطوطے کے سرورق پر لکھا ہے:-

”تحفہ بخدمت مشفق ڈاکٹر سید محی الدین صاحب  
قادیانہ اور برائے کتب خانہ مخطوطات ادبیات اردو  
لطیف احمد فادتی ۲۵ آذر ۱۳۵۳ھ“

=====

اردو مخطوطات

پیشہ و  
ادبیات

مذکرہ اردو مخطوطات جلد اول

ضمیمہ

۳۴۱	معطوبین مخطوطات
۳۴۵	مخطوطات کی فہرست بلحاظ زمانہ تصنیف
۳۶۱	تصویحات
۳۶۵	اشاریہ

## ۴۔ معطین مخطوطات

ادارہ ادبیات اُردو کے فنی نسخوں کا کتب خانہ زیادہ تر علم دوست اصحاب کے ذاتی ایشاء اور عطیوں پر مشتمل ہے۔ یوں تو ایسے معطین کی فہرست نہایت طویل ہے لیکن یہاں صرف ان اصحاب کے نام درج ہیں جن کی معطیہ قلمی کتب کو بیان نہ کر کے اُردو مخطوطات کی اس پہلی جلد میں شائع ہو رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے اصحاب کے نام معصراحت مخطوطات آئندہ جلدوں میں شریک رہیں گے۔

مرتب تذکرہ لہذا پھر ایک بار حسب ذیل معطین کا منہاج ادارہ شکر ادا کرتا ہے کہ ان کی پیچیدگیوں کی وجہ سے جہاں کتب خانہ ادارہ اکثر و بیشتر ناد مخطوطات کا نتیجہ بنتا جائے گا۔ خود ان معطین کا نام نیک زندگانی جاوید حاصل کر کے دوسروں کو بھی اسی قسم کے غلو ص و ایشاء کی ترغیب دلاتا ہے گا۔

۲۰۸۔ کلام السمعیل

۲۰۷۔ منانہ عقل و عشق

۲۱۰۔ وصل نامہ

۲۰۹۔ رسالہ وجودیہ

۲۱۲۔ محی الدین نامہ

۲۱۱۔ مراقی مرزا

۲۱۴۔ مراقی قادر

۲۱۳۔ بیاض فراقی

۲۱۶۔ وصایا بے نئی

۲۱۵۔ دکنی منظومات

۲۱۸۔ درالاسرار

۲۱۷۔ حکمت سلیمانی

۲۱۹۔ مرات المصلی

### (۱) محترمہ نشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک معتمد شعبہ نسواں

۲۵۸۔ معالجات بندہ نواد

۲۵۷۔ جگوار اسالکین

۲۶۰۔ طلسم اعظم

۲۵۹۔ کتب عروج

۲۶۹۔ بوتان خیال

۲۶۱۔ مذہب عشق

۲۷۱۔ شمائل انقیاد

۲۷۰۔ یعلیٰ مجنوں

### (۳) مولوی خواجہ حمید الدین صاحب شاہد بی ۱۷ مدیر سب رس

### (۲) مولوی سید حمید اللہ حسینی صاحب بی ۱۷

۱۷۶۔ قصہ سبب پوش

۱۷۵۔ دیوان عاجز

۱۷۸۔ منتخب دیوان مدینہ

۱۷۷۔ بیاض اشعار

۱۷۹۔ قصہ رسیا

۲۰۲۔ قصہ ہرنا کا

۲۰۰۔ مثنوی علی

۲۰۴۔ کشف المعراج

۲۰۳۔ مناجات غفار

۲۰۶۔ کلام سلطان

۲۰۵۔ کلام شعلی

تذکرہ اردو مخطوطات

(۹) نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز معاون اداہ

۱۹۳- چشمہ فیض	۱۹۵- دیوان عشر
۱۹۶- دیوان اول مزاج	۱۹۷- دیوان دوم مزاج
۱۹۸- دیوان سوم مزاج	

(۱۰) نواب عنایت جنگ بہادر معاون اداہ

۸- سیف الملوک	۱۷- چندریدن و ماہیار
۲۳- نامہ علی	۳۱- روضۃ الشہداء
۲۳- پنچھی باچھا	۴۰- روضۃ الاطہار
۶۱- محبوب القلوب	۶۹- سحر البیان
۷۹- کلیات سودا	۸۲- دیوان یغین
۸۲- قصیدہ صاحب	۸۷- دیوان میر
۸۸- کلیات ایمان	۹۲- چار درویش
۹۵- چار درویش	۹۷- غزب عشق
۱۰۰- روضۃ الشہداء	۱۰۱- چار درویش منظوم
۱۲۱- دین و بیک	۱۲۲- ایمان و برپن
۱۲۵- تناولی	۱۲۶- نظم انور
۱۲۷- مرغوب الطبع	۱۲۸- مرغوب الطبع
۱۲۹- چار درویش	۱۳۰- ہمیشہ بہار
۱۵۲- حکمہ حیدری	۱۵۶- آتا ولی

(۱۱) مولوی میر سادات علی صفا رضوی ایم اے معتمد شعبہ تنقید

۶۷- نو بہار عشق ۶۸- سحر البیان

(۱۲) مولوی مرزا صامن علی صفا غازی صفوی رفیق اداہ

۲۲۶- تفسیر سیدہ اذاجا	۲۲۷- سحر البیان
۲۵۲- دیوان ناظم	۲۵۳- انتخاب کلام بیروشلی
۲۵۳- آب حیات	۲۵۵- کلام بیرن و سید
۲۵۶- کلیات کاظم	

(۱۳) مولوی سید محمد صفا ایم اے لکچرار سٹی کالج و شریک معتمد امتحانات

۸۵- دیوان انشا

(۱۴) مولوی محمد عبدالحق صاحب محتسب بنولہ

۱۵۱- رسالہ اصلاح مسلمانان ۱۵۲- رسالہ شرک و عت

(۱۵) پروفیسر عبدالقادر صفا سروری ایم اے ایل ایل بی معتمد شعبہ امتحانات

۲۲۳- بچو لبین

تذکرہ اردو محفلات

۱۵۷۔ لارڈ کپور اور قاضی	۱۷۳۔ اگر گل
۱۹۰۔ مناقب عادل	۲۲۵۔ ترجمہ شرح چغتائی
۲۳۴۔ تاریخ بدھ	۲۲۲۔ وفات نامہ زہرا
۲۴۴۔ بیاض اشعار	۲۴۴۔ کلام برہان
۲۴۵۔ کلام میرن	۲۴۶۔ بیاض نظم و نثر
۲۴۸۔ بہار گلشن	
<hr/>	
(۱۱) مولوی میر کاظم علی صاحب برقی موسوی	
<hr/>	
۲۶۴۔ سدس اکبر	
<hr/>	
(۱۲) مولوی لطیف احمد صافا رقی ایم۔ ایل ایل بی پورا جامعہ	
<hr/>	
۲۷۵۔ کلیات سلطان	
<hr/>	
(۱۳) مولوی محبوب علی خاں صاحب۔	
<hr/>	
۱۹۱۔ دیوان اول ناسخ	۱۹۲۔ دیوان دوم ناسخ
<hr/>	
(۱۴) مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری بی۔ اے اکن سابق ناظم تعلیمات	
<hr/>	
۳۷۔ دیوان ولی	
<hr/>	
۱۵۷۔ مناقب عادل	۱۷۳۔ اگر گل
۲۳۴۔ تاریخ بدھ	۲۲۲۔ وفات نامہ زہرا
۲۴۴۔ بیاض اشعار	۲۴۴۔ کلام برہان
۲۴۵۔ کلام میرن	۲۴۶۔ بیاض نظم و نثر
۲۴۸۔ بہار گلشن	
<hr/>	
(۱۵) صاحبزادہ میر محمد علی خاں صاحب میکش سابق مدیر سب سے	
<hr/>	
۴۴۔ دعائے داؤد	
<hr/>	
(۱۶) مولوی سید محمد تقی صاحب رضوی بی۔ اے	
<hr/>	
۹۳۔ غلطی نامہ	۹۶۔ مذہب عشق
۹۸۔ گل باصنوبر	۱۵۵۔ پیدمات
<hr/>	
(۱۷) ڈاکٹر سید محمد الدین قادری زور معتمد عمومی ادارہ	
<hr/>	
۴۶۔ دیوان داؤد	۱۱۹۔ وفات نامہ
۱۲۰۔ وفات نامہ	۱۲۳۔ پند نامہ
۱۳۸۔ تنبیہ النساء	۱۴۰۔ وفات نامہ خاتون جنت
۱۴۱۔ وفات نامہ خاتون جنت	۱۴۳۔ گلشن نامہ خاتون جنت
۱۴۸۔ باز و فاختہ	۱۶۲۔ رسالہ بے نماز
۱۸۰۔ چہار کرسی	۱۹۹۔ قصہ ابو نعیمہ
۲۲۱۔ ابراہیم نامہ	۲۲۲۔ کلیات محمد تقی قطب شاہ
۲۴۰۔ اسرار غوثیہ	۲۵۹۔ روضۃ الاقطاب
۲۵۱۔ چار گلزار	۲۶۲۔ مجموعہ مناجات
۲۶۳۔ مجموعہ مولود شریف	

---

(۱۸) مولوی نصیر الدین حسینی آ۔ بی بی لکچر آرکلیبر گہ کالج

---

۱۰۶ - دہ مجلس

---

(۱۹) مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی موسس ادارہ

---

- |                     |                     |
|---------------------|---------------------|
| ۳۰ - جنگ نامہ       | ۳۲ - رونقنہ الشہداء |
| ۴۵ - سر و شمشاد     | ۴۶ - دیوان داؤد     |
| ۸۹ - عاشقیہ میں دہن | ۱۰۶ - مثنوی نادر    |
| ۲۰۰ - روپ سنگار     |                     |



# تذکرہ اردو مخطوطات جلد اول

## مخطوطات کی فہرست بلحاظ زمانہ تصنیف

(۱) درمیان ۸۲۵ھ و ۱۰۰۰ھ  
۱۵۹۰ء و ۱۶۲۰ء

نام مصنف	نام تصنیف	سنہ تصنیف	صنوع	صنف	نمبر تذکرہ	نمبر ترتیب	صفحہ
نواجہ بندہ نواز	پچکلی نامہ	قبل ۸۲۵	نصوت	نظم	۲۲	۱۲۰	۶۸
شاہ عبداللہ	کسب محویت	۸۶۶ (۹)	"	"	۲۱	۱۲۰	۶۶
"	کسب عروج	"	"	"	۲۵۹	۸۰۳	۳۱۵
اشرف	نوسرہار	۹۰۹	سیر	"	۱	۱۲۳	۱۷
"	واحد باری	قرب " "	نعت	"	۲۳۷	۱۲۹	۲۸۴
فیروز	توصیف نامہ	قبل ۹۷۲	سیر	"	۱۱۰	۹۵۳	۱۲۴
برہان الدین نجم	ارشاد نامہ	۹۹۰	نصوت	"	۲	۱۲۴	۱۹
"	کلمۃ الحقائق	قرب " "	"	نثر	۲۷	۱۰۴	۵۳
" (۹)	منصود ابتدائی	" (۹)	"	"	۲۸	۱۰۴	۵۴

(۲) درمیان ۱۰۰۰ھ و ۱۰۵۰ھ  
۱۵۹۰ء و ۱۶۳۹ء

عبدالملک	مولود نامہ	۱۰۰۹	سیر	نظم	۶	۱۲۷	۲۳
----------	------------	------	-----	-----	---	-----	----

۱۲۳	۶۵۱	۱۰۸	نظم	سیر	قریب ۱۰۰۹	نامه سلطان	عبدالملک
۲۶۷	۱۸۱	۲۲۱	"	"	۱۰۱۲	ابراہیم نامہ	عبدال
۲۶۸	۱۸۲	۲۲۲	"	کلام	قبل ۱۰۲۰	کیلیات قطب شاہ	محمد قلی
۲۵	۸۳	۸	"	قصہ	۱۰۳۵	سیف الملوک	غواصی
۲۵	۱۵۷	۱۶	"	موعظت	۱۰۳۵	تحفۃ المضاح	قطب رازی
۷۵	۵۱۵	۴۷	"	"	"	"	"
۳۷	۸۷	۱۷	"	قصہ	۱۰۴۸	پند و بدن	مقیم
۱۲۲	۶۵۲	۱۰۹	"	سیر	۱۰۵۰	مدح میراں جی	کریم
۲۸۳	۲۲۶	۲۳۵	"	حکمت	"	حکمت بزرگ جہر	(۹)

(۳) درمیان ۱۰۵۰ھ و ۱۱۰۰ھ  
۱۶۳۹ء و ۱۶۸۸ء

۲۵	۵۰۹	۲۰۲	نظم	پند و موعظت	درمیان ۱۰۲۰/۱۰۶۷	پند و لیلند	علی (۹)
۲۶۲	۳۷۰	(۸)۲۲۰	"	سیر	قریب ۱۰۶۰	مرثیہ	ملک خوشنود
۶۲	۹۲	۳۸	"	تصوف	قبل ۱۰۷۰	پیکلی نامہ	میراں جی خاندانا
۲۵۰	۲۵۹	۲۰۹	نثر	"	"	رسالہ وجودیہ	"
۱۵۲	۶۵۹	(۵)۱۱۶	نظم	"	"	غزل	" (۹)
۲۶	۷۰	۹	"	نقہ	۱۰۷۲	قصہ ہندی	عبدی
۲۹	۱۱۷	۲۳	"	قصہ	۱۰۷۶	پھولین	ابن نشا ملی
۲۶۹	۱۸۰	۲۳۳	"	"	"	"	"
۳۲۹	۸۱۱	۲۷۱	نثر	تصوف و سیر	قریب ۱۰۷۸	شہا مل القیاس	میراں یعقوب
۲۷	۹۸	۱۰	نظم	سیر	۱۰۸۰	مراج نامہ	سید باقی
۲۵۹	۳۶۵	(۷)۲۱۵	"	کلام	درمیان ۱۰۳۵/۱۰۸۳	غزل	عبداللہ قطب شاہ
۲۵۷	{ ۳۶۳	۲۱۳	"	سیر	" ۱۰۶۷/۱۰۸۳	مراثی	علی عادل شاہ شاہی
۲۶۳	{ ۳۷۰	(۷)۲۲۰	"	"	"	"	"
۲۵۲	۳۶۱	۲۱۱	"	"	قریب ۱۰۸۲	"	مرزا

مرزا	مراتی	قریب ۱۰۸۲	سیر	نظم	۲۲۰ ۱۶-۱۵-۱۳-۱ ۲۹-۲۶-۲۳-۲۰	۲۷۰	۲۹۳ ۲۹۹
ایمانی	نجات نامہ	۱۰۸۲	پند و غمت	"	۱۹	۵۰۷	۲۱
پند نامہ	پند نامہ	۱۰۸۶	پند	"	۱۲۳	۲۱۲	۱۵۸
شاہ راجو	مرثیہ	قبل ۱۰۹۲	سیر	"	(۵) ۲۲۰	۳۷۰	۲۹۳
عابد شاہ	نگارہ السالکین	"	انصوف	نثر	۲۵۷	۸۰۱	۲۱۳
" (۹)	معالجات بندہ نواز	"	طب	"	۲۵۸	۸۰۲	۲۱۲
سیوک	جنگ نامہ	۱۰۹۲	تاریخ	نظم	۳۰	۶۶	۵۷
فائز (فاضل)	رضواں شاہ	۱۰۹۲	قصہ	"	۲۶	۱۲۳	۵۱
شعلی	کلام	قبل ۱۰۹۷	انصوف	"	۲۰۵	۲۵۵	۲۲۵
معظم	گنج مخفی	"	"	"	۱۱۲	۶۵۵	۱۴۸
"	منظرہ عقل و عشق	"	"	"	(۱۹) ۲۲۰	۳۷۰	۲۹۵
" (۹)	"	"	"	"	۲۰۷	۲۵۷	۲۲۸
علی	مناجات	قبل ۱۱۰۰	مناجات	"	۷	۱۲۶	۲۲
"	مثنوی	"	انصوف	"	۲۰۱	۲۵۱	۲۲۳
سید	دعائے داؤد	"	مناجات	"	۲۳	۱۰۱	۷۰
فاروقی	چکی نامہ	"	انصوف	"	۱۱۳	۶۵۷	۱۵۰
مواہب	کشف المعراج	"	"	"	۲۰۳	۳۵۳	۲۲۵
سلطان	کلیات	"	"	"	۲۷۵	۳۳۸	۳۳۶
"	کلام	"	"	"	۲۰۶	۳۵۶	۲۲۷
مرتضیٰ	وصل نامہ	"	"	"	۲۱۰	۳۹۰	۲۵۱
افضل	محبی الدین نامہ	"	سیر	"	۲۱۲	۳۶۲	۲۵۲
غفار	مناجات	"	مناجات	"	۲۰۳	۳۵۳	۲۲۲
قادر	مجررہ خاتون جنت	"	سیر	"	۱۳۲	۸۱	۱۷۶
"	مراتی	"	"	"	۲۱۲	۳۶۲	۲۵۷

۳۹	۸۲	۱۸	نظم	قصه	۱۱۰۰	قبل	چند ربدن و ماہیار	بلبل
۱۵۱	۶۵۸	۱۱۵	"	سیر	"	"	درج میراں	شیر میر
"	۶۵۹	(۴۵) ۱۱۶	"	تصوف	"	"	کلام	محمود
"	"	(۲) "	"	"	"	"	"	جعفر
۱۵۲	"	(۳) "	"	"	"	"	"	محمی
۲۶۲	۳۷۰	(۹) ۲۲۰	"	سیر	"	"	مرثیہ	روحی
۲۶۵	"	(۲۱) "	"	پند	"	"	رباعی	گوہری
۲۵۶	۳۶۳	(۱۰) ۲۱۳	"	سیر	"	"	مراثی	نثرف
۲۶۶	۳۷۰	(۲۶) ۲۲۰	"	"	"	"	"	"
۲۶۳	"	(۲) "	"	"	"	"	مرثیہ	مراد
"	"	(۶) "	"	"	"	"	"	نربان علی
۲۵۵ و ۲۵۶	۳۶۳	۲۱۳	"	"	"	"	"	پیغمبر احمد
"	"	"	"	"	"	"	"	شیخ
"	"	"	"	"	"	"	"	قلندر
"	"	"	"	"	"	"	"	حیرت
"	"	"	"	"	"	"	"	مشہور
۲۵۵	۳۶۳	(۶) ۲۱۳	"	"	"	"	"	اشرف
۲۶۲ تا ۲۶۶	۳۷۰	۲۲۰	"	"	"	"	"	حسین
"	"	"	"	"	"	"	"	صادق
"	"	"	"	"	"	"	"	محببت
۲۰۱	۱۹۰	۱۷۰	نثر	تصوف	"	"	درر الاسرار	مرید سلطان
۲۶۱	۳۶۸	۲۱۸	"	"	"	"	"	"
۲۰۲	۶۷۳	۱۷۱	"	"	"	"	ہدایت المومنین	؟
۲۵۹	۳۶۶	۲۱۶	"	پند	"	"	وصایا کے نبی	؟
۱۸۱	۹۷	۱۴۸	نظم	سیر	"	"	باز و فاختہ	؟

۲۴۴	۲۵۲	۲۰۲	نظم	سیر	۱۱۰۰	قبل	قصه هرنی کا	؟
۳۲۴	۸۰۸	۲۶۶	نثر	قواعد	"	"	ترجمہ آمدنامہ	؟

(۴) درمیان  $\frac{۱۱۰۰}{۱۶۸۸}$  و  $\frac{۱۱۵۰}{۱۶۳۶}$

۲۸	۳۰۱	۱۱	نظم	فقہ	۱۱۰۱	بدایات ہندی	ضعیفی
۳۳	۵۹	۱۳	"	"	"	"	"
۲۱	۱۲۶	۴	"	سیر	۱۱۰۲	قصیدہ معجزہ	جنونی
۲۲	" ب	۵	"	"	"	" (دیگر)	"
۴۸	۶۸	۲۳	"	"	۱۱۱۰	نامہ علی	عبد العلی
۳۴	۹۸ ب	۱۵	"	"	۱۱۱۱	وفات نامہ	دریا
۱۵۴	۹۱	۱۱۹	"	"	"	"	"
۱۵۵	۲۱۶	۱۲۰	"	"	"	"	"
۲۳	۱۰۹	۱۴	"	"	" (۹)	شمال النبی	عبد الحمز
۴۳	۵۰۸	۲۰	"	"	"	نورنامہ	عنایت
۴۴	۸۰	۲۱	"	"	"	"	"
۵۵	۵۱۰	۲۹	"	تصوف	۱۱۱۲	من لکن	بحری
۶۲	۹۳	۳۶	"	کلام	۱۱۱۵	دیان	ولی
۶۳	۱۱۲	۳۷	"	"	"	"	"
۲۱۰	(ج) ۱۲۸	۱۷۷	"	"	"	غزلیات	"
۲۰۶	۶۸۱	۱۷۴	"	سیر	"	مخمس	"
۷۶	(ج) ۵۱۵	۲۸	نثر	فقہ	۱۱۱۷ (۹)	توشہ عاقبت	منور بیگم
۳۱	۳۰۲	۱۲	نظم	پند	۱۱۳۰	پند نامہ لقمان	فتح شریف
۵۸	۱۴۰	۳۱	"	سیر	$\frac{۱۱۳۰}{۱۱۳۷}$	روضۃ الشہدا	ولی ویلوری
۵۹	۸	۳۲	"	"	"	"	"

۱۱۳	۴۰۲	۹۲	نظم	سیر	۱۱۲۰ ۱۱۳۴	روقتہ الشہداء	ولی و یلوری
۲۰	۱۲۵	۳	"	"	۱۱۲۰ قبل	وفات نامہ	امامی
۶۸	۵۱۳	۴۳	"	نقصوت	۱۱۴۳	اشارات الغافلین	عاشق
۶۰	۱۵۸	۳۱	"	"	۱۱۴۶	بیچھی باچھا	وجدی
۶۱	۵۸	۳۴	"	"	"	"	"
۶۲	۵۱۱	۳۵	"	"	"	"	"
۱۱۲	۴۰۱	۹۱	"	"	"	"	"
۲۸۶	۴۰۳	۲۳۴	"	"	۱۱۵۰ قبل	فتح عرفان	امام الدین عارف
۲۴۹	۳۵۸	۲۰۸	"	"	"	کلام	شیخ اسماعیل
۲۵۸	۳۶۵	۲۱۵	"	"	"	نظم	محمی الدین
۲۱۰	(۱۲۸) ۱۴۴	(۱۴) ۱۴۴	"	"	"	غزل	حیات
۲۴۲	۳۴۱	۲۲۶	نثر	تفسیر	"	تفسیر اذاجاء	؟
۲۶۰	۳۶۴	۲۱۴	"	طب	"	حکمت سلیمان	؟

(۵) درمیان ۱۱۵۰ و ۱۲۰۰  
۶۱۴۳۴ و ۶۱۴۸۶

۹۴	۵۱۹	۴۱	نظم	کلام	۱۱۶۱	قبل	دیوان	یقین
۱۰۰	۵۲۱	۴۵	"	"	"	"	"	"
۱۰۶	(۱۲۶) ۱۴۶	۸۳	"	"	"	"	"	"
۲۰۲	۴۰۸	۲۴۹	"	"	"	"	"	"
۲۸۴	۴۰۲	۲۳۹	"	"	"	"	غزلیات	"
۲۱۵	(۱۲۸) ۱۴۴	(۲۴) ۱۴۴	"	"	"	"	منتخب دیوان	عاشق
۱۶۹	۲۱۰	۱۳۳	"	"	۱۱۶۵	"	دیوان	داؤد
۴۳	۵۱۵	۴۶	"	"	۱۱۶۸	"	غزل	"
۲۱۲	(۱۲۸) ۱۴۴	(۱۹) ۱۴۴	"	"	"	"	"	"

۶۵	۱۲۲	۳۹	نظم	سیر	۱۱۴۳	روضتہ الاطہار	مشیدا
۶۶	۵۱۲	۴۰	"	"	"	"	"
۷۲	۵۱۴	۴۵	"	قصہ	۱۱۴۵	قبل سرو و شمشاد	سامی
۲۶۲	۳۶۹	۲۱۹	"	فقہ	۱۱۴۵	قرب مرآت المصلی	!
۳۲۰	۳۳۹	۲۶۹	"	قصہ	۱۱۴۶	قبل بوستان خیال	سراج
۹۹	۵۲۰ (ب)	۷۴	"	"	"	"	"
{ ۲۱۱	{ ۱۲۸ (ج)	{ ۱۷۷	"	کلام	"	"	"
{ ۲۱۲	{ ۳۰-۳۰-۶۰	{	"	"	"	"	"
۲۶۳	۳۷۰	(۳)۲۲۰	"	"	"	"	"
۲۱۳	(ج)۱۲۸	(۱۸-۱۹)۱۷۷	"	"	۱۱۴۸	"	اخلاص
۲۰۶	(ب) "	۱۷۵	"	"	"	"	عاجز
۲۱۲	(ج) "	(۱۰)۱۷۷	"	"	"	"	"
"	(د) "	(۱۵)۱۷۷	"	"	۱۱۸۰	قرب محسن	تاسم
۹۸	۵۱۹ (ب)	۷۲	"	منقبت	۱۱۸۵	قبل قصیدہ	فغان
۷۶	۶۰	۴۹	"	عقاید	"	عقاید نامہ	آگاہ
۷۸	۶۱	۵۰	"	سیر	"	تحفۃ النساء	"
۸۰	(۱)۶۲	۵۲	"	"	"	من و بیک	"
۸۱	(۲)۶۲	۵۳	"	"	"	من و ہرن	"
۸۲	(۳)۶۲	۵۵	"	"	"	جگ سوہن	"
۸۳	(۵)۶۲	۶۵	"	"	"	آرام دل	"
۸۲	(۳)۶۲	۵۴	"	"	۱۱۸۶	من موہن	"
۸۳	(۶)۶۲	۵۷	"	"	"	راحت جاں	"
۳۲۸	۷۱۴	۲۷۰	"	قصہ	۱۱۹۰	قرب بیلی مجنوں	تجلی
۲۹۴	۷۰۶	۲۴۵	"	منقبت	"	قبل کلام	میرن
۳۰۹	۷۱۱	۱۵۵	"	"	"	"	"

۳۱۰	۷۱۱	۲۵۵	نظم	منقبت	۱۱۹۰	قبل	کلام	سید
۴۹	۱۳۲	۲۵	"	سیر	۱۱۹۱		تقصص الانبیا	غوثی
۹۱	۱۳۸	۶۳	"	"	"		شیافت نامه	"
۲۸۸	۷۰۲	(۱۷)۲۳۹	"	کلام	۱۱۹۲	"	غزل	آبرو
۱۰۸	۴۴	۸۷	"	"	"	"	دیوان اول	میر
۲۸۸	۷۰۲	(۱۱-۱۰)۳۰۹	"	"	"		غزلیات	"
۳۰۸	۳۲۳	۲۵۳	"	"	"		نخب دیوان	"
۱۰۱	۵۲۳	۷۷	"	"	$\frac{۱۱۲۸}{۱۱۹۹}$	در بیان	دیوان	درد
۲۸۸	۷۰۲	(۱۲)۲۳۹	"	"	۱۱۹۳	قبل	غزل	شادان
۹۹	۵۲۰	۷۳	"	"	۱۱۹۴	"	دیوان	سودا
۱۰۲	۷۱۶	۷۸	"	"	"	"	کلیات	"
۱۰۳	۱۲۸	۷۹	"	"	"	"	"	"
۲۱۵	(ج) ۱۱۲۸	(۲۸-۲۷) ۱۷۷	"	"	"	"	غزلیات	"
۱۰۴	(ب) ۱۳۶	۸۰	"	"	"	"	فتوح دیوان	"
۱۷۰	۱۳۰	۱۳۲	"	پند و غنچه	۱۱۹۵	"	تنبیہ النساء	رحمت اللہ
۱۷۲	۶۶۳	۱۳۵	"	"	"	"	"	"
"	۸۶	۱۳۶	"	"	"	"	"	"
۱۷۳	۶۶۴	۱۳۷	"	"	"	"	"	"
"	(پ) ۱۹۱	۱۳۸	"	"	"	"	"	"
۱۴۷	۶۵۴	۱۱۱	"	تصوف	"	"	فقر نامه	کامل
۲۷۰	۶۵	۲۲۴	تشریح	تاریخ	۱۱۹۶	"	تاریخ هندوستان	؟
۱۲۱	۹۹	۱۰۲	نظم	"	۱۱۹۸		قصائد	پدا بیت
۳۱۰	۳۲۱	۲۵۶	"	کلام	۱۱۹۹		کلیات	کافظم
۹۵	۵۱۶	۶۸	"	قصه	"		سحر البیان	میر حسن
۹۶	۱۴۷	۶۹	"	"	"		"	"



۹۷	۵۱۸	۷۰	نظم	قصه	۱۱۹۹	سحرالبیان	حیر حسن
۱۱۸	۲۰۳	۹۹	"	"	"	"	"
۲۷۵	۲۷۳	۲۲۷	"	"	"	"	"
۲۹۸	۷۰۷	(۱۳) ۲۳۹	"	"	۱۲۰۰	قبل غزل	مولائی
۲۹۸	۷۰۷	(۱۵) ۲۳۹	"	"	"	مناجات	فلاوی
۲۳۰	۲۰۳	۱۹۰	"	منقبت	"	مناقب	عادل
۲۱۵	(ج) ۱۲۸	(۲۱) ۱۷۷	"	نقص	"	مخمس	ذوقی
۲۹۳	۷۰۵	۲۲۲	"	کلام	"	منتخب کلام	برهان
۲۵۹	۳۹۳	۲۱۳	"	سیر	"	مرثیه	"
۱۳۰	۱۶۲	۱۰۳	"	تاریخ	"	منظومات جویه	هدایت
۱۰۵	(د) ۱۳۹	۸۲	"	هزل	"	منتخب دیوان	صاحب قرآن
۲۸۷	۷۰۲	(۶) ۲۳۹	"	کلام	"	غزل	حسین
۱۰۰	۵۲۲	۷۹	"	"	"	منتخب کلام	منور
۲۹۳	۳۲۳	(۵) ۲۳۳	"	نعت	"	غزل	لطیف
۲۱۹	(د) ۱۲۸	۱۷۸	"	کلام	"	منتخب دیوان	بدین
۲۹۲	۳۲۳	۲۳۳	"	منقبت	"	منقبت غوث اعظم	شکوه
۱۵۹	۶۶۱	۱۲۲	"	قصه	"	رساله احوال است	شمس
۲۹۷	۷۰۷	(۹) ۲۳۹	"	منقبت	"	مناقب	سکندر
۲۷۸	۷۰۱	۲۳۱	"	نعت	"	مطبوع صبیان	منفی
۲۸۷	۷۰۲	(۴) ۲۳۹	"	کلام	"	غزل	حمید
۲۱۰	(ج) ۱۲۸	(۱) ۱۷۷	"	"	"	ترجیع بند	حیرت
۲۱۱	"	(۲) "	"	"	"	"	کلمن
۲۱۲	"	(۱۳) "	"	"	"	غزل	حمی
۲۱۵	"	(۳۳) "	"	"	"	"	صاحب
۱۰۶	(د) ۱۳۹	۸۲	"	نعت	"	قصیده	"

۱۵۲	۶۶۰	۱۱۷	نظم	فقه	۱۲۰۰	قبل	کفایت الاسلام	؟
۱۸۰	۶۶۸	۱۳۷	نثر	پند و غزلت	"	"	رساله اعمال بد	؟
۲۱۷	(۵) ۱۲۸	۱۷۹	نظم	قصه	"	"	قصه رسبیا	؟
۲۲۰	۶۱۱	۱۹۹	نظم و نثر	کلام و انشا	"	"	قصه ابو شحبه	مختلف شخرا
۲۹۵	۷۰۷	۲۲۶					بیان نظم و نثر	

(۶) در میان ۱۲۰۰ و ۱۲۵۰ هـ  
۶۱۸۳۵ ۶۱۷۸۶

۱۳۵	۱۶۲	۱۰۲	نظم	تایخ	۱۲۰۱	قبل	مجموعه نظمیں	افس (ہدایت)
۱۳۸	۱۷۴	۱۰۵	"	"	۱۲۰۳		دیوانچہ	" ( " )
۹۱	۱۳۹	۶۵	"	سیر	۱۲۰۴	قریب	ظفر نامہ	محمود
۱۲۹	۶۵۶	۱۱۳	"	موعظت	"		وصیت نامہ	مصطفی
۲۹۱	۷	۲۲۱	"	قصوف	۱۲۰۶	قبل	شادی	عظیم الدین
۸۵	(۸) ۶۲	۵۹	"	سیر	"		من جیون	آگاہ
۸۴	(۷) ۶۲	۵۸	"	"	"		من درین	"
۷۸	۶۲	۵۱	"	"	۱۲۰۷		ہشت بہشت	"
۸۷	۱۳۷	۶۱	"	"	"		محبوب القلوب	"
۸۸	۲۱۸	۶۲	"	"	"		ریاض الجنان	"
۹۰	۱۰۲	۶۳	"	"	"		"	"
۱۱۲	۱۳۴	۹۰	"	"	"		مراتی	"
۸۶	(۹) ۶۲	۶۰	"	"	۱۲۰۹		حاشیہ من درین	"
۱۱۱	۱۱۰	۸۹	"	"	"		"	"
۹۳	۵۱۷	۶۷	"	قصہ	۱۲۱۱		نوبہا عشق	نامی
۱۸۸	۱۷۲	۱۵۵	"	"	۱۲۱۱		پداوت	{ عفت عشرت
۳۲۲	۷۱۵	۲۷۲	"	"	۱۲۱۲		عشق نامہ	
۲۸۷	۷۰۴	۲۳۹	"	کلام	۱۲۱۳	"	غزل	نور

۲۴۱	۱۰۷	۲۰۰	نظم	فن شعر	۱۲۱۵	روپ سنگھار	آگاہ
۱۱۳	۱۶۹	۹۳	نثر	قصہ	"	طوطی نامہ	حیدر بخش حیدری
۱۱۴	۱۵۳	۹۳	"	"	"	چہار درویش	میرامن
۱۱۴	۴۰۳	۹۵	"	"	"	"	"
۱۱۵	۱۲۱	۹۶	"	"	"	مذہب عشق	ہنال چند
۱۱۶	۱۵۱	۹۷	"	"	"	"	"
۳۱۸	۷۱۳	۲۶۱	"	"	"	"	"
۱۵۳	۷۱	۱۱۸	نظم	طب	۱۲۱۷	خوان نعمت	نعمت اللہ (۹)
۳۳۳	۷۱۶	۲۷۳	نثر	قصہ	۱۲۲۰	طوطا کہانی	۹
۱۱۰	۱۴۱	۸۸	نظم	کلام	"	کلیات	آیمان
۱۰۷	۲۱۵	۸۵	"	"	۱۲۲۳	دیوان	انشا
۱۰۸	۵۲۴	۸۶	"	"	"	کلیات	"
۱۷۵	۸۸	۱۴۰	"	سیر	۱۲۲۴	دفات نامہ خاتون خست	۹
۱۷۶	۷۹	۱۴۱	"	"	"	"	۹
۲۵۹	۲۶۳	(۱۱) ۲۱۳	"	کلام	۱۲۲۵	کلام	کمر شاہ
۲۸۷	۷۰۴	(۳) ۲۳۹	"	"	"	"	"
۳۲۳	۲۳	۲۶۵	نثر	قواعد	"	ریختہ ہندی کی صرف و نحو	۹
۱۱۹	۸۵	۱۰۱	نظم	قصہ	"	چہار درویش	شوق
۲۵۹	۲۶۵	(۶) ۲۱۵	"	کلام	۱۲۲۹	ریختہ	معجز
۲۱۸	۶۸۰	۱۸۱	نثر	قصوت	۱۲۳۰	مجدوبہ السالکین	سید امین
۱۷۴	۱۳۱	۱۳۹	نظم	فقہ	۱۲۳۲	کشف الخلاصہ	شجاع الدین
۳۲۵	۸۰۹	۲۶۷	"	"	"	"	"
۲۲۳	۶۷۲	۱۸۴	نثر	عقاید	۱۲۳۵	تقریبہ الایمان	محمد اسماعیل
۲۲۰	۶۷۰	۱۸۲	"	"	"	تقریبہ الصلوٰۃ	سید احمد
۲۲۲	۶۷۱	۱۸۳	"	"	"	رسالہ جہاد	۹

۲۲۵	۶۷۲	۱۸۵	نثر	عقاید	۱۲۳۵	قریب	ردہ بابیہ	ظہور علی
۲۲۹	۶۸۷	۱۸۹	نظم	کلام	۱۲۳۶	قبل	کہانی و قصہ	مودب
۱۹۶	۶۳	۱۹۲	"	فقہ	"	"	رسالہ بے نیاز	؟
۱۴۱	۸۲	۱۰۶	"	تایخ	۱۲۳۸	"	قنوی نادر	نادر
۲۳۳	۱۱۲	۱۹۳	"	کلام	"	"	چشمہ فیض	فیض
۱۷۷	۶۶۵	۱۴۲	نثر	عقاید	"	"	فضیلت المسلمین	خرم علی
۱۸۲	۱۶۶	۱۵۲	"	"	"	قریب	شرک و بدعت	"
۱۷۸	۶۶۶	۱۴۵	"	موعظت	۱۲۳۹	"	قیامت نامہ	محمد عبداللہ
۳۲۶	۸۱۰	۲۶۸	نظم	تایخ	۱۲۴۰	"	قصہ شہیداں	ناظم
۱۵۵	۱۴۲	۱۲۱	"	فقہ	۱۲۴۲	قبل	دین و دیک	الغت
۱۵۷	۱۰۳	۱۲۳	"	عقاید	"	"	ایمان و دین	"
۱۴۲	۷۲	۱۰۷	"	سیر	"	"	وہ مجلس	فاصل
۱۸۲	۶۳	۱۴۹	نثر	عقاید	"	"	سوالات گدوین	محمد راوی (؟)
۲۸۰	۳۴۸	۲۳۳	"	حدیث	"	"	ترجمہ پہل حدیث	؟
۱۷۹	۶۶۷	۱۴۶	"	عقاید	۱۲۴۳	"	ہدایت المؤمنین	حسن تنوچی
۲۸۸	۷۰۲	۲۳۹ (۱۵)	نظم	کلام	۱۲۴۴	"	غزل	مستان
۲۰۸	۱۲۸ (د)	۱۷۶	"	قصہ	"	"	قصہ سیر پوش	رحمن شاہ
۱۶۰	۱۵۶	۱۲۵	نثر	"	"	"	تنناولی	فقیر اللہ شاہ حیدر
۱۶۳	۱۵۵	۱۲۶	نظم	"	۱۲۴۷	قریب	نظم انور	"
۲۹۵	۷۰۷	۲۰۶	"	منقبت	"	"	مخمس	"
۱۸۳	۱۶۵	۱۵۱	نثر	عقاید	۱۲۴۵	قبل	اصلاح مسلماناں	؟
۲۸۷	۷۰۲	۲۳۹ (۲)	نظم	کلام	"	"	غزل	ملنگ شاہ
۱۱۷	۱۶۹ پ	۹۸	نثر	قصہ	۱۲۴۸	"	گل باصنوبر	نیم چند
۱۶۲	۴۰۶	۱۲۷	"	"	"	"	مرغوب الطبع	حسین علیخان
۱۶۵	۱۴۶	۱۲۸	"	"	"	"	"	"

۱۶۵	۱۲۹	۱۲۹	نثر	قصه	۱۲۴۸	قریب	چادر و روش	حسین علیخان
۱۶۶	۱۲۳	۱۳۰	"	"	"	"	همیشه بهار	"
۲۴۵	۲۲۹	۲۲۸	"	طب	۱۲۴۹	قبل	کتاب ادویات	؟
۲۴۶	۲۲۸	۲۲۹	"	سائنس	"	"	مسائل طبیبی	؟
"	۲۲۶	۲۳۰	"	طب	"	"	بیان حجم کا	؟
۱۶۸	۹۶۲	۱۳۱	"	فقہ	۱۲۵۰	"	ترتیب النکاح	شمس
"	(ب) ۱۳۸	۱۳۲	"	"	"	"	ترتیب نماز	"
۹۳	(ب) ۱۳۸	۹۶	نظم	موعظت	"	"	احوال قیامت	غلام سنجیک
۱۸۲	۹۶۹	۱۵۰	"	"	"	"	کتاب ہدی	مشتاق
۱۸۵	۵۶	۱۵۳	نثر	"	"	"	قیامت نامہ	؟
۱۹۳	(ب) ۲۰۸	۱۵۸	نظم	نصوف	"	"	چار کرسی طریقت	فقیر اللہ شاہ حیدر
۱۰۵	۱۳۶	۸۸	"	کلام	"	"	منتخب دیوان	نصیر
۱۹۳	۱۶۱	۱۵۹	نثر	سیر	"	"	وہ مجلس	؟
۲۸۸	۶۰۲	(۱۳) ۲۳۹	نظم	کلام	"	"	غزلیات	روشن
۱۹۶	۱۶۵	۱۶۳	نثر	نصوف	"	"	اربع عناصر الوجود	؟
۱۹۸	۱۶۹	۱۶۲	"	"	"	"	رمز محل	"
"	۱۶۶	۱۶۵	"	"	"	"	سوفت حق	"
۱۹۹	۱۶۸	۱۶۶	"	"	"	"	رسالہ وجودیہ	"
"	۱۶۹	۱۶۶	"	"	"	"	رسالہ چہل تن	"
۲۸۴	۲۰۰	۲۳۹	نظم	سیر	"	"	قصہ دانی علیہ	"
۲۰۵	۱۶۳	۱۶۳	"	قصہ	"	"	اگر عمل	"
۲۹۹	۷۷	(۲۲) ۲۳۹	نثر	نصوف	"	"	نور نامہ	"
۲۱۶	۷۲	۱۸۰	"	فقہ	"	"	چہار کرسی	اشرف الدین
۲۹۸	۷۰۷	(۱۶) ۲۳۹	نظم	کلام	"	"	غزل	عکرمبر
۲۲۹	۶۸۵	۱۸۸	"	فقہ	"	"	محرمات شرعی	محمدی

۲۹۶	۷۰۷	(۶) ۲۳۶	نظم	کلام	۱۳۵۰	قبل	بدره پاپا	نظیر
۲۳۲	(۱۳۲) ب	۱۹۱	"	"	"	قریب	دیوان اول	نسخ
"	(۱۱) ج	۱۹۲	"	"	"	"	دوم	"
۲۹۶	۷۰۷	(۵) ۲۳۶	"	"	"	"	غزل	"
"	"	۲۳۶	"	منقبت	"	"	مجزا	وقار (۹)
۲۷۹	۱۹۱ و ۷۰۹	۲۳۲	"	موعظت	"	قبل	ترجمه کریم	"
۲۹۷	۷۰۷	(۷) ۲۳۶	"	منقبت	"	"	مناقب	نثار
۳۰۱	۷۸	۲۳۸	"	قصه	"	"	بهار گلشن	شوق
۲۹۸	۷۰۷	(۱۷) ۲۳۶	"	کلام	"	"	غزل	رسانا
۳۰۹	۷۱۲	۲۵۲	"	قصه	"	"	آب حیات	حیات (۹)
۳۰۸	۳۳۳	۲۵۳	"	کلام	"	"	انتخاب کلام	شاهی
۲۹۵	۲۹۷	(۱۲) ۲۳۶	"	منقبت	"	"	مناقب	امیر
۲۹۲	۳۳۳	(۴) ۲۳۳	"	"	"	"	مرثیه	"

(۷) درمیان ۱۲۵۰ هـ و ۱۳۱۹ هـ  
۶۱۸۳۵ و ۶۱۹۰۰

۲۷۲	۱۵۲	۲۲۵	نثر	بیت	۱۳۵۰	قریب	ترجمه شرح چینی	شاه علی
۲۳۳	۱۳۵	۱۹۲	نظم	لغت	۱۳۵۶	"	فیض جاری	فیض
۲۹۸	۷۰۷	(۱۸) ۲۳۶	"	کلام	"	"	غزل	"
۲۸۸	۷۰۳	(۹) ۲۳۶	"	"	۱۳۵۸	قبل	"	حسن
۱۹۱	۴۰۷	۱۵۶	"	قصه	۱۳۶۰	"	آلودی	حیدر علی بادشاه (۹)
۱۹۲	۴۰۹	۱۵۷	نثر	"	"	"	لار و کپور	"
۱۸۶	۱۵۰	۱۵۲	نظم	سیر	"	"	حکایتی	مرزا
۲۸۹	۷۲	۲۴۰	نثر	"	"	"	اسرار غوثیه	"
۲۳۵	۱۰۰	۱۹۵	نظم	کلام	۱۳۶۱	قریب	دیوان اول	مرزاج

۲۲۸	۶۸۳	۱۸۰	نثر	قصه	۱۲۶۲	کشف الحاجه	نورالدين
۳۱۶	۳۲۰	۲۶۰	نظم	قصه	۱۲۶۳	طلمس اعظم	فضل
۳۳۵	۷۱۷	۲۷۲	"	مسک	۱۲۶۸	قبل واسوخت	آباد
۲۰۰	۲۰۲	۱۶۸	"	قصه	۱۲۶۹	" قصه بادشاه روم	آدم
۲۰۱	۲۰۲ ب	۱۶۹	"	قصه	"	"	رضان شاه
۲۱۹	۸۰۴	۲۶۲	"	"	۱۲۷۵	" مجموعه مناجات	فقه و ناقص
۲۹۱	۳۲۵	۲۲۲	"	کلام	"	قريب وفات نامه زهر	کتبه
۳۳۰	۸۰۵	۲۶۳	"	"	"	" مجموعه مولود شريف	نورالدين مسعود و شکر
۱۷۷	۱۱۸	۱۲۳	"	سير	۱۲۷۶	قبل گلستانه خانون جنت	۹
۲۰۲	۷۵	۱۷۲	نثر	قصه	"	" افيان سلوک	محمدنعمت مشين شاه
۳۳۰	۸۰۵	۲۶۳	نظم	"	"	قريب کلام	"
۲۸۱	۱۲۵	۲۳۲	نثر	انشاء و تاريخ	"	" تاريخ بدر	واجد علي شاه
۲۳۹	۱۷۱ (ج)	۱۹۷	نظم	کلام	"	" ديوان دوم	مزارع
۱۹۲	۲۰۶	۱۶۰	نثر	قصه	۱۲۷۹	" نکات الواصلين	سيد سلطان محمد الدين
۱۹۶	۲۰۸	۱۶۱	نظم	"	۱۲۸۱	قبل وجدان الحق	"
۳۰۵	۳۲۲	۲۵۲	"	کلام	"	" ديوان	نظم
۲۰۲	۷۱۰	۲۵۱	نثر	تاريخ	۱۲۸۰	" چهار گلزار	فضل الرحمن
۲۲۶	۶۸۲	۱۸۹	"	قصه	۱۲۸۱	" حبیب المريدین	حبیب علی شاه
۳۲۱	۱۶۸	۲۶۲	نظم	تاريخ	۱۲۸۷	" مسدس اکبر	شعله
{ ۲۸۷	۷۰۲	{ ۲۳۹ (۷)	"	کلام	۱۲۸۸	" غزليات	لطيف
{ ۲۹۹	۷۰۷	{ ۲۴۰ (۲۰)	"	"	۱۲۹۱	" ديوان سوم	مزارع
۲۳۹	۱۷۱ (ب)	۱۹۸	"	"	۱۲۹۲	" سلام	دبير
۲۹۶	۷۰۷	۲۳۶	"	منقبت	"	" غزل	رضا
۲۸۸	۷۰۲	۲۳۹	"	کلام	"	" ديوان	شرف النساء
۲۹۹	۸۰۰	۲۴۷	"	"	۱۳۰۰	قريب	شرف النساء
۲۹۶	۷۰۷	{ ۲۳۶ (۴)	"	منقبت	"	" مناقب	بلهار

۲۹۲	۲۲۲ (۲)	۲۳۳	نظم	کلام	۱۳۰۰	تویب	غزل	آدب
۳۳۵	۱۰۰	۱۹۵	"	"	۱۳۱۳		دیوان رباعیات	عصر
۳۰۳	۷۰۹	۲۵۰	نثر	تاریخ	۱۳۱۹		روضه الاقطاب	رواق علی

کتابخانه عمومی  
جامعه اسلامی  
تهران



## ۶۔ تصریحات

اس تذکرے کی طباعت کے اثناء میں معلوم ہوا کہ بعض امور مزید تشریح طلب ہیں یا بعض معلومات یا تاریخ کا اندراج غلط ہو گیا ہے اس لئے ان کی مختصر سی وضاحت درج ذیل ہے :-

(۱) تحفۃ النصائح (مخطوطہ نمبر ۱ صفحہ ۳۵) کے مصنف قطب الدین رازی کے حالات میں ان کے مرشد شاہ ابوالحسن کی نسبت جو معلومات درج ہیں اُن میں شاہ ابوالحسن قرنی قادری کا نام بھی قابل ذکر ہے یہ جنوبی ہند کے ایک بڑے صوفی اور بانی فیض بزرگ تھے اور محمد باقر آگاہ (دیکھو مخطوطات ۵۱ تا ۶۳) ان کے خاص معتقد تھے اور اپنی کتابوں میں ان کی مدح لکھی ہے۔

(۲) روضۃ الالہاء (مخطوطہ نمبر ۳۹ صفحہ ۶۵) کے مصنف میرنوازش علی خاں شیدا کی ایک دوسری فتویٰ اعجاز احمدی کے بیان میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ یہ ضخیم کتاب مطبع کربئی بمبئی سے ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں خاص اہتمام کے ساتھ (۸۱۴ صفحات میں) چھپ چکی ہے اور اس کا مطبوعہ نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے۔

(۳) کسب محبوبیت (مخطوطہ نمبر ۱۱ صفحہ ۶۶) کے مصنف شاہ صدر الدین کی تحقیق کے سلسلہ میں میسور کے اسی نام کے ایک مشہور مصنف کا تذکرہ ضروری ہے۔ ان کی بھی کئی کتابیں موجود ہیں اور پروفیسر مردوی ان کی تحقیق و ترتیب میں مصروف ہیں۔

(۴) عقاید نامہ (مخطوطہ نمبر ۲۹ صفحہ ۷۶) کے مصنف آگاہ کاسنہ ولادت سہو کتابت سے ۱۱۵۵ھ چھپ گیا ہے۔ صبح ۱۱۵۵ھ ہے۔

(۵) ظفر نامہ (مخطوطہ نمبر ۶۵ صفحہ ۹۱) کے تذکرے میں اس کے مطبوعہ نسخے کا بیان چھوٹ گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں مطبع قیومی کانپور سے ۱۵۶ صفحات میں چھپ چکی ہے۔ اس کا ایک نسخہ میرے یہاں موجود ہے۔ اس میں تقریباً چار ہزار ابیات ہیں۔ اور اس کے مرتب محمد قمر الدین نے مطبع کے وقت قدیم زبان و محاورہ کو غلط سمجھ کر اس میں نامناسب رو و بدل کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کے آخر میں یہ نوٹ درج ہے :-  
”بعض جا بغزوت اصلاح کردی۔ اور اکثر جا مطابق اصل اور محاورہ زبان مصنف کے رہنے دیا۔ اور بعض اشعار ناموزوں تھے اور بعض میں قافیہ نہ تھا۔ اس کو بنا دیا۔“

(۶) مدح میراں (مخطوطہ نمبر ۱۱۵ صفحہ ۱۵۰) کے مصنف شاہ میر کے حالات میں میسور کے شہ میر کا تذکرہ بھی پیش نظر ہونا ضروری ہے۔

(۷) تنبیہ النساء (مخطوطات نمبر ۳۴ تا ۳۸ صفحات ۱۷۰ تا ۱۷۳) کے مصنف خواجہ رحمت اللہ کے حالات زندگی ان کے ایک معتقد محمد نظام الدین قادری نے ۱۱۸۵ھ میں ایک فارسی کتاب عقیدۃ الطالبین میں قلمبند کئے تھے جو ۱۳۲۵ھ میں مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ مرحوم کی فرمائش پر مطبع یوسفی حیدرآباد سے ۸۸ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔  
اسی سلسلہ میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ خواجہ رحمت اللہ نے جس اودگیر میں قیام کیا تھا وہ بیدر کے قریب کا قلعہ اودگیر نہیں ہے۔ یہ جنوبی ہند کا ایک دوسرا مقام ہے جہاں کی لڑائی انگریزی تاریخوں میں مشہور ہے۔

(۸) تنبیہ النساء (مخطوطہ نمبر ۳۸ صفحہ ۱۷۳) کا یہ نسخہ ناقص الآخر نہیں بلکہ ناقص الاول ہے۔

(۹) وفات نامہ زہرا (مخطوطات نمبر ۱۲۰، ۱۲۱ صفحات ۱۴۵-۱۴۶) بمبئی میں ۱۲۶۱ھ میں دوسری فتویوں لعل و گوہر، قصہ تیمار انصاری، یلی مجنوں وغیرہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ بھی ادارے میں موجود ہے۔ اس میں (۱۹۰) ابیات ہیں۔ لیکن ادارے کے مذکورہ مخطوطات میں ابیات کی تعداد کچھ زیادہ ہے۔

(۱۰) در اسرار (مخطوطہ نمبر ۱۴۰ صفحہ ۲۰۱) خواجہ بندہ نوازؒ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ایک صوفی شاعر سلطان کی کتاب ہے اس کی کچھ وضاحت مخطوطہ نمبر ۲۱۸ میں درج ہے۔

(۱۱) چہار کرسی (مخطوطہ نمبر ۱۸۰ صفحہ ۲۱۴) کے مصنف اشرف الدین عرف دامو میاں کی نسبت یہ واقعہ غلط ہے کہ انہوں نے خطابت بودھن کی معاش مشی وقار الدین کو عطا کر دی تھی۔ وہ منشی صاحب موصوف کے ناموں تھے نہ کہ بھائی۔ وقار الدین مرحوم کو بودھن کی خطابت اپنے بڑے بھائی سے حاصل ہوئی تھی۔

(۱۲) مجذوب الساکین (مخطوطہ نمبر ۱۸۱ صفحہ ۲۱۸) کے تذکرے میں حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے سفر تندرہ کا جو واقعہ درج ہے اس میں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت تک حضرت سید علی ساگرؒ سلطان شکر آسان کا وصال نہیں ہوا تھا۔

(۱۳) نظم شادی (مخطوطہ نمبر ۲۲۱ صفحہ ۲۹۱) کے مصنف شاہ عظیم الدین نے ۱۲۱۲ھ میں ایک فتویٰ قصہ "بیر العلم" لکھی تھی جس میں ۲۵۰ ابیات ہیں۔ اور یہ فتویٰ ۱۲۶۱ھ میں چند اور قصوں کے ساتھ برتھم بمبئی طبع ہو چکی ہے اور یہ مطبوعہ نسخہ ادارے میں محفوظ ہے۔

(۱۴) واسوخت آباد (مخطوطہ نمبر ۲۷۲ صفحہ ۳۳۵) کے تذکرے میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس مصنف کے دو اور واسوخت مجموعہ شعلہ جوالہ کی جلد اول کے صفحات ۲۳۵ تا ۲۶۱ میں مطبع منشی نوکشور سے ۱۲۸۵ھ میں چھپ چکے ہیں۔ ان میں پہلا واسوخت بہت طویل ہے

کیونکہ اس میں ۹۸ بند ہیں۔ یہ مطبوعہ مجموعہ بھی ادارے میں محفوظ ہے۔

(۱۵) مخطوطات نمبر ۱ تا ۱۷۹ مولوی خواجہ حمید الدین صاحب شاہد بی اے میر سب رس و  
مہتمم ادارہ کا عطیہ ہیں۔ ان فوس ہے ان کتابوں کے تذکرے میں اس واقعہ کا اندراج سہواً نہ ہو سکا۔  
اگرچہ بعد کو معطنین کی فہرست میں ان کو شریک کر لیا گیا ہے۔

## ۷۔ اشاریہ

اس تذکرے میں اشخاص، مکتب و رسائل اور مقامات کے نام اس کثرت سے آئے ہیں کہ ان کے اشاریہ کی ترتیب ایک شکل کام تھا لیکن مولوی محی الدین احمد صاحب شعلہ فی اے جامعہ عثمانیہ لایق مبارک باد ہیں کہ انھوں نے کئی ماہ کی محنت کے بعد اس کو مکمل کر لیا جس کے لئے متجاہب ادارہ ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

آصف جاہ سادس میر محبوب علی خاں		(۱)
۲۳۶۲۳۳۶۲۳۲۰۲۰۲	آگاہ - محمد باقر	۳۵۹،۳۲۵،۳۲۲،۱۰۰ ۳۶۳
۲۴۱،۱۱۲،۱۱۱،۹۳،۹۰،۷۶،۸۵		۹۸۰
۳۵۱،۲۸۸،۲۵۹،۲۲۵،۲۲۳	آمنہ	۳۵۸،۳۱۰،۳۰۹،۷۰
۸۰،۳۶۲،۳۶۱،۳۵۵،۳۵۴		
۱۳۰،۷۸۰		
۱۵۷	ابراہیم اختر آبادی	۳۵۲،۲۸۹،۲۸۷،۹۸۱،۰
۳۳۰	ابراہیم خلیل - بابا	۱۷۴،۲۰۰،۳۹
۲۶۸،۲۶۷،۳۷۷،۳۶	ابراہیم عادل شاہ ثانی	۳۵۹،۲۰۰،۷۰
۱۵۱،۱۲۶،۱۲۴،۱۲۱	ابراہیم قطب شاہ	۳۵۱،۸۳،۷۹،۷۰
۳۲۶،۲۶۷،۱۹،۷۰	ابراہیم نادر	۹۹
۳۲۶،۳۳۳،۲۶۹،۱۲۵،۱۲۱،۱۰	ابن نشاطی	۲۲۳
۳۶۱،۸۸،۸۸،۸۸،۸۱،۷۸،۷۶	ابوالحسن قربی قاری	۳۰۸
۲۶۷،۲۶۳،۲۶۲،۵۱،۷۲	ابوالحسن قطب شاہ امان شاہ	۳۱۷
۳۱۲،۲۹۸		
۲۰۳	ابوالحسن نوری	۱۲۸،۱۲۵،۱۲۳،۱۱۹،۱۱۱،۷۲،۶۵
۳۳۳	ابوالفضل	۱۳۲
۱۲	ابوالفضل - سید	۱۸۷،۱۶۳،۱۶۸،۱۴۱،۱۳۵
۳۱۲	ابوالمعالی	۳۱۲ - ۳۲۶،۳۲۱
۹۳،۱۰۶،۸۸،۱۹۹،۲۱،۱۸	ابوبکر حضرت	۳۲۱،۱۹۷،۱۱۷،۱۱۱،۷۲،۶۵
۳۰۲،۳۰۲،۳۰۲،۳۰۲،۲۹۷،۲۹۴		۲۹۰
		۳۶۵

۱۸۵۱۸۲	ابوسعید اسماعیل شہر پوری	۱۸۵۱۸۲	اردو شہ پارے -	۲۵۴۱۹۲۵۴۰
۲۰۳	ابوسعید ابوالخیر -	۲۰۳		۱۳۵۱۴۴۱۲۵۲
۲۸۹	ابوسعید سہارک -	۲۸۹		۲۶۴۲۸۸۲۱۲
۱۳۲	اہیت جنگ	۱۳۲	اردو سے قدیم	۲۰۵۸۱۵۶۱۵
۱۹۱۱۱۰۱۹۱۲۱۹۱۲۵۸۳۵۸	آٹاوی -	۱۹۱۱۱۰۱۹۱۲۱۹۱۲۵۸۳۵۸		۲۵۰۲۵۳۲۲
۳۱۲۳۱۰	اجالہ شاہ -	۳۱۲۳۱۰	ازبکجاہ سہراب جنگ معین الدولہ شیر الملک	۱۱۱۱۱۲۱۲۱۲۱۲
	احترام الدولہ (دیکھو اعظام الملک)			۱۳۰۱۳۳۱۳۶
۱۳۵۱۳۱	اعتقاد جنگ ظفر الدولہ -	۱۳۵۱۳۱		۱۶۳۱۶۳۱۶۳
۱۶۹	احسان اللہ بیگ خان مرزا	۱۶۹	ارشاد الطالبین -	۱۹۵
۲۵	احکام فقہ -	۲۵	ارشاد نامہ -	۱۸۱۹۱۸۱۹۲۰
۲۱۵	اچھ (۹)	۲۱۵		۳۲۵
۲۳	احمد آباد -	۲۳	ارشد (۱۱)	۹۶
۲۰۲	احمد خیر الدین	۲۰۲	ارکٹ	۱۵۸۱۹۳۱۹۳۱۹۳
۲۴۰۲۴۰	احمد شاہ	۲۴۰۲۴۰	اژدہ نامہ	۱۰۹
۳۰۵	آحمد - شیخ خواجہ غلام احمد	۳۰۵	اسپرینگر	۲۲۱۹۰۲۲۸۸
۱۵۶۱۵۶	احمد علی	۱۵۶۱۵۶		۲۹۲۹۲۹۲۹۲
۱۹۶	احمدی بیگم -	۱۹۶	آسہ - میر مصطفیٰ علی -	۲۳۶
۳۵۴۹۳۵۴	احوال قیامت -	۳۵۴۹۳۵۴	اسد اللہ سید	۱۶۶
۱۶۸۵۴	احوال میت -	۱۶۸۵۴	اسد علی مرزا -	۱۰۲
۳۵۲۲۱۳۲۱۰۹	اخلاص -	۳۵۲۲۱۳۲۱۰۹	اسد علی محمد	۳۱۹۳۲۰
۳۶۰۲۹۲۶۰	ادب - محمد شریف	۳۶۰۲۹۲۶۰	اسرار توحید	۲۲۶
۳۰۳۲۴۲	ادھونی	۳۰۳۲۴۲	اسرار غوثیہ -	۲۸۹۲۵۸
۲۴۵	ادلور	۲۴۵	استفادہ جنگ - بیر فتح اللہ خاں -	۱۱۵۱۶۱۱۶۳
۲۵۳۲۵۳۲۵۳۲۵۳۲۵۳	ادب نبرہ یونوری -	۲۵۳۲۵۳۲۵۳۲۵۳۲۵۳	اسلام آباد چانگام -	۲۲۴۲۲۸
۱۱۵۱۱۳	ارباب نثر اردو -	۱۱۵۱۱۳	اسمعیل -	۲۴۹۲۵۰
۳۵۴۱۹۴۶	اربع عناصر الوجود -	۳۵۴۱۹۴۶	اسیر مظفر علی خاں بکنوی -	۳۰۶

۳۲۲-	اکبر جنگ - اکبر علی خاں اکبر الملک	۳۵۰'۷۸۴'۶۰-	اشادت الغافلین -
۱۸۷'۱۸۶-	اکبر علی خاں	۹۹-	اشتقاق -
۶۷-	اگت پوری	۱۱۰-	اشیاق نامہ -
۳۵۰'۲۵۵'۱۱-	اگر گل -	۲۸۵'۲۸۴'۲۸۱'۱۷۱'۸-	اشرف -
۷۶-	البور	۳۲۵-	اشرف -
۲۷۷'۲۷۵-	الفت خاں	۳۲۸'۲۵۵'۰-	اشرف الدین عرف دامو میاں -
۱۵۸-۱۵۵'۷'۵-	الفت جمعی شاہ	۳۵۷'۲۱۸'۲۱۷'۵- ۳۶۳ ۲۲۰-	اشرف سوامی پرشاد -
۳۵۶-	اللہ رکھی بیگم -	۳۵۶'۱۸۳'۷-	اصلاح مسلمانان ارسال -
۶۵-	اللہ دیر دی بیگ خاں	۱۰۳-	اصح الدین
۷۶-	انرو باد	۱۴۲'۱۴۱-	انفوی
۳۵۰'۲۸۶'۶-	۱- ام الدین	۱۱۸'۱۱۳-	انصاف الملک - محترم جنگ احترام الدولہ
۱۳۵-	امام جنگ -	۳۶۱'۷۵-	انجاز صحی -
۲۷۲'۱۰۵-	امام علی -	۱۰۹-	انجاز عشق -
۱۵۴'۳۵'۲۱'۲۰۷-	امامی -	۱۴۲'۱۴۱-	اعظم جاہ نواب ارکاٹ -
۳۵۰-		۱۴۱-	اعظم نگر مداس
۱۳۱-	امجد الدولہ	۱۴۲-	اعظم الملک -
۲۷۱-	امیر الامرا نجف خاں	۲۵۷'۱۳۱-۱۲۹'۹'۸-	افق (ہدایت)
۷۶-	امیر (ارکاٹ)	۳۵۴'۱۴۰-	
۱۷۵'۱۷۴'۳۳-	امیر الدین -	۱۱۶-	افسوس - سید نیر علی (شیر علی)
۱۷۴-	امیر اللہ فانی	۲۵۴'۲۵۳'۲۴۷'۷-	افضل - محمد افضل قادری
۳۰۳'۲۹۰-	امیر تیرہ شمس الدین	۳۴۷'۳۳۶-	
۲۹۵'۲۹۳'۲۹۲-	امیر غلام عبدالقادر -	۲۹۰'۲۳۸-	اکبر الدین صدیقی
۲۹۸-		۲۷۰'۱۹۲-	اکبر بادشاہ
۳۵۸'۲۹۵'۲۹۲'۱۰-	امیر - ج	۳۲۹-	اکبر بادشاہ ثانی
۲۵۵'۲۴۰'۲۱۸'۳۸۳'۲۷۷-	امین	۲۸۲-	اکبر جاہ

۴۴۵'۲۴۴	ایمان الدین -	۴۴۵'۲۴۴	ایمانی - محمد امین	۴۴۵'۲۴۴
۲۵۰'۱۵۰'۱۲۸'۵۳	ایمان الدین اعلیٰ	۲۵۰'۱۵۰'۱۲۸'۵۳	ایمانی پور	۱۳۲
۲۶۵ -		۲۶۵ -	ایمانی پور	۵۹ -
۳۳۰ -	ایمان الدین ثانی	۳۳۰ -	ایمانی - شیر محمد خاں	۳۵۵'۱۸۶'۱۱۱'۱۱۰'۹
۲۲۶ -	ایمان الدین تادی	۲۲۶ -	ایمانی درین -	۳۵۶'۲۲۰'۱۵۴'۴
۱۰۰'۶۹ -	انتخاب کلام منور	۱۰۰'۶۹ -	ایمانی پور	۱۳۱ -
۱۰ -	انتخاب کلام تیر و شاہی	۱۰ -	(ب)	
۲۸۲ -	انجن نرنگی علوم قدیمہ	۲۸۲ -	ایمانی -	۱۳۴ -
۳۲۵ -	اندول جوگی پیٹم	۳۲۵ -	بارہ بنگی	۳۰۳ -
	انڈیا آفس لائبریری	۹۵'۹۲'۵۸'۵۴'۳۸	بارہ ماسہ	۲۵۳ -
		۲۵۸'۲۵۲'۲۴۱'۲۴۰	بازوئی خندہ (قصہ)	۳۴۸'۱۸۱'۴
		۲۸۲ -	بانگ ارم	۲۸۸ -
	انشاء میرانشاء اللہ خاں -	۲۵۳'۱۰۸'۱'۴۹	بانگ جانا فزا -	۶۰
		۳۵۵ -	باقر حسین خاں	۱۲۲'۸۹'۸۱
	انشاء امان اللہ حسینی -	۳۲۴ -	بالا پور	۲۸۶'۲۵۸ -
	انشاء صبیحان	۳۲۵ -	بالاجی	۱۲۰'۱۲۵'۱۲۱
	انوارا تعندار	۱۴۰ -	بازید بطنی	۲۰۳ -
	انوار اللہ خاں (دیکھو نصیلت جنگ)		ببر جنگ	۳۱۰ -
	اوتی کنڈ	۳۳۸ -	بلیو تک نیوٹو علی	۹۰'۸۶ -
	اوچی	۱۵۱'۹ -	بھو -	۲۲۹'۴ -
	اودگیر	۱۲۸'۱۵۹'۱۲۸'۱۲۶	بحر الاسرار	۲۲۶ -
	اورنگ آباد -	۲۴۳'۲۴۲'۲۴۱'۲۴۰	بحر الدین قاضی	۵۵'۲۵ -
		۲۴۳'۲۴۲'۲۴۱'۲۴۰	بحر قاضی محمود	۳۴۹'۵۶'۵۵'۳۵'۶
	اورنگ زیب عالمگیر	۵۶'۵۵'۲۹'۲۴'۲۶	بدر الدین حسینی	۶۶ -
		۲۰۶'۱۲۸'۴۶'۴۳	بدر عالم	۲۸۳'۲۸۱ -
		۲۴۱'۲۴۰ -	بدیع الدین رفاہی سید شاہ -	۲۹۰'۲۸۹ -



۱۴۸-	بنگادوں۔	۸۸'۸۶'۵۳'۵۳'۵۳'	برٹش میوزیم
۲۸۲'۲۵۲-	بوم ہارٹ	۲۲۳'۲۲۲	برق۔ میر کاظم علی موسوی۔
۳۵۹'۲۹۶'۲۹۵-	بہار	۳۵۶'۲۵۵'۹'۸-	برہان۔
۳۶۳'۳۰۶'۲۰۰'۶۱'۵۸-	بجی	۵'۵'۵۳'۲۰'۱۹'۵	برہان الدین جام۔
۲۲۹-	بنارس	۲۴۵'۲۱۸'۱۵۲-	
۳۳۱-	بندہ	۳۳۱'۳۰۴	برہان الدین غریب
۱۶۳'۱۶۰'۱۵۰'۶۸'۵	بندہ نواز خواجہ سید محمد حسینی	۱۳۶-	برہان الدولہ امام علی خاں
۲۲۵'۲۱۹'۲۱۸'۲۰۱-		۲۹۰-	برہان اللہ حسینی۔
۱۲۱'۲۶۸'۲۶۱'۲۵۲-		۲۹۳'۲۹۲'۲۵۶'۹	برہان۔ سیدی
۳۶۳'۲۲۵'۳۱۵-		۳۵۳-	
۳۰۲-	بنگٹ پرشاد۔	۱۶۹	برہان بن عاشق
۲۲۱-	بنگلور	۲۸۸-	برہان پور
۱۸۵'۱۸۴-	بنول	۱۹۰-	بریلی۔
۲۱۸'۲۱۴'۱۳۲'۱۳۱-	بودھن	۳۳۰-	بڑے شاہ حسینی
۳۶۳'۳۰۵'۳۰۲-		۳۰۶-	بزم دندان۔
۳۵۱'۳۲۸'۳۲۶'۱۰-	بوستان نیال۔	۱۱۵-	بسات جنگ شجاع الملک میر محمد شریف خاں
۲۹۴-	بوعلی قلندر	۹۹-	بغت خاں۔
۱۲۹'۱۰۵-	بہادر شاہ ابو ظفر	۱۹۵-	بستان طریقت
۲۶۱'۲۶-	بہار شاہ عالم	۲۰-	بشارت الذکر۔
۳۳۵-	بہارستان عشق	۱۰۹	بشن سنگھ۔
۳۰۱-	بہار عشق۔	۳۲۸'۳۱۸'۳۱۶'۳۱۴	بشیر۔ بشیر النساء بگم
۳۵۸'۳۰۱'۱۰-	بہار گلشن	۳۳۲'۳۲۹	
۷۹-	بجیۃ المنی فلی	۳۱۸-	بکادلی
۳۸-	بہرام حسن بانو	۳۲۶'۲۶۶-	بلاقی۔ سید
۳۱۴-	بہرام وکل اندام	۳۲۸'۳۱۴'۳۱۹'۱۰-	بیل
۲۳-	بھروج	۲۰۶'۱۶۱'۷۳-	بلخ۔

بیاض	۲۹۶/۹	بیمیری	۶۷
بیاض اشعار	۲۱۰/۱۰/۹	پیر محمد خاں	۳۳۶/۳۳۴/۳۳۳
حبیبہ	۱۵۲/۱۵۵/۱۵۹/۱۹۶	پیما میکش	۳۰۷
	۱۹۷	(ت)	
بیاض دکنی	۱۵۱/۹	تباہ عبدالحی	۹۹
بیاض غزلیات	۲۵۷/۱۰	تاج الملوک و بکا ولی	۱۷۵
بیاض قدیم	۲۶۲/۹	تاریخ اولیائے دکن	۲۲۳/۳۶۰/۲۰
بیاض مرثی	۲۵۵/۸	تاریخ بدر	۳۵۹/۲۸۲/۲۸۱/۱۱
بیاض نظم و نثر	۲۹۵	تاریخ ہندوستان	۳۵۲/۲۷۰/۸
بیان رحم کا	۲۵۷/۲۷۰/۱۱	تجلی علی شاہ	۱۸۷/۱۸۶/۱۲۰/۱۱۰
بیجا پور	۳۲۵/۲۲۵	تجلی میر محمد حسن میاں سماجی	۳۵۱/۳۳۰/۳۲۸/۱۰
بیلگونی	۱۷۱	تجلی	۲۳۶
		تحفہ احباب	۷۷
		(پ)	
پاپا لعل	۳۱۶/۳۱۵	تحفہ عاشقاں	۶۰
پنہری	۲۲۹	تحفۃ النساء	۳۵۱/۲۲۱/۷۹/۷۷/۸
پٹن	۲۲۰	تحفۃ الاخبار	۷۹
پرماوت	۳۵۲/۱۸۸/۱۰	تحفۃ النصار	۳۶۱/۳۲۶/۷۵/۳۶/۳۵/۶
پرورش علی خاں	۳۳۳/۳۳۳/۳۳۳/۳۳۳	تحفۃ شاعر فیض الدین واری	۲۳۶
پلانگ	۱۷۳/۱۷۷/۱۸۱	تذکرۃ الاخوان	۲۲۳
پنتھو لعل	۱۳۹	تذکرۃ الاصفیا	۶۸
پنہی باجھا	۶۰/۶۲/۱۱۲/۳۵۰	تذکرۃ الاعراس	۷۰
پنہی نامہ	۶۲	تذکرۃ الانساب	۷۰/۶۹
پند دل بند	۳۲۶/۲۲۳/۲۷۷/۲۵۱/۶	تذکرۃ اولیائے بیجا پور	۷۰
پند نامہ نعمان	۳۳۳/۲۹/۶	تذکرۃ اولیائے دکن	۷۰/۶۷/۶۸/۳۳/۲۲/۱۸
پند نامہ	۳۲۷/۱۵۸/۶		۲۵۰/۱۷۷/۱۲۸/۱۲۶/۱۲۷
پچو لین	۲۶۹/۱۵۳/۵۳/۱۰/۳۲۶/۲۷۰		۲۸۶/۲۶۳/۲۵۲

۱۷۹/۱۷۳ - ۱۷۰/۱۷۸	تشیبہ النساء	۲۰۷/۲۱۰	سندکرہ تننا
۱۲۷۳۵۲/۲۸۰ - ۱۹۲/۱۸۲		۲۹۸	سندکرہ سرور
۱۳۱/۱۳۷	منزل آفاق	۲۰۷	سندکرہ شعرائے اورنگ آباد
۱۹۶/۱۹۴	توحید مطلق	۳۱۰/۲۹۲	سندکرہ طوریش
۳۷	توزک آصفیہ	۱۸۸	سندکرہ شوق
۳۲۹/۷۷۵ - ۵	توشہ عاقبت	۱۷۲	سندکرہ فتوت
۳۲۵/۱۲۲	توصیف نامہ	۳۱۰/۲۹۲	سندکرہ قاسم
۳۰۷	تھانہ لون	۳۲۸/۲۹۸	سندکرہ ہندی مصطفیٰ
۱۳۷	تہرہ جنگ	۳۵۷/۱۶۸	ترتیب الکاح
۱۰۴	تہرہ علی	۳۵۷/۱۶۸	ترتیب نماز
۲۷۱/۲۷۰	تیسور گورگان	۲۲۹/۲۲۵ - ۳۲۲/۱۱	ترجمہ آمدنامہ
(ط)		۳۵۶/۲۸۰	ترجمہ چہل حدیث
۲۳	ثبات شاہ	۳۵۸/۲۷۲	ترجمہ شرح چغنی
۱۳۷/۱۳۶ - ۱۲۹/۵۸	یوسف سلطان	۳۷۹/۷	ترجمہ کریا
۲۹۹/۲۸۱ - ۱۵۲		۷۶	ترنا ولی
(ث)		۲۹۳	ترکیندہ
۱۲۳	ثبات جنگ	۳۲۲/۳۰۷ - ۲۰۲	تزک محبوبیہ
۲۲۷	ثناء اللہ پانی پتی	۲۷۵/۲۰۲	تسلیم شاہ
(ج)		۳۰۱	تصدق حسین خاں
۳۲۲	جامع القوانين	۳۵۰/۲۷۷ - ۷	تفسیر سورہ اذا جاء
۳۳۳/۳۳۲	جانی	۱۱/۹۷	تفضل حسین
۹	جذب القلوب	۳۵۵/۲۲۵ - ۲۲۱	تقویت الایمان
۳۲۸/۱۵۱ - ۹	جغز	۷۵ - ۷۳	تکلیف کاظمی
۲۳۵	جغزی قادی	۱۳۰	تمنا - اسد علی خاں
۳۳۵	جغز غالب - مرزا	۶۴	تہذیبات عین القضا
۱۰۵	جغز علی زلی	۱۹۲/۱۶۲ - ۱۶۱/۱۶۰ - ۱۱	تتادلی
		۳۵۶/۱۹۲ - ۱۹۳	

۳۴۵'۳۰'۱۵۰'۶۸'۵	چکی نامہ بندہ نواز	۱۳۴۰'۱۳۲'۱۲۳	جگتیاں
۲۵۰'۶۸'۶۴'۶۲'۵	خدا نما	۳۵۱'۸۳'۸۲'۱۹'۷	جگ سون
۳۴۶		۲۹۰	جلال الدین رفاقی - سید
۳۴۷'۱۵۰'۷	چکی نامہ فاروقی	۱۹۵	جمال الدین قادری
۲۱۵'۲۰۷'۷	چغتیاں شرا	۲۱۸	جمال مغربی
۲-۳'۲۷۲	چنپاسل	۲۵۲	جنگ نامہ اشرف
۳۰۰	چند اہل تقابائی	۳۴۷'۵۷'۸	جنگ نامہ محمد صیف
۳۴۶'۲۱'۳۹'۳۰'۱۰	چندر بدن و ماہیار	۲-۳	جنتی
۳۴۸		۳۴۹'۲۴'۲۲'۲۱'۷	جنونی گجراتی
۱۸۶'۱۶۳'۱۰۶'۱۰۵	چند دلال	۱۷۴	جوہر النظام
۳۴۶		۱۰۹	جوش عشق
۱۳۲	چنور	۳۰۷	جوش میکش
۳۶۳'۳۵۷'۲۱۷'۵	چہار کرسی	۱۰۹	جوش یاروں
۱۶۱'۱۲۰'۱۱۹'۱۱۱'۱۰	چہار درویش	۱۱۱	جہان پرہیزگیم
۱۶۲'۳۵۵'۱۶۲		۲۷۰	جہانگیر بادشاہ
۳۰۱'۱۶۶		۳۲۹	جے پور
۲۰۰'۱۹۹'۷	چہل تن (رسالہ)	۳۲۹	جے سنگھ
۳۱۶	چھوٹے لعل		(جج)
۱۸۶	چھوٹتر	۲۲۷	چانگام
۳۲۵	چیکٹ ماٹری	۳۵۷'۱۶۵'۱۱	چار درویش
۱۸۶	چیتا پٹن	۳۵۷'۱۹۴'۱۹۳۶	چار کرسی طلیقت
		۳۵۹'۳۰۵'۱۰۴'۸	چار گلزار
۱۲۴'۹۹'۹۸	حاتم - شاہ ظہور الدین	۱۷	چاندور
۱۴۴	حافظ دکنی	۵۸	چٹ پیٹھ
۳۵۴'۱۱۱'۸۶'۵	حاشیہ من درپن	۱۳۳'۱۳۲	چٹیاں
۹۳	حامد علی خاں	۲۵۶'۲۳۳'۹	چشمہ وقیض

ح

۱۴۲ -	صیغہ اللہ خاں	۱۷۱ -	مبش خاں
۳۰ -	حفیظ سید ڈاکٹر	۳۲۱/۳۲۰ -	صیب
۶۷ -	حق نا	۲۸۱/۲۸۲ -	صیب الدین احمد
۲۲۰/۲۲۳ - ۳۵۵ -	حقیقت الصلوٰۃ	۲۲۶/۲۲۱/۳۵۹ -	صیب المریدین
۲۸۳/۲۶۶ -	حکمت بزرگ جہر	۲۶۶/۲۲۷/۳۲۱ -	صیب علی رضوی (شاہ)
۲۶۰/۳۵۰ -	حکمت سلیمان	۳۵۹ -	
۲۸۴ -	حلیہ	۲۱۲/۳۵۳ -	حسائی
۱۴۹ -	حزہ احمد	۱۸۹ -	حسرت - مرزا جعفر علی
۱۸۶/۱۹۷ - ۳۵۸ -	حکۃ حیدری	۲۲۶ -	حسرت نامہ
۲۵۱/۲۶۱ -	حمید اللہ حسینی	۱۹۴ -	حسن - امام
۳۵۸/۳۵۰/۳۰۹/۲۱۲ -	حیات	۹۷ - ۹۵/۱۰ -	حسن - میر غلام حسن
۱۶۲/۱۶۲ - ۱۱/۱۱ - ۱۶۲/۱۶۲ -	حیدر - فقیر اللہ شاہ	۲۸۷/۲۸۸ - ۳۵۸ -	حسن - محمد حسن خاں
۱۹۱/۱۹۱ - ۲۰۸/۲۰۸ -		۷۶/۷۶ - ۸۰ - ۸۶ -	حسن علی کرانی
۲۹۶/۲۵۷ - ۳۵۷ -		۱۷۹/۳۵۶ -	حسن تنوچی
۲۸۷/۳۵۳ -	حیدر - میر حیدر شاہ دکنی	۱۹/۱۹ - ۱۰/۱۹ - ۱۹/۱۹ -	حسین امام
۱۷۶/۱۷۶ - ۲۶۹ -	حیدر حسن - آغا	۲۹۰/۲۹۵ - ۲۹۶ -	
۱۷۸/۲۷۱ - ۳۱۵ -	حیدر علی خاں	۲۶۴/۳۲۸ - ۳۵۳ -	حسین
۱۳۸ - ۱۴۰ -	حیدر علی بیگ	۱۱/۱۱ - ۱۶۲/۱۹۱ -	حسینی بادشاہ
۱۱۱/۱۱۱ - ۱۱۱/۱۱۱ -	حیدری - حیدر بخش	۱۹۳/۱۹۵ - ۲۰۹/۲۱۸ -	
۳۵۵ -		۲۳۳/۲۳۶ -	
۲۵/۲۶۱ - ۵۵/۳۶ -	حیدر آباد	۲۳۲/۳۳۳ - ۳۳۵ -	حسین خاں
۱۱۵/۱۱۳ - ۹۶/۹۲ - ۲۵/۱۱۳ -		۱۱/۱۶۴ - ۱۶۵/۱۶۶ - ۳۵۱ -	حسین علی خاں
۱۱۷/۱۱۹ - ۱۲۱/۱۲۹ - ۱۳۴ -		۳۵۷ -	
۱۶۹/۱۶۴ - ۱۶۱/۱۶۲ -		۲۶۴/۲۸۷ -	حسینی
۱۷۲/۱۷۲ - ۱۸۶ - ۲۰۸/۱۸۹ -		۹۹ -	حسنت
۲۲۶/۲۲۶ - ۲۲۱/۲۰۶ -		۱۳۱ -	حسنت جنگ

۱۱/۱۵۳/۳۵۵ -	خوان نعمت	۲۲۱/۲۳۴/۲۵۶/۲۶۸
۳۱۷ -	خوب اللہ شاہ -	۲۷۱/۲۸۲/۲۸۶/۲۸۷
۹۱ - ۹۳ -	خورشید النساء	۲۹۷/۳۰۸/۳۰۷/۳۰۹
۲۳۸ -	خورشید جاہ -	۳۲۱ -
۹/۲۶۲/۲۶۸ -	خوشنود - ملک	۲۱۰/۲۱۱/۲۵۵/۲۵۶
۱۲۶ -	خیالی - طا	۳۴۸/۳۵۳ -
۱۶۱/۱۶۳ -	خیر الدین خاں	(خ)
۲۲۴ -	خیر الدین مراد آبادی	۲۵۲
	خیر النساء (دیکھو فاطمہ)	۲۷۸/۲۸۵ -
(۲)		۲۲۵/۳۳۶ -
۹/۴۳/۲۱۰/۲۱۳/۳۵۰ -	داؤد - مرزا	۲۰۵ -
۸۸/۲۹۵/۲۹۶/۳۵۹ -	دبیر سلامت علی	۳۰۷ -
۱۱۶/۲۰۱/۲۶۱/۳۳۶/۳۳۸ -	درالاسرار -	۵/۱۲/۲۴/۶۸/۱۴۴
۲۹۱ -	در بیان روح	۱۵۰/۱۵۲/۱۹۹/۲۵۰/۳۲۹ -
۹/۱۰۱/۱۰۱/۳۵۱ -	درود - خواجہ میر	۳۳۱/۳۴۶ -
۷۹ -	در منضود	۳۰۷ -
۷/۳۴/۳۵/۳۵/۱۵۵ -	دریا -	۷/۱۷۷/۱۷۸/۲۵۶ -
۱۹۹/۳۴۹ -		۲۴۲/۲۴۳/۲۴۸/۲۸۲
۱۰۹ -	دریائے عشق -	۲۸۵/۲۹۰/۲۹۱ -
۱۰۷ -	دریائے لطافت	۳۰۳/۳۰۴ -
۷/۳۳۰/۳۲۱/۳۵۹ -	دشگیر	۷۵/۷۶ -
۶/۷۰/۳۴۷ -	دعائے داؤد	۳۰۱ -
۵/۲۴۲/۳۳۲ -	دکن میں اردو	۲۰۶ -
۲۵۸ -	دکنی منظومات	۱۰۹ -
۱۳۱/۱۳۳ -	دلاور جنگ فرنگی -	۲۱۸
۳۲۴ -	دلاور علی - مرزا -	۳۱۹ -
		خواجه عارف گنج بخش -
		خواجه مظفر
		خان فاضل
		خان باری
		خان محمد
		خان محمد - حاجی
		خانہ خوار
		خدا نسا - شاہ میراں جی حسینی
		خدیجہ سلطان (دیکھو شہر بانو)
		خرابات میکش
		خرم علی
		خرد - امیر
		خلد آباد
		خلیل اللہ خاں
		خزرج عشق
		خواب نامہ
		خواب و خیال
		خواجه عارف گنج بخش -
		خواجه مظفر

( ۲ )		۱۷۳'۱۷۷-۱۸۱	دوست محمد - مرزا -
۳۲۰'۲۹۸'۱۵	ڈکا - خوب چند -	۲۱۹	دولت آباد -
۷۶	ذوالفقار علی خاں -	۲۲۹	دولت رام -
۱۶۹'۱۵	نہق - شیخ ابراہیم -	۱۳۳-۱۳۱'۱۲۳	دولت رائے -
۳۵۳'۲۱۵	نہق - شیخ حسین -	۱۰۲'۱۰۳	دولہ رائے -
( ۳ )		۱۲۴	دولہ سنگھ -
۷۸	رابعہ بصریہ -	۳۲۷	دھارور -
۱۶۱'۲۲	راجندر سی -	۳۵۷'۳۵۲'۱۹۳'۱۲۲'۸	دھمکس -
۳۱۵'۳۱۳'۲۶۳'۲۶۲'۲۱۸'۳۵	راجہ شاہ راجو جینی -	۳۰۹'۳۰۸'۲۷۱'۲۷۰'۱۰۷'۱۰۵	دہلی -
۳۲۷		۱۳۲۸	
۱۵۱	راجوٹی -	۳۵۶'۲۲'۱۵۷-۵۵'۵	دین دیک -
۳۵۱'۸۳'۷۹'۷	راحت جان -	۳۵۸'۱۸۱'۱۳۸'۹	دیوانچہ -
۱۱۰ - ۱۰۸	رادھا کشن -	۳۵۵'۱۰۷'۹	دیوان انشا -
۳۶۱-۷۵'۳۶	رازمی -	۳۵۰'۷۲'۹	دو دو -
۱۲۸	راکس بھون -	۳۵۲'۱۰۱'۹	درد -
۳۲۹'۳۰۶	رام پور -	۳۵۲'۱۰۸'۹۹'۹	سودا -
۱۲۷	رام راؤ -	۳۵۹'۲۹۹	شرن -
۷۶	رامیر -	۳۵۱'۲۱۳'۲۰۶'۹	عاجز -
۳۲۹	راول جیو -	۳۶۰'۲۳۵'۱۰	عصر -
۲۲۳	رائے برہی -	۳۵۹'۳۵۸'۲۳۹-۲۳۷'۱۰	مزاج -
۲۵۸'۲۳۷'۲۳۶'۳۵	راچور -	۳۵۲'۱۰۸'۹	میر -
۵۸	رتن پدم -	۲۳۲'۱۰	ناتھ -
۲۷۳'۲۷۲	رتن نعل -	۳۵۹'۳۰۵	ناظم -
۱۲۷	رحمت آباد -	۳۶۹'۶۳'۶۲'۹	ولی -
۲۹۹	رحمت اللہ - سید -	۳۵۰'۳۰۲'۱۰۶'۱۰۰'۹۷'۹	یقین -
۱۷۳'۱۷۰'۱۶۱'۱۶۰'۱۴۸'۱۴۷'۹	رحمت اللہ - خواجہ -		





۱۷۸/۱۱۳	نہاں طاس مندوڑی	۱۷۸/۱۱۳	سراج الدین جنیدی	۱۷۸/۱۱۳
۱۰۸	زور۔ مرزا احمد علی بیگ	۱۰۸	سراج الدولہ	۲۵۱
۱۵۹/۱۵۵/۷۰/۵۴/۱۲	زور۔ سید محی الدین قادری	۱۵۹/۱۵۵/۷۰/۵۴/۱۲	سراج النک	۹۴
۲۲۳/۲۰۳/۲۸۱/۲۱۹/۲۱۸/۱۷۵		۲۲۳/۲۰۳/۲۸۱/۲۱۹/۲۱۸/۱۷۵	سربلند جنگ	۳۳۳
۲۶۷/۲۵۲/۲۶۹		۲۶۷/۲۵۲/۲۶۹	سرخس	۲۳
۱۳۳/۱۲۱	نور آدرجنگ۔	۱۳۳/۱۲۱	سردار الدولہ	۱۱۱
۳۰۱	زہر عشق	۳۰۱	سردار الملک گھانسی میاں	۱۸۶
۲۶/۲۵	زین العابدین	۲۶/۲۵	سر فرزانہ خاں	۲۳۶
۶۸	زینت المریدین	۶۸	سرور صوفی	۲۳۲
(س)			سرور	۲۹۸
۵۸	سات گدڑہ	۵۸	سرور۔ اعظم الدولہ	۱۵۶
۲۳۶	سابقہ۔ عبدالرحمن خاں۔	۲۳۶	سروری۔ سید شاہ برہان الدین	۲۹
۶۱/۵۸/۲۸/۳۷/۲۹/۲۵	سازار جنگ	۶۱/۵۸/۲۸/۳۷/۲۹/۲۵	سروری۔ عبد القادر	۱۷۴/۵۸/۵۷/۴۴/۳۱/۲۷/۱۲
۳۳۳/۲۶۹/۲۶۷		۳۳۳/۲۶۹/۲۶۷		۳۹۱/۷۷/۷۷/۲۹/۳۲۸/۳۹۱/۳۳۳
۱۰۹/۲۰	ساقی نامہ	۱۰۹/۲۰	سرور و شمشاد	۳۵۱/۷۷/۱۰
۳۵۱/۷۷/۷۷/۷۷	ساقی۔ سید غلام قادر	۳۵۱/۷۷/۷۷/۷۷	سستی پو	۱۸۹
۳۴۴/۲۹۰/۲۱۹/۲۱۸/۱۷۷	سازگار۔ سلطان شکل آسان	۳۴۴/۲۹۰/۲۱۹/۲۱۸/۱۷۷	سدادت	۱۳۶
۲۳۳	سبحۃ المرجان	۲۳۳	سعادت علی رضوی	۹۵
۹۹	سجاد	۹۹	سعد اللہ شاہ	۲۰۲
	سجاد علی (دیکھو میکش)۔		سعدی	۲۷۹/۲۷۵/۲۷۳
۹۸/۹۵/۹۰/۸۶/۵۲/۱۰	سحر البیان	۹۸/۹۵/۹۰/۸۶/۵۲/۱۰	سفر نامہ اعظم جاہ	۱۲۱/۹
۲۵۳/۲۵۲/۳۲۸/۲۷۵/۱۱۸		۲۵۳/۲۵۲/۳۲۸/۲۷۵/۱۱۸	سکندر آباد	۱۸۶/۱۸۵
۸۸	سنہادی۔ شمس الدین	۸۸	سکندر خلیفہ	۲۵۳/۲۹۷
۵۸	سندھوٹ	۵۸	سکندر عادل شاہ	۲۹۷/۲۹۵/۱۲۸/۵۵
	سراج۔ سراج الدین ازنگ آبادی۔		سکھ سہیلا	۲۰
۲۱۵/۲۱۳/۲۰۸/۱۰۰/۹۹/۱۰		۲۱۵/۲۱۳/۲۰۸/۱۰۰/۹۹/۱۰	سکینہ بیگم	۳۰۰
۳۵۱/۳۲۸/۳۲۷/۲۶۳		۳۵۱/۳۲۸/۳۲۷/۲۶۳		

۳۵۵، ۲۲۰، ۲۱۸	سید امین	۱۰۹	سگ نامہ
۵۹	سید بڑے	۱۰۹	سگ و گربہ
۳۲۵	سید پیر	۲۵۴، ۲۵۳، ۲۴۷، ۱۳۳، ۹	سلطان
۳۳۰	سید حسین	۳۴۶، ۲۶۱، ۳۳۹، ۳۴۷، ۳۶۳	
۵۱	سید قمر	۴۷، ۲۵	سلطان محمد
۲۹۰	یدشاہ سالار رفاہی	۲۵۹، ۲۰۹، ۱۹۶، ۱۹۴، ۱۹۱، ۶	سلطان محی الدین بادشاہ قادری
۲۹۰	یدشاہ محمد رفاہی	۱۷۱	سلوک نقشبندیہ
۱۸۴، ۱۸۳	سید قاسم	۹۳	سلیمان نامہ
۲۲۶	سید قاسم بنڈی میاں	۱۷۴	سماع (رسالہ)
۳۲۵، ۳۲۴	سید عارف	۳۵۶، ۱۸۲، ۷	سوالات گلدوزین
۳۲۵	سید علی	۲۳۰	سوامی پرشاد
۳۲۵، ۲۵	سید عبداللہ	۱۰۹، ۱۰۲، ۹۹، ۹۴، ۷۷، ۹	سودا - مرزا رفیع
۱۴۸	سید غلام بیجا پوری	۲۱۰، ۲۰۸، ۱۳۶، ۱۲۶، ۱۲۲	
۱۳۳	سید عمر	۳۵۲، ۲۳۲، ۲۱۶، ۲۱۵	
۳۲۵، ۲۳۵، ۱۰۹، ۷۱، ۷۰، ۶۳	سید محمد		سورج بھان (دیکھو میکش)
۳۳۴، ۳۳۳، ۳۲۵، ۳۰۰، ۱۱۳	سید محمد قادری	۳۵۴، ۲۸۷، ۱۰	سوز - سید پیر
۱۴۴	سید میراں	۹۹، ۱۰	سوز و گداز
۳۲۵	سید مصطفیٰ	۱۲۷	سہراب جنگ
۷۸	سیرت ابنی	۳۵۲، ۳۱۰، ۳۰۹	سید
۲۲۷	سیرت الاولیاء	۳۴۷، ۷۱، ۷۰، ۷۶	سید - سید ابراہیم
۲۲۴، ۲۲۱	سیرت سید احمد شہید	۳۲۶	سید ابراہیم بڑے میاں
۲۳۶	سیف	۳۵۵، ۲۲۵، ۲۲۰، ۵	سید احمد شہید
۲۸۸	سیف الدین	۲۹۹	سید احمد قادری
۳۸، ۲۵، ۱۰	سیف الملوک و بدیع الجہاں	۹۲	سید انوند
۱۳۳، ۱۳۱	سیف جنگ	۲۹۹	سید اشرف میر میراں
۱۳	سیف علی خاں - مرزا	۱۴۸	سید اشرف مکی

۲۵۰	شرح تہذیبین الفقہاء	۲۲۳	سیوطی۔ جلال الدین	
۲۴۳	شرح جغتوی	۲۲۷، ۵۴، ۸	سیوک۔	
۲۵۰	شرح مرغوب القلوب	(ش)		
۱۳۱	شرف الدولہ	۲۳۵	شاد۔ بہار جمہ کش پرشاد	
۲۵۲	شرف الدین قادری	۳۵۲، ۲۸۸، ۲۸۷، ۱۰۲	شادان۔ بہار جمہ چند لال	
۱۲۲	شرف الملک	۳۵۲، ۲۸۸	شادان۔ لالہ بسواں لال	
۲۵۹، ۳۰۰، ۲۹۹، ۱۰	شرف۔ شرف النساء	۲۹۸	شاہ تسلیم	
۲۳۷، ۲۳۶	شرف۔ روشن علی	۱۱۳، ۱۱۰، ۱۰۸	شاہ جہاں آباد	
۳۲۸، ۲۶۶، ۲۵۶، ۲۵۵	شرف۔	۲۷۰	شاہ جہاں بادشاہ	
۳۵۶، ۱۸۵، ۱۸۲، ۷	شرب و بدعت (رسالہ)	۱۱۶، ۱۱۵	شاہ جہاں نامہ	
۹۶	شریف الدین یوسف	۱۲۶	شاہ جی صدر جہاں	
۳۵۹، ۳۲۳، ۳۲۱، ۹	شعلہ۔ میر کاظم علی خاں	۱۱۰، ۱۰۹	شاہ عالم بادشاہ	
۳۲۷، ۲۲۸، ۲۲۵، ۵	شعلی	۳۵۹، ۳۰۳، ۲۷۲، ۱۱	شاہ علی	
۳۲۸، ۲۵۵، ۸	شفیع	۳۲۹، ۲۲۲، ۲۲۱، ۷	شاہ عنایت	
۲۱۰، ۲۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۷، ۲، ۷، ۲، ۹	شفیق۔ لکھی نارائن صاحب	۳۵	شاہ محمد قادری نور دریا	
۳۵۲، ۲۵۵، ۲۱۵		۳۶۲، ۱۹۵، ۱۹۴	شاہ میر۔ شاہ میاں قادری	
۱۱۰، ۱۰۹	شکر اللہ۔ شیخ محمد	۱۳۷	شاہ نور	
۳۵۳، ۲۹۲، ۱۰	شکوہ۔ شکوہ علی	۳۵۹، ۳۰۸، ۳۰۷، ۱۰	شامی (ج)	
۳۵۳، ۲۹۲، ۱۰	شکوہ۔ محمد رضا	۳۰۸	شامی۔ شاہ قلی خاں	
۳۲۶، ۳۲۲، ۳۲۹، ۵	شمائل اتقبا	۲۱۳، ۳۱۰، ۲۲۲، ۲۲۱، ۲۲۰، ۲۱۹، ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶، ۲۱۵، ۲۱۴، ۲۱۳، ۲۱۲، ۲۱۱، ۲۱۰، ۲۰۹، ۲۰۸، ۲۰۷، ۲۰۶، ۲۰۵، ۲۰۴، ۲۰۳، ۲۰۲، ۲۰۱، ۲۰۰، ۱۹۹، ۱۹۸، ۱۹۷، ۱۹۶، ۱۹۵، ۱۹۴، ۱۹۳، ۱۹۲، ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۸۹، ۱۸۸، ۱۸۷، ۱۸۶، ۱۸۵، ۱۸۴، ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۸۱، ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۷۸، ۱۷۷، ۱۷۶، ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰	۲۱۳، ۳۱۰، ۲۲۲، ۲۲۱، ۲۲۰، ۲۱۹، ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶، ۲۱۵، ۲۱۴، ۲۱۳، ۲۱۲، ۲۱۱، ۲۱۰، ۲۰۹، ۲۰۸، ۲۰۷، ۲۰۶، ۲۰۵، ۲۰۴، ۲۰۳، ۲۰۲، ۲۰۱، ۲۰۰، ۱۹۹، ۱۹۸، ۱۹۷، ۱۹۶، ۱۹۵، ۱۹۴، ۱۹۳، ۱۹۲، ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۸۹، ۱۸۸، ۱۸۷، ۱۸۶، ۱۸۵، ۱۸۴، ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۸۱، ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۷۸، ۱۷۷، ۱۷۶، ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰	
۳۳	شمائل محمدی	۲۲۵، ۱۹۸، ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰	۳۵۵	شہاب الدین۔ میر
۱۲۹	شمس پیرشاد	۱۳۳، ۱۳۲	شہامت جنگ	
۱۸۶، ۱۳۲	شمس الحق (دیکھو میکش)	۱۳۹	شجرۃ الاتقیا	
۱۲۰، ۱۲۵، ۱۳۲، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۱	شمس الدولہ	۳۰۷	شراب الصالحین	

۱۳۰	شیخ قاسم حکیم	۳۰۲/۲۴۳/۲۴۳/۲۳۴/۲۳۴	
۵۹	شیخ اعلیٰ		شمس العشاق (دیکھو میراں جی)
۱۵۹	شیخ انگ	۲۴۳	شمس الہندسہ
۱۸۵/۴	شیخ محمد	۵۶	شمس اللہ قادری
۱۵۲/۱۵۱/۱۴۹	شیخ محمود جعفری	۲۲	شمس تبریزی
۱۵۹/۱۵۸	شیخ مستان	۳۵۴/۳۵۳/۱۶۸/۱۵۹/۵	شمس فہمیں الدین
۱۵۱/۱۴۹	شیخ مصطفیٰ	۴۳	شمس د
۳۶۱/۳۵۱/۱۶۹/۶۶/۶۵/۸	شیدائے میر نواز شمس علی خاں	۲۳۶	شور
۲۰/۳۵	شیراز	۳۰۱/۱۹۰/۱۸۸/۱۰	شوق قدرت اللہ
۲۴۰	شیر شاہ	۳۰۱/۱۶۶/۱۲۱/۱۱۹	شوق میر علی خاں
۳۳۳/۹۴/۹۳	شیریں خرو	۶۹	شہاب الدین سہروردی
۱۲۹	شیو پرشاد	۶۸	شہاب الدین قاضی دولت آبادی
(ص)		۱۵۰	شہاب الدین قریشی
	صاحب (دیکھو شفیق)	۲۶۴/۲۵۶	شہر بانو خدیجہ سلطان
۳۵۳/۱۰۶/۱۰۵/۹	صاحب قرآن	۳۲۸/۱۹۵/۱۹۲/۱۵۱/۱۵۰/۸	شہ میر
۳۲۸/۲۶	صاحب	۳۶۲	شہید میرا علی خاں میر الشعراء
۶۷	صادق شاہ حسینی۔ سید محمد	۲۳	شیخ احمد کھٹو
۲۳۶	صدام جنگ	۱۷۸/۱۷۳/۱۷۲/۱۶۰/۵۱	شیخ احمد
۱۵۶	صنع وطن	۱۸۱	
۳۲۱/۳۲۰	صدر الدین خلیب	۳۵۰/۲۴۹	شیخ اسمعیل
۳۲۵/۳۱۶/۳۱۵/۶۷/۶۶/۶	صدر الدین شاہ	۱۹-۱۷	شیخ اشرف
۳۶۱	صدیقی۔ عبد المجید	۱۴۷	شیخ پورہ
۱۲۹	صراط مستقیم	۱۵۲/۱۵۱	شیخ جعفر
۲۲۱	صفا۔ ذوالفقار علی خاں	۶۲	شیخ حیدر
۱۸۷/۱۸۶	صفی	۱۷	شیخ ضیاد
۳۵۳/۲۷۸/۷۴/۱۱	صفیر۔ محمد حبیب الدین	۲۲	شیخ فرید

۲۵۸ -	خلیل الدین	۳۰۵ -	محمد بنشی عبدالصمد
ع		۲۴۱، ۱۲۰ -	مصمصام الملک
۱۹	عابد	۱۲۱ -	مصمصام جنگ
۳۲۴، ۳۱۵ - ۳۱۳، ۱۱۵	عابد شاہ	۱۳۳ -	صولت جنگ
۹۶ -	عابد - غلام عابد	۲۲۲ -	صہبائی - امام بخش
۱۵۹	عابد - قاضی زین العابدین	(رض)	
۳۵۱، ۲۱۲، ۲۰۸، ۲۰۶ -	عاجز - عارف الدین خاں	۱۳۲ -	ضابطہ جنگ
۹۹ -	عارف -	۳۱۳، ۳۰۹، ۳۰۵، ۲۷۵ -	ضامن علی غازی صفوی
۳۵۰، ۲۸۶، ۶ -	عارف - امام الدین جیمینی	۲۸۵، ۳۳۳، ۳۲۹ -	ضیعفی - شیخ داؤد
۳۵۲، ۲۳۱، ۲۳۰، ۷ -	عادل	۱۷ -	ضیاء الدین غزنوی
۳۰۹ -	عادل پور		ضیاء الدین محمد
۳۵۰، ۱۶۹ -	عاشق - میر بخش عاشق علی خاں	۳۳۳، ۳۳۴ -	ضیاء الدین غنیشی
۳۰۲ -	عاشق - بکلت پرشاد	۳۵۲، ۹۱، ۸ -	ضیافت نامہ
۳۵۰، ۱۶۹، ۶۸، ۹، ۶ -	عاشق	(ط)	
۷۸ -	عائشہ	۱۳۹، ۱۲۳ -	عالم - سراج الدین
۲۷۲، ۱۹۴، ۷۱ -	عباس	۸۸ -	طبری - محب الدین
۲۷۳ -	عباس - سید عباس قادری	۳۱۴، ۲۶۳ -	طبعی
۲۷۶ -	عبید - عبدالامین	۳۱۷، ۱۹۰ -	طبقات سخن
۳۲۶، ۲۲۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۲۳۸، ۷ -	عبید - عبدالملک	۲۵۹، ۳۱۸، ۳۱۶، ۱۰ -	طلمس اعظم
۲۸۶، ۲۵۸، ۱۷۴، ۷۴، ۷۲، ۳۶ -	عبید الجبار خاں	۳۵۵، ۳۳۴، ۳۳۳، ۱۱ -	طوطا کہانی
۲۷۰ -	عبدالحسین	۱۱۷، ۱۱۴، ۱۱۳، ۸۵، ۲۵، ۱۱ -	طوطی نامہ
۳۰۸، ۱۸۵، ۱۸۴ -	عبدالحق	۳۲۵ -	
۲۲۵، ۲۲۴، ۲۲۱، ۲۲۰، ۵ -	عبدالحی	(ظ)	
۳۱۸، ۲۹۱ -	عبدالرحمن	۷۰ -	ظفر - بہار شاہ
۳۲۶، ۳۳۴، ۳۳۳ -	عبدالرحیم خاں	۲۵۴، ۲۸۷، ۱۴۹، ۹۳، ۹۱، ۸ -	ظفر نامہ
۳۲۵ - ۳۲۰، ۱۷۵، ۱۵۵، ۱۵۴ -	عبدالسلام - حافظ	۳۶۲ -	ظہور علی
		۳۵۶، ۲۲۵، ۱۷۸، ۷ -	

۱۱۹-	عبد السلام خاں	۳۲۶/۲۶۸/۲۶۷-۸	عبدال
۴۰-	عبد الشکور	۳۲۶/۲۶۷-۵	عبدی
۳۲۹/۲۸۱-۶	عبد العلی	۳۵۴/۱۸۹-۱۰	عبرت
۲۲۱/۲۲۰	عبد الغفار	۱۸۸-۱۹۰	عبرت - ضیاء الدین
۲۰۵-	عبد الغفور	۳۰۵-۳۰۲/۲۹۴/۱۹۹	عثمان غنی
	عبد القادر جیلانی (دیکھو نوٹ اٹلم)	۳۰۶-	عرشی - اقبیاز علی
۱۱۶-	عبد القادر عربی شاہ صاحب	۲۲۱-	عروض سیفی
۱۴۸	عبد القادر خاں	۱۶۵/۱۱۵-	عزت اللہ
۲۶۲-۲۲۳/۵۱	عبد القادر - شیخ ولد شیخ احمد	۱۳۰-	عزت یار خاں محی الدولہ
۳۳۴/۳۲۶/۳۲۳	عبد الکریم	۹۹-	عزالت
۳۳۶-		۲۲۷-	عزیز اللہ
۳۳۳-	عبد الکریم خاں	۲۳۷/۲۳۶-	عزیز - مرزا عزیز بیگ
۳۳۶/۲۴۷-	عبد الطیف	۲۴۰-۲۳۴/۱۰۷-	عزیز - عزیز یار جنگ
۸۰-	عبد اللہ	۳۵۴/۱۹۰/۱۸۸/۱۰-	عشرت - میر غلام علی
۵۰-	عبد اللہ بن عباس	۷۴-	عشق - جمال اللہ
۲۳۶-	عبد اللہ خاں	۳۵۴/۳۳۴-۳۳۲/۱۰-	عشق نامہ
۲۲۴-	عبد اللہ خاں علوی	۱۶۹-	عشقی
۱۳۳-	عبد اللہ سدی	۳۰۵/۲۳۷-۲۳۴/۱۰۸/۱۰۷-۱۰	عصر - میراج علی
۲۵۲-	عبد اللہ بن وحیدہ الدین	۲۶۰-	
۳۵۶/۱۸۵/۱۷۸-	عبد اللہ محمد	۲۸۶/۶۲/۶۱-	عطار - شیخ فرید الدین
۳۵۸/۱۵۰/۲۹/۲۵/۱۴-	عبد اللہ قلیب شاہ	۲۷۰-	عظیم آباد
۳۲۶/۳۱۴/۲۸۷/۲۵۹-		۳۶۴/۲۵۴/۲۹۱/۱۵۹/۶-	عظیم الدین
۳۲۹/۳۳۸	عبد المجید خاں اکوڑی	۲۵۹-	عظیم الدولہ
۳۲۹/۳۳۷-	عبد المحمد	۱۴۱-	عظیم جاہ - محمد علی خاں
	عبد الملک (دیکھو عبد)	۳۶۴-۳۵۱/۳۴۱/۷۷/۷۶/۶-	عقاید نامہ
۲۱۸-	عبد الواحد	۷۹-	عقاید (رسال)
		۳۶۴-	عقیدۃ الطالبین

عقیل	۱۴۳-	عمدۃ الملک، میرزا	۳۷۰-
علائی	۲۹۵-	عمدہ سلیم	۱۹۷-
علم آب	۲۷۲-	عمدہ مفتخبہ	۱۹۰، ۱۵۶-
علم القرات	۱۷۴-	عمدہ نگر	۲۱۷-
علم برنگ	۲۷۲-	عمری، بقی	۲۴۰، ۱۹۹، ۱۰۶، ۹۸، ۴۸، ۲۱، ۱۸-
علم مناظر	۲۷۲-		۳۰۴، ۲۰۲، ۲۹۴-
علم ہوا	۲۷۲-	غریباں - سید	۱۴۱-
علوی - پیرا، اد علی	۳۰۷-	غیاث اللہ - شیخ	۱۶۷، ۱۶۷-
علی مرتضیٰ	۲۱، ۲۸، ۶۶، ۶۹، ۸۹، ۹۰	غیاث اللہ حسینی - سید شاہ	۲۹۰-
	۹۷، ۹۸، ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۲۲، ۱۴۳	غیاث جنگ غیاث حسین	۱۲، ۲۶، ۳۸، ۴۱، ۵۹، ۶۱
	۱۸۰، ۱۸۹، ۱۹۴، ۱۹۹، ۲۰۷		۶۶، ۸۸، ۹۶، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۱۸
	۲۲۵، ۲۳۰، ۲۵۶، ۲۵۹		۱۲۱، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۲، ۱۶۷، ۱۸۲
	۲۶۰، ۲۶۶، ۲۸۰، ۲۹۶		۱۸۸، ۱۹۳، ۲۳۰، ۲۴۳، ۲۸۳
	۲۹۷، ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۱۰		۲۹۲، ۲۹۵، ۲۹۹، ۳۰۲
علی	۶، ۴۵، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۶	غیاث (دیکھو شاہ غیاث)	
علی آباد	۲۰۴-	غیر	۳۲۹-
علی ابراہیم خاں	۱۶۹-	غیر سدی	۱۳۳-
علی اکبر	۱۲۳، ۱۹۴-	عباس الشرا	۱۹۰، ۳۲۰-
سبحی بخش	۳۰۷-	عین القضا	۲۳-
علی بھائی	۲۰۰-	عینی	۷۳-
علی زحمی	۶، ۲۴، ۳۴، ۳۷-	(غ)	
علی عادل شاہ (دیکھو شاہی)		غائب	۷۰، ۲۰۸، ۳۰۶-
علی نامہ	۱۵۶-	غایتہ الاحسان	۲۴۳-
عماد الدین محمد	۳۲۴-	غزالی امام محمد	۴۳، ۲۰۳-
عماد شاہ	۲۴۹-	غفار	۶، ۲۴۴، ۳۴۷-
عمدۃ الامرا	۷، ۹۳، ۹۴، ۹۷-	غلام احمد - حکیم	۲۳۶-

۱۷۱	فاطمہ بیگم	۱۹۷۱/۱۷۱/۱۷۱	غلام احمد الدین حاجی میاں
۷۸	فاطمہ خراسانیہ	۱۳۳	غلام امام خاں
۷۵	فاطمہ صغریٰ	۹۹ - ۹۷	غلام حسین
۳۴۷/۵۲/۵۱/۱۰	فایزیا غایض	۳۰۹	غلام حسین ولد لطیف
۷۹	فتح الہاری	۳۵۷/۲۹۹/۹۳/۷	غلام دستگیر
۷۹	فتح المتعال	۱۲	غلام رسول
۱۱۵	فتح اللہ خاں اسفندیار جنگ	۲۰۴/۱۵۶/۱۳۲	غلام علی
۲۲۹/۳۳-۲۹/۶	فتح شریف بختی	۵۹	غلام علی بیگ
۷۳	فتوت	۱۱۷/۱۱۴/۱۱۳	غلام قنبر
۴۰/۳۷	فتوحات عادل شاہی	۳۰۵	غلام محمد شاہ قادری
۲۸۰/۲۷۳	فخر الدین خاں	۲۷۲/۱۸۴/۹۲	غلام محی الدین
۷۰	فخر الدین شاہ	۱۸۹	غلام مصطفیٰ خاں
۲۷۳/۲۷۱	فخر الدولہ	۳۵۳/۲۹۸	غلامی - شاہ غلام محمد
۱۱۶	فدوی علی خاں	۱۵۰/۸۵/۳۷/۳۴/۲۵/۱۰	غواصی
۱۱۰	فراق نامہ	۳۳۴/۳۳۳	
۷۷	فراید و عقاید	۹۰/۸۸/۸۷/۸۴/۸۰/۷۸	غوث اعظم
۹۷	فرحت اللہ بیگ	۲۵۸/۲۵۴/۱۵۰/۱۴۷/۱۴۳	
۲۷۰	فرخ سیر بادشاہ	۳۲۱/۳۱۰/۳۰۰/۲۹۲/۲۸۹	
۲۰۷/۱۱۰	فرہاد و شیریں	۲۱۵	غوث نامہ
۳۰۱	فریب عشق	۳۵۲/۹۱/۵۱/۴۹/۸	غوثی
۳۷	فردوسی استرآبادی		(ف)
۲۶۴	فصیح الدین	۳۴۷/۱۵۰/۶	قاروقی
۲۲۵	فضل الرسول	۳۵۶/۲۴۳/۲۴۲/۸	قاسم
۳۵۹/۳۰۴/۸	فضل الرحمن	۲۹۵/۲۹۴	فاضل بیگ
۳۵۹/۳۱۸/۳۱۶/۱۰	فضل حسین	۲۳۱/۱۹۳/۱۷۶/۱۷۵/۱۴۳	فاطمہ زہرا
۳۰۶	فضل حق خیرآبادی	۲۹۱/۲۶۹/۲۵۷/۲۵۶ ۲۹۴/۲۹۲	



(ق)

۳۴۶۲۶۵۲۵۷۱۷۷۱۷۶۸	قادر	۳۰۶	فضل حق خیر آبادی
۷۷۱۷۵۱۵۹۱۵۵۱۵۴۱۲	قادر بی بی	۱۰۷	فضل علی خاں
۳۳۰۲۲۱۲۱۸۱۹۷۱۸۱	قاسم	۱۹۳	فضلی
۳۲۵۳۲۱	قادر حسین	۹۹	فضیلت جنگ انوار اللہ خاں
۱۴۲	قادر ولی	۳۵۱۹۸۹۷۹	فطرت
۳۰۳۲۸۴۱۴۳	قاسم	۳۵۲۱۴۸۱۴۷۹	فغان اثر علی خاں
۳۳۳۲۱۴۲۱۰۱۰۵۱۰۱۹	قاسم احمد	۳۵۹۳۱۹۷	فقر نامہ
۳۵۱	قبول اللہ حسیفی	۳۲۶۲۶۵	تغیر میر شمس الدین
۱۴۳	قتیل محمد حسین	۳۵۸۳۳۳۳۳۱۰	فقیر اللہ شاہ (دیگھو تیر)
۱۶۱	قریان علی	۲۲۱	فکر مرزا قطب علی بیگ
۹۷۹۶	قصائد تاریخی	۱۶۸۱۶۲۱۶۰۱۱۱۳	قواید القواعد
۳۲۸۲۶۳	قصص الانبیاء	۳۱۸۲۲۸	فورٹ ولیم کالج
۳۵۲۲۲۱۸	قصہ البوشمہ	۶۰۵۸۵۷۴۴۴۴۴۴۴۴	فہرست اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ
۳۵۲۹۱۵۰۴۹۸	قصہ بادشاہ روم	۱۵۹۱۵۶	فہرست کتب خانہ جاشاہان اودہ
۲۴۰۲۷۱۰	قصہ بازو فاختہ	۲۳۷-۲۳۷	فیاض مشرف جنگ
۲۵۹۲۰۰۱۰	قصہ دانی علیہ	۲۰۶	فیاض (کاتب)
۱۸۱۷	قصہ رسیا	۳۲۵۱۲۷-۱۲۳۱۲۱۸	فیروز
۳۵۷۲۸۴۸	قصہ سیہ پوش	۲۰۶	فیروز جنگ
۲۱۷۱۰	قصہ شہیدان	۲۰۵	فیروز شاہ
۲۵۶۲۰۸۱۰	قصہ عجائب	۱۸۸	فیض اللہ خاں
۳۵۶۳۲۷-۳۲۶	قصہ ہرنی کا	۲۳۷-۲۳۳۱۰۸۲۱۰۷۱۱۹	فیض میر شمس الدین محمد
۲۲۹	قصیدہ صاحب	۲۵۸۳۵۲۳۰۵۲۹۸۲۹۵	فیض جباری
۳۴۹۲۴۴۷	قصیدہ فغان	۳۵۸۳۰۵۲۳۵۲۳۴۱۱	فیض سخن
۱۰۶۹		۲۳۳	
۹۸-۹			

۲۹۱	قصیدہ کثیر	۳۵۷/۱۸۳/۷	کتاب ہدی
۳۴۹/۲۲/۲۱/۷	قصیدہ معجزہ	۸۸/۸۶/۷۲/۵۲/۹۱/۵۱	کتاب خانہ آصفیہ
۳۴۶/۳۶/۳۵/۶	قطب رازی	۳۴۲/۲۶۹/۲۵۰/۲۳۵/۱۲۰	
۲۶۸/۲۶۳	قطب شاہ	۳۳۴/۲۲۸	کتاب خانہ جامعہ عثمانیہ
۲۰۴	قطب الدین قاری	۲۹۴/۵۱	کتاب خانہ شاہان اودہ
۳۴۸/۲۵۶/۲۵۵	قلندر	۷۲	کتاب خانہ مختاریہ
۳۶۲/۷۷/۱۶۶	قمر الدین	۳۵۹/۲۹۱/۷۸	کثیر
۳۲۹	قمر الدین خاں مندوڑی	۲۵	کردار علی شاہ قادری
۲۸۹/۲۱۹/۱۶۱/۱۶۱/۷۷	قندہار شریف	۲۳۷/۲۳۶	کرم - مرزا رسول بیگ
۳۶۳/۲۹۰		۲۲۲/۲۲۵/۱۴۸/۱۴۷/۷۶	کرنول
۱۸۵/۱۸۰/۱۷۸/۱۷۳/۷۷	قیامت نامہ	۲۴۷	
۳۵۷/۳۵۶/۱۸۶		۳۴۶/۲۳۶/۱۴۴/۷۸	کیم
۲۰۷	قیس	۱۳۲	کریم داد خاں
۲۳۶	قیس - خواجہ بدیع اللہ	۳۲۵/۱۴۸	کڑپہ
(ک)		۳۴۵/۳۱۵/۶	کسب عروج
۲۱/۲۰	کابل	۲۹۱/۳۳۵/۳۱۵/۶۶/۶	کسب محویت
۵۳	کار - ایم ڈبلیو	۳۵۹/۲۲۷/۵	کشف الحاجۃ
۳۱۰/۹ - ۳۵۲/۳۱۳	کاظم - کاظم علی	۳۵۵/۳۲۵/۱۹۴/۱۷۴/۵	کشف الخلاصہ
۲۷۶	کالنجہر	۱۹۵	کشف السالکین
۱۷۲/۱۶۹/۱۶۸	کالے خاں	۳۴۷/۲۴۵/۶	کشف المعراج
۱۶۴	کامروپ (قصہ)	۲۲۶	کشکول کلیم اللہ
۳۵۲/۱۷۰/۱۴۸/۱۴۷/۶	کامل	۳۵۴/۱۵۲/۵	کفایت الاسلام
۳۶۲/۳۳۵/۲۸۲	کانپور	۳۵۰/۲۴۹/۹	کلام سمیع
۶۹	کتاب الاعراس	۲۹۳	کلام برہان
۲۲۵	کتاب التوحید	۳۴۷/۲۴۷/۹	کلام سلطان
۳۵۷/۲۷۵/۱۱	کتاب ادویات	۳۴۷/۲۴۵/۹	کلام شغلی

۲۹۴'۹	کلام میرن	۲۶۴'۲۵۶	کیمبرج
۲۸۱'۲۲۸	کلمتہ	(گ)	
۳۴۵'۵۴'۵۳'۵	کلمتہ الحقائق	۱۱۷	گرچن سین - بابو
۳۵۵'۱۰۸'۹	کلیات انشاء	۳۵۶'۱۱۷'۱۱	گل باصنوبر
۳۵۵'۱۱۰'۹	کلیات ایقان	۱۶۱'۱۶۰'۷۴'۷۳	گلبرگ
۵۶'۵۵	کلیات بحر	۱۸'۱۱۶'۱۱۵	گل بکا دلی
۸۰	کلیات عالی	۲۹۱	گلست گلشن معانی
۳۲۸	کلیات سراج	۳۰۲	گلستہ محسنی
۳۴۷'۳۳۹ - ۳۴۷'۳۳۹	کلیات سلطان	۱۱۷	گلستہ نشاط
۳۵۲'۱۰۳'۱۰۲'۹	کلیات سودا	۲۰۸	گل رعنا
۳۵۲'۳۱۳ - ۳۱۰'۹	کلیات کاظم	۱۸۷'۱۸۶'۲۹'۱۲۱'۱۱۳'۴۴	گلزار آصفیہ
۳۴۶'۳۳۶'۲۶۸'۹	کلیات محمد قلی	۳۴۷'۳۱۴'۳۱۳'۵	گلزار اساکین
۳۰۶	کلیات دلی	۳۵۹'۱۷۷'۸	گلشن نامہ
۳۲۸'۹۹	کلیم - میر محمد حسین	۶۷	گلشن آباد
۲۶۶'۶۹	کلیم اللہ جہاں آبادی	۱۳۵	گلشن بہار
۲۱۸	کمال بیابانی	۵۳	گلشن عشق
۲۸۷'۲۵۶'۲۵۵'۱۰'۸	کمر	۲۰۷	گلشن گفتار
۳۵۵		۱۱۵'۶۰	گل و صنوبر
۲۳۰'۲۲۹	کندن لال	۱۶۱'۱۱۵ - ۱۱۳	گلزار ست - جان
۳۱۰	کنف گری	۳۵۰'۲۸۶'۶	گلچ عرفان
۲۷۱	کوٹ - جرنیل	۳۴۷'۱۴۹'۱۴۸'۶	گلچ مخفی
۱۳۱	کوٹگیر	۵۳'۳۱	گوا
۲۲۱	کولاس	۵۵'۳۵	گوگی
۳۵۶'۲۲۹'۱۰	کہانی وقصہ	۲۶۴'۲۶۳'۷۲'۴۹'۳۸'۳۶	گو گندہ
۱۶۳	کھم میٹ	۳۵۷'۲۹۸'۲۹۵	گوہر
۱۰۷	کیتکی کی کہانی	۱۲۲	گوہر شفا (قصیدہ)

(م)	۱۲۶	گوہر سخن (قصیدہ)
۱۲۵	۳۴۸/۲۶۵	گوہری
۱۰۷	۲۷۸	گویند رام
۲۲۷	۱۲۱/۱۲۵-۱۳۴/۱۳۴	گھن پورہ
۲۷۵/۲۷۶	۱۴۰	
مبارز الدولہ - صاحبزادہ	(ل)	
۲۲۱	۱۶۱/۱۶۳-۱۸۲/۱۹۱	لاڑ لے حسینی
۴۲	۱۹۰/۱۹۴-۳۵۸/۳۵۸	لاڑ و کپور
مبارز الملک - سرینند خاں لاڈل جگ	۲۰/۲۱۳-۲۷۱/۲۷۱	لاہور
۳۲۱	۳۰۱	لذت عشق
مبارز خاں	۲۰۶	شکر خاں نصیر جنگ رکن الدولہ
۱۳۶	۱۹۰/۳۵۳	لطیف مرزا علی
۲۴۳/۶	۲۹۲/۲۹۳-۲۹۵/۲۹۵	لطیف غلام علی خاں
۲۲۹	۲۹۹	
۲۶۵	۳۳۶-۳۳۸	لطیف احمد فاروقی
۳۵۶/۱۸۹/۱۸۱	۳۲۷	علی خاں
۳۶۳/۳۵۵/۲۱۹/۲۱۸/۶	۱۸۱/۲۰۷-۳۶۳	علی و گوہر
۲۲۶	۳۰-۳۲	لقمان
۱۳۰	۲۰۰	لقمان جی
۳۵۹/۳۱۹/۷	۹۰/۱۰۷-۱۸۶/۲۲۳	لکھنو
۳۵۹/۳۲۰/۷	۲۲۴/۲۲۹-۳۷۱/۲۹۴	
۳۳۲	۲۹۶/۳۱۰-۳۳۵	لمحہ - میر نواز بخش علی
۳۱۸	۳۲۲	لیلیٰ محزون
۱۹۰-۱۸۸/۱۶۳	۱۰-۹۳/۱۸۱/۱۹۱-۳۱۷/۳۱۷	
۲۴۸/۲۶۶-۲۶۴	۳۲۸-۳۳۰-۳۳۱	
۲۴۱		
۲۹۳/۲۸۸/۲۰۷/۱۸۷/۱۶۹		
۳۲۲/۳۲۱/۳۱۹		

۳۱۴-	محمد فضل		
۲۲۹-	محمد اکبر	۸۴۱ء - ۳۵۴۱ء	محبوب القلوب
۴۴-	محمد پناہ	۲۵۹'۲۵۸'۲۵۶'۲۴۹	محبوب ذی المنن
۱۹'۱۴-	محمد جعفر	۳۳۰-	
۶۴'۱۲-	محمد حسین جعفری		محبوب سبحانی (دیکھو غوث اعظم)
۱۹'۱۴-	محمد حسین قاضی		محبوب علی خاں (دیکھو صفیہ سادس)
۱۵۰-	محمد حسین	۱۱۹'۱۱۳-	محمّد الدولہ
۹۳-	محمد حسین - حافظ	۱۱۸'۱۱۳-	محمّد جنگ
۲۸۸'۹۳'۵۸-	محمد صنیف	۲۲۹'۴-	نورات شرعی و تعزیر
۳۳۵-	محمد ربّی خاں	۳۲۸'۱۵۲'۹-	محرّمی
۲۲۳-	محمد سلطان	۹۹-	محمّد
۹۸-	محمد شاہ بادشاہ	۹۶-	محمّد علی
۳۰۹'۲۰۴-	محمد صدیق خاں	۴۴'۳۹'۳۴'۳۳'۲۱'۱۸	محمد (رسول اللہ)
۲۴-۲۱-	محمد ساروف	۴۴'۴۱'۵۹'۵۴'۴۸'۴۵	
۱۴۸'۴-	محمد عبداللہ	۱۱۱-۹۵-۹۱'۸۸'۸۱'۴۹	
۱۱۹-	محمد علی	۱۵۹'۱۵۵'۱۴۹'۱۴۳'۱۴۰	
۲۴۶-	محمد علی - ڈاکٹر	۱۴۹'۱۴۴-۱۴۳'۱۴۱'۱۶۹	
۲۲۱	محمد علی - سید	۲۰۱'۱۹۴'۱۸۹'۱۸۵'۱۸۰	
۲۲۴'۲۲۶'۲۲۰-	محمد علی شاہ - حافظ	۲۲۹'۲۲۴'۲۱۰'۲۰۶'۲۰۵	
۲۰۵'۲۰۴-	محمد علی صدیقی	۲۵۳'۲۵۱'۲۳۶'۲۳۰	
۱۱۰'۱۰۸-	محمد علی - میر	۲۴۰'۲۶۹'۲۶۴'۲۵۹'۲۵۶	
۳۱۸-	محمد عمر	۲۸۴'۲۸۳'۲۸۰'۲۶۴'۲۴۳	
۵۱'۴۹-	محمد فرید	۳۰۰'۲۹۹'۲۹۴'۲۹۱	
۲۶۸'۲۶۳'۲۵-	محمد قطب شاہ	۹۲-	محمد ابن حنیفہ
۱۶۲'۱۵۱'۱۴۴-۱۴۵'۱۳۴'۱۴۹	محمد قلی قطب شاہ	۳۱۶-	محمد اجل
۳۳۶'۳۱۳'۲۸۳'۲۶۹'۲۶۸		۳۵۵'۲۲۶-۲۲۱'۴-	محمد اسماعیل شہید
۳۴۶'۳۳۴-		۲۵۵'۲۲۸'۲۲۴-	محمد اشرف چالگامی

محمد حسن	۳۰۴ - ۳۰۱	دارج النبوة	۷۹ -
محمد مخدوم	۳۲۵ -	مدح شاہ میراں جی	۱۴۲'۸ -
محمد مرتضیٰ	۷۶ -	مدح میراں	۳۶۲'۳۴۸'۱۵۰'۸ -
محمد مصطفیٰ خاں	۳۳۵ -	مدح وحید الدین	۲۰۶'۸ -
محمد مولانا	۳۲۵ -	مدراس	۱۹۴'۱۴۲'۱۴۱'۹۳'۵۸'۵۲ -
محمد نظام	۱۴۰ -		۲۸۸'۱۹۵ -
محمد نقی رضوی سید	۲۲۶'۲۸۸'۲۸۷'۲۸۶ -	مدراس میں اردو	۱۴۱'۹۳'۵۰ -
محمد نقی	۱۱۵'۱۱۴'۲۳۴'۲۳۵ -	مدگل	۴۴'۴۳ -
محمد نگر	۱۲۷ -	مدینہ	۱۴۳'۱۴۱'۱۸۱'۲۰۸'۲۰۹'۲۱۶'۲۵۳ -
محمد نواز	۵۱'۴۹ -	مدینہ	۴۸ -
محمد وزیر شاہ	۱۳۰'۱۱۹ -	مدیور	۳۳۷ -
محمد ہادی	۲۵۶'۱۸۲'۷ -	مذہب عشق	۳۱۸'۱۱۶'۱۱۵'۱۱ -
محمد ہاشم	۱۱۱ -	مرات الاذکار	۳۱۵ -
محمد ی	۲۵۷'۲۲۹'۷۷ -	مرات المصلیٰ	۳۵۱'۲۶۴'۵ -
محمود (ظفر نامہ)	۳۵۴'۵۲'۹۱'۸ -	مرات المعرفۃ	۱۹۵ -
محمود (قطب شاہی)	۳۴۸'۱۵۱'۴۵'۹ -	مراتی آگاہ	۳۵۴'۲۴۱'۱۱۲'۸ -
محمود خاں	۳۲۷ -	مراتی قادری	۳۴۷'۲۵۷'۸ -
محمود شاہ بہمنی	۲۴۹ -	مراتی مرزا	۲۶۶ - ۲۶۳'۲۵۲'۸ -
محی الدین بادشاہ سالک (دیکھو)	{ سلطان محی الدین قادری (دیکھو)	مراد	۳۴۸'۲۶۳ -
محی الدین		مراد خاں	۱۲۸'۱۲۷ -
محی الدین عبدالقادر جیلانی (دیکھو غوث اعظم)	۳۵۰'۲۵۹'۲۵۸'۹ -	مراد خاں بوٹے	۳۲۷ -
محی الدین قادری (دیکھو زور)		مراقبات سلوک	۳۵۹'۳۲۱'۲۰۴'۶ -
محی الدین نامہ	۳۴۷'۲۴۳'۲۵۳'۲۵۴ -	مرتضیٰ	۲۵۱'۲۴۷'۶ - ۳۴۷'۳۳۶'۲۵۴ -
مختار الدولہ	۱۶۱ -	مرتضیٰ حسینی علوی	۲۵۲ -
مخدوم جی شیخ محمد برہم محی الدین ثانی	۱۴۷'۱۴۶'۱۴۴ -	مرتضیٰ قادری	۲۵۳'۲۵۲ -
		مرزا - میجا پوری	۳۴۶'۲۶۳'۲۵۷'۲۵۲'۸ -

مرزا محمد مرزا	۱۸۶۸ء/۱۸۷۱ء/۲۶۲۲۶۸-۳۵۸	منظر جنگ	۲۷۱-
مرشد آباد	۲۸۷/۳۷۱	منظر علی خاں صاحبزادہ	۱۱۵-
مرغوب المص	۱۱/۱۶۲/۱۶۵/۱۶۹/۳۵۶-	منظر نگر	۳۰۷-
مربع سخن	۶۵/۲۳۸/۱۰۶/۱۰۴/۲۳۸-	منظر مرزا جان باباں	۲۰۸/۲۰۴/۹۹/۹۸-
	۲۳۳/۱۸۷/۱۸۶/۲۳۹	منظر علی عت میر جان	۱۶۳-
	۳۰۷/۲۳۵	معالجات بندہ نواز	۳۳۷/۳۱۲/۱۱-
مرآج حکیم مظفر الدین خاں	۲۳۶-۳۵۸/۲۳۰-۳۵۹	مرآج خاں - محمد باہ خاں	۱۳۰-
مسائل طبیعی	۱۱/۲۷۷/۳۵۷-	مسند جنگ	۴۲:
مستان	۲۸۸-۳۵۶-	منجز	۳۵۵/۲۵۸/۹
مدرس اکبر	۳۲۱/۹-۳۵۹/۳۲۳-	مجرہ خالون جنت	۳۲۷/۱۷۶/۸-
مسعود	۳۲۰-۳۵۹-	مراج النبوة	۷۹-
مسعود خاں	۱۲۴-	مراج نامہ	۳۲۶/۷۷۷/۳۵۲/۲۷۷/۷۷۷-
مکین - محمد نعیم مکین شاہ	۷/۲۰۴/۲۰۵/۳۲۰-	معرفت حق	۳۵۷/۱۹۸/۶-
	۳۲۱-۳۵۹-	معروف کرخی	۲۰۳-
مسلم بن عقیل	۱۲۳/۱۹۴-	معروف - سید شاہ	۲۵۲-
مشاہیر قندھار دکن	۱۰۹/۲۹۰-	معظم	۳۲۷/۱۶۵/۱۲۹/۱۲۸/۶-
مشتاق	۷/۱۸۲-۱۸۳-	معین	۳۰۹/۳۰۸-
مشکوٰۃ النبوة	۱۲۶-	معین شاہ	۱۲۰-
مشہور	۲۵۵/۳۲۸-	معین الدین - سید	۲۹۰-
مشیر الملک (دیکھو اسطوبیا ۵)		معین الدین چشتی	۲۲۶-
مصباح النور	۳۱۵-	مفرح القلوب	۸۸-
مقتدی - غلام جہانی	۹۶/۹۷/۱۰۵/۳۲۸-	مقصود ابتدائی	۳۲۵/۵۲/۵-
مصطفیٰ	۷/۱۲۹/۳۵۴-	مقیبی - مرزا محمد	۴۰-۳۷/۱۰-
مفتون	۹۸-	مکاتیب خالپ	۳۰۶-
مطبوع صبیان	۱۱/۲۷۸/۳۵۳-	مکھن لعل	۱۰۳/۱۰۴-
مطلوب الطالبین	۱۷-	مکین - مرزا فاخر	۱۸۹-

۲۰ -	منقبت الایمان	۳۱۹ -	ملک پور
۸۷۷۷ -	منقبت محبوب سبحانی	۳۴۶'۲۶۴'۲۶۲ -	ملک خوشنود (دیکھو خوشنود)
۳۴۹'۳۱۵'۵۵۷ -	من لکن	۹۲ -	ملکہ مصر
۳۵۱'۸۳'۸۲۷ -	من مومن	۳۵۶'۲۸۷ -	منگ شاہ سائیں
۳۵۳'۳۱۸'۱۰۱'۱۰۰'۹ -	منور - منور علی	۳۴۷'۲۴۷ -	منامات علی
۳۴۹'۷۶'۷۵'۵ -	منورنگیم	۳۴۷'۲۴۴'۷ -	منامات غفار
۶۴'۶۳ -	منورعلی	۳۴۷'۲۴۸'۷ -	منظرہ عقل و عشق
۳۵۱'۱۸۱'۷ -	من ہرن	۱۷۴ - ۱۷۰ -	مناقب شجاعہ
۳۲۶ -	منیر الملک	۲۳۰'۷ -	مناقب عادل
۳۴۷'۲۴۵'۷ -	مواہب	۲۵۲ -	منقب اللہ باب
۳۵۵'۲۲۹'۱۰ -	مودب	۲۷۲ -	منقب البصر
۲۳۹'۱۰۷ -	موسیٰ	۱۰۴'۹ -	منقب دیوان سودا
۶۳ -	موسیٰ رضا خاں	۳۵۳'۱۰۵'۹ -	منقب دیوان صاحب قراں
۳۵۳'۲۹۸'۲۹۵ -	مولائی	۳۵۰'۱۶۹'۹ -	منقب دیوان عاشق
۳۴۵'۱۴۲'۲۳'۷ -	مولودنامہ	۳۵۳'۲۱۶'۹ -	منقب دیوان مدینہ
۳۰۷ -	میخانہ عشق	۳۵۷'۱۰۵'۱۰ -	منقب دیوان نصیر
۱۰۹'۱۰۸'۹۹'۷۷'۷۴'۱۰'۹ -	میر تقی میر	۲۷۱ -	مندراج
۳۰۷'۲۸۸'۲۸۷'۲۰۸'۱۸۶ -		۳۵۴'۸۶'۸۳'۷۹'۷ -	من جیون
۳۵۲'۳۲۸'۳۰۹ -		۸۷'۸۶'۸۴'۸۳'۷۹'۷ -	من دین
۳۷ -	میرا برائیم	۳۵۴'۲۴۲'۱۱۱ -	
۱۱۴'۱۱'۱۰ -	میرامن	۳۵۱'۸۳'۸۱'۸۰'۷ -	من دیک
	میراں جی حبیبی (دیکھو خدانا)	۳۱۸ -	منزو - جارج فلپ
۱۵۲'۱۵۱'۱۴۴'۲۰'۱۹ -	میراں جی شمس العشاق	۲۷۵ -	منصب علی - حافظ
۲۹۰'۲۱۸ -	میراں جی رناعی - سید شاہ	۲۱۵ -	منصورنامہ
۵۷ -	میراں حبیبی - سید	۳۹ -	منطق الطیر
۳۳۰ -	میراں ثانی عرف بڑے صاحب	۱۳۰'۸ -	منظومات ہجو



ناصر الدولہ (دیکھو تصفیہ راج)	۳۲۶/۲۵۴/۲۴۷	میراں شاہ معروف
ناصر الدین شاہ	۳۱۵	میراں حسین شاہ
ناصر جنگ شہید	۱۸۲/۱۷۲	میراں صاحب
ناٹھن	۲۴۵/۱۵۰	میراں قادری
ناظم۔ نو: پیر یوسف علی خاں ۳۰۵/۱۴ - ۳۵۹/۳۰۷	۱۴۴	میراں محی الدین
ناقص۔ خواجہ محمد	۳۲۶/۳۳۳ - ۳۲۹/۵	میراں یعقوب
ناکو شریف	۱۲۷	میر گلہ امیر الامرا
نام۔ خواجہ سمیع اللہ	۲۴۵/۱۱۸/۹۷/۹۵/۱۰	میر حسن
نامہ علی۔	۳۵۲/۳۲۸/۲۸۸	میر حسن
نامہ حضرت سلطان	۳۷	میر سید جمال
ناقی۔ غلام اعز الدین قاسم جنگ	۲۱	میر عالم۔ ابوالقاسم
ناذیر	۳۲۶/۱۸۶	میرن۔ میاں میرن سبزواری
ناتھرنگر	۳۱۰/۳۰۹/۲۹۵/۲۹۴/۹	میسور
ناتور	۱۵۱	میسور میں اردو
نثار	۲۸۷/۲۷۱/۲۴۱/۲۱۵/۱۳۶ - ۳۶۲	میشک شمس الحی سبوا علی سوچ بھاتھو ۳۰۹/۳۰۵
نجات نامہ	۳۱۵/۲۹۳	میشک صاحبزادہ میر محمد علی خاں ۷۱
نجم الدولہ	۱۳۱	(ن)
نجم الدین حضرت میاں	۳۲۶	نائبی
نڈا	۳۵۹/۳۲۰	ناذر
نذر محمد	۱۱۵	نادر جنگ فرانسیسی
نرسا پور	۲۰۱	نادر شاہ
نزل	۲۰۱/۱۳۴/۱۳۳/۱۲۳	نارنول
نسق۔ قادر حسین	۳۰۵	ناتھ۔ امام بخش
نسیم الکلام	۲۰	
نصاب العارفین	۱۹۱	
نصرتی	۴۱/۳۹/۳۸/۲۹	

نصیحت المسلمین	۱۷۷۷-۳۵۶/۱۸۰	نور اللہ قادری	۱۹۵/۱۹۱
نصیر الدین خاں	۲۵۹/۱۵۰	نور دریا	۲۵۰/۳۵
نصیر الدین شیخ محمد	۳۵	نورس نامہ	۲۶۷
نصیر الدین میاں کالے	۷۰	نورنامہ	۳۳۷-۳۵۷/۳۲۹/۲۹۹/۳۵
نصیر الدین محمد	۱۲۳	نوسر ہار	۱۷۸-۳۴۵/۲۸۵/۲۸۴/۱۹
نصیریہ شاہ نصیر الدین	۳۵۷/۱۰۵/۱۰	نوحی	۷۳
نظام الدین اورنگ آبادی	۷۹/۷۹	نہال چند	۱۱۵/۱۱۶/۱۶۰/۳۱۸
نظام - نظام الدین احمد	۲۳۶	نیلور	۲۲۹
نظام القلوب	۶۹	نہم چند	۳۵۶/۱۱۷/۱۱
نظام الملک (دیکھو تصفیہ اول)			
نظام علی خاں			
نظامی	۹۴/۹۳	واجد علی شاہ	۱۱/۲۸۱/۲۸۲/۲۸۳-۳۵۹
نظم نور	۱۰/۱۶۰/۱۶۱/۱۶۳/۱۹۳	واجد پاری	۱۱/۲۸۲-۳۴۵
نظم شادی	۶/۲۹۱/۳۵۴/۳۶۳	واسوخت آباد	۱۰/۳۳۴-۳۵۹/۳۵۹/۳۶۳
نظیر اکبر آبادی	۲۹۶/۳۵۸	والاجاہ	۷۶/۷۷/۷۷
نعمت اللہ	۱۱/۱۲/۱۵۳	وجدان الحق	۶/۱۹۴/۱۹۶/۳۵۹
نعمت اللہ حسینی شاہ	۴۵/۳۲۵	وجدی	۶/۶۲/۱۱۲/۱۱۹/۱۲۰/۳۵۰
نفس الانفس	۲۳۱	وجیبہ اللہ حیدری	۵۹
نکات الواصلین	۴/۱۹۱/۱۹۴-۳۵۹	وجیبہ اللہ خاں	۲۲۲
نکتہ واحد	۲۰	وجہی	۴۵/۱۵۲/۲۱۳
نگارستان عشق	۳۳۵	وجیبہ الدین گجراتی	۶/۲۰۶-۲۵۲
نگر کر نول	۶۹	درنگل	۱۶۱-۱۶۳/۱۹۱/۱۹۲
ننگل	۳۱	وزارت علی خاں	۱۱۳/۱۱۷
نوبہار عشق	۱۰/۹۳/۹۵/۳۰۱-۳۵۴	وزیر آصف یاد الملک	۲۳۵-۲۳۷
نور الدین چانگامی	۵/۲۲۸/۲۲۹-۳۵۹	وزیر محمد امین خاں	۷۱-۲۷۱
		دصال العاشقین	۲۱۵

(۹)

۱۰۹	ہجو اکول	۳۴۸'۲۵۹'۶	وصایاے نبیؐ
۱۰۹	ہجو نامہ	۳۴۴'۳۳۶'۲۵۱'۶	وصل نامہ مرتضیٰ
۳۵۴'۱۳۵'۸	ہجو یہ نظمیں	۱۹۵	وصل نامہ سلطان محی الدین
۱۲۱'۸ - ۱۳۲'۱۳۰'۱۳۶ - ۱۳۸	ہجو بیت	۲۰	وصیت الہادی
۳۵۲		۳۵۴'۱۲۹'۴	وصیت نامہ
۴۲	ہجو بیت اللہ خان	۱۵۵'۱۵۳'۳۵'۴۴'۲۰'۴	وفات نامہ
۳۴۸'۲۰۲'۱۸۰'۱۷۹'۱۷۳'۴۵	ہجو بیت المؤمنین	۳۵۰'۳۴۹	
۳۵۶		۲۱۵	وفات نامہ ذوقی
۴۴	ہجو بیت نامہ	۳۵۵'۲۹۱'۴۷'۱۷۵'۴۹'۸	وفات نامہ زہرا
۳۴۹'۳۳-۲۸۰'۵	ہجو بیت ہندی	۳۶۳'۳۵۹	
۳۵۴'۲۶۴'۲۴۱'۸۹-۴۴'۴	ہجو بیت بہشت	۳۵۸'۲۹۶'۲۹۵	وقار
۲۸۴	ہجو بنگلی	۳۰۵ - ۳۰۳'۲۱۴'۱۹۴ - ۳۶۳	وقار الدین خطیب
۳۰	ہجو بھلی	۲۹۹	ولزلی - لارڈ
۲۴۰	ہجو بیلون بادشاہ	۱۶۵'۱۶۴	ولایت علی خاں
۳۵۴'۱۶۴ - ۱۶۴'۱۱	ہجو ہمیشہ بہار	۲۲۱	ولایت علی عظیم آبادی
۳۰۰	ہجو ہنگنڈہ	۱۶۹'۹۹'۴۴'۴۳'۶۴-۶۳	ولی - اورنگ آبادی
۳۱۴	ہجو ہوس - مرزا تقی	۳۴۹'۲۱۳-۲۱۰'۲۰۹'۲۰۶	
		۱۱۸'۱۱۳'۶۵'۶۰-۵۸'۸	ولی ویلوری
		۳۵۰'۳۴۹	
۳۱۰'۲۹۴	یادگار شعرا	۴۶	ویلور
۳۴۸'۲۵۵'۸	یتیم احمد	( ۵ )	
۳۳۴'۳۳۳	یلین خاں	۲۴۰	بارون خاں شروانی
۲۲۴	یعقوب صاحب	۱۵۴	بارون رشید
۲۱۵'۱۰۶'۱۰۰'۹۸'۱۰۹	یقین - انعام اللہ خاں	۲۵۴	ہاشم علی
۳۵۰'۳۰۲'۲۸۹'۲۸۴'۲۱۶		۹۳'۴۵'۴۳'۶۰'۵۸'۵۴	ہاشمی - نصیر الدین
۹۹'۹۸	یک رنگ	۲۴۴'۲۴۰'۱۴۸'۱۴۲'۱۴۱'۱۴۱'۹۴	

( ی )

یورپ میں دکنی خطوط ۲۰۰، ۲۲۰، ۲۵۳، ۲۵۶

-۱۳۲

یک تاز جنگ

-۲۶۳

یوسف علی خان (دیکھو تاظم)

-۳۳۳-۳۳۲، ۲۴

یوسف زلیخا

پیشکش کا نام و نامہ  
مکتبہ  
(مکتبہ)



